دیوان محسن

تصنیف

محمد محسن ٹھٹوی

۱۱۲۱ھ — ۱۱۶۳ھ

بہ تصحیح و ترتیب و مقدمہ

محمد حبیب اللہ رشدی

ایم اے

سندھی ادبی بورڈ

حیدرآباد — پاکستان

دیوان محسن تتوی

تصنیف

محمد محسن تتوی

۱۱۲۱ - ۱۱۶۳ ھ

به تصحیح و ترتیب و مقدمه

محمد حبیب الله رشدی ایم - اے

سندھی ادبی بورڈ
حیدرآباد

۳ - سیول لائنس - گدو روڈ
حیدرآباد - سندھ

نشر کرده :

سید میران محمد شاه

دبیر اعزازی انجمن سندهی ادبی

(سابق سفیر دولت پاکستان در هسپانیه)

طبع اول

۶۳ ع

بها :

متن کتاب باهتمام اقبال عباسی در نیو سنده پریس وکٹوریه روڈ کراچی
و مقدمه باهتمام علی مطهر نقوی الحجاز پرنٹنگ سینٹر کراچی
طبع شد

مرام ناشر

این کتاب در سلسلهٔ نشرات انجمن ادبی سندهی، تحت برنامه "وسائل تکامل تاریخ وادبیات ملی" ترتیب وطبع گردید۔

برخوانندگان محترم پوشیده نیست، بسا آثار گرانبهای عربی و فارسی از طرف محققین بزرگ سندهی، در زمینهٔ تاریخ و سیر و حدیث و تصوف و ادب و شاعری نوشته شده، و تاکنون برخی ازان بصورت مخطوطات در زوایای کتب خانهای شخصی بطاق نسیان افتاده اند ۔ این انجمن میخواهد که چنین آثار گزیده را از گوشهٔ تاریکی و گمنامی برآورد، و بنظر ارباب ذوق و دانش برساند، و در مدت هشت سالیکه این برنامه از ۱۹۵۶ م تا ۱۹۶۴ م دوام میکند، در نظر داریم که (۱۴) کتاب عربی و (۳۰) کتاب تاریخی فارسی و (۵۴) کتاب شعر و ادب فارسی و (۷) کتاب اردو و (۶) کتاب انگلیسی را طبع و نشر نمائیم ۔

کتابیکه اکنون بخوانندگان گرامی تقدیم می شود، از سلسلهٔ نشرات فارسی کتاب شانزدهم است ۔ و از جملهٔ آثاریکه تاکنون بطبع ونشر آن موفق آمده ایم کتاب بیست سوم شمرده می شود که اینک از نظر خوانندهٔ عزیز میگذرد ۔

اعتراف

انجمن ادبی سندهی از مساعدت مالیٔ وزارتِ معارفِ حکومتِ پاکستان که از روی کمال معارف خواهی در راه طبع و نشر سلسلهٔ مطبوعاتِ این انجمن فرموده است، خیلی متشکر بوده واین اقدامِ نیکو را بنظر تقدیر واستحسان می نگرد.

فہرست

مقدمہ [از محمد حبیب اللہ رشدی]	صفحہ

دیوان محسن

حصہ اول : غزلیات

حصہ دوم : قصائد و مناقب وغیرہ

الف ـ قصائد

ب - ترکیب بند

ج - مخمسات

د - مربع

ھ - مثنوی

حصه سوم : مثنویات ، قطعات تاریخ و رباعیات

الف مثنویات

ب - قطعات تاریخ

ج - قطعات

د - رباعیات

مقدمہ

سندھ کا تاریخی اور سیاسی پس منظر

محسن تتوی کی زندگی اور شاعری حضرت حافظ شیرازی سے بہت مماثلت رکھتی ہے، خصوصاً سیاسی حالات کے لحاظ سے محسن کو بھی ایسا ہی ہیجانی دور ملا جیسا کہ حضرت حافظ کو ملا تھا۔ ہم پہلے سندھ کے تاریخی پس منظر پر ایک سرسری نظر ڈال کر، ان سیاسی اور معاشرتی حادثوں کا ذکر کرینگے جن میں ہمارے شاعر نے آنکھیں کھولیں اور اس کی شاعری نے ترقی کے مدارج طے کئے۔

قدیم تاریخی اثرات جغرافی موقع محل کے لحاظ سے سندھ کا خطہ ایران اور ہندوستان کا درمیانی خطہ ہے۔ اسلئے اس کی تاریخ ہندوستان کی عام تاریخ سے کسی قدر مختلف رہی ہے۔ تاریخ اور آثار قدیمہ کے محققین نے اسلام سے صدیوں پہلے سندھ کے خطے پر ایران کے قدیم کیانی اور ساسانی بادشاہوں کے

اقتدار کا پتہ چلایا ہے ۔ سندھ اور ایران کے جنوب کا ساحلی خطہ مکران کہلاتا ہے ۔ مکرانی زبان میں فارسی زبان کے اتنے اثرات ہیں کہ اس پر بگڑی ہوئی فارسی کا گمان ہوتا ہے ۔ موجودہ زمانے میں بھی مکران کا کچھ حصہ سندھ (یعنی پاکستان) کا جزو ہے اور کچھ حصہ ایران کی مملکت میں داخل ہے ۔ اسی طرح ، ساحلی علاقے سے کچھ اوپر بلوچی قوم بھی بلوچستان کے علاوہ ایران کے علاقہ میں بھی آباد ہے ۔

سکندر اعظم درہ خیبر سے ہندوستان میں داخل ہوا ، ٹکسیلا کی جنگ میں فتح پاکر جنوب میں سندھ تک چلا آیا ۔ کچھ تعجب نہیں کہ سندھ کو ایرانی سلطنت کا جزو سمجھ کر اس نے ایران کے ساتھ سندھ کو بھی اپنا مفتوحہ ملک قرار دیا ہو ۔ یہاں سے اس نے اپنی فوج کا ایک حصہ خشکی کے راستے (بلوچستان مکران اور ایران سے) عراق بھیج دیا اور بقیہ فوج کو سمندر کے راستے سے عراق پہنچنے کا حکم دیا ، وہاں سکندر نے وفات پائی ۔ سکندر کے مقرر کردہ صوبہ دار ان علاقوں میں مدتوں حکومت کرتے رہے ۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں یہاں پہلے پہل علافی عرب آئے اور مقیم ہو گئے ۔ پھر محمد بن قاسم کی فوج کشی اور فتح سندھ کے بعد یہ علاقہ صدیوں تک خلافت بنی امیہ اور خلافت عباسیہ کے گورنروں کے تحت رہا ۔ سبکتگین نے سندھ کے اندرونی شہر قصدار کو فتح کیا ۔ اس کے بعد محمود غزنوی کے عہد میں یہ غزنی کی سلطنت کا جزو بنا رہا ۔ سلطنت غزنویہ کے خاتمہ کے بعد شہاب الدین غوری نے دھلی کو فتح کر کے ہندوستان میں مستقل حکومت قائم کی ۔ ملتان اور سندھ کا حکمران شہاب الدین

غوری کا فوجی سردار ناصرالدین قباچہ اگرچہ آزادی کا دم بھرنے لگا تھا مگر اصلاً سلطنت دہلی کا تابع تھا ۔ سلطنت دہلی میں بد نظمی پیدا ہوئی تو سندھ میں پہلے سومروں نے پھر سموں نے آزاد حکومت قائم کرلی ۔ پھر شاہ بیگ ارغون نے سمہ حکمران سے ، پہلے تو سندھ کا نصف حصہ لے لیا اور پھر سارے ملک پر قبضہ کرکے اپنا سابقہ ملک قندھار بابر بادشاہ کے حوالے کردیا ۔ شاہ بیگ کے بعد اس کا بیٹا شاہ حسن ارغون سندھ کا حکمران بنا ۔ اس کی اولاد نرینہ نہیں تھی اسلئے اس کے بعد سندھ کی حکومت مرزا عیسی ترخان کو مل گئی ۔

مغلیہ دور حکومت مرزا عیسیٰ ترخان کے بعد اس کا بیٹا مرزا عبد الباق بڑا ظالم حکمران ثابت ہوا ۔ مرزا عبد الباقی کے بعد اس کے پوتے مرزا جانی بیگ کے دور حکومت میں اکبر نے ۹۹۹ ھ میں مرزا عبد الرحیم خان خانان کو فتح سندھ کے لئے بھیجا ۔ ایک سخت معرکے کے بعد خان خانان کو یہی تدبیر مناسب معلوم ہوئی کہ مرزا جانی بیگ سے صلح کرلے چنانچہ شرائط صلح کے مطابق شمالی سندھ اور ایران کا سرحدی علاقہ مغلیہ سلطنت میں شامل کرلیا گیا اور جنوبی سندھ کا سارا علاقہ مرزا جانی بیگ کی جاگیر قرار پایا ۔ خان خانان مرزا جانی بیگ کو اپنے ساتھ اکبر کے دربار میں لے گیا اکبر نے مرزا جانی بیگ کو خان خانان کے برابر پنج ہزاری منصب دے کر سلطنت کے سب سے اونچے امیروں میں شامل کیا اور پھر اپنے ساتھ دکن لے گیا ۔ چند ہی سال کے بعد مرزا جانی بیگ نے اور پھر اکبر نے آگے پیچھے وفات پائی ۔ مرزا جانی بیگ کا بیٹا مرزا غازی بیگ باپ کی جگہ سندھ کا حکمران بنا ۔ جہانگیر اس پر بہت مہربان تھا ۔

اس نے سندھ کے علاوہ قندھار کا صوبہ بھی مرزا غازی بیگ کی حکومت میں دے دیا ۔ مگر مرزا غازی بیگ کی عمر نے وفا نہ کی ۔ پچیس ہی سال کی عمر تھی کہ قندھار میں وفات پائی ۔ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی ۔ اسلئے جہانگیر نے جنوبی سندھ کا علاقہ بھی مرکزی سلطنت میں شامل کرلیا اور یہاں کی حکومت پر صوبہ داروں (گورنروں) کا تقرر ہونے لگا ۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات تک یہ سلسلہ چلتا رہا ۔ محسن تتوی کی ولادت اورنگ زیب کی وفات کے دو ڈھائی سال کے بعد ہوئی

اورنگ زیب نے ۱۱۱۸ ھ میں دکن میں وفات پائی ۔ بڑا شہزادہ شاہ عالم کابل کا صوبہ دار تھا ۔ اس کے چھوٹے بھائی شہزادہ اعظم نے جو باپ کے قریب دکن ہی میں تھا اپنی تخت نشینی کا اعلان کردیا ۔ شاہ عالم بھائی سے مقابلـــہ کرنے کے لئے فوج لےکر پنجاب سے وسط ہند کی طرف روانہ ہوا ۔ اعظم بھی دکن سے فوج لے کر آگرہ اور دھلی پر قبضہ کرنے کے ارادے سے شمال کی طرف روانہ ہوا ۔ آگرہ کے قریب دھول پور کے میدان میں دونوں بھائیوں کی خوں ریز جنگ ہوئی جس میں مغلیہ سلطنت کی زبردست فوجی طاقت دو حصوں میں بٹ گئی اور ٹکرا کر کمزور ہو گئی ۔ شاہ عالم کو فتح نصیب ہوئی ، اعظم میدان جنگ میں مارا گیا اور شاہ عالم ”بہادر شاہ اول“ کے لقب سے تخت نشین ہوا ۔ تخت نشینی کے وقت بہادر شاہ کی عمر پینسٹھ (٦٥) سال سے زیادہ تھی ۔ ۱۱۱۹ ھ سے ۱۱۲٤ ھ تک تقریباً چھ سال اس کا دور حکومت رہا جس میں سارے انتظامی کام کا بار منعم خان وزیراعظم پر تھا جو پہلے پنجاب کا صوبہ دار تھا ۔ اور بہادر شاہ کو کامیاب بنانے میں نمایاں

خدمات انجام دے چکا تھا ۔

بہادر شاہ نے ۱۱۲۴ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ اس وقت اس کے چاروں بیٹے لاہور میں جمع ہو گئے تھے ۔ سب سے بڑا بیٹا معزالدین تھا جو پہلے سے ملتان کا صوبہ‌دار چلا آتا تھا ۔ اس کے ہاں نہ معقول فوج ہی تھی اور نہ خزانہ میں روپیہ ہی تھا ۔ اس کے مقابلے میں منجھلا بھائی شہزادہ عظیم‌الشان دادا کے زمانے سے صوبہ پٹنہ کا صوبہ‌دار تھا خود بہت کفایت شعار بلکہ بخیل تھا ، پٹنہ (بہار) زرخیز صوبہ تھا ۔ اس صوبہ‌داری کے زمانے میں اس نے بہت روپیہ جمع کر رکھا تھا ۔ باپ کی علالت کی اطلاع پاکر معقول فوج اور بڑا خزانہ ساتھ لایا تھا ۔ اس سے چھ سال قبل دادا کی وفات پر اس نے اپنے باپ کی تخت نشینی کے لئے راستہ صاف کرنے کی بڑی اہم خدمت انجام دی تھی ۔ ان حالات کے پیش نظر اکثر امرا اور عوام کا بھی اندازہ تھا کہ اپنے باپ بہادر شاہ کا بھی جانشین ہوگا ۔ مگر قسمت بڑے بیٹے شہزادہ معزالدین کی حمایت میں تھی ۔ ایسے نازک وقت میں کہ لاہور کے اطراف چار سمتوں میں چار شہزادے قسمت آزمائی پر کمر باندھے بیٹھے تھے ، عظیم‌الشان نے اپنی خست اور قوت فیصلہ کے فقدان کے باعث ایسی فاش غلطیاں کیں کہ معزالدین کے مقابلے میں نہ صرف شکست کھائی بلکہ اپنی جان بھی گنوا دی ۔ برسوں کا جمع کیا ہوا خزانہ فاتح بھائی کے ہاتھ لگا ۔ اس کے بعد معزالدین کے لئے باقی ماندہ دونوں بھائیوں کو ٹھکانے لگانے کا کام کچھ مشکل نہ تھا ۔

غرض شہزادہ معزالدین ”جہاندار شاہ“ کے لقب سے ہندوستان کا شہنشاہ بن گیا ۔ جہاندار شاہ پر پہلے ہی سے دھلی

کی ایک طوائف لال کنور کے عشق کا بھوت سوار تھا ۔ بادشاہ بن کر دہلی پہونچا تو اس طوائف کی خاطر اس نے وہ وہ رکیک حرکتیں کیں کہ مغل بادشاہوں کا سارا وقار خاک میں مل گیا ۔ وہ امرا جو ابھی چھ سال پہلے تک ، اورنگ زیب کے سے بااصول بادشاہ کے آئین و ضوابط کے عادی چلے آئے تھے بلکہ بہت سے تو ایسے تھے جنھوں نے اسی فضا میں آنکھیں کھولی تھیں اور عمریں بسر کردی تھیں ۔ ایسے باوقار اور تجربہ کار امراء جہاندار شاہ کی ان بدعنوانیوں اور چھچھوری حرکتوں پر خون کے آنسو بہاتے تھے اور دم بخود تھے ۔ ادھر پٹنہ میں شہزادہ عظیم الشان کا بیٹا فرخ سیر ، جسے باپ اپنا نائب بنا کر لاہور گیا تھا ، اب اپنے باپ کا انتقام لینے ، بلکہ خود تخت شاہی پر قبضہ جمانے کے لئے بے چین تھا ۔ اس نے بارھہ کے قطب الملک سید حسن علی کو اپنی مدد پر تیار کیا ۔ قطب الملک کچھ ہی مدت پہلے بھکر میں ذمہ دار عہدے پر رہ چکا تھا ، اس وقت بھی جہاندار شاہ معزالدین ملتان کا صوبہ‌دار تھا ۔ میاں یار محمد اولین کلھوڑہ حکمران سندھ کے اس زمانے کے ایک مکتوب سے جو شہزادہ معزالدین کو لکھا گیا تھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالباً معزالدین ہی کے ایماء پر انہوں نے قطب الملک کا واسطہ ترک کرکے کلیۃً شہزادے ہی سے وابستگی اختیار کر لی تھی ۔ اس سے یہ بھی قیاس ہوتا ہے کہ قطب الملک اور معزالدین جہاندار شاہ میں اسی زمانے سے چشمک چلی آتی تھی ۔ اب قطب الملک نے جہاندار شاہ کی ذلیل حرکتوں اور اس سے امرا اور عوام کی عام بیزاری دیکھ کر فرخ سیر کا ساتھ دینے میں کامیابی کی جھلک دیکھی ۔ چنانچہ دونوں کی کوششوں سے ایک اچھی

فوج اکھٹی ہو گئی - ۱۱۲۴ھ کے آخر میں انھوں نے جہاندارشاہ سے مقابلہ کیا - جہاندارشاہ کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا - اپنی نا اہلی سے جہاندارشاہ نے نہ صرف سلطنت کھودی بلکہ مغل بادشاھوں کے صدیوں کے وقار کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچایا - محسن کی عمر اس وقت تین چار سال کی تھی -

۱۱۲۵ھ کے آغاز سے فرخ سیر بادشاہ بنا - قطب الملک خود تو وزیراعظم بن گیا اور اپنے چھوٹے بھائی سید حسین علی کو امیر الامراء یعنی سپہ سالار اعظم بنادیا -

فرخ‌سیر ، کچھ تو اس لئے کہ وہ اس عظیم سلطنت کی حکمرانی کا اہل نہیں تھا اور کچھ اسلئے کہ وہ قطب الملک کا احسان مند تھا ، امور سلطنت میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا تھا - وہ دونوں بھائی بھی یہی چاھتے تھے کہ وہ مداخلت نہ کیا کرے - غرض سادات بارھہ سلطنت مغلیہ کے اصلی حکمران بن گئے ، اور فرخ‌سیر کو شاہ شطرنج بنادیا -

یہ صورت حال ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی تھی - رفتہ رفتہ سادات بارھہ اور فرخ سیر کے تعلقات خراب ہونے گئے - ان دونوں بھائیوں کا ہر شعبۂ حکومت پر اتنا قوی تسلط تھا کہ فرخ سیر بالکل ان کے رحم وکرم پر تھا - آخر چھ سال کی حکومت کے بعد ۹ ربیع الاول ۱۱۳۱ھ کو سادات بارھہ نے فرخ سیر کو معزول کرکے قید کردیا اور اس کے ایک چچیرے بھائی رفیع الدرجات کو جو شہزادہ رفیع الشان کا بیٹا تھا ، قید سے نکال کر تخت پر بٹھا دیا - یہ شہزادہ مدقوق تھا - تین ہی مہینے کے بعد مر گیا - سید برادران نے اس کی جگہ اس کے بڑے بھائی رفیع الدولہ کو تخت پر بٹھایا وہ بھی تین مہینے کچھ دن

کے بعد مرض اسہال سے فوت ہو گیا۔ سید برادران کو پھر کسی ایسے ہی شہزادے کی ضرورت پڑی جو صرف تخت پر بیٹھا رہے حکومت میں دخل نہ دے۔ آخر ان کی نگاہ انتخاب اٹھارہ سالہ شہزادہ روشن اختر پر پڑی جو شہزادہ خجستہ اختر جہاں شاہ کا بیٹا اور بہادر شاہ کا پوتا تھا۔ غرض ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۳۱ ھ کو روشن اختر کو "محمد شاہ" کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا۔

اپنی دانست میں سید برادران نے یہ بہت اچھا انتخاب کیا تھا۔ نوجوان روشن اختر سے انہیں کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر روشن اختر کی والدہ قدسیہ بیگم نہایت چالاک اور مدبر عورت تھی۔ اس نے چپکے چپکے ان قدیم امرا کو جو سید برادران کے اقتدار اور فرعونیت سے سخت ناراض تھے، مغلیہ تخت سے وفاداری کا واسطہ دے کر اپنا ہوا خواہ بنا لیا۔ ادھر محمد شاہ اور سید برادران میں اختلافات شروع ہو گئے۔ ایک سال کے اندر اندر بادشاہ کی والدہ نے سید برادران کے خلاف ایک مضبوط خفیہ محاذ تیار کر لیا۔ آخر کار محمد شاہ کے ایماء سے چھوٹا بھائی امیرالامرا سید حسین ۶ ذی الحجہ ۱۱۳۲ ھ کو قتل کردیا گیا۔ بڑے بھائی قطب الملک کی وزارت فوجی طاقت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے مفلوج ہو گئی مگر اس نے پھر بھی یہ آخری حربہ چلایا کہ محمد شاہ کے مقابلے میں رفیع الشان کے ایک اور بیٹے سلطان ابراہیم کو ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۳۲ ھ میں تخت نشین کردیا۔ گویا اس طرح اس نے محمد شاہ کو معزول کردیا تھا۔ مگر فوج کی اصلی طاقت محمد شاہ کے ساتھ تھی۔ ۱۴ محرم ۱۱۳۳ ھ کو محمد شاہ کی فوج اور قطب الملک کی فوج

کا دھلی کے قریب مقابلہ ھوا۔ قطب الملک کو شکست ھوئی ، وہ گرفتار ھوا تین سال قید رھنے کے بعد قتل کیا گیا۔ اب محمد شاہ پورے اقتدار کے ساتھ سلطنت کا مالک بن گیا۔ اس دور میں دکن میں مرھٹوں کی طاقت پھر ابھرنے لگی تھی۔ مرکزی حکومت کا کام تھا کہ اس کی طرف متوجہ ھوتی مگر محمد شاہ روز بروز عیش وعشرت میں اتنا غرق ھوتا گیا کہ اس کا لقب ھی "رنگیلا" پڑ گیا۔ سلطنت کے نظم ونسق کی حالت سید برادران کے دور اقتدار میں اتنی بری نہیں تھی جتنی اب خراب سے خراب تر ھوتی گئی۔

اٹھارہ سال تک عیش ونشاط میں گزارنے اور امور سلطنت سے غفلت برتنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۱۱۵۱ھ میں نادرشاہ ایران سے حملہ آور ھوا۔ کابل اور پنجاب سے گذر کر دھلی کے قریب کرنال کے میدان میں ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۵۱ ھ کو اس نے محمد شاہ کی فوجوں کو شکست دی۔ مغلیہ سلطنت کا رھا سہا بھرم بھی جاتا رھا۔ محمد شاہ کی شکست اور دھلی میں قتل عام اور ھندوستان کی دولت کی لوٹ مار نے مغلیہ دور حکومت کے صدیوں کے نظم وضبط کو برباد کر دیا۔ اور نادر شاہ کی آمد نے تو سندھ کی تاریخ کا رخ ھی بدل دیا۔

نادر شاہ نے محمد شاہ سے ایک فرمان لکھوا لیا جس کی رو سے دریائے اٹک کا مغربی سارا علاقہ سلطنت ایران کا جزو بن گیا۔ اب سندھ پر دھلی کے بجائے ایران کا اقتدار قائم ھو گیا۔ ۱۱۶۰ ھ میں نادر قتل ھوا۔ اس کے بعد قندھار کے امراء نے احمد شاہ ابدالی کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس نے نادر کی سلطنت کے مشرقی ممالک پر اپنا دعوی قائم کیا چنانچہ سندھ پر انگریزوں

کا اقتدار قائم ہونے تک افغانی حکمران اپنا اقتدار منوانے کی کوشش کرتے رہے۔

کلہوڑہ حکومت محسن تتوی کی عمر کے آخری دس بارہ سال، جبکہ اس کی شاعری اپنے کمال پر پہنچ چکی تھی، سندھ کے کلہوڑہ حکمران میاں نور محمد خان کی سرپرستی میں بسر ہوئے۔ اتنی مدت تک کسی اور امیر نے محسن کی سرپرستی نہیں کی۔ قانع نے لکھا ہے کہ میاں نور محمد نے محسن کے لئے آٹھ آنے روزینہ مقرر کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ سندھ کے اس عظیم شاعر کی یہ قدردانی افسوسناک ہے لیکن اس وقت کلہوڑہ فرمان روا جس مشکل دور سے گذر رہا تھا اس پر نظر رکھی جائے تو اتنی کم مالی امداد کا سبب واضح ہو جاتا ہے۔ ہم یہاں کلہوڑہ خاندان کی حکومت کا حال مختصراً بیان کرتے ہیں۔

شاہ بیگ ارغون کے سندھ پر قبضہ کرنے سے پہلے، جام نظام الدین عرف جام نندو کے دور حکومت میں حضرت سید محمد جون پوری اپنے بہت سے مریدوں کے ساتھ حج کے ارادے سے نکلے تھے - ۹۰۶ ھ کے لگ بھگ سندھ آئے اور ٹھٹہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کیا۔ یہاں بہت سے لوگ ان کے مرید اور معتقد ہو گئے۔ چونکہ آپ کو "مہدی" کہا جاتا تھا اسلئے آپ کے سلسلے کے مرید اور پیرو "مہدوی" کہلاتے ہیں۔ حضرت سید محمد جون پوری قندھار کے راستے سے ایران کی طرف چلے گئے۔ اور جب فراہ میں (جو اب افغانستان کے علاقہ میں ہے) پہنچے تو مختصر علالت کے بعد ۹۱۰ ھ میں وفات پائی۔

سندھ میں کلہوڑہ خاندان مدت سے آباد تھا۔ اس خاندان

کا دعویٰ تھا کہ وہ عباسی خلفاء کی نسل سے ہیں - اسی خاندان کی ایک شاخ داؤد پوترے ہیں - سندھ میں اس خاندان کا مشغلہ زمینداری تھا اور رئیسانہ حیثیت رکھتے تھے - کلھوڑہ خاندان کے ایک فرد میاں آدم شاہ نے حضرت سید محمد جون پوری کے سلسلے کے ایک بزرگ محمد الیاس سے بیعت کی جو سید صاحب کے سلسلۂ ارادت کی تیسری کڑی تھے - اس سلسلے میں مرید ہونے کے بعد آدم شاہ کے زہد واتقا کی شہرت پھیلنے لگی - لوگ بکثرت ان کے مرید ہونے لگے - تحفۃ الکرام (قانع) کا بیان ہے کہ اکبر نے جب سندھ کے ترخان حکمران مرزا جانی بیگ کے خلاف ۹۹۹ ھ میں مرزا عبد الرحیم خان خاناں کو بھیجا تھا تو خان خانان نے میاں آدم شاہ سے مل کر اپنی فتح کے لئے دعا کرائی اور فتح حاصل ہونے کے بعد چاندوکہ تعلقہ میں انہیں جاگیر دی - اس طرح میاں آدم شاہ سے کلھوڑہ خاندان کو عروج حاصل ہونے لگا -

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے آخری زمانے میں اس کا پوتا معز الدین (جہاندارشاہ)، جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے، ملتان کا صوبہ دار (گورنر) تھا - اس زمانے میں میاں آدم شاہ کی چوتھی پشت میں میاں دین محمد اپنے خاندانی سجادے کے وارث تھے - اپنے سلسلۂ طریقت کے پیر ومرشد ہونے کے علاوہ ان کی زمینداری کا علاقہ بھی بہت وسیع ہوچکا تھا - آس پاس کے زمینداروں سے ان کے مریدوں کی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں شہزادہ معز الدین کے ہاں ان کی شکایتیں پہونچیں - ایک مرتبہ خود شہزادے کی فوج سے بھی ان کے مریدوں کا ٹکراؤ ہو گیا - آخر ۱۱۱۲ ء میں شہزادہ معز الدین خود سیوستان تک آیا اور میاں دین محمد کو گرفتار کر کے لے گیا جو بعد میں غالباً قتل

کردیے گئے ۔ ان کے اہل وعیال نے قلات میں پناہ لی تھی ۔ میاں دین محمد کے بعد ان کے بھائی میاں یار محمد سجادہ نشین ہوے ۔ حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ شہزادے سے میاں یار محمد کی صلح صفائی ہو گئی ۔ شہزادے نے ۱۱۱۴ھ کے لگ بھگ انہیں شاہی منصب دلوا کر سرکار بھکر اور سیوستان کے محالات کی زمینداری حوالے کی اور ان کے فرائض میں ملتان اور ٹھٹہ کے ناظموں کی فوجی امداد کرنا، ملک میں امن وامان قائم رکھنا اور راستوں کی حفاظت کرنا تھا ، اس کے علاوہ سبی اور گنجابہ کا انتظام اور سرحدی دروں کی نگرانی بھی ان کے سپرد کردی گئی ۔ انہیں شاہی دربار سے ”خدا یارخان“ کے خطاب کے علاوہ خلعت، جیغہ ، تلوار ، گھوڑا اور ہاتھی عنایت ہوا ۔ یہ واقعہ محسن تتوی کی ولادت سے چند سال پہلے کا ھے ۔ جنوبی سندھ جس کا صدر مقام ٹھٹہ تھا ، حسب حال ناظموں (صوبہ داروں) کے تحت رہا جن کا تقرر شاہی دربار سے ہوا کرتا تھا ۔ مگر ان ناظموں کے علاقہ میں بھی امن وامان قایم رکھنے کے لئے میاں یار محمد کو اپنی فوج بھیجنی پڑتی تھی ۔

میاں یار محمد کے متعلق تحفۃ الکرام کا بیان ھے کہ ان کا دور حکومت، غالباً ان کی سجادہ نشینی سے وفات تک ، اٹھارہ سال رہا ۔ جس میں ابتدائی نو سال جد وجہد میں گزرے ۔ بعد کے نو سال انہوں نے آرام واطمینان سے گزارے ۔ میاں یار محمد عجب خوش نصیب حکمران تھے ۔ ابتدائی زمانے میں قطب الملک سے جب وہ بکھر میں تھا ، ان کے اچھے تعلقات تھے بعد میں شہزادہ معزالدین (جہاندار شاہ) ان کا مربی بنا ۔ اس نے انہیں منصدار بناپا ، سیوستان کی حکومت دلوائی ۔ غالباً معزالدین اور قطب الملک کے

اختلافات کی وجہ سے وہ قطب الملک سے بے تعلق ہو کر بالکلیہ شہزادہ معزالدین سے وابستہ ہو گئے تھے - ان خوشگوار تعلقات کی وجہ سے بادشاہ عالمگیر کا زمانہ اور اس کے بعد بہادر شاہ کے دور حکومت کے چھ سال بڑے اطمینان سے گذارے - بعد میں معزالدین بادشاہ بنا لیکن ایک ہی سال میں اس کی حکومت کا خاتمہ ہوا - فرخ سیر کے دور حکومت میں قطب الملک کا اقتدار قائم ہوا - قدیم تعلقات کی وجہ سے قطب الملک بھی ان پر مہربان رہا اس طرح اور چھ سال اطمینان سے گذر گئے - یہ کیسا عجیب اتفاق ہے کہ دو مخالف بادشاہوں کے دور میں مرکزی حکومت سے میاں یار محمد کے تعلقات خوشگوار رہے اور انہیں سندھ کو ایک خوش حال ملک بنادینے کا موقع ملا -

میاں یار محمد کی وفات ۱۱۳۱ ھ میں ہوئی - ان کے اٹھارہ سالہ دور کے حساب سے میاں دین محمد کی وفات یا قتل کا سال ۱۱۱۳ ھ قرار پاتا ہے - گویا اس واقعہ کے سال دو سال کے بعد میاں یار محمد کو شاہی منصب اور سبی اور گنجابہ کے علاقوں کی نگرانی اور سیوستان کی حکومت ملی ہو گی - آس پاس کی مخالفتوں کو ختم کرنے اور ایک منظم حکومت قائم کرنے میں پانچ سات سال ضرور لگے ہونگے - اور آخری نو سال انہوں نے مستقل حکمران کی حیثیت سے گذارے ہونگے -

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ۱۱۳۱ ھ کا سال اہم واقعات کا حامل تھا - اس سال بارھہ کے سیدوں یعنی قطب الملک اور حسین علی خاں نے فرخ سیر کو معزول کرکے یکے بعد دیگرے تین شہزادوں کو تخت پر بٹھایا تھا جن میں آخری محمد شاہ تھا - یہ عجیب بات ہے کہ اس سال ۱۵ - ذی قعدہ کو دھلی میں محمد شاہ

تخت نشین ہوا اور ۱۵ - ذی قعدہ ھی کو میاں یار محمد نے وفات پائی اور ان کے بڑے بیٹے میاں نور محمد ان کے جانشین ہوے - گویا دھلی میں محمد شاہ کی تخت نشینی اور شمالی سندھ میں میاں نور محمد کی مسند نشینی ایک ھی دن ہوئی - قطب الملک کی وزارت قائم تھی اسلئے میاں نور محمد کی جانشینی فوراً تسلیم کرلی گئی - ۱۱۳۲ ھ کا آخری مہینہ اور ۱۱۳۳ ھ پہلا مہینہ یہ دو مہینے سادات بارھہ کے اقتدار کے خاتمے کے مہینے ھیں - میاں یار محمد کا دارالحکومت شہر خداباد تھا جو ٹھٹھ کے شمال مغرب میں ھے - (۱)

میاں نور محمد نے مسند نشینی کے بعد اپنے والد کی قائم کی ہوئی حکومت کو اور مضبوط بنایا - دربار دھلی سے ان کے تعلقات اچھے رھے - ملک میں امن وامان تھا - زراعت اور صنعت وحرفت کو بڑی ترقی ہوئی - غرض سندھ کا یہ علاقہ بڑا خوشحال رھا - امور سلطنت سے محمد شاہ کی غفلت کی وجہہ سے جنوبی سندھ یعنی ٹھٹھ کی صوبہ داری پر اھل لوگ نہیں بھیجے جاتے تھے - آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ٹھٹھ کا علاقہ ٹھیکے پر دیا جانے لگا - میاں نور محمد کو موقع مل گیا - انہوں نے ۱۱۵۰ھ میں یہ علاقہ خود اجارے پر لے لیا - اس طرح پورا سندھ کلھوڑہ کے حکومت کے تحت آگیا -

---

(۱) اب یہ شہر ویران ہوکر ایک چھوٹا سا قصبہ رہ گیا ھے - کراچی سے کوئٹہ جانے والی ریلوے لائن پر کوٹری اسٹیشن سے جو حیدرآباد کے مقابل دریاے سندھ کے جنوبی کنارے پر ھے چند ھی اسٹیشنوں کے بعد خدا آباد اسٹیشن آتا ھے

محسن کے عہد میں ٹھٹے کے حالات

ہم اوپر یہ بیان کرچکے ہیں کہ جہانگیر کے زمانے میں مرزا غازی کے لاولد فوت ہوجانے کی وجہ سے ٹھٹے کا علاقہ یعنی پورا جنوبی سندھ سلطنت مغلیہ میں شامل کرلیا گیا تھا ، اور انتظام کے لئے مرکزی حکومت سے صوبہ دار بھیجے جاتے تھے یہ سلسلہ محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۵۱ ھ تک رہا اس کے بعد نادرشاہ نے شاہ دھلی سے ایک فرمان حاصل کرکے یہ علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ۔

ہم نے محسن کا سنہ ولادت ۱۱۲۱ ھ قرار دیا ہے جبکہ اورنگ زیب کو وفات پائے دو ڈھائی سال گذر چکے تھے ، بہادر شاہ اول کا دور حکومت تھا ۔ بقول تحفۃ الکرام اس سال یعنی ۱۱۲۱ ھ میں نواب مہین خاں ٹھٹے کا ناظم مقرر ہوا اور دو سال رہا اس کے بعد ٹھٹے کی حکومت ۱۱۲۳ ھ میں نواب شاکر خاں کو ملی مگر اسی سال نواب مہین خاں دوبارہ ٹھٹہ آیا ۔ ۱۱۲۴ ھ میں خواجہ محمد خلیل خاں ناظم ہو کر آیا ۔ اس سال لاھور میں بہادر شاہ نے وفات پائی ۔ اس کے چاروں بیٹوں میں جنگ وجدل کے بعد بڑا لڑکا معز الدین ، جہاندارشاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا اور دھلی چلا گیا ۔ لیکن اسی سال کے آخری مہینے ذی الحجہ میں فرخ سیر نے سادات بارھہ کی مدد سے جہاندار شاہ کو شکست دیکر قید کر لیا ۔ گویا ۱۲۵! ء کے آغاز سے فرخ سیر کی بادشاھی کا اور سادات بارھہ کے اقتدار کا دور شروع ھوا ۔

ٹھٹہ کا محاصرہ اس سال ٹھٹہ عجب مصیبت میں گرفتار رہا

ٹھٹے کی صوبہ‌داری کے لئے عطرخان مین اور نواب لطف‌علی خان مین مخاصمت اور جنگ ہوئی، نومہینے تک ٹھٹہ محاصرے مین رہا۔ آخر جب صف بہ صف جنگ ہوئی، نواب لطف‌علی خان کو شکست ہوھی چکی تھی کہ اتفاقاً نواب عطرخان مارا گیا۔ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ ٹھٹے پر نواب لطف علی خان کی حکومت قائم ہو گئی۔ ٹھٹے کے مشہور شاعر عبدالحکیم "عطا" تتوی نے جو اس محاصرے کے وقت ٹھٹے مین موجود تھا، اپنی ایک نظم مِن اس معرکہ کا حال بیان کیا ھے۔ اس نظم کے جستہ جستہ اشعار یہ ھین:

گذشتــہ مدت نــہ ماہ در تحصن شہر
خزیدہ در کو خوف انتہاے خود رفتند
مسافت دو کروھی ز قلعہ سوے جنوب
روان بفوج تہور نماے خود رفتند
شنیدہ شد کہ بہ اول مقابلہ، فی الفور
زجان گذشتہ بہ مقتل زجائے خود رفتند
میان عصر بہ مغرب قریب وقت غروب
زھم گسیختہ ھر یک بجائے خود رفتند
میان غالب و مغلوب تفرقــہ افتاد
صفے بہ فتح و صفے بر فناے خود رفتند
عجب تر آنکہ در اول ھزیمت غالب
. . . کہ فوجش قضاے خود رفتند
نماندہ بود حجابے کــہ صیدوش گیرند
بزعم خیرہ توقف نماے خود رفتند
درین میانہ بــہ یکبار از قضای ازل
فریق غالبیان سر پــہ پاے خود رفتند

نبرد برسر سردار شان شده دائر
که در دمے به شہادت سرائے خود رفتند

عطر خان کی قبر ٹھٹے کے قریب مکلی کی پہاڑی پر ہے ، جس کے کتبے میں عطر خان کی شہادت کی تاریخ ۷ محرم ۱۱۲۶ھ درج ہے اس ہنگامہ کے وقت محسن کی عمر چار پانچ سال کی ہو گی ۔

چونکہ محسن تتوی کی ابتدائی تربیت نواب لطف علی خان کے ہاں ہوئی اور نواب لطف علی خان کی وفات کے بعد بھی اس کے لڑکے غضنفر علی سے بھی محسن کے روابط رہے اس لئے ہمیں نواب لطف علی خان کے حالات سے دلچسپی ہے ۔ افسوس ہے کہ کسی تاریخی کتاب میں ان نکتوں پر روشنی نہیں ڈالی گئی کہ عطر خان اور لطف علی خان کے درمیان ایسی سخت جنگ کی نوبت کیوں آئی ؟ دونوں کی حیثیت شاہی ملازم کی تھی ۔ ایسی منظم اور آئین وضوابط رکھنے والی سلطنت کے صوبہ داروں کو آپس میں تیغ آزمائی کرنے کی جسارت ہی کیسے ہوئی ، اور اس پر مرکزی حکومت نے کیا تادیبی کارروائی کی ؟ بہر حال اس گتھی کو سلجھانے کے لئے مرکزی حکومت کے واقعات کو ملحوظ رکھ کر ہم نے جو رائے قائم کی ہے وہ پیش کرتے ہیں :

تحفة الکرام میں میر قانع کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

"۱۱۲۴ھ میں خواجہ محمد خلیل خان ناظم ہو کر آیا ۔ اسی سال نہ ماہ کی مدت میں جہاندار شاہ کو معزول کر کے سادات بارھہ کی مدد سے فرخ سیر تخت نشین ہوا ۔ سعید خاں کا بیٹا عطر خاں ٹھٹہ آیا یہ نوعمر اور ناتجربہ کار تھا ۔ اس کا سارا کاروبار محمد یعقوب کشمیری سرانجام دیتا تھا ، جس کی وجہ سے کچھ ہی

عرصه میں اس کا انتظام بگڑ گیا اور اسے میر لطف علی خاں سے طویل جنگ لڑنی پڑی ۔ مذکورہ میر (یعنی میر لطف علی خاں) کا حضور میں بڑا رسوخ تھا ۔ (عطرخاں) ظاہری شان وشوکت اور موروثی بہادری کے باوجود پورے ایک سال کے محاصرے ، مورچہ بندی اور بے شمار تدبیریں لڑانے کے بعد بھی صف بہ صف جنگ میں کامیاب ہوتے ہوتے اچانک قتل ہو گیا"۔

محاصرے کی مدت کے بارے میں "عطا ٹھٹوی" کا بیان کہ نو مہینے محاصرہ رہا قانع کے بیان پر قابل ترجیح ہے کیونکہ "عطا" اس محاصرے کے وقت ٹھٹے میں موجود تھا ۔ قانع کی ولادت اس واقعے کے پندرہ سال بعد ۱۱۴۰ ھ میں ہوئی ۔ عطرخاں کی قبر کے کتبے کے لحاظ سے وہ ۷ محرم ۱۱۲۶ ھ کو مارا گیا ۔ اس حساب سے ، نو مہینے پہلے یعنی ربیع الثانی ۱۱۲۵ ھ میں محاصرہ شروع ہوا ہوگا ۔ ظاہر ہے کہ عطرخاں آغاز محاصرے سے چند ماہ پہلے ھی ٹھٹہ آچکا ہوگا ۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ محمد یعقوب کشمیری جو عطرخاں کے باپ سعید خاں کا پیشکار تھا اور سعید خاں کی وفات کے بعد بھی کچھ مدت تک ٹھٹے کا انتظام کرتا رہا تھا ، پہلے ھی سے ٹھٹے مین موجود رہا ہو ۔ ذی الحجہ ۱۱۲۴ ھ میں ٹھٹے کے محاصرے کے آغاز سے تین ماہ پہلے فرخ سیر نے جہاندارشاہ کو شکست دی ۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عطرخاں کی نظامت کے احکام جہاندارشاہ کے عہد حکومت میں ۱۱۲۴ ھ کے وسط یا آخر میں دئے گئے ہونگے ۔ قانع کے بیان کے مطابق خواجہ محمد خلیل خاں بہادرشاہ کے احکام پر ٹھٹے کا ناظم بن کر آیا تھا اس کو یہ احکام ۱۱۲۳ ھ کے آخر میں دئے گئے ہونگے ۔ ۱۱۲۴ ھ کے آغاز مین

بہادرشاہ کی وفات اور جہاندارشاہ کی تخت نشینی کے بعد عطرخاں آ پہنچا ۔ آدھر ۱۱۲۴ ھ کے آخرمیں حکومت بدل گئی ۔ ۱۱۲۵ ھ کے آغاز ہی سے فرخ سیر کا دور حکومت اور سادات بارھہ کا اقتدار شروع ہو گیا ۔ اس طرح عطرخاں اگر ۱۱۲۴ ھ کے آخر میں یا ۱۱۲۵ ھ کے آغاز میں ٹھٹہ پہنچا ہو تو دو تین ہی مہینے کے بعد لطف علی خاں آ پہنچا ۔ عطرخاں نے مقابلے کی ٹھانی تو لطف علی خاں نے ٹھٹے کا محاصرہ کر لیا ۔ اس طرح بہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ عطرخاں کو جہاندارشاہ کے دورحکومت میں صوبہ داری ملی ہو گی ۔ لیکن چند ہی ماہ بعد قطب الملک کے احکام حاصل کرکے نواب لطف علی خاں ٹھٹہ آیا ۔

لطف علی خاں کے حالات ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ معزالدین (جہاندارشاہ) کی صوبہ داری ملتان کے زمانے میں قطب الملک بھکر میں رہ چکا تھا ۔ نواب لطف علی‌خان کا اصلی نام محمد شفیع تھا ۔ وہ حضرت سید یوسف بھکری کی اولاد میں تھا جو حضرت سید محمد جونپوری کے سلسلے میں مرید تھے اور حضرت سید محمد جونپوری سے انہیں ایسی والہانہ عقیدت تھی کہ بھکر چھوڑ کر ٹھٹہ آگئے اور مکلی میں اس مقام پر جہاں حضرت سید محمد جونپوری کا مقیم ہونا مشہور تھا ، خود بھی جا بیٹھے اور دن رات عبادت میں مشغول ہو گئے ۔ ان کی اس ارادت اور والہانہ عقیدت کی وجہ سے ان کا خاندان "مہدوی بھکری" کہلاتا تھا ۔ یہ عین ممکن ہے کہ بھکر کے تعلق سے یا شاہی ملازمت کی وجہ سے لطف علی‌خان کو قطب الملک سے واسطہ پڑا ہو ۔ بلکہ کیا تعجب ہے کہ قطب الملک ہی لطف علی خان کا پہلا مربی ہو ، اسی نے انہیں شاہی منصب اور لطف علی خان کا خطاب دلوایا ہو ۔

حضرت سید محمد جونپوری سنی ، حنفی اور مشہور صوفی عالم شیخ شہاب الدین سہروردی کے سلسلہ سہرودیہ میں منسلک تھے۔ ان کے سارے ارادت مند اسی سلسلے سے تعلق رکھتے ھیں۔ لطف علی خان نے بھی اسی مشرب میں آنکھیں کھولی ھونگی مگر اس کی کتاب «طلسم سعادت» سے معلوم ھوتا ھے کہ وہ شیعہ اثنا عشری عقیدے کے سوا تمام عقائد کا سخت مخالف تھا۔ کوئی عجب نہیں کہ اس کے عقائد میں اس تبدیلی کا سبب قطب الملک ھی کے اثرات ھوں۔ غرض فرخ سیر کی تخت نشینی کے بعد قطب الملک نے ٹھٹے کی نظامت پر عطرخان کے بجائے لطف علی خان کا تقرر کیا ھوگا۔ لطف علی خان کو نظامت کے احکام لے کر فوج کے ساتھ ٹھٹہ پہنچنے میں مہینہ دو مہینے لگ جانا عین ممکن ھے۔ ادھر عطرخان کو دھلی میں اس اچانک انقلاب حکومت کا صحیح اندازہ نہ ھوا ھو اور دوسرے اس خیال سے کہ اسے ٹھٹے کی نظامت پر آئے ھوئے دو تین ھی مہینے ھوئے ھیں اس کی معزولی خلاف انصاف ھے ، اور پھر اپنے باپ سعید خان کے قدیم پیشکار محمد یعقوب کشمیری کی انتظامی قابلیت اور ٹھٹے کے حالات سے بخوبی واقفیت کی بنا پر اسے لطف علی خان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے ھی میں مصلحت نظر آئی۔ سوچا ھوگا کہ اس وقت تو لطف علی خان کو ٹھٹے میں گھسنے ھی نہ دیا جائے تو عاجز آکر دھلی واپس جائیگا اور خبر نہیں اس وقت تک کیا کیا انقلابات ھوں۔ مگر لطف علی خاں نے قدم پیچھے نہ ھٹایا نو مہینے ٹھٹے کا محاصرہ کئے پڑا رھا اور جب اتفاقاً عطرخان مارا گیا اور ٹھٹے پر لطف علی خان کا قبضہ ھو گیا تو مرکزی حکومت نے لطف علی خان سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی بلکہ اس کی اس فتح کو قابل تحسین سمجھا

گیا اور اس کو ایک اور خطاب "شجاعت خاں" سے نوازا گیا۔ ان واقعات سے بھی ہمارے قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ لطف علی خاں کو قطب الملک کی سرپرستی حاصل تھی۔

مگر لطف علی خاں کو اس صوبہ داری کا پورا لطف اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔ ۱۱۲۶ھ اور ۱۱۲۷ھ ، تقریباً دو سال تو اس نے ٹھاٹھ سے حکومت کی اور اس کے بعد معزول کیا گیا۔ تحفۃ الکرام کا بیان ہے :

"عطرخاں سے ملک چھین کر بہ خود مختاری کا دم بھرنے لگا تھا" اسائے اس کی جگہ نواب اعظم خاں کا تقرر ہوا۔ اس زمانے کی درباری مصلحتوں کے لحاظ سے نواب لطف علی کی معزولی کی اور بھی وجہیں ہوسکتی ہیں ممکن ہے کہ یہی وجہ صحیح ہو۔ مگر لطف علی خاں کے خود مختاری کا دعویٰ کرنے کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ وہ مرکزی حکومت سے بے نیاز ہو کر اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہو۔ یہ بات بہت بعید از قیاس ہے۔ اگر مرکزی حکومت کو اس کا وہم بھی ہوجاتا تو میاں یار محمد کے نام صرف ایک فرمان جاری کر دینا کافی ہوتا اور وہ اپنی منظم اور مستعد فوجوں کو لے کر ٹھٹھہ پہنچ جاتے اور بہ آسانی نواب لطف علی خاں کے اقتدار کا خاتمہ کر کے ٹھٹے پر قبضہ کر لیتے۔ قانع کے اس فقرے کا غالباً یہ مطلب ہے کہ نواب لطف علی خاں نے مرکزی حکومت کے احکام سے بے پروائی کی ہوگی۔ اس زمانے میں بادشاہ سے زیادہ وزیر اعظم کو اور وزیر اعظم سے زیادہ اس کے اپنے دیوان اور متصدیوں کو ، جنھیں ہم موجودہ زمانے کی اصطلاح میں "سکریٹری" کہہ سکتے ہیں ، تحفے تحائف اور نقد نذرانوں سے خوش رکھنا نہایت ضروری

تھا ۔ اگر یہ لوگ ناراض ہوجاتے تو وقتاً فوقتاً وزیراعظم کے کان بھرتے رہتے ۔ اصلی یا فرضی فرو گذاشتوں کو نمایاں کرکے پیش کرتے یہاں تک کہ وزیراعظم کو اپنے ہوا خواہوں اور دوستوں سے بھی برگشتہ کر دیتے تھے ۔ میاں یار محمد کے سرکاری مکاتیب سے جو "گلدستہ نورس بہار" میں محفوظ ہیں ، یہ معلوم ہوتا ہے کہ قطب الملک سے قدیم روابط کے باوجود میاں صاحب نے قطب الملک کے ہندو دیوان کو خوش رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی۔ اور اپنے معاملات کو عمدگی سے سلجھانے کی خاطر اپنی طرف سے سندھ کے ایک ہوشیار ہندو موٹومل کو اپنا وکیل بنا کر دہلی بھیجا تھا ۔ ممکن ہے کہ نواب لطف علی خاں نے قطب الملک سے ذاتی تعلقات کے زعم میں اور ٹھٹے میں اپنی فتح اور حکومت کے نشہ میں مرکزی حکومت کے منصدبوں کو خوش رکھنے کی پروا نہ کی ہو جس پر انہوں نے اس کی کوتاہیوں اور احکام سے بے پروائیوں کو نمایاں کرکے قطب الملک کے سامنے پیش کیا ہو اور اس کو سرکش اور نافرمان قرار دے کر معزول کرا دیا ہو۔ غرض ۱۱۲۸ھ میں ٹھٹے کی نظامت پر نواب اعظم خاں کو بھیجا گیا ۔ اس کے دور نظامت میں شاہ عنایت اللہ صوفی کی گرفتاری اور قتل کا مشہور واقعہ ہوا جس کی مختصر کیفیت یہ ہے :

شاہ عنایت اللہ صوفی کا واقعہ حضرت شاہ عنایت اللہ صوفی ، سندھ کے مشہور بزرگ مخدوم صدو لانگاہ کی اولاد میں تھے ۔ نواب اعظم خاں کے ٹھٹہ آنے سے پیشتر وہ علم وعرفان کی تلاش میں کئی سال سیاحت کرنے کے بعد ٹھٹہ کے قریب اپنے قصبہ جھوک میں جو میران پور کے نام سے معروف

تھا ، آبیٹھے تھے ۔ ان کے فیوض باطنی کی کشش سے ارادت مندوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا ۔ قصبہ جھوک کے قریب ہی قصبہ بلڑی میں میاں سید عبد الکریم کی درگاہ مرجع خلائق تھی ۔ اس درگاہ کے سجادہ نشین اس وقت سید عبد الواسع تھے ۔ شاہ عنایت اللہ صوفی کی مقبولیت ، سید عبد الواسع اور اس نواح کے بعض زمینداروں کو ناگوار گذرنے لگی ۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ سید عبد الواسع کے مرید بھی شاہ عنایت اللہ کی طرف رجوع ہونے لگے تو انہوں نے نواب لطف علی خاں کی صوبہ داری کے زمانے میں ، آس پاس کے کچھ زمینداروں اور رئیسوں کو ہم نوا بنا کر نواب لطف علی خاں کے ہاں شاہ عنایت اللہ صوفی کے خلاف شکایتیں پیش کیں ۔ لطف علی خاں کو چاہئے تھا کہ دونوں فریقوں کے بیانات سن کر معاملے کی تحقیق و تفتیش کے بعد کوئی فیصلہ کرتا ۔ مگر ، قانع کا بیان ہے کہ سید عبد الکریم کے پوتوں سے "ہم گروہی" (یعنی ہم مشربی ؟) کی بناء پر لطف علی خاں نے ان سے یہ کہہ دیا کہ "— تم لوگ آپس میں سمجھ لو"— نواب لطف علی خاں کا بہ حیثیت حاکم صوبہ اتنا کہہ دینا شکایت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے کافی تھا ۔ ان کو اپنا بغض نکالنے کا موقع مل گیا ۔ اس گروہ میں اس علاقہ کا ایک بڑا زمیندار نور محمد پلیجار پیش پیش تھا ۔ اس نے آس پاس کے بہت سے لوگوں کو اکٹھا کر کے شاہ عنایت اللہ کے مریدوں پر حملہ کر دیا جس میں کئی مرید قتل ہو گئے ۔ مقتولوں کے وارثوں نے بادشاہ ہاں استغاثہ کیا اور دربار سے خاطیوں کی حاضری اور جوابدہی کے احکام نکلوائے ۔ خاطی حاضر نہیں ہوئے ۔ اس پر شاہی حکم کے مطابق قاتلوں کی زمینیں ،

خون بہا کے طور پر مقتولوں کے ورثاء کو دے دی گئیں - اس کے بعد بہت سے غریب اور مظلوم لوگ شاہ عنایت اللہ صوفی کے ہاں پناہ ڈھونڈھنے لگے - یہ واقعات بھی نواب لطف علی خاں کی صوبہ داری ہی کے زمانے میں ہوے ہونگے -

حمل بن لاکھو کے حالات اس علاقہ کے ایک اور زمیندار حمل بن لاکھ جاٹ کو بھی شاہ صاحب سے عناد پیدا ہو گیا - اس نے شاہ صاحب کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا - حمل بن لاکھ کا خاندان اس علاقہ میں بڑا امتیاز رکھتا تھا جس کی ایک تاریخی وجہ ہے :

شاہ جہاں نے شہزادگی کے زمانے میں اپنے باپ جہانگیر سے بغاوت کی تھی اور اس کی وفات سے کچھ پہلے ، یہ ارادہ کیا تھا کہ سندھ کے راستے سے ایران چلا جائے اور وہاں سے فوجی مدد حاصل کرکے ہندوستان پر حملہ کردے - وہ ٹھٹے پہنچا - اسی زمانے میں جہانگیر نے ٹھٹے کا علاقہ اپنے چھوٹے شہزادے شہریار کو بطور جاگیر دیا تھا جس سے نور جہاں کی وہ لڑکی جو اس کے پہلے شوہر شیر افگن خان سے تھی ، بیاہی گئی تھی - شہزادہ شہریار کی طرف سے شریف الملک (جس کو شاہ جہانی مورخ "شریر الملک" لکھتے ہیں) ٹھٹے کا صوبہ دار تھا - شریف الملک کو غالباً اس کا علم تھا کہ نورجہاں بیگم اپنے داماد کو باپ کا جانشین بنانے کی فکر میں ہے - اسلئے شاہ جہاں جو شہریار سے بڑا تھا اور نورجہاں بیگم کے بھائی آصف خان کا داماد تھا ، شہریار کا رقیب تھا - غرض اپنے مالک سے وفاداری کے جوش میں شریف الملک نے شاہ جہاں سے سخت بدتمیزی کی - اسے

ٹھٹے کے قلعے میں داخل ہونے نہیں دیا۔ اس کے سپاہیوں سے مقابلہ کیا اور ٹھٹے کے قلعے سے شہزادے کی چھاونی پر گولہ باری کی۔ ایسے نازک دور میں حمل بن لاکھ کے پردادا نے جس کا نام بھی حمل بن لاکھ تھا، شاھجہان کی بڑی مدد اور خدمت کی۔ شاھجہان جب بادشاہ بنا تو حمل جاٹ کے اس احسان کو نہ بھولا۔ اس پر بہت مہربان رہا۔ اس کا اعزاز وافتخار بہت بلند ہو گیا۔ اپنی اس بلندی اعزاز کی وجہ سے حمل جاٹ کا خاندان مقامی صوبہ داروں اور حکام کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ یہ بات اسکی خاندانی روایات میں داخل ہو گئی تھی۔

تحفة الکرام اور مقالات الشعرا کے مصنف میر علی شیر قانع تتوی اگرچہ مذھباً شیعہ تھے مگر انہیں تصوف اور صوفیاے کرام سے بڑی عقیدت تھی۔ شاہ عنایت اللہ صوفی سے بھی میر صاحب کی گہری عقیدت کا پتہ چلتا ھے۔ میر صاحب نے شاہ صاحب کے خلاف فوجی کارروائی اور ان کے قتل کا واقعہ مقالات الشعرا میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ھے جس سے اس قتل کی ذمہ داری صوبہ‌دار اعظم خان پر ثابت ہوتی ھے۔ اس کے برعکس عطاتتوی جو اس واقعے کے وقت ٹھٹے میں موجود تھا شاہ عنایت اللہ صوفی اور ان کے مریدوں کو برا ٹھیراتا ھے۔ اور کئی نظموں میں ان کی ھجو کی ھے، انہیں باغی اور مفسد قرار دیا ھے۔

قانع کا بیان ھے کہ شاہ عنایت اللہ صوفی سے آس پاس کے بااثر زمیندار عناد رکھتے تھے اور موقع کی تلاش میں تھے۔ صورت حال یہ تھی کہ اعظم خان ۱۱۲۸ ھ میں صوبہ‌دار بن کر آیا۔ عطا کی مثنوی "مہر و ماہ" سے معلوم ہوتا ھے کہ اعظم خان ۱۱۲۸ھ میں پہلی مرتبہ ٹھٹہ آیا اور ملتان چلا گیا اور پھر ۱۱۲۹ھ

میں واپس آیا - چنانچہ کہتا ہے :

بسال غین و قاف و کاف و حابود   بہ تتہ اولین تشریف فرمود
١١٢٨
بہ قسمت باز تا ملتان چو بشتافت   مبارک حق ز مرکز التقا یافت
سنہ طا ہار دیگر عود فرمود   بہ تتہ آبروے تازہ افزود
١١٢٩

غرض قانع کا بیان ہے کہ سرکاری عمال نے شاہ صاحب کے موضع سے ایسے محاصل کا مطالبہ کیا جن کی بادشاہ نے معافی دے رکھی تھی - فقرا نے ان کی ادائی سے انکار کیا اعظم خان نے اس کو بغاوت قرار دیا اور دربار میں اطلاع کی - مخالفوں نے منصدیوں اور پیش کاروں کی تائید سے بادشاہ کو (یعنی مرکزی حکومت کو جس پر سادات بارھہ قابض تھے) یہ باور کرایا کہ فقرا یعنی شاہ صاحب کے مرید شاہی احکام کی تعمیل نہیں کرتے اور دعویدار سلطنت ہیں - اس پر مرکزی حکومت سے کلھوڑہ حکومت کے فرماں روا میاں یار محمد کو حکم ہوا کہ صوبہ دار ٹھٹہ اعظم خان کی مدد کریں - میاں یار محمد اپنے ساتھ ایک بڑی فوج لے آئے - ١١٢٩ ھ کے آخر میں اعظم خان اور میاں یار محمد کی فوجوں نے جھوک کا محاصرہ کیا - فقرا نے شبخون مارا - آخر میں حملہ آور فوج کے سرداروں نے شاہ صاحب سے قرآن بیچ میں رکھ کر یہ صلح کی کہ شاہ صاحب اپنے آپ کو حوالے کودیں تو درویشوں کو کوئی گزند نہیں پہنچایا جائیگا - لیکن ١٥ صفر ١١٣٠ھ کو اعظم خان نے شاہ عنایت اللہ صوفی کو قتل کردیا - قانع کا بیان تحفۃ الکرام اور مقالات الشعرا دونوں کتابوں میں شاہ صاحب کی عقیدت سے بھرا ہوا ہے - اس کے مقابلے میں معاصر شاعر عطا ٹھٹوی کے کلام میں شاہ صاحب کے خلاف یہ اشعار ملتے ہیں :

(۱) سنہ غین و قاف و فزون لام بود   کہ پیدا شد از سند مکار دیو
۱۱۳۰

بہ سیرت فقیر و بوضع شریر   غبار عناد است اطوار دیو

خرد سال تاریخ از اخذ او   بگفتا "گرفتار ادبار دیو"
۱۱۳۹

گرفتاری کا سنہ ۱۱۲۹ھ نکلا ہے اور قتل کا سنہ پہلے مصرعہ میں حروف جمل کے اعداد میں ۱۱۳۰ھ دیا ہے

(۲) ایک قطعہ میں شاہ صاحب کو دکن کے مرہٹہ سردار شیوا جی سے تشبیہ دی ہے جس نے اورنگ زیب کے زمانے میں بغاوت کی تھی اور پونا میں اپنی ایک آزاد حکومت قائم کرلی تھی:

شنیدہ شد بہ دکن "شیوا" کافری بودہ است
بشہر تتہ کنون نیز "شیوا" پیدا شد
ازو تمرد ظاہر شدہ بہ اہل نیاز
وزین تمرد باطن عجب ہویدا شد

(۳) ایک اردو غزل میں کہتا ہے:

چگونہ سند بسنا باز سکھ سوں   عنادی گر میان جھوک رہتا

(اگر جھوک میں دشمن موجود رہتے تو سند کس طرح آرام سے رہ سکتا تھا)

"عطا" کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اعظم خان اس پر بہت مہربان تھا ۔ اس کی مدح میں عطا نے قصائد بھی کہے ہیں اور غزلوں میں بھی اس کی مدح کی ہے ۔ نواب اعظم خان نے ایک قصہ سنایا تو عطا نے اس کو ایک مثنوی میں منظوم کیا ۔ جس کا نام "مثنوی مہر وماہ" ہے ۔ سندھی ادبی بورڈ نے جو دیوان عطا شایع کیا ہے اس

اس میں چند اشعار کا عنوان "مثنوی مہروماہ" ہے مگر یہ اصل مثنوی نہیں ہے۔ بورڈ کے کتب خانہ میں اس ضخیم مثنوی کا ایک مخطوطہ موجود ہے جس میں اس نے وہ پورا قصہ نظم کیا ہے۔ دیوان میں جو اشعار ہیں وہ غالباً بطور مقدمہ کے اسی مثنوی کی بحر میں کہے گئے ہیں جو شاید مثنوی کے نسخے کے ساتھ نواب اعظم خان کو پیش کئے گئے ہونگے۔

بہرحال، نواب اعظم خان سے عطا کے خوشگوار تعلقات ہونے کی وجہ سے اس نے نواب کی طرفداری میں شاہ عنایت اللہ صوفی کو برا ٹھیرانے میں مبالغے سے کام لیا ہے۔ مگر اتنا ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں شاہ عنایت اللہ صوفی کی وجہ سے ٹھٹے میں بڑی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ قانع کا بیان ہے کہ شہر میں یہ منادی کرادی گئی تھی کہ جو کوئی اسم ذات "اللہ" کا نعرہ لگائیگا اس کا سر کاٹ دیا جائیگا۔ اسم ذات کا نعرہ لگانا شاہ صاحب کے مریدوں کی خاص علامت تھی۔ شہر میں "اللہ" کا نعرہ لگانے کی جو ممانعت کی گئی اس پر قانع نے صوفیانہ مذاق کا بڑا پرلطف فقرہ لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ۔ "سبحان اللہ! کیا خدائی ہے کہ اپنا نام لینے پر سر کاٹ دیے جانے کی سزا بھی جائز رکھی گئی — ہاں! عشاق کے لئے تو یہی راستہ ہے!" —

حضرت شاہ عنایت اللہ صوفی کی تحریک اور ان کے قتل کے اسباب ونتائج ہمارے موضوع سے باہر ہیں۔ صرف واقعے کی حد تک ہم نے دو متضاد جذبات رکھنے والے مصنفین کے بیانات کا خلاصہ پیش کردیا۔ میر قانع ان واقعات کے عینی شاہد نہیں تھے یہ واقعہ انہوں نے کئی برس کے بعد اپنے بزرگوں سے سنا ہوگا۔ شاہ عنایت اللہ صوفی کی شہادت کے بعد فطرتاً رائے عامہ کو ان

سے ہمدردی اور عقیدت پیدا ہو گئی ہو گی - ان کی زندگی میں ان کے متعلق جو مخالفانہ خیالات تھے وہ باقی نہیں رہے ہونگے - موجودہ شواہد کی بنا پر ہم واقعہ کی حد تک یہ کہہ سکتے ہیں کہ اعظم خان کے ٹھٹے آنے سے پہلے لطف علی خان کے زمانے میں شاہ عنایت اللہ صوفی کے خلاف جو کچھ تیاریاں ہوئیں ان سے اعظم خان نا واقف تھا - عطاٹتوی کی مثنوی سے ہمیں یہ مفید اطلاع ملتی ہے کہ اعظم خان ۱۱۲۸ ھ میں ٹھٹے آیا اور ملتان چلا گیا اور پھر ۱۱۲۹ ھ میں واپس آیا - اسی سال کے آخری مہینوں میں شاہ صاحب کے خلاف فوجی کارروائی کی گئی - اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ اعظم خان کے ملتان سے واپس آتے ہی یہ معاملہ اس کے سامنے پیش کیا گیا ہوگا اور مقامی حکام نے اس قصہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہوگا اس کو اعظم خان نے باور کرلیا - اس کو صحیح صورت حال کے سمجھنے کا موقع ہی نہ ملا ہوگا - اس واقعہ کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ محسن کی عمر آٹھ نو سال کی تھی کہ ٹھٹے میں ایسے ہیجانی واقعات ہورہے تھے - اس واقعے کے آغاز میں محسن کے مربی اول میر لطف علی خان نے اگرچہ تھوڑا سا حصہ لیا مگر وہ بعد کو ایک طوفان کا پیش خیمہ بنا -

محسن کی عمر دس سال کی ہو گی کہ ۱۱۳۱ ھ شروع ہوا جو مغلیہ سلطنت کی تاریخ میں ایک یادگار سال ہے - اس کی تفصیل ہم اوپر بیان کرچکے ہیں ، یعنی : فرخ سیر کی معزولی ، پھر رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات اور محمدشاہ کی تخت نشینی — شمالی سندھ میں کلہوڑا حکمران میاں یار محمد کی وفات اور میاں نور محمد کی مسند نشینی — دوسرے سال ۱۱۳۲ ھ میں نواب اعظم خان کو ٹھٹے کی نظامت سے ہٹادیا گیا اور اس کی جگہ بہادرشاہ اول کے مشہور

وزیر منعم خان کے بیٹے نواب مہابت خان "کاظم" کو ناظم بنا کر بھیجا گیا۔ یہ تقرر قطب الملک ہی نے کیا ہوگا۔ اس سال کے آخر میں ٦۔ذی الحجه ۱۱۳۲ ھ کو امیر الامرا حسین علی خان مارا گیا اور پانچ ہفتے کے بعد ۱۴ محرم ۱۱۳۳ ھ کو قطب الملک حسن علی خان کو شکست ہوئی اور وہ قید کرلیا گیا اور مغلیه تخت سادات بارهه کے پنجے سے آزاد ہو گیا۔ نئے حکمرانوں نے مہابت خان "کاظم" کو معزول نہیں کیا۔ غالباً اس کی وجه یه ہو گی که وه خاندانی امیر اور بہادر شاہ کے مشہور وزیراعظم کا بیٹا تھا۔ بہت سے امرا اس کے باپ کے ممنون احسان تھے۔

نواب مہابت خان "کاظم" بڑا علم دوست اور فقیر منش امیر تھا۔ خود بھی شاعر تھا اور بڑا شاعر نواز بھی تھا۔ دهلی سے آتے ہوئے جہاں اور اهل کمال اور شعرا کو ساتھ لایا وہیں "ضیا" تتوی کو بھی بڑے اعزاز کے ساتھ همراه لایا۔

ضیا تتوی "عطا" تتوی کا بھتیجا "ضیا" تتوی فارسی کا بڑا اچھا شاعر نکلا تھا۔ خبر نہیں شوق سیاحت نے یا ذوق شعر نے اسے ٹھٹے سے دهلی پہنچا دیا۔ اس زمانے میں فارسی کے بے بدل شاعر مرزا عبد القادر "بیدل" کا بڑا شہره تھا۔ مرزا بیدل دکن میں اورنگ زیب کے چھوٹے بیٹے شہزاده اعظم کی ملازمت میں تھے۔ کسی نے شہزادے سے کہا که مرزا بیدل بہت اچھے شاعر ہیں ان کے منصب میں کچھ ترقی ہونی چاهئے۔ یه شہزاده مغرور اور بدمزاج تھا۔ کہا، "اگر وه شاعر ہیں تو ہماری مدح میں قصیده کیوں نہیں کہتے"۔ اس پر مرزا بیدل کے دوستوں اور قدردانوں نے ان سے قصیده کہنے کی خواهش ظاہر کی۔ مرزا

نے انکار کیا - دوستوں نے اصرار کیا - مرزا بیدل نوکری ہی سے دل برداشتہ ہو گئے - استعفا دے دیا اور دھلی چلے آئے اور ساری عمر فقر و توکل میں گذار دی - مرزا بیدل کا یہ واقعہ ۱۱۱۹ ھ سے پہلے کا ہے - کیونکہ اس سال شہزادہ اعظم دھول پور کے میدان جنگ میں اپنے بھائی بہادر شاہ کے مقابلے میں مارا گیا -

غرض ، دھلی میں "ضیا" تتوی مرزا بیدل سے ملنے ان کے مکان پر گیا - باھر مرزا کے کچھ شاگرد بیٹھے تھے - "ضیا" بیچارہ نہ معلوم سفر کی کیا کیا صعوبتیں اٹھا کر بری حالت میں دھلی پہنچا تھا - مرزا کے شاگردوں نے اس کی پریشان حالی کا مذاق اڑانا شروع کیا - کسی نے کہا — "وحشی ہے" — کسی نے کہا — "جنگلی ہے" — "ضیا" کو تاؤ آگیا - فی البدیہہ یہ شعر موزوں کر کے سنایا :

سر بصحرا دادن ازما آن قدر مشکل مدان
وحشت آغازیم ، اما کمتر از بیدل نہ ایم

مذاق اڑانے والے یہ شعر سن کر شرمندہ ہو گئے سمجھ گئے کہ شاعر ہے - مرزا بیدل کو خبر کی - وہ آئے ، بڑی شفقت سے گلے لگایا اور پوچھا کہاں سے آ رہے ہو - "ضیا" نے فی البدیہہ جواب دیا :

اشک ریزان زبدخشان جگر می آیم
منم آن قافلہ سالار کہ بارم خون است

غرض ، "ضیا" عرصہ تک مرزا بیدل کے ہاں رہا اور شعر میں انہیں کا رنگ اختیار کیا - افسوس ہے کہ میر قانع نے "ضیا" کے حالات کی کچھ اور تفصیل نہیں لکھی حالانکہ وہ اس سے

قریب العہد تھے - اگر کچھ تفحص کیا جاتا تو "ضیا" کے جاننے والوں سے بلکه عطا کے لڑکے "مسکین" سے جو "ضیا" کے بعد ضیا کا جانشین ہوا ، اس کے اور حالات بھی ، یعنی ولادت ، سفر ، شاعری اور وفات وغیرہ وغیرہ ، معلوم کئے جاسکتے تھے -

کوئی تعجب نہیں کہ "ضیا" کو محض کسب کمال کے شوق نے بلکه مرزا بیدل کے اشتیاق نے ٹھٹے سے دہلی پہنچایا ہو - دہلی کے اونچے حلقوں میں مرزا بیدل کا بڑا وقار تھا - عین ممکن ہے که مرزا بیدل ہی کی وجه سے نواب مہابت خاں "کاظم" کو "ضیا" سے واقفیت اور تعارف ہوا ہو اور وہ "ضیا" کے کلام سے اتنا متاثر تھا که اسے اپنے ساتھ ٹھٹه لایا - اگرچه نواب کے ساتھ اور اہل کمال بھی تھے - وہ فقرا اور اہل کمال کا بڑا قدر دان تھا مگر نواب کے ہاں "ضیا" سے بڑھ کر کسی کا مرتبه نہیں تھا - ٹھٹے میں نواب نے اپنے خرچ سے "ضیا" کے لئے ایک حویلی بنوا دی - اسے اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھاتا تھا -

نواب مہابت خان "کاظم" زیادہ زندہ نہیں رہا - تین سال کے بعد ۱۱۳۵ ھ میں اس نے ٹھٹے ہی میں وفات پائی - اس کی جگه اس کے بیٹے سلطان محمد خان کو ٹھٹے کی نظامت دی گئی - اس کی والدہ نے اس کی ناتجربه کاری کا خیال کر کے رضی محمد خاں کو نائب بنا کر بھیجا - وہ ایک سال تک ٹھٹه میں رہا - قانع کا بیان ہے که رضی محمد خاں کے ساتھ چند مشہور آدمی ٹھٹه آئے ان میں سے مرزا عبد الغفار ، آقا عبد الکریم "عاشق" اصفہانی ، مرزا محمد حسین اور آقا محمد صادق یہیں رہ گئے - آقا عبد الکریم "عاشق" شاہ بندر کے عہدے پر فائز رہا - نادری عہد میں وہ وکیل رعایا بنا - یه عجیب آدمی تھا خود پڑھا لکھا نہیں تھا مگر

اپنی جودت طبع سے شعر کہا کرتا تھا اور اپنا دیوان مرتب کیا تھا ۔ اس کی صحبت میں شعرا کا مجمع رہا کرتا تھا ۔ ہر چھوٹے بڑے کو اپنی فیاضی سے خوش اور ممنون کیا کرتا تھا ۔ قانع کا بیان ہے کہ محسن نے اسی کی تحریک پر "محک کمال" تالیف کی تھی ۔ ظاہر ہے کہ محسن سے بڑا ربط رہا ہوگا ۔

اسی سال (یعنی ۱۱۳۵ ھ) جس میں مہابت خان "کاظم" نے ٹھٹے میں وفات پائی ، احمد شاہ ابدالی کی بمقام ملتان ولادت ہوئی ۔ اب محسن کی عمر پندرہ سولہ سال کی ہوچکی تھی ۔ ممکن ہے اسی زمانے میں یا اس کے کچھ بعد اس کو لطف علی خان سابق ناظم ٹھٹہ کے ہاں رسوخ حاصل ہوا ہو ۔

۱۱۳۶ ھ کا سال سلطان محمد خان کی نظامت اور رضی محمد خان کی نیابت میں گذر گیا ۔ ۱۱۳۷ ھ میں دربار دہلی سے ٹھٹہ کی نظامت نواب سیف اللہ خان کو دی گئی ۔ تقرر کے احکام ملتے ہی سیف اللہ خان ٹھٹہ نہیں آیا بلکہ اپنے آنے سے پہلے ایک شخص عبدالسمیع کو اپنی طرف سے ٹھٹہ بھیج دیا اور ختم سال پر یعنی ماہ ذی حجہ میں ٹھٹہ پہنچا ۔ یہ عبدالسمیع ، ہالہ کندی کی ایک عجیب و غریب شخصیت ، شاہ عبدالغفور کا بھائی تھا ۔

شاہ عبدالغفور شاہ عبدالغفور کے حالات الف لیلی کے قصوں کی طرح عجیب اور دلچسپ ہیں ۔ یہ شخص ہالہ کندی کا رہنے والا تھا ۔ اپنے آپ کو نیرنجات اور سحر وغیرہ کا ماہر ظاہر کرتا تھا ۔ شہنشاہ اورنگ زیب کی زندگی میں جب شہزادہ معظم (بہادر شاہ) کابل کا صوبہ‌دار تھا ، یہ کابل پہنچ گیا اور کسی نہ کسی طرح شہزادے تک رسائی حاصل کی ۔ رفتہ رفتہ اس

کے مزاج پر تسلط حاصل کرلیا ۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد جب شہزادہ معظم تخت کے لئے اپنے بھائی اعظم سے جنگ کرنے کے لئے دھول‌پور پہنچا تو شاہ عبدالغفور بھی ساتھ تھا ۔ معظم کو فتح حاصل ہوئی اور وہ بہادر شاہ کے لقب سے شہنشاہ بن گیا ۔ ظاہر ہے کہ شاہ عبدالغفور نے شہزادے کی فتح میں اپنے روحانی تصرفات کا ضرور یقین دلایا ہوگا ۔ اس فتح کے بعد بہادرشاہ کے ہاں اس کے اثر و رسوخ کا بڑھ جانا یقینی امر تھا ۔ غالباً وہ بہادر شاہ کے ساتھ ساتھ ہی رہا کیونکہ جب لاہور میں بہادر شاہ کی وفات ہوئی تو اس وقت شاہ عبدالغفور لاہور ہی میں تھا ۔ شہزادہ معزالدین کی فتح اور جہاندار شاہ کے لقب سے بادشاہ بن کر دہلی چلے جانے کے بعد یہ بھی دہلی چلا گیا اور شہر کے باہر ایک مسجد میں ڈیرے ڈال دئے ۔ رفتہ رفتہ اس کے کمالات باطنی کی -- یعنی روحانی طاقتوں کا مالک ہونے کی شہرت بڑھتی گئی ۔ عام شہر والوں میں اور امرا میں اس کے اثرات پھیلتے گئے ۔ جہاندار شاہ اور فرخ سیر وغیرہ کا ڈرامہ ختم ہونے کے بعد جب محمد شاہ کو تخت نشین کیا گیا تو جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے یہ نوعمر لڑکا تھا محض اسکی والدہ قدسیہ بیگم کی تدبیروں نے سادات بارھہ کا خاتمہ کیا تھا ۔ شاہ عبدالغفور نے قدسیہ بیگم کے مزاج پر بھی حیرت انگیز تسلط حاصل کرلیا تھا ۔ حالت یہ ہوگئی کہ محمد شاہ کو بھی ناشایستہ اور بیہودہ الفاظ کہ بیٹھتا تھا اور کوئی کچھ نہ کر سکتا تھا ۔ بعض مورخین کا اندازہ ہے کہ اس زمانے میں شاہ عبدالغفور کی روزانہ آمدنی پانچ ہزار روپیہ تھی ۔

یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ سادات بارھہ کی طاقت اور

اقتدار کے خاتمے پر بادشاہ اور بادشاہ کی والدہ اور اہل دربار پر شاہ عبدالغفور کا اثر اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچ گیا ہوگا۔ یہی زمانہ تھا کہ نواب سیف اللہ خان کو ٹھٹے کی صوبہ داری ملی اور اس نے شاہ عبدالغفور کے بھائی عبدالسمیع کو اپنا نائب بنا کر پہلے ٹھٹہ بھیج دیا۔ کچھ عجب نہیں کہ سیف اللہ خان کو اس صوبہ‌داری کے دلوانے میں شاہ عبدالغفور ہی کا ہاتھ ہو اور اس نے اپنا "حق الخدمت" کچھ تو وہیں وصول کرلیا ہو اور بقیہ کے لئے اپنے بھائی کو سیف اللہ خان پر مسلط کردیا ہو کہ ٹھٹہ جا کر وصول کرلے۔

نواب سیف اللہ خان نے پانچ سال صوبہ داری کرنے کے بعد ۱۱۴۳ ھ میں ٹھٹے ہی میں وفات پائی اور اپنے بنائے ہوئے "جلوہ گاہ امامین" کے متصل دفن ہوا۔ نواب سیف اللہ خان کے دور نظامت کے متعلق قانع کا بیان ہے: "کہ وہ عالی قدر اور بلند مرتبہ امیر تھا۔ اس کے زمانے میں ٹھٹے نے ایک نئی رونق پائی۔ اس کے ساتھ کئی ایک قابل لوگ بھی ٹھٹہ آئے۔ اس نے شیعہ مذہب کو بڑا فروغ دیا۔ اور اوامر ونواہی کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ منشیات کے استعمال کو ممنوع قرار دیا تھا۔"

سیف اللہ خان کے ساتھ اس کے دو بیٹے صادق علی خان اور محمد تقی خان بھی ٹھٹہ آئے اور انتظامی امور میں باپ کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ایسامعلوم ہوتا ہے کہ باپ کی وفات کے بعد یہ ٹھٹے ہی میں رہے۔ یہ دونوں بھائی محسن‌ ٹھٹوی کے ابتدائی مربی اور سرپرست تھے۔

۱۱۴۳ ھ میں ایران میں نادر نے ترکی فوج کو شکست دے کر

تبریز کو واپس لے لیا۔ ایران پر نادر کا پورا تسلط ہو گیا۔ ایک سال پہلے ۱۱۴۲ھ میں اس نے افغانیوں کو شکست دے کر افغانی طاقت کا خاتمہ کردیا تھا۔

۱۱۴۳ھ کا سال شاہ عبدالغفور کے لئے بڑا منحوس سال تھا۔ بارہ سال تک اسکی حرکتوں کو برداشت کرتے کرتے تمام لوگ تنگ آچکے تھے۔ یہاں تک کہ محمد شاہ کو بھی اس سے شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ اس کو یہ خبر پہنچائی گئی کہ شاہی خزانے سے شاہ عبدالغفور نے کم وبیش چار کرور روپیہ مختلف حیلوں سے اڑایا ہے۔ بادشاہ نے اس پر حکم دیا کہ اس نے خزانے سے جتنا روپیہ غبن کیا ہے وصول کیا جائے۔ غرض اس کے زوال کا دور شروع ہوا۔ اس کے مکان کی تلاشی لی گئی اور اسے نظر بند رکھا گیا۔ دھلی میں اس کی جو کچھ جائداد تھی ضبط کرلی گئی۔

ٹھٹے کے ایک شاعر شیخ کمال الدین نے جو دھلی میں تعلیم پا چکا تھا اور غالباً وھاں شاہ عبدالغفور کی فرعونیت کا تماشا دیکھ چکا تھا، اس کے زوال کی تاریخ اس آیت سے نکالی —

"فاعتبروا یا أولی الأبصار" — (۱۱۴۳ھ)

دھلی میں بہت کوشش کی گئی مگر اس کے ھاں سے کوئی رقم نہیں نکلی۔

نواب سیف اللہ خاں کی وفات کے بعد ۱۱۴۳ھ کے آخر میں ٹھٹے کی نظامت پر نواب معین الدولہ دلیر دل خاں کو بھیجا گیا۔ یہ نواب بڑا اونچا پورا، طاقتور پہلوان تھا۔ اس کے ساتھ بھوپت رائے کو سپاھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس غرض سے بھیجا گیا کہ وہ شاہ عبدالغفور کے وطن میں اس کے گھر

کی تلاشی لے کر شاہی خزانے کا روپیہ وصول کرے اور اس کی اولاد کی جائداد ضبط کرلے ۔

دوسرے سال ۱۱۴۴ ھ میں محسن کے مربی اول نواب لطف علی خاں نے وفات پائی ۔ محسن کی عمر اس وقت ۲۳ سال کی تھی اس نے نواب لطف علی خاں کے ہاں پانچ چھ سال تربیت پائی ہوگی ۔ اب وہ خاصا شاعر بن چکا تھا ۔ نواب لطف علی خاں کی تاریخ وفات اس نے یہ نکالی :

ادخلہ فی الجنات — بلا — حساب
۱۲۱۵ — ۷۱

اس تاریخ میں یہ پر لطف تخرجہ ہے کہ " ادخلہ فی الجنات " کے اعداد (۱۲۱۵) ہوتے ہیں ان میں سے "حساب" کے اعداد (۷۱) خارج کردئے جائیں تو تاریخ وفات ۱۱۴۴ ھ حاصل ہوتی ہے ۔

اس سال کے آخری مہینے میں شاہ عبدالغفور کو دھلی کے قلعے میں قید کردیا گیا ۔ ایک سال کے بعد اس کو قلعہ رھتاس (صوبہ بہار) میں منتقل کیا گیا ۔ وہاں چار سال بعد ۲۲ ۔ شوال ۱۱۴۸ ھ میں اس نے وفات پائی ۔

دوسرے سال ۱۱۴۵ ھ میں محسن کے پہلے لڑکے میاں غلام علی مداح کی ولادت ہوئی ۔ محسن نے ایک مصرع سے اس کی تاریخ ولادت نکالی ہے جس میں اسی قسم کا لطیف تخرجہ ہے :

غلام علی بے بدل یافتم (۱۱۸۱ - ۳۶ = ۱۱۴۵)

اس سال ایران میں نادر شاہ نے شاہ ایران طہماسپ دوم

کو معزول کردیا اور ایک شیر خوار بچے کی شاہی کا اعلان کرکے خود ایران کا مالک و مختار بن بیٹھا۔

ایران کے مشہور شاعر شیخ علی حزین نے افغانیوں کے غلبہ کے زمانے میں بڑی مصیبتیں اٹھائی تھیں آخر اس نے ترک وطن کرکے ہندوستان جانے کا ارادہ کرلیا۔ اور غالباً قندھار کے راستے سے ۱۱۴۶ میں سندھ پہنچا۔ چند ماہ سندھ میں رہ کر ہندوستان چلا گیا۔ خبر نہیں کس ذریعے سے بادشاہ تک رسائی حاصل کی۔ اور وہاں سے اس کا ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر ہوا۔

شیخ علی حزین ساری عمر بنارس میں رہا۔ جب وہ سندھ آیا تھا اس وقت محسن کی عمر ۲۵ سال کے قریب تھی۔ شعر کہنے کی خاصی مشق ہوچکی ہوگی۔ ممکن ہے کہ محسن اس سے ملا ہو مگر اس وقت محسن خود کوئی مشہور شاعر نہیں تھا حزین کے قیام ٹھٹہ کے حالات ہمیں کسی تذکرے میں نہیں ملے۔

ممکن ہے کہ نواب دلیر دل خاں سے یا تو ٹھٹے کا انتظام خاطرخواہ نہ ہو سکا ہو یا کسی آفت سماوی کی وجہہ سے فصلیں اچھی نہ ہوئی ہوں جس کی وجہہ سے وہ مرکزی حکومت کو مقررہ رقم پوری طرح نہ بھیج سکا ہو۔ یا ان اسباب کے علاوہ، دربار میں کچھ اور ہی اندرونی اثرات کام کر رہے ہوں کہ اس کی نظامت کے دو ہی سال کے بعد صوبہ ٹھٹہ ۱۱۴۵ ھ میں نواب امیر خاں کو اجارہ پر دے دیا گیا۔ اس کے بعد اجارہ داری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ نواب دلیر دل خاں کے بیٹے ہمت دلیر خاں کو یہ اندیشہ ہوا کہ ممکن ہے کوئی اور شخص ٹھٹہ جائے اور اس کے والد کے ذمہ کچھ واجبات نکالے، اس

لئے اس نے نواب امیر خاں سے ایک مقررہ رقم پر یہ علاقہ ٹھیکے پر لے لیا اور ٹھٹھہ آ گیا۔ اس طرح اصل اجارہ دار نواب امیر خاں کو ٹھٹھہ آنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ ہمت دلیر خاں کی خوش قسمتی تھی کہ چار سال یعنی ١١٣٨ ھ تک فصلیں اچھی ہوئیں اور اجارہ کی رقم برابر ادا ہوتی رہی۔

صادق علی خاں کی اجارہ داری سیف اللہ خاں کی وفات کے بعد اس کے بیٹے صادق علی خاں نے نظامت حاصل کرنے کی ضرور کوشش کی ہوگی مگر جیسا کہ ہم نے اوپر اپنا قیاس پیش کیا ہے کہ نواب سیف اللہ خان کا شاہ عبد الغفور سے ضرور کچھ نہ کچھ تعلق تھا۔ اور اسی سال جس سال کہ نواب سیف اللہ خاں کی وفات ہوئی شاہ عبد الغفور شاہی عتاب میں آچکا تھا اور اس سے خزانہ شاہی کی غبن کی ہوئی رقومات کے وصول کرنے کی فکر تھی۔ اور دلیر دل خان کے ساتھ بھوت رائے کو اسی لئے بھیجا گیا تھا کہ شاہ عبد الغفور کے وطن میں اس کی اولاد اور جائداد سے وہ رقم وصول کرے۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ شاہ عبد الغفور سے تعلق رکھنے والے ناظم پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا تھا کہ وہ شاہ عبد الغفور کے عزیزوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریگا۔ اگر عام حالات میں نواب صادق علی خاں کو نظامت مل بھی سکتی تھی تو شاہ عبد الغفور کے معاملے کی وجہ سے اس زمانے میں اس میں رکاوٹ پڑنی لازمی تھی۔ ممکن ہے انہیں اسباب کی وجہ سے اس کو کامیابی نہ ہوئی ہو۔

ہمت دلیر خاں کی چار سالہ کامیاب اجارہ داری کو دیکھ کر صادق علی خاں کو اس کا اجارہ حاصل کرنے کا خیال پیدا

ہوا ہوگا چنانچہ اس نے ۱۱۴۹ھ میں ٹھٹے کا اجارہ حاصل کرلیا اس وقت محسن کی عمر ۲۷ - ۲۸ سال کی ہوچکی تھی -

محسن کا ایک دوست محمد صادق ولد محمد جعفر تھا - قانع کا بیان ہے کہ شعر فہمی اس پر ختم تھی - محسن اپنے اشعار اکثر محمد صادق کو دکھاتا تھا - محمد صادق شیخ عبد الغنی کا جو اپنے زمانے کے جید عالم اور مشاق شاعر تھے، شاگرد تھا - محسن نے اپنی مثنوی بلکہ "تمہید مثنوی طراز دانش" میں اس کا ذکر کیا ہے کہ اس نے اس مثنوی کا ارادہ محمد صادق ہی کے مشورہ پر کیا ہے - اس میں محمد تقی خان برادر صادق علی خان کی مدح کے علاوہ اس کی سرپرستی کی توقع بھی ظاہر ہوتی ہے - ممکن ہے کہ محمد تقی خاں سے محمد صادق ہی نے محسن کا تعارف کیا ہو اور یہ تمہید اسی کی فرمائش پر محسن نے لکھی ہو -

محمد تقی خاں سے توسل پیدا ہونے کے بعد اسی کے توسط سے محسن کی اس کے بھائی نواب صادق علی خاں تک رسائی ہوئی ہوگی - یہ دونوں بھائی محسن کی ابتدائی مربی تھے - محسن نے ان دونوں کے لئے بہت سی نظمیں کہی ہیں - محمد تقی خاں کے ساتھ ہالہ کندی جانے کا اور ایک مرتبہ صادق علی خاں کے ساتھ سفر کرنے کے حالات محسن کے کلام میں ملتے ہیں -

غالباً اسی زمانے میں آقا محمد شیخا اصفہانی عرف مرزا مقبل ٹھٹہ آیا - غالباً نواب صادق علی خاں کے یہاں مہمان رہا - نواب نے اس کی بڑی خاطر تواضع کی - اس کے قیام ٹھٹہ کے زمانے میں محسن نے اس سے بہت کچھ اصلاح سخن پائی -

میاں نور محمد کی اجارہ داری

ٹھٹے کی اجارہ داری

صادق علی خاں کو راس نہیں آئی - پہلے سال یعنی ۱۱۴۹ ھ کی رقم اجارہ تو اس نے جوں توں کرکے ادا کی - لیکن دوسرے سال خسارہ ہوا - میاں نور محمد خاں کلھوڑہ کو ان حالات کی اچھی طرح خبر تھی - ان کے وکیل نے دربار شاہی میں کوشش کرکے یہ اجارہ میاں نور محمد کے نام منظور کرا لیا - صادق علی خاں نے میاں نور محمد کے نائب کو ٹھٹے کا اجارہ سپرد کرکے اپنا دامن چھڑا لیا -

ٹھٹے کا علاقہ کلھوڑہ حکومت میں شامل ہونے کی ٹھیک تاریخ کو متعین کرنا ہمارے لئے مشکل ہے - بہرحال اندازہ یہ ہے کہ ۱۱۵۰ ھ میں دوسری فصل کے محاصل زمین کی وصولی کے بعد صادق علی خاں کو خسارے کا پتہ چلا ہوگا - ہوسکتا ہے کہ دوسری فصل کے لگان کا وقت ۱۱۵۰ ھ کے وسط کے بعد آیا ہو ، اس لئے ۱۱۵۰ ھ کے آخری مہینوں میں دربار سے میاں نور محمد کے نام اجارہ منظور ہوا ہوگا - میاں صاحب نے اپنی طرف سے شیخ غلام محمد کو اپنا نائب بنا کر ٹھٹہ بھیجا -

محسن نے اپنی ایک رباعی میں شیخ غلام محمد کی نیابت ٹھٹہ کی تاریخ نکالی ہے :

اے از تو غلامیٔ محمد اظہر   تائید خدا یارت و یاور حیدر
تاریخ نیابتت چو جستم از خلق   گفتند "نائب رعیت پرور"

"نائب رعیت پرور" کے الفاظ سے ۱۱۵۱ ھ کی تاریخ نکلتی ہے - اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میاں نور محمد کلھوڑہ نے شیخ غلام محمد کو ۱۱۵۱ ھ میں اپنا مستقل نائب بنا کر بھیجا تھا -

تحفۃ الکرام کا بیان ہے کہ قندھار پر نادر کی یورش کی

وجہ سے میاں نور محمد قندھار سے ملحقہ سرحدوں کو مستحکم کرنے کے لئے خود لاڑکانہ گیا اس لئے ٹھٹہ نہ آسکا اور اپنے بجائے، اپنے ولی عہد میاں مراد یاب خاں کو ٹھٹہ بھیجا جو ۱۱۵۱ ھ کے ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں ٹھٹہ پہنچا - اس نے جام ککراله اور رانا دھاراجہ سے مقابلہ کرکے انہیں شکست دی اور شوال ۱۱۵۲ میں اپنے والد میاں نور محمد کے ہاں واپس چلا گیا. اس موقع پر محسن نے میاں مراد یاب خاں کی مدح میں ایک قصیدہ کہا جس میں اس شورش کے فرو کرنے کے واقعات کا بھی تذکرہ کیا ہے - قصیدہ کا مطلع ہے (ص ۳۵٦)

گل مراد اگر یافت تنه درکار است
مراد یاب بود هر کرا خدا یار است

میاں نور محمد کا خطاب "خدا یارخاں" تھا - باپ اور بیٹے دونوں کے نام کس خوبی سے ایک ہی مصرعہ میں جمع کردیئے ہیں -

نادری یورش

۱۱۵۰ ھ میں جنوبی سندھ کا علاقہ مل جانے سے کلھوڑہ حکومت کا رقبہ بڑھ گیا مگر اسی سال قدرت اس کی تباہی کے سامان بھی جمع کر رہی تھی - ہم نے اوپر ایران میں نادر قلی کی بتدریج ترقیوں کا حوالہ دیا ہے - ۲۳ - شوال ۱۱۴۸ ھ کو نادر نے ایران میں اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا - اب برائے نام صفوی خاندان کا وہ شیرخوار بچہ بھی بادشاہ نہیں رہا، جس کی تخت نشینی کا نادر نے چند سال پہلے اعلان کیا تھا -

اپنی شاہی کے اعلان کے تقریباً دو سال کے بعد نادر نے

ہوتکی (افغانی) فرماں رواؤں کے دارالحکومت قندھار پر چڑھائی کی جہاں اس خاندان کے بانی میر ویس کا چھوٹا بیٹا شاہ حسین ہوتک حکمران تھا ۔ سخت محاصرے اور جنگ کے بعد ۲ ۔ ذی قعدہ ۱۱۵۰ ھ کو قندھار کا قلعہ فتح کرلیا ۔ اس واقعے کے تقریباً ایک سال پہلے شاہ حسین ہوتک کے حکم سے احمد خاں (احمد شاہ ابدالی) اور اس کے بڑے بھائی ذوالفقار خاں کو قندھار میں قید کردیا گیا تھا ۔ اب نادر نے قندھار کو فتح کیا تو ان دونوں بھائیوں کو قید سے رہائی ملی ۔ نادر نے ان دونوں کو شمالی ایران میں جاگیر دی ۔ چار سال کے بعد ۱۱۵۴ ھ میں احمد شاہ اپنے ابدالی قبیلے کی فوج کا سردار بن کر نادرشاہ کی فوج میں شامل ہو گیا اور اس کے بعد ہر معرکہ میں اس کے ساتھ رہا ۔

قندھار پر نادر کے حملے اور پھر اس کی فتح کی خبریں سن کر میاں نور محمد کو سبی اور ڈھاڈر کے دروں کی حفاظت کے خاص انتظامات کے لئے لاڑکانہ جانا زیادہ ضروری تھا اسلئے ٹھٹہ نہیں آئے ۔ قندھار کی فتح کے بعد ہندوستان میں داخل ہونے کے لئے سندھ کا راستہ سامنے ہی تھا اور شاید نادر کا پہلے پہل یہی خیال تھا کہ قندھار کے بعد سندھ پر حملے کرے اور یہاں سے دہلی کا رخ کرے ۔ میاں نور محمد کو نادر کے اس ارادے کا کسی نہ کسی طرح اندازہ ہو گیا تھا ۔ انہوں نے دربار دہلی کو اس کی اطلاع دی مگر وہاں کسی کے کان پر جوں نہیں رینگی ۔ ایک محتاط سپہ سالار کی طرح نادر نے اپنا ارادہ بدل دیا اور سندھ کے راستے کے بجائے غزنی اور کابل کا پیچ دار راستہ اختیار کیا ۔ نادر کا یہ فیصلہ اس کے باخبر رہنے اور صحیح قوت فیصلہ سے کام لینے کا ثبوت ہے ۔ اسے درہ بولان کے

پرخطر راستے اور میاں نور محمد کے چوکس رہنے کی اطلاعیں ملی هونگی اور کابل کے صوبے میں دهلی کی غفلت اور غلط طرز حکمرانی کے نتائج سے آگاهی حاصل کی هوگی۔ ان معلومات کا توازن کرکے اس نے شمال کا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

جب نادر کی فوجوں نے کابل کا رخ کیا تو کابل کے مغلیہ صوبہ‌دار نے مرکزی حکومت کو اس کی اطلاع دے کر امداد طلب کی اور فوج کی تنخواہ کا بقایا ادا کرنے کے لئے روپیہ مانگا۔ مرکزی حکومت کے کار فرماوں نے یہ سمجھا کہ کابل کے صوبہ‌دار نے محض روپیہ حاصل کرنے کے لئے نادر کے حملے کا حیلہ پیش کیا ہے۔ اس لئے یہ جواب دیا گیا کہ بارش کے بعد بنگال سے روپیہ آئیگا تو بھیجا جائیگا۔

غرض، نادر نے کابل کو آسانی سے فتح کرلیا اور درخیبر سے گذر کر لاهور پر قبضہ کیا اور لاهور سے بڑھ کر دهلی کے قریب کرنال کے میدان میں ڈیرے ڈال دئے۔ محمد شاہ کے سپہ سالاروں، خصوصاً صفدر جنگ نے نادر کے ایسے آزمودہ کار سپہ سالار کے مقابلے میں فاش غلطیاں کیں۔ ۱۵۔ ذی‌قعدہ ۱۱۵۱ کو کرنال کے میدان میں نادر نے محمد شاہ کی فوج کو شکست دی۔ بعد میں صلح هوئی۔ نادر دهلی گیا۔ وهاں کسی بات پر بگڑ کر قتل عام کا حکم دے دیا۔ پھر کروڑوں کی دولت اور زر وجواهر کے سمیٹنے میں مصروف هوا۔ اس زمانے میں اس نے محمد شاہ سے یہ فرمان لکھوالیا کہ دریائے اٹک (دریائے سند) کے مغرب کا سارا علاقہ سلطنت ایران کے حوالے کیا گیا۔ اس طرح سندھ بھی مغلیہ سلطنت سے نکل کر ایرانی سلطنت کا جزو بن گیا۔ نادر نے دهلی سے میاں نور محمد کے وکیل میر لطف اللہ

عرف میر متارہ کے ساتھ اپنے ایک سفیر محمد علی بیگ کو میاں نور محمد کے ھاں اس پیغام کے ساتھ سندھ بھیجا کہ میاں نور محمد نادر شاہ سے کابل میں ملیں -

یکم رمضان ۱۱۵۲ ھ کو نادر ھندوستان سے روانہ ھو کر کابل پہنچا - وھاں میاں نور محمد کے حاضر نہ ھونے سے سمجھ گیا کہ آئندہ ان سے اطاعت کی توقع رکھنا بے جا ھے، اس لئے آزمودہ کار سپاھیوں کی ایک منتخب فوج لے کر سندھ پر حملہ کرنے کے ارادے سے روانہ ھوا - اس نے جو راستہ اختیار کیا وہ نہایت دشوار گزار تھا - مگر نادر راستہ کے سارے مصائب جھیلتا ھوا، ۱۴ - ذی قعدہ ۱۱۵۲ ھ کو لاڑکانہ پہنچ گیا - نادر کی آمد کی اطلاع سے سندھ میں بڑی تشویش پیدا ھوگئی - میاں نور محمد اس وقت خدا آباد چھوڑ کر عمر کوٹ پہنچ چکے تھے - نادر کے لاڑکانہ پہنچنے کی اطلاع پر انہوں نے اپنے خزانے ریگستانی علاقوں میں بھیج دئے تھے اور خود بھی جیسلمیر کے ریگستان کی طرف نکل جانا چاھتے تھے مگر نادر ان کی روانگی سے پہلے اچانک عمر کوٹ پہنچ گیا - جنگ کرنے کا موقع نہیں تھا - صلح کے ڈول ڈالے گئے اور ان شرایط پر صلح ھوئی کہ دو کرور روپیہ تاوان جنگ اور بیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج ادا کیا جائیگا - اس کے علاوہ زر وجواھر اور دوسری قیمتی اشیا اور میاں صاحب کا خاص کتب خانہ وغیرہ سب لوٹ میں گیا - سالانہ خراج کی ضمانت میں بطور یرغمال میاں صاحب کے ایک صاحبزادے کو ایک ھزار فوج کے ساتھ نادر کی معیت میں بھیجنا بھی طے پایا - میاں صاحب نے اپنے ولی عہد میاں مرادیاب کے ساتھ اپنے دوسرے بیٹے میاں غلام شاہ کو بھی بھیج دیا تاکہ اکیلا شہزادہ پردیس میں نئے حالات سے گھبرا نہ جائے -

نادرشاہ ماہ محرم ۱۱۵۳ ھ میں سندھ سے سبی اور کوئٹہ کے راستے سے قندھار چلا گیا۔ جانے سے پہلے شکار پور کا علاقہ داؤد پوتروں کو اور شال کوٹ یعنی کوئٹہ کا علاقہ خان قلات کو دے گیا۔ اس طرح میاں صاحب کی حکومت کے رقبہ میں کمی کرتا گیا۔ نادر کی اس یورش نے کلھوڑہ فرماں رواوں کی برسوں کی محنت پر پانی پھیر دیا۔ ملک کی خوشحالی کو ایسی ضرب لگی کہ سندھ برسوں سنبھل نہ سکا۔ ۱۱۶۰ ھ میں نادر کے قتل کے بعد قندھار کے افغانی امرا نے احمد شاہ ابدالی کو اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ احمد شاہ ابدالی اپنے آپ کو نادرشاہ کے مشرقی علاقوں کا وارث سمجھتا تھا چنانچہ میاں نور محمد کو خلعت اور خطاب بھیج کر سالانہ خراج کی ادائی کے لئے تاکید بھی کی۔ ۱۱۶۱ ھ میں اس نے میاں صاحب کو ایک ھاتھی بھیجا۔ محسن تتوی نے اس کی بھی تاریخ نکالی۔ ۱۱۶۲ ھ میں میاں غلام شاہ خشکی کے راستے سے سندھ واپس آیا لیکن میاں مراد یاب نے ایران کی بندرگاہ سے سمندر کا راستہ اختیار کیا اور مسقط پہنچا۔ وہاں دو تین سال گذار کر ۱۱۶۴ ھ میں سندھ واپس آیا۔ اس سے ایک سال قبل ۱۱۶۳ ھ میں محسن تتوی وفات پاچکا تھا۔ میاں مراد یاب کی مدح میں اس کا وھی ایک قصیدہ ہے جو نادر کی آمد سے پہلے کہا تھا۔

محسن تتوی کے سوانح حیات

محسن کے تفصیلی حالات کا ھمیں علم نہیں۔ میر قانع کو یہ موقع حاصل تھا کہ اگر وہ چاھتے تو محسن کے بیٹے سے تفصیلی حالات حاصل کرکے لکھ سکتے تھے مگر میر صاحب نے "مقالات الشعرا" اور تحفۃ الکرام دونوں کتابوں میں محسن کے حالات بڑے

اختصار کے ساتھ لکھے ہیں۔

محسن اور قانع میر علی شیر قانع کو ہم محسن کے معاصروں میں شمار کرسکتے ہیں۔ قانع کی ولادت ۱۱۴۰ ھ میں ہوئی اور محسن نے ۱۱۶۳ ھ میں وفات پائی اس طرح محسن کی وفات کے وقت قانع کی عمر ۲۳ سال کی ہوگی۔ لیکن ۱۱۶۰ ھ میں میر قانع نے جبکہ ان کی عمر بیس سال کی تھی، شیخ محمد اکرم ٹھٹوی کے ساتھ سورت کا سفر کیا تھا اور چند سال وہاں گذارنے کے بعد ٹھٹھ واپس آئے۔ ہمارا قیاس ہے کہ قانع کی سورت کی طرف سے واپسی محسن کی وفات کے بعد ہوئی ہوگی۔ سورت جانے سے پہلے کم عمری کی وجہ سے ان کا ذوق سخن اتنا ترقی یافتہ نہیں ہوا ہوگا کہ وہ اکابر شعرا کے کلام سے لطف اندوز ہوسکتے۔ اس طرح انہیں محسن سے ملنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا ہوگا۔

محسن کے بڑے لڑکے غلام علی مداح کا سنہ ولادت ۱۱۴۵ھ ہے۔ وہ علی شیر قانع سے صرف پانچ سال چھوٹے تھے۔ قانع نے مقالات الشعرا کو ۱۱۷۴ ھ میں مکمل کیا اس وقت میر قانع کی عمر ۳۴ سال اور مداح کی عمر ۲۹ سال تھی۔ اس کتاب کی تالیف کے زمانے میں میر قانع سے غلام علی مداح کے بڑے تعلقات تھے۔ محسن کے تذکرے کے سلسلے میں محسن کا جو منتخب کلام بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے اس کے متعلق میر قانع لکھتے ہیں:

"انتخاب کردہ میاں غلام علی . . . نوشتہ می آید۔"

محسن کی ضخیم تصنیفات سے ان چند اشعار کو منتخب کرنا خاصہ محنت طلب کام تھا اور وہ انتخاب کرنے والے کے حسن ذوق پر دلالت کرتا ہے۔ غرض ان تمام باتوں کے پیش نظر یہ نتیجہ نکالا

جا سکتا ھے۔ کہ قانع نے محسن کے جو حالات لکھے ھین وہ بھی غلام علی مداح ھی کے مہیا کئے ھوے ھونگے۔ یا کم از کم انہوں نے ان حالات کی تصدیق ضرور کی ھوگی۔

محسن کا خاندان قانع نے مقالات الشعرا مین محسن کے اجداد کا یہ سلسلہ لکھا ھے:

" محمد محسن ولد نور محمد بن ابرھیم بن یعقوب تتوی "

اور خاندان کا پیشہ " حرفت ریشم فروشی " بتایا ھے۔ قانع کے بعد ٹھٹے ھی کے ایک شاعر مخدوم محمد ابراھیم " خلیل " نے بعد کے شعرا کا ایک تذکرہ مرتب کیا جسن کا نام " تکملہ مقالات الشعرا " ھے۔ اس میں وہ محسن کو "محسن صباغ" لکھتے ھیں۔ اس کے علاوہ موجودہ دور مین بھی محسن کو اھل ٹھٹہ " محسن صباغ " ھی کہتے ھیں جو مقامی روایات کے تسلسل کا نتیجہ ھے۔

ٹھٹہ سندھ کا مرکزی شہر تھا اور اپنی ترقی یافتہ تہذیب وتمدن کی بناء پر قدیم زمانے کے مشہور شہروں مین شمار کیاجاتا تھا۔ حکومت سندھ کا مرکز اور علم وفضل کا سرچشمہ ھونے کے علاوہ یہ شہر پورے سندھ کی تجارت اور صنعت وحرفت کا بھی مرکز تھا۔ سندھ کی مصنوعات سینکڑون بلکہ ہزارون سال سے ایران، عراق اور دوسرے مشرقی ملکون کو جایا کرتی تھیں۔ ملک کے اندر دریائے سندھ بادبانی کشتیون کی شاہ راہ تھا۔ ٹھٹہ مین پارچہ بافی اور کپڑے پر رنگین چھاپے کا کام بہت اعلی درجہ کا ھوا کرتا تھا، یہ صنعت اب بھی وھان موجود ھے۔ صباغی یا رنگریزی فن پارچہ بافی کا ایک لازمی شعبہ ھے جو اپنے زمانے مین یقیناً ایک

ترقی یافتہ حرفت تھی اور اتنے بڑے پیمانے پر تھی کہ ہزاروں آدمی اس کو اپنا پیشہ بنائے ہوئے تھے -

عرب ، ایران ، عراق وغیرہ اسلامی ممالک میں کسی بھی پیشہ کو ذلیل و حقیر نہیں سمجھا گیا - منصور حلاج ، عمر خیام وغیرہ وغیرہ بہت سے مشاہیر اپنے پیشوں کے نام سے شہرۂ آفاق ہوئے - لیکن ہندوستان میں ہندو معاشرے کے ذات پات کے اثرات سے پیشوں میں بھی امتیازات قائم ہو گئے - بعض پیشے معزز سمجھے جانے لگے اور بعض بہت حقیر و ذلیل قرار پا گئے - ذات پات کی طرح پیشہ بھی نسلی خصوصیات میں داخل ہو گیا - صدیوں سے ہندوؤں کے ساتھ رہنے بسنے کی وجہ سے غیر شعوری طور پر مسلمانوں میں بھی پیشہ کے وہی امتیازات عام ہو گئے جو ہندو معاشرے میں تھے - چنانچہ خود محسن کے کلام میں بھی ان امتیازات کے اثرات کا ثبوت ملتا ہے :

حاصل چو زمانہ واژگوں گشت گردوں بمراد اہل دوں گشت

جولاہہ و کفش دوز و حجام شد مجتہد و فقیہ و علام

زاں جملہ یکے ست ابن جوزی کو داشت شرف زکفش دوزی

یعنی زمانے کے اس انقلاب پر تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ جلاہے ، موچی اور حجام بھی مجتہد ، فقیہ اور علامہ بن گئے - انہیں میں ابن جوزی بھی ہیں جو موچی تھے -

غالباً میر قانع کے ذہن میں بھی کچھ اثر تھا کہ انہیں محسن کے آبائی پیشے کو " صباغ " یعنی رنگریز بتانے میں کچھ سبکی نظر آئی اسلئے "حرفت ریشم فروشی" بتاکر اس سبکی سے پہلو بچایا -

نواب لطف علی خاں سے ربط میر قانع کا بیان ہے کہ محسن جوان ہوکر رنگین طبع نکلا۔ آغاز شعور میں اسے نواب لطف علی خاں "ہمت" کی صحبت نصیب ہوئی جس میں اس کی تربیت ہوئی بعد ہیں وہ دوسرے اہل کمال سے مستفید ہوتا گیا اور اس کی شاعری ترقی کرتی گئی۔

نواب لطف علی خاں کی صوبہ داری کے زمانے میں یعنی ۱۱۲۶ھ میں محسن کی عمر پانچ چھ سال سے زیادہ نہیں تھی۔ میر قانع کے بیان — "آغاز شعور" — کے لحاظ سے یہ فرض کرنا پڑیگا کہ سولہ سترہ برس کی عمر میں اسے نواب لطف علی خاں سے توسل پیدا ہوا ہوگا۔ یہ زمانہ ۱۱۳۶ھ یا ۱۱۳۷ھ کا ہوگا جبکہ نواب سیف اللہ خاں کا دور حکومت تھا۔ اور اس کے ساتھ اس کے بیٹے صادق علی خاں اور تقی محمد خاں بھی ٹھٹہ آئے ہونگے۔

یہ زمانہ نواب لطف علی خاں کا آخری زمانہ تھا۔ نظامت ٹھٹے سے ہٹائے جانے کے بعد وہ ایک خانہ نشین امیر کی حیثیت سے ٹھٹے ہی میں رہتا تھا جو اس کا وطن بن چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس معمر اور قابل امیر کا ایک نوجوان اہل حرفہ سے مساویانہ دوستی یا مصاحبت کا تعلق تو قائم نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نواب کے ساتھ محسن کی ہم نشینی یا یکجائی کی کیا ممکنہ صورت ہوسکتی تھی۔ ہمارے خیال میں یہ عین ممکن ہے کہ محسن بہ سلسلۂ ملازمت ان سے وابستہ ہوا ہو جس کو قانع نے اس لئے واضح طور پر بیان نہیں کیا کہ خانگی ملازم ہونے میں محسن کی سبکی سمجھتے ہوں۔ اگر یہ قیاس صحیح ہے تب تو یہ محسن کی دماغی عظمت اور ذہنی رفعت کا ثبوت ہے

که اس نے ذہنی زندگی کے سب سے نچلے زینہ پر قدم رکھکر کمال کے کتنے بلند مرتبے تک ترقی کی۔

یہ بھی فرض کیا جا سکتا ہے کہ محسن کا یہ ربط نواب لطف علی خاں کے آخر دم تک قائم رہا ہوگا۔ نواب کی وفات ۱۱۴۴ ھ میں ہوئی۔ اس طرح محسن کو سات آٹھ سال تک نواب لطف علی خاں کی تربیت کا فیض پہنچا ہوگا

محمد تقی خاں سے توسل ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ نواب صادق علی خاں کو ٹھٹے کا اجارہ ۱۱۴۹ ھ میں ملا۔ محسن کی بعض نظموں سے اور اس نے واقعات کی جو تاریخیں کہی ہیں ان سے، ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ محسن کو ۱۱۴۹ ھ سے یا اس سے کچھ ہی پہلے محمد تقی خاں سے ربط پیدا ہوا ہوگا۔ اس سلسلے کی پہلی نظم "مثنوی طراز دانش" کے وہ تمہیدی اشعار ہیں جو دیوان میں موجود ہیں۔ اس میں شاعر نے اپنے دوست محمد صادق کے مشورے کے مطابق امام صاحب زمان کی ولادت کو مثنوی کی صورت میں لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ لیکن نواب لطف علی خاں کی وفات سے یعنی ۱۱۴۴ ھ سے ۱۱۴۹ ھ تک محسن کہاں رہا، کیا کرتا رہا، ہم کچھ نہیں بتا سکتے۔ نواب کی وفات کے دوسرے سال ۱۱۴۵ ھ میں محسن کے پہلے فرزند غلام علی مداح کی ولادت ہوئی اس وقت محسن کی عمر ۲۴ سال کی تھی۔ اس سے دو ایک سال پہلے اس کی شادی ہوچکی ہوگی۔

غرض محمد تقی خاں سے محسن کا ربط بڑھتا گیا اور غالباً اسی نے اپنے بھائی صادق علی خاں سے محسن کا تعارف کرایا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ ان دونوں بھائیوں سے محسن کا تعارف، اجارہ ملنے

سے کچھ پہلے ہوا ہو ۔ جب صادق علی خاں کو اجارہ مل گیا تو محسن نے مبارک باد میں ایک رباعی کہی جس کے آخری مصرعے سے سنہ تاریخ ۱۱۴۹ ھ نکلتا ہے (ص ۴۸۷)

اے نام نامدار تو چوں صبح صادق است
زاں ہر سیہ گلیم گریزد ز صولتت
بہر مجالیت خرد این تہنیت بگفت
"اقبال باد زیب گل صبح دولتت"
۱۱۴۹

محسن کے سفر حافظ شیرازی کی طرح محسن کی زندگی بھی زیادہ تر وطن ہی میں گذری ۔ اس کے برعکس حضرت حافظ کے ہم وطن شیخ سعدی کی تقریباً ساری عمر سفر میں گذری تھی ۔ محققین کے نزدیک حضرت حافظ کے صرف دو سفر قابل تسلیم ہیں ۔ ایک تو شیراز سے یزد کا سفر جہاں کے بخیل حکمران شاہ یحیی نے حضرت حافظ کو مایوس لوٹایا اور دوسرا وہ سفر کہ دکن کے حکمران عادل شاہ نے معقول زاد راہ بھیج کر حضرت حافظ کو دکن بلایا تھا ۔ وہ ایرانی بندرگاہ تک گئے جہاز میں سوار بھی ہوگئے مگر پھر گھبرا کر اتر پڑے اور شیراز جاکر ہی دم لیا ۔ سفر کی قلت کے علاوہ ان دونوں شاعروں میں ایک اور مماثلت بھی ہے دونوں اپنے عہد کے مشہور فاتحوں کے ہم عصر رہے ہیں ۔ تیمور نے حافظ کے زمانے میں اپنی فتوحات کی دھوم مچا دی تھی اور نادرشاہ افشار نے محسن کے زمانے میں تہلکہ مچایا ۔ محمدتقی خان کے نام محسن کا ایک قطعہ گذارش ہے جس میں اس نے سفر میں اس کے ہمراہ چلنے کا اشتیاق ظاہر کیا ہے :

درین سفر که ظفر آیدت به استقبال
شوم ملازم بدر رکاب هاله نشان
ولے نه اسپ نه زین دارم اے تمام کرم
بجز کمیت قلم نیست دیگرم سامان

محمد تقی خان کا یہ وهی سفر هوگا جس میں وہ هالہ کندی تک گیا تھا محسن نے ورود هاله کندی پر دو قطعات تاریخ کہے هیں جن سے ۱۱۴۹ نکلتا ہے ۔

اس کے بعد نواب صادق علی خان کے ساتھ جب کہ وہ تاجن مندرہ کی شورش فرو کرنے جارہا تھا ، محسن بھی همسفر تھا پہلی منزل پر محسن نے دو رباعیاں کہیں اور جب صادق علی خان کو بدین کے کھچیوں پر فتح حاصل هوئی تو قطعہ تاریخ کہا جس کا سنہ ۱۱۵۰ھ نکلتا ہے ۔ اسی سلسلے کا دوسرا قطعہ تاریخ مثنوی کی بحر میں ہے ۔

۱۱۵۲ ھ یا ۱۱۵۳ ھ میں محسن خدا آباد بھی گیا ہوگا اور وهاں نادر کے ایک عہدہ دار سلیمان بیگ اسلم سے ملاقات کی ۔ اس سلسلے میں ایک تضمین اور ایک غزل کا ذکر آگے آتا ہے ۔ ان دو تین قریب کے مقامات کے سفر کے علاوہ محسن کے کلام میں کسی اور سفر کا اشارہ نہیں ملتا ۔ حضرت حافظ کی طرح محسن نے بھی اپنے وطن ٹھٹہ هی میں تقریباً ساری زندگی گذار دی ۔

کلهوڑہ دربار سے تعلق جیسا کہ هم نے پہلے بیان کیا ہے ۱۱۵۰ھ کے بعد ٹھٹے کا علاقہ اجارہ پر میاں نور محمد کو مل گیا تھا ۔ اجارہ ملنے سے پہلے بھی کلھوڑہ حکمران کے فرائض

منصبداری میں ٹھٹھ اور ملتان کے ناظموں کی فوجی مدد کرنا بھی داخل تھا ، چنانچہ میاں یار محمد کی فوجیں ٹھٹے کے علاقہ میں سرکش اور مفسد قوموں کی شورشیں فرو کرنے کے لئے متعدد بار آتی رہی تھیں - ٹھٹے کے کلھوڑہ حکومت میں داخل ہونے کے زمانے میں سندھ کے باہر جو سیاسی طاقتیں کام کر رہی تھیں ان کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے - یہاں کسی قدر تفصیل سے ان واقعات کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ بعد کے اہم واقعات سے ربط قائم ہو جائے -

۲ - ذی قعدہ ۱۱۵۰ ھ کو نادر نے ایک طولانی محاصرے کے بعد قندھار کو فتح کرلیا - میاں نور محمد کو قندھار کی ہوتکی حکومت کے خلاف ایران کی فوجی نقل وحرکت کی اطلاعیں کئی سال قبل سے معلوم ہوتی رہتی تھیں - وہ کوششیں کامیاب نہیں رہیں لیکن نادر نے غیر معمولی ترقی کرکے آخر میں قندھار کی طرف رخ کیا - نادر کی فوج کشی کی خبریں بھی انہیں برابر ملتی رہیں - قندھار کی فتح کے بعد اس کا بھی امکان تھا کہ نادر قندھار سے فارغ ہو کر کوئٹہ اور سبی (درۂ بولان) کے راستے سے سندھ پر حملہ کردے - ان سرحدی دروں کی حفاظت اور قلعہ سبی اور ڈھاڈر کے استحکامات کے لئے میاں نور محمد کو لاڑکانہ جانا بیحد ضروری تھا - اس لئے انہوں نے ۱۱۵۱ ھ کے آغاز میں شیخ غلام محمد کو اپنا نائب بناکر ٹھٹھ بھیجا - محسن نے ایک رباعی میں اس کی تاریخ نکالی :

اے از تو غلامی محمد اظہر تائید خدا یارت و یاور حیدر
تاریخ نیابتت چو جستم ازخلق گفتند کہ "نائب رعیت پرور"
۱۱۵۱

نادر قندھار کی فتح کے بعد غزنی کی طرف روانہ ھوا۔ اور ۱۲ - ربیع الاول ۱۱۵۱ ھ کو کابل پر قبضہ کرلیا - وھاں سے لاھور ھوتا ھوا دھلی کے قریب کرنال پہنچا - ۱۵ - ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ کو کرنال کے میدان میں اس نے محمد شاہ کی فوجوں کو شکست دی - اسی مہینے میں میاں نور محمد نے ٹھٹے کے علاقے میں جام ککراله اور رانا دھاراجه کی شورش کو فرو کرنے کے لئے اپنے ولی عہد میاں مراد یاب خاں کو بھیجا جیسا کہ اوپر بیان ھوچکا ھے - میاں مراد یاب خاں اس مہم کو کامیابی کے ساتھ سر کر کے ٹھٹه پہنچا - اس موقع پر محسن نے میاں مراد یاب خاں کی شان میں وہ مدحیه قصیدہ پیش کیا جس میں اس شورش پر فتح پانے کا ذکر ھے - میاں مراد یاب خاں ٹھٹے سے روانہ ھو کر آغاز شوال ۱۱۵۲ھ میں اپنے والد کے ھاں پہنچا۔

نادر دھلی سے کابل چلا گیا تھا لیکن وھاں سے سندھ پر حمله کرنے کے لئے واپس آیا اور جیسا کہ پہلے بیان ھوچکا ھے فتح دھلی سے ٹھیک ایک سال کے بعد ۱۴ - ذی قعدہ ۱۱۵۲ ھ کو لاڑکانه پہنچ گیا - نادر کی آمد سے سندھ میں بڑی افرا تفری مچ گئی - آخر بھاری تاوان اور بیس لاکھ روپیه سالانه خراج کی شرایط پر میاں نور محمد سے صلح ھو گئی - اس کے علاوہ نادر میاں صاحب کے دو فرزندوں کو بطور یرغمال اور ان کے ساتھ ایک ھزار سندھی فوج لے کر سیوی اور کوئٹه کے راستے سے ۷ - صفر ۱۱۵۳ ھ کو قندھار پہنچ گیا -

غرض، ۱۱۵۲ھ اھل سندھ کے لئے بڑی پریشانی کا سال تھا - نادر نے صلح کے بعد میاں نور محمد کو خلعت کے ساتھ "شاہ قلی خان" کا خطاب بھی دیا تھا - جس کی محسن نے تاریخ کہی -

محسن کے کلام میں اس تاریخ کے سوا ۱۱۵۲ ھ کی اور کوئی تاریخ نہیں ملتی ۔ جس سے اس سال ملک مین عام پریشانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔

۱۱۵۳ ھ سے میاں نور محمد نے سندھ کی حالت کو پھر سے درست کرنے کی کوشش کی ۔ نادر نے سبی کا علاقہ قلات کے حکمران کو اور شکارپور کا علاقہ محمد صادق خان داؤد پوترے کو دے دیا تھا ۔ اس طرح میاں نور محمد کی سلطنت کا رقبہ بھی کم ہو گیا ۔ آدھر سالانہ بیس لاکھ روپیہ ادا کرنا اور دو شہزادوں اور ان کے ہمراہی فوج کے اخراجات کا مہیا کرنا ، یہ سب مل کر کلھوڑہ حکومت پر بڑا مالی بار تھے ۔

۱۱۵۳ھ میں میاں صاحب کے ایک شہزادے میاں احمد یار خاں کی شادی ہوئی ۔ محسن نے قطعہ تاریخ کہا ۔ ممکن ہے اسی شادی کی تقریب میں میاں صاحب نے محسن کو ٹھٹے سے خدا آباد بلایا ہو ۔ اور اسی موقع پر آٹھ آنے روزینہ بطور وظیفہ مقرر ہوا ہو جو یکمشت ہر چھ مہینے کے بعد ملتا ہوگا ۔ نادر کو گئے ہوے ایک سال سے زیادہ مدت نہ ہوئی تھی ۔ اگر میاں صاحب کے خزانے کی حالت پہلے کی سی رہتی تو ممکن تھا کہ محسن کو کوئی معقول وظیفہ مقرر کیا جاتا ۔ یا چھوٹی موٹی جاگیر دی جاتی ۔ محسن کے سے شاعر کے لئے اتنی حقیر رقم کا وظیفہ اس کی قدر دانی کے ثبوت میں پیش نہیں کیا جا سکتا ۔

اهل ملک کی نا قدردانی شاعری ہو یا علم و فن ، قدردانی کے بغیر نہ تو زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ ترقی ہی کر سکتے ہیں ۔ قدردانی کے دو پہلو ہیں ۔ ایک پہلو تو مالی امداد

یا معاوضہ ہے جس کے بغیر فن کار یا اہل علم کا وجود ہی قائم نہیں رہ سکتا ۔ اس لئے کہ فن کار یا اہل علم اسی صورت میں اپنے فن یا علم کی طرف توجہ کرسکتا ہے جبکہ اس کو اپنی مادی ضروریات سے بے فکری حاصل ہو ۔ اسے اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے کوئی دوسرا پیشہ یا شغل اختیار کرنا نہ پڑے ۔ قدردانی کا یہ مادی پہلو انتہائی ضروری ہے ۔ دوسرا پہلو: علم و فن کے کمال کا اعتراف ہے ۔ یعنی اہل کمال کے کمال کو پہچاننا اور اس کی کما حقہ داد دینا ہے ۔ فن کار جب کسی نئی چیز کی تخلیق کرتا ہے ۔ تو قدرتی طور پر یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس چیز کی خوبیوں کو ، اس کے نئے پن کو جانیں پہچانیں ۔ تخلیقی چیزوں کا افادہ ان کو سمجھنے اور پہچاننے ہی میں ہے ۔ کیونکہ ہر نئی تخلیق انسانی ثقافت اور تہذیب کے لئے ایک بلند تر زینے کا کام انجام دیتی ہے ۔ انہیں زینوں کی بلندی سے قوموں کی ثقافت اور تہذیب کی ترقی متعین کی جاتی ہے ۔ اگر فن کو سمجھنے والے اور اس کا اعتراف کرنے والے موجود نہ ہوں تو فن کار ساری دنیا میں اپنے آپ کو اکیلا محسوس کرتا ہے ، اس سے اس کے فن کی ترقی رک جاتی ہے ۔ خود محسن ہی کا ایک شعر ہے :

جگر اے فلک زکف تو خوں شدہ لعل واز مژہ زد بروں
چہ شود کہ گوہر نظم من بہ نگاہ دیدہ ورے رسد

موجودہ صنعتی دور سے پہلے نہ تو علم عام تھا اور نہ عوام میں قوت خرید تھی ۔ علم و فن کا قدردان صرف اونچا طبقہ تھا ، علم و فن کی سرپرستی بادشاہ اور امرا کے ذمہ تھی ۔ اسلامی اقوام کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے

کہ جس جس دور میں ، یا جس جس بادشاہ یا شاہی خاندان نے علم و فن کی قدردانی کی اس دور میں کتنی ترقیاں ہوئیں ، کیسے کیسے جید اہل علم اور صاحب کمال فن کار پیدا ہوئے ۔ خلفاے بنی عباس میں مامون رشید کا دور ، سامانی بادشاہوں کا دور ، محمود غزنوی کا دور ، سلجوقی سلاطین کا دور ، اور آل تیمور کے آخری دور میں سلطان حسین میرزا بایقرا بادشاہ ہرات کی قدردانیاں یادگار زمانہ ہیں اور ان قدردانیوں کے نتائج سے آج تک دنیا مستفید ہو رہی ہے ۔

ان اسلامی ملکوں کے مقابلے میں ہم جب بر عظیم ہندوستان پر نظر ڈالتے ہیں تو بڑی مایوسی ہوتی ہے ۔ مسلمانوں کے تقریباً ہزار سالہ دور حکومت میں صحیح قدردان بادشاہوں کی صرف دو مثالیں ملتی ہیں مغلیہ دور سے پہلے دکن کا عادل شاہی فرماں روا ابراہیم عادل شاہ اور مغلیہ دور میں جلال الدین اکبر ۔ اگرچہ مغلیہ دور میں جہانگیر اور شاہ جہاں کا نام بھی لیا جا سکتا ہے مگر ان کی قدردانیاں اکبر کی قائم کی ہوئی روایات کی تقلید تھیں ، خود ان کی اپنی اپج اور دلی لگاؤ کا نتیجہ نہیں تھیں ۔ اس سلسلے کی آخری کڑی شہزادہ دارا شکوہ تھا جس نے کئی ایک اہل کمال کی قدردانی کی ۔ خصوصاً یہ واقعہ کہ اس نے رضی دانش کو ایک شعر کا انعام ایک لاکھ روپیہ دیا تھا ، ایک یادگار واقعہ ہے ۔

ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی عام طور پر یہ افسوس ناک ذہنیت تھی کہ شاعر یا اہل کمال کی انہوں نے اس وقت تک مالی امداد یا انعام کی صورت میں کوئی قدردانی نہیں کی جب تک کہ اہل کمال نے مداحی ، چاپلوسی یا دعا گوئی سے ان کی انانیت کو آسودہ نہیں کیا ۔ اور پھر مالی امداد بھی اکثر اسی حد

تک کی کہ شاعر یا فن کار کی صرف قوت لایموت کا سہارا رہے - یعنی اس کے جسم وجان کا رشتہ قائم رہے - ہم نے شہزادہ اعظم اور مرزا بیدل کا واقعہ بیان کیا ہے جو ہندوستان کے حکمرانوں کی پست ذہنیت کی ایک واضح مثال ہے -

سلطنت مغلیہ کے آخری زمانے میں اکبری تخت وتاج کے وارث محمد شاہ نے اپنے عیش وعشرت کے لئے خبر نہیں کتنے کرور روپے پانی کی طرح بہادیے لیکن شاعروں ، فن‌کاروں یا عالموں کی سرپرستی سے کوئی واسطہ نہ رکھا - سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ملک کے کروروں محنت کش انسانوں کی کمائی ہوئی دولت کے ذخیرے میں ذہنی بلندی کے معماروں اور تخلیقی کارنامے انجام دینے والوں کا کوئی حصہ نہیں تھا ؟ کیا ملک کی ساری دولت کا حقدار صرف بادشاہ اور اس کی فوج ہی تھی ؟ ثقافت اور تہذیب کے درخت کی آبیاری کے بند ہو جانے کی وجہ سے اس درخت کے خشک ہوجانے کا تصور دل میں یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ شاید قدرت نے اسی کا انتقام لینے کے لئے نادر جیسے جابر کو مسلط کردیا کہ محمد شاہ کے خزانے سے ایک ایک پیسہ نکال لے اور دہلی کے بے حس اہل دولت کی تجوریاں بھی خالی کردے !

محسن کا کلام دیکھ کر دل کتنا روتا ہے کہ یہ عظیم شاعر کتنے ناسازگار اور مخالف ماحول سے لڑ لڑ کر آگے بڑھا اور ایک ایسی زبان کی شاعری میں جو اس کی مادری زبان نہیں تھی اتنی ترقی کر گیا ، لیکن اس کو صرف زندہ رہنے کے لئے کیسے کیسے مجہول اہل دولت کو خوش کرنے کی ضرورت پڑتی تھی - اس کی ذہنی توانائی کی وہ مقدار جو ان لایعنی کوششوں میں ضایع گئی ، اگر ضایع نہ جاتی تو نہ معلوم وہ اس کو تخلیقی فضا میں

اور کتنا اونچا اڑاتی !

اس باب میں حافظ شیرازی کے حالات محسن تتوی کے حالات سے بالکل متضاد نظر آتے ہیں ۔ حافظ کے زمانے میں شیراز کے بدلتے ہوئے حکمران ہی نہیں بلکہ آس پاس کے بادشاہوں نے بھی ہمیشہ ان کی قدردانی کی۔ان کے علاوہ شیراز سے ہزاروں میل دور ہندوستان کے دوحکمرانوں نے انہیں روپیہ بھیجا اور اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ۔ ٹھٹے کا یہ شاعر حافظ کے اتنا بلند نہ سہی ، مگر اپنے زمانے میں اپنے ملک میں تو وہ غیر معمولی بلندی رکھتا تھا ۔ اس کو کبھی تو ٹھٹے کے نائب کی ، کبھی اجارہ دار اور اس کے بھائی کی اور کبھی دوسرے تیسرے درجہ کے حاکموں کی مدح سرائی کرنی پڑتی تھی ۔ آخری زمانے میں سندھ کے حکمران میاں نور محمد تک اس کی رسائی ہوئی تو یومیہ آٹھ آنے یعنی پندرہ روپیہ ماہوار کا وظیفہ ملا ۔ مانا کہ اس کو قصائد وغیرہ پر اور انعام اکرام بھی مل جاتا ہوگا ۔ مگر ایسے انعام کو تو مدح سرائی کی اجرت ہی کہا جا سکتا ہے ، کمال فن کی قدردانی کہاں ہوئی ؟

مالی قدردانی کی یہ حالت تھی اور کلام کی ہمت شکن ناقدر شناسی اس پر مستزاد تھی ۔ قانع کا بیان ہے :

"ملک قدرشناس نہیں تھا ۔ ۔ ۔ اس کی زندگی ہی میں اس کے اشعار کی شہرت ہوچکی تھی ۔ باہر سے آنے جانے والا ہر شخص جب اس کے دلکش کلام کو سنتا تو بڑے اشتیاق کے ساتھ اس کے دیوان کی نقل ساتھ لے جاتا ۔"

محسن اپنے کلام کی ناقدری کو بری طرح محسوس کرتا تھا ۔ چنانچہ

میاں مراد خان یاب کی مدح میں جو قصیدہ ہے اس میں کہتا ہے :

زحال "محسن" مداح سرسری مگذر
که بس نزار وپریشان چو زلف دلدار است
ازین سبب در نظمم زگوش نا فہماں
نہاں بگرد یتیمی چو در شہوار است
ولے بغیر شناسندہ‌ای ، گہر خزف است
چناں که جز به سخن دان گل سخن خار است
سخن که زادہ وحی است وآفریدہ حق
یکے ز معجزہ ہاے رسول مختار است
اگر زبے بصری قدر او نداند کس
چه غم ، که اهل سخن را بدو سروکار است
ولے کجاست سخن تا کسی ازو گوید
نه این سخن که زبان ها ازو بگفتار است
سخن که فصل بہار کمال انسانی است
بدل نشینی جانہا چو پیکر یار است

افسوس تو یہ ہے کہ خیالات کے یہ جواہر پارے کس شخص کو سنائے گئے ؟ میاں مراد یاب کو ، جو اپنے والد کے بعد سخت نااہل حکمران ثابت ہوا ! ان اشعار کے علاوہ محسن نے ناقدردانی کا گلہ متعدد جگہ کیا ہے ، یہ رباعیاں ملاحظہ ہوں :

کارم بگروه خود سرے افتاد است جانم بکف ستم گرے افتاد است
از رنج وتعب تنم میان این قوم گرئی که به شام بوذرے افتاد است

هر چند شعار شعر پوشیده بسے کے می رسد ازداق ، فقیری بکسے
لیکن ز کجا بہم رسانم زین قوم صاحب‌سخنے ، داد دہے ، نکتہ رسے

یا شاہ نجف چنیں زبونم مپسند بیرون و درون چو گل بخونم مپسند
از قلت رزق ، کثرت بیماری دانی تو بعلم خود که چونم ، مپسند

محسن اپنے شعر کے مرتبے کو خوب پہچانتا تھا - مگر نا قدری نے اس کی زندگی عذاب بنا دی تھی - ایک قصیدے میں میاں نور محمد کو مخاطب کر کے کہتا ہے :

کم نیستم ز "طالب" و "عرفی" دریں زمان
دارم سخن بسے و ندارم سخن شناس
در ششدرم ز فال زیاد ستارہ ھا
افگندہ است چرخ عجب مہرہ ای بطاس
وجہی کہ بود سد رمق در رہ حیات
در پردہ شد چو آب بقا زان سیہ پلاس
چوں درگہے تو مرجع ارباب حاجت است
دارد بحضرت تو مرا این بندہ التماس
کان وجہہ قوت جمع پریشان برغم چرخ
گردد مضاعف از کرم ولطف بے قیاس

شاعر کے زندہ رہنے کے لئے جو سد رمق وظیفہ مقرر ہوا تھا وہ بھی بند ہو گیا تھا ، اس کا حال ایک ھجویہ نظم سے کھلتا ھے جس کا ایک بند ھے :

دانی بچہ دستور نشینند بعدالت ؟
چون ترک سیہ مست کہ برلوت نشینند
شش ماہہ قوتم بہ نفس سوخت خدایا
تا کے دل محتاج پے قوت نشینند

از سختیٔ رو شیشهٔ دلہا زدہ بر سنگ
یا ساقیٔ کوثر بشکن مطہرهٔ بنگ

اس ھجوبہ نظم سے اتنا پتہ تو چلتا ھے کہ کسی حاکم نے اس کے وظیفہ کا شش ماھہ بند کردیا تھا اس حاکم کا نام نہیں بتایا مگر اسے بھنگ کے لوٹے سے تشبیہ دی ھے - شاید اس حاکم کو بھنگ پینے کی عادت تھی - اس نظم کے متعلق ھم اپنا خیال آگے بیان کرینگے -

غرض ، محسن نے میاں صاحب کے مدحیہ قصیدے میں اپنے شش ماھے کے بند ھونے کی اطلاع کے ساتھ ساتھ اس کو مضاعف (دگنا) کردینے کی درخوست کی ھے - یعنی بجائے آٹھ آنے کے ایک روپیہ روز ، تیس روپیہ ماھوار ! خبر نہیں میاں صاحب نے یہ درخواست منظور کی یا نہیں - قرائن یہی ھیں کہ درخواست منظور نہیں ھوئی کیونکہ قانع نے ، جو محسن کی وفات کے برسوں بعد اس کے حالات لکھے ھیں آٹھ آنے روزینہ ھی لکھا ھے -

بہر حال محسن کی ساری زندگی قدردانی کے دونوں پہلووں سے محروم رھی - ممکن ھے کہ اتنی کم عمر یعنی صرف (۳۲) سال میں وفات پا جانے کا ایک سبب اس کی یہی محرومیاں اور مایوسیاں بھی ھوں -

نادری ھنگامے کے بعد میاں نور محمد کا مشغلہ قرآن کی کتابت تھی - جب وہ ایک نسخے کی کتابت ختم کر لیتے تھے تو محسن اس پر ایک قطعہ تاریخ کہا کرتا تھا - ایسے تین چار قطعات تاریخ ، دیوان محسن میں موجود ھیں - آخری قطعهٔ تاریخ

کا شعر ہے :

چوں شد شب دوشنبه وهم نیمهٔ شعبان تمام
" ختم کلام ایزدی " تاریخ اتمام آمده

"ختم کلام ایزدی" کے اعداد ۱۱۶۳ ہوتے ہیں - یعنی دوشنبہ کی رات ۱۵ - شعبان ۱۱۶۳ ھ کو کتابت ختم ہوئی - اس کے دو مہینے پانچ دن کے بعد ۲۰ - شوال ۱۱۶۳ ھ کو محسن نے وفات پائی -

دیوان محسن میں ایک مختصر قصیدہ میاں نور محمد کی مدح میں ہے (ص ۳۴۸) - اس میں سات مدحیہ اشعار کے بعد یہ درد ناک اشعار ہیں :

"محسن" که دعا گوی وثنا خوان تو بوده
زین دار فنا رفت به تقدیر خدائی
امید که از غایت لطف وکرم خویش
بر حال یتیمان نظر رحم نمائی
نه منصب و نه مزرعه دارند نه باغے
از قید غم و غصه ندارند رهائی
هر لحظه ز آه شرر افشان دل شان
از گنبد گردون گذرد تیر هوائی
باید که تو از صیقل لطف وکرم خویش
از آئینهٔ خاطر شان زنگ زدائی
هر مشکل شان حل کنی از راه تفضل
هر عقدهٔ دشوار که دارند کشائی
تا باز " غلام علی " از شوق چو بلبل
در باغ دعاے تو کند نغمه سرائی

ہمارا خیال ہے کہ یہ قصیدہ محسن نے مذکورہ بالا قطعہ تاریخ کے ساتھ میاں صاحب کی خدمت میں بھجوایا ہوگا۔ قصیدہ صرف چودہ اشعار کا ہے۔ اس میں قصیدہ کی خصوصیات موجود نہیں ابتدائی چار شعر مدح کے پھر تین شعر دعائیہ ہیں۔ اور بغیر کسی گریز کے شاعر نے اپنا مدعا بلکہ درخواست رحم شروع کردی ہے جو صرف سات اشعار پر مشتمل ہے۔ محسن کا کوئی قصیدہ ایسا بے ربط نہیں اسلئے یقین ہوتا ہے کہ یہ شدید علالت کی حالت میں کہا گیا ہوگا۔ باوجود اس کے شاعر نے اپنی اور اپنے خاندان کی حالت زار کو بیان کرنے کا کیسا نیا پہلو نکالا ہے — محسن مر گیا۔ اس کے بال بچوں کا کوئی سہارا نہیں نہ منصب ہے، نہ کوئی کھیت ہے اور نہ کوئی باغ ہی ہے جس سے کوئی آمدنی ہو۔ صرف آپ کا سہارا ہے۔ آپ رحم فرمائیں تو یتیموں کا گذارا ہوگا اور میرا بیٹا "غلام علی" آپ کے لئے دعا کرتا رہیگا" ---

غلام علی "مداح" کی عمر اس وقت اٹھارہ سال کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعر کہنے لگا تھا۔ اور باپ کو امید تھی کہ وہ بلبل کی طرح چہکے گا۔ محسن کی یہ توقع پوری ہوئی۔ غلام علی مداح بڑا اچھا شاعر نکلا اور اپنے وقت پر استاد ثابت ہوا۔ مگر مرنے والا شاعر اپنے یتیم ہونے والے بچوں کو بے سہارا دیکھ کر کس حسرت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا ہوگا!

محسن کی شکل وصورت دیوان کے صفحے ۴۶۳ پر ایک چھوٹی سی مثنوی ہے جو میاں نور محمد کو مخاطب کر کے

کہی گئی ھے ۔ میاں نور محمد کا دارالحکومت شہر خدا آباد تھا ۔ اب یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ھے۔ کراچی سے کوئٹہ جانے والی ریلوے اس قصبہ پر سے گذرتی ھے ، خدا آباد ریلوے اسٹیشن ھے ۔ اس زمانے میں ٹھٹے سے خدا آباد کو گھوڑے یا اونٹ کی سواری پر جایا کرتے تھے ۔ اس مثنوی سے معلوم ھوتا ھے کہ میاں نور محمد نے محسن کو خدا آباد بلایا تھا ۔ مگر محسن اپنی مفلسی کی وجہ سے جا نہیں سکتا تھا ۔ کہتا ھے کہ اگر میں اتنا ضعیف اور حقیر نہ ھوتا تو آپ کے یاد کرنے پر سر کے بل آتا :

منم محسن از دل دعا گوی تو   ثنا گستر نام نیکوی تو
نبودم ضعیف و حقیر آن قدر   که آیم بپای تو پا کرده سر
ولے چوں بیادت فرا آمدم   یقیں زیر ظل ھما آمدم
چو یادم نمودی ز یادم مده   ز خاکم گرفتی ببادم مده

مثنوی کے آخر میں اپنی مجبوریوں کو صاف الفاظ میں یوں بیان کرتا ھے :

ندارم سواری نه زاد سفر   نه جاے نشستن ، سخن مختصر

" سواری رکھتا ھوں ، نہ زاد راہ رکھتا ھوں، اور نہ میرا کوئی مکان ھی ھے " — اس نظم میں امرکوٹ (عمر کوٹ) کی فتح کا بھی حوالہ ھے اور میاں نور محمد خان کے تین مرتبہ مسلسل قرآن کی کتابت کے ختم کرنے کا بھی ذکر ھے ۔

سه مصحف پیاپے رقم کرده‌ای   سه گنجینه زیر قلم کرده‌ای
زدی برکمر قوم طاغوت را   زبت صاف کردی امرکوت را

ان واقعات کے ذکر سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ھے کہ یہ نظم ١١٦٠ھ کے لگ بھگ کہی گئی ھوگی جو شاعر کی زندگی کا

آخری زمانہ ھے ۔ اس نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ھے کہ میاں صاحب نے محسن کو اس وقت تک دیکھا نہیں تھا اس سلسلے میں بطور دفع دخل مقدر اپنے کم رو اور حقیر ہونے کا اس طرح ذکر کیا ھے :

اگر نقش صورت مرا خوب نیست
چو معنی بود ، نقش مطلوب نیست

"حکیم لقمان کے متعلق مشہور ھے کہ وہ حبشی نژاد تھا ۔ اس کے ہونٹ موٹے تھے ۔ کسی نے اس کے موٹے ہونٹوں پر طعن کیا ۔ لقمان نے جواب دیا کہ اے ظاہر شناس تو میرے موٹے ہونٹوں کو کیا دیکھتا ھے ، یہ دیکھ کہ ان موٹے ہونٹوں سے باتیں کتنی باریک نکلتی ھیں" چنانچہ کہتا ھے :

بہ لقمان کسے گفت کاے حق پرست
چہ بسیار لبہاے تو گندہ است
بپاسخ بدو گفت حکمت شناس
کہ اے سست معنی و صورت اساس
ازین گندہ لب حرف باریک بین
خط نور در عین تاریک بین

اس کے بعد میاں نور محمد کو کہتا ھے کہ "خدا کا شکر ھے آپ صورت پرست نہیں ھیں بلکہ معنی شناس ھیں ۔ اس لئے اگر حاسد مجھے بد صورت کہتا ھے تو آپ اس کی پروا نہیں کرینگے بلکہ میرے حسن خیال کی قدر فرمائینگے" :

سپاس خداوند بالا و پست
کہ معنی شناسی نہ صورت پرست
اگر زشت گوید حسد پیشہ ام
تو نیکی ، بدان نیک اندیشہ ام

عادات وخصائل قانع نے لکھا ہے : "وضع شاعری درست داشته ، وصحبتش خالی از فیض نبود ۔ وهمواره سرشار وسرخوش می زیست"۔ اچھی شاعرانه وضع رکھتا تھا ۔ اس کی صحبت فیض سے خالی نه تھی ۔ ہمیشه سرشار اور سرخوش زندگی گذاری ۔

باده وجام کی کشش سے اکثر شعرا محفوظ نه ره سکے ۔ حافظ شیراز کی غزلوں اور نظموں سے تو یه پته چلتا ہے ۔ که باده نوشی ان کا روز کا معمول تھا ۔ شیراز کی حکومت پر کبھی کسی بادشاہ نے قبضه کیا کبھی کسی نے ۔ امیر مبارزالدین نے شاہ ابو اسحاق کے قتل کے بعد شیراز پر قبضه کیا تو احکام شرع کی پابندی کرانے میں بڑی سختیاں کیں ۔ اس کے دور حکومت میں علماء اور زہاد کا اثر و رسوخ بڑھ گیا ۔ ان کی کوشش سے شیراز میں شراب بند کردی گئی ، اس پر حافظ نے کتنی حسرت بھری غزل کہی ہے جس کے چند شعر یه ہیں :

بود آیا که در میکـده ها بکشایند
گره از کار فرو بستهٔ ما بکشایند
اگر از بهر دل زاهد خود بین بستند
دل قوی دار که از بهر خدا بکشایند
در میخانه به بستند ، خدایا مپسند
که در خانهٔ تزویر و ریا بکشایند

ایک قطعے میں حضرت حافظ نے کسی دوست سے شراب نه بھیجنے کا گله کیا ہے :

صاحبم دوش باده نفرستاد آن خطا این خطاب می ارزد
لعل و یاقوت جام او گوئی ملک مالک رقاب می ارزد
قطعه ای پیش او فرستادم که بصد خم شراب می ارزد

محسن تتوی پر بھی اس لال پری کا سایہ تھا۔ یقین ہے کہ زندگی کی تلخیوں اور ناکامیوں نے "سایۂ تاک" میں پناہ لینے پر مجبور کردیا ہوگا!

معلوم ہوتا ہے کہ اسے ایک مرتبہ اپنی بادہ نوشی پر بڑی ندامت ہوئی۔ عرفی کے ایک شعر کو سہارا بنا کر ایک ترجیع بند لکھی جو توبہ نامہ ہے۔ اس کے چند شعر یہ ہیں: (ص ۳۹۱)۔

اے توبہ پذیر توبہ فرما　　بر اشک ندامتم بہ بخشا
جز مشق گناہ یک قلم نیست　　بر صفحۂ روزگارم انشا
شد روی دلم ز بسکہ تیرہ　　از آتش جرم ومعصیت ہا
مستانہ برائے شست وشویش　　در عالم آب رفتم از جا
ہرچند کہ شستم آن سیاہی　　از بادۂ ناب ہوش فرسا
ظلمات بعض ہا علی بعض　　بر چہرۂ کار شد ہویدا
چون حال برین مثال دیدم　　شد اشک ندامتم چو دریا
خون گشت دل ودوید برچشم　　آخر ز مژہ فتادہ از پا
اکنون کہ گذشت ازسرم آب　　جز کشتیٔ فضل نیست پیدا
اقرار کنم بہ بیت "عرفی"　　در پیش تو اے غفور دانا

کردم زشراب ناب توبہ
وزکردۂ ناصواب توبہ

اس کے بعد پانچویں بند میں کہتا ہے:

با دختر رز چو کام راندم　　از یاد حبیب باز ماندم
روداده غریب صورتی چند　　چون معنیٔ شان بدل نشاندم
کورانہ بچار سوے شہوت　　بس مرکب نفس را دواندم

عمرے پے صید جیفہ چند — شہباز خیال را پرانـدم
بر عشوۂ پیر زال دنیا — سرمایۂ عمر را فشاندم
ناگہ بفروغ مہر حیدر — یک رخنہ بدل بہم رساندم
دیدم ہمہ کاروبار خود را — بے ہوش شدم زکار ماندم
دامن زغبار خواہش نفس — مردانہ بدست خود تکاندم

یہ اشعار شاعر کے احتساب نفس کے آئینہ دار ہیں - اپنے قابل اعتراض اعمال کا جو ذہنی رد عمل ہوا ہے اس کو خلوص کے ساتھ نظم کیا ہے - اس زمانے کے عوام جو محسن کے کمال فن سے آگاہ نہیں تھے اس کی ظاہری حالت پر ضرور نکتہ چینی کرکے دل دکھاتے ہونگے - امرا اور فرماں روا کے دربار میں بدگوئی کرکے شاعر کے راستے میں کانٹے بچھاتے ہونگے !

اس کا پتہ نہیں کہ یہ نظم کس زمانے میں کہی گئی ہوگی مگر کلام کی پختگی اور فکر کی بلندی یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ بھی آخری دور کی نظموں میں ہوگی -

محسن کا مذہب ہم نے اس مقدمہ کی ابتدا میں سندھ کے جغرافی موقع محل کے لحاظ سے اس کی تاریخ کا ہندوستان کے دوسرے خطوں کی تاریخ سے مختلف ہونا بیان کیا ہے - انہیں جغرافی اور تاریخی خصوصیات کی وجہ سے سندھ کی مذہبی خصوصیات بھی جداگانہ رہیں - "موئن جوڈرو" کے آثار سے پتہ چلا ہے کہ وہ آریاؤں کی آمد سے پہلے کی دراوڑی تہذیب کا شہر تھا - اس قوم کے مذہب اور زبان کے متعلق بہت کچھ تحقیقاتی کام باقی ہے - بعض تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ سندھ کسی زمانے میں ایران کے کیانی بادشاہوں کی سلطنت میں

رہ چکا تھا ۔ بعد کے ایک دور میں سکندر اپنی فوج کے ساتھ یہاں آیا ۔ اسلام کے قبل ایران کے ساسانی بادشاہ یا اس کے کسی سپہ سالار نے غالباً نوشیروان کے زمانے میں ، سندھ کو دوبارہ فتح کرکے سلطنت ایران میں شامل کرلیا تھا ۔ غرض ، ان سب واقعات کی وجہ سے مختلف مذاہب کے اثرات کا یہاں کے تاریخی پس منظر میں موجود رہنا دائرہ امکان سے خارج نہیں ۔ ان سیاسی اسباب کے علاوہ ، خالص مذہبی نقطہ نظر سے یہ بھی تحقیق طلب ہے کہ بودھ مت اور جین مت کے اثرات سندھ میں کہاں تک پھیلے ۔

ظہور اسلام کے بعد محمد بن قاسم سے پہلے ، علافی عربوں کے سندھ میں آنے اور مقیم ہوجانے کی اطلاعیں بھی موجود ہیں ۔ محمد بن قاسم کی آمد کے وقت یہاں صرف ہندو مت ہی نہیں تھا جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے بلکہ بودھ مت کے ماننے والے بھی بکثرت تھے ۔ اور مشرقی سمت میں ، کچھ اور کاٹھیاواڑ کی طرف جین مت کے ماننے والوں کی کثرت تھی ۔ قلات بلوچستان اور مکران کے ساحلی علاقوں میں زردشتی عقاید کے وجود کا بھی امکان ہے ۔

محمد بن قاسم کی فتوحات کے بعد یہاں سرعت کے ساتھ اسلام کے پھیل جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ یہاں مختلف مذاہب اپنے مراکز سے دور ، حکومت کی سرپرستی سے محروم کس مپرسی کے عالم میں تھے ۔ اس صورت حال میں ، ابتدائی زمانے کے اسلام کی سادگی ، اخوت اور حکمرانوں کی انصاف پسندی نے لوگوں کو بہت متاثر کیا ہوگا ۔ یہ زمانہ بنی امیہ کی خلافت کا تھا ۔ واقعۂ کربلا کے بعد شیعان علی کا گروہ جو الگ ہوگیا تھا ، اتنا وسیع اور طاقتور نہیں ہوا تھا کہ اس کے اثرات

سندھ تک پہنچنے — بنی امیہ کے بعد بنی عباس خلیفہ ہوے۔ دارالخلافہ دمشق کی بجائے بغداد بن گیا۔ عراق میں اسماعیلی عقاید پھیلنے لگے تو اس فرقہ کے داعی سندھ بھی آنے لگے۔ محمودغزنوی کے زمانے تک سندھ سے پنجاب تک اسماعیلی عقائد خاصے پھیل گئے تھے۔ پھر بھی اکثریت سنی عقاید والوں ہی کی تھی۔

دسویں صدی ھجری میں ایران میں صفوی سلطنت کے قیام کے بعد ایران کا سرکاری مذھب شیعہ اثنا عشری قرار پایا۔ اس سلطنت کے قیام سے پہلے بھی ایران میں شیعہ سنی حکمرانوں میں مذھبی تعصب کی بناء پر بڑی خوں ریزیاں ھوتی رھی تھیں مگر صفوی سلطنت کے قیام کے بعد سنیوں کا ایران میں زندہ رھنا مشکل ھو گیا۔ سندھ میں اس وقت جام نظام الدین سمہ کی سلطنت کا اختتام اور شاہ حسن ارغون کی دولت نو کا آغاز تھا اس زمانے میں بہت سے سنی شعرا اور سنی اھل کمال ایران چھوڑ چھوڑ کر سندھ آے۔ بارھویں صدی کی ابتدا تک صفوی سلطنت بہت کمزور ھوگئی۔ قندھار کے افغانی سردار میر ویس غلزئی نے حکومت ایران کے خلاف کامیاب بغاوت کی اور اس کے جانشینوں نے شاہ ایران کی افواج کو شکستوں پر شکستیں دے کر ایران کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اصفہان کو کئی مہینے کے سخت محاصرے کے بعد فتح کرلیا، قتل وغارت کا وہ بازار گرم ھوا کہ شیعوں کی زندگی عذاب ھو گئی۔ اب شیعہ مہاجرین نے ھندوستان اور سندھ کا رخ کیا۔ آخرکار نادر کے عروج نے افغانی طاقت کو توڑا۔ بلکہ یوں سمجھنا چاھئے کہ افغانیوں کے مظالم اور تعصب مذھبی نے نادر قلی کو نادر شاہ بنادیا۔

ادھر ھندوستان میں دسویں صدی ھجری ھی کے آغاز میں سنی

طبقے کے اندر حضرت سید محمد جونپوری کے مریدوں اور پیرووں کا ایک ذیلی فرقہ "مہدویہ" وجود مین آیا، جو سید موصوف کو "مہدی" مانتے تھے۔ مہدویوں اور غیر مہدویوں کے درمیان ہندوستان مین کئی مرتبہ کشت وخون ہوا۔ (لطف کی بات یہ ہے کہ عام سنی طبقہ کے خیال میں حضرت سید محمد جونپوری کو "مہدی" ماننے والے "غیر مہدوی" تھے۔) دونوں فرقے سنی اور سنیوں میں بھی حنفی تھے مگر مخالفت کے جوش میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے۔ حضرت سید محمد جونپوری کی سندھ میں آمد کے بعد بہت سے لوگ ان کے سلسلے مین داخل ہوئے، جو بتدریج بڑھتے ہی رہے۔ سندھ کا کلہوڑہ خاندان مہدوی سلسلہ بیعت مین داخل تھا اور اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت سید محمد جونپوری کی تعلیمات سے اس خاندان نے اتنا عملی فائدہ اٹھایا کہ ایک حکومت قائم کرلی۔ کلہوڑہ فرماں رواوں کی یہ خاص حیثیت اپنا جواب نہین رکھتی کہ یہ اپنے ملک کے حاکم بھی تھے اور اپنے لاکھوں مریدوں کے پیر ومرشد بھی۔ ان کے سرداروں کا لقب امیر یا نواب کے بجائے "فقیر" ہوتا تھا۔

سندھ مین مغلیہ سلطنت کے بھیجے ہوئے بعض شیعہ صوبہ‌داروں نے مثلاً سہوان مین احمد بیگ خاں نے اور ٹھٹے میں سیف‌اللہ خاں نے، شیعہ عقاید کو بہت رواج دیا۔ کلہوڑوں کے آخری حکمرانوں کے زمانے مین اس حکومت کے مشہور سپہ سالار شہداد فقیر کے پوتوں نے شیعہ عقاید اختیار کرلئے اور بعد میں آخری فرمان روا میاں عبدالنبی کو ہالانی کے میدان میں شکست دے کر خود سندھ کے حکمران بن گئے۔

سندھ وہ خطہ ہے جہاں اسلام کے مختلف فرقے — سنی،

شیعه ، اسماعیلی ، مہدوی وغیرہ — اور اہل طریقت میں — قادری ، سہروردی ، نقشبندی ، قلندری وغیرہ — سب پھولتے پھلتے رھے - ایران میں کسی سنی کا اور ترکستان میں کسی شیعه کا زندہ رھنا ممکن نہیں تھا - مذھبی رواداری کے باب میں سندھ نہ صرف قابل تعریف ھے بلکه اپنی مثال نہیں رکھتا - اتنے مختلف اور متضاد عقائد کے باوجود مسلمانوں کے اندر مذھبی تعصب کی بناء پر عام خونریزی کے واقعات سے یہاں کی تاریخیں رنگین نہیں ھیں - اس کے ساتھ ساتھ لوگوں میں آئے دن تبدیلی عقاید کی مثالیں بھی بکثرت ملتی ھیں -

اس پس منظر میں ھم "محسن" کے مذھب اور عقائد پر نظر ڈالتے ھیں تو معلوم ھوتا ھے که وہ سنی گھرانے میں پیدا ھوا لیکن بعد میں اس نے شیعی عقائد اختیار کرلئے - جب کوئی شخص کسی نئے مذھب یا عقیدے کو اختیار کرلیتا ھے تو وہ پرانے اھل مذھب سے بھی زیادہ پرجوش ھوتا ھے - یہی حال محسن کا بھی ھے - اپنی کتاب "حملہ ٔ حسینی" کے آغاز میں اس نے اپنے آپ کو سنی کہہ کر اپنے اختلاف کو اس طرح پیش کیا ھے -

تعصب مفرما ز من گوش کن   مقلد مباش وسخن گوش کن
سخن را بآیات سنت شنو   سخن را به برهان وحجت شنو
منم سنیٔ پاک مذهب چنان   که بیزارم از مذهب دیگران
ولے دارم از سنیان پر عجیب   ولائے معاویہ ٔ بے نصیب
که گویند اوهم ز احباب بود   چو مقداد ، بوذر ز اصحاب بود

یہاں اپنے آپ کو سنی کہنے سے اس کا مطلب اپنے خاندان کے سنی ھونے سے ھے ؛ ورنـه اس کا سارا کلام شیعی عقاید اور مسائل سے بھرا ھوا ھے - ایک جگه کہتا ھے :

سگ اصحاب کہف از من نباشد با وفا "محسن"
کہ کلب درگہ شیر خدایم ، شیعہ پاکم

بعض عقائد اور مسائل کے طریقۂ اظہار سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کو قبول کرنے سے پہلے اس کو کچھ تامل اور تردد رہا ہوگا۔ لیکن جب شیعہ طریقے کو قبول کر ہی لیا تو پھر تمام عقائد قابل تسلیم تھے۔ تولا کے ساتھ تبرا کے لازمی ہونے کو اس نے ایک رباعی میں اس طرح پیش کیا ہے :

بے نفی بہ اثبات نمی آید عقل
شد وصل تبرا بہ تولا در اصل
از جہل بود دوستیٔ دشمن دوست
جمعیت ضدین نمی گیرد شکل

محسن کے عقائد میں تبدیلی کی ابتدا نواب لطف علی خاں کی صحبت میں ہوئی ہوگی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ، نواب لطف علی خاں ، سید یوسف رضوی بھکری کی اولاد میں تھا ، جو حضرت سید محمد جونپوری کے سلسلے میں مرید تھے۔ انھیں حضرت جونپوری سے ایسی گہری عقیدت تھی کہ بھکر چھوڑ کر ٹھٹے کے قریب مکلی کی پہاڑی پر اس مقام پر اقامت اختیار کرلی تھی ، جہاں مشہور تھا کہ حضرت جونپوری نے قیام کیا تھا۔ سید یوسف بھکری کا مزار بھی وہیں ہے اور معتقدین کی زیارت گاہ ہے۔ ان کے بعد ان کے خاندان کے افراد "مہدوی بھکری" کہلاتے رہے۔ نواب لطف علی خاں کے ابتدائی حالات ہمیں نہیں ملے۔ وہ ۱۱۲۵ ھ میں ٹھٹے کا ناظم بن کر آیا۔ اس وقت بھی وہ صاحب خطاب تھا اور مغلیہ سلطنت کے امرا میں شمار کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہمارا قیاس تو یہ

ہے کہ قطب الملک سید حسن علی خان بارھہ کے قیام بھکر کے زمانے میں لطف علی خان ضرور اس سے وابستہ رہا ہوگا۔ اسی تعلق کی بناء پر قطب الملک کے دور اقتدار میں اس کو ٹھٹے کی نظامت ملی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نواب لطف علی خان کو ابتدا میں شاہی منصب بھی اسی نے دلوایا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ان گہرے تعلقات نے نواب لطف علی خان کے عقاید پر بھی اثر ڈالا ہو یا خود قطب الملک کی تبلیغی کوششوں سے اس نے شیعہ عقائد اختیار کئے ہوں۔ ملازمت کے سلسلے میں نواب لطف علی خان کہاں کہاں رہا اور کن وجوہ سے اس نے اپنا خاندانی عقیدہ ترک کر کے شیعی عقیدہ اختیار کیا، اس کو ہم ٹھیک ٹھیک متعین نہیں کرسکتے۔ یہ بڑا قابل نواب تھا۔ فارسی کا بڑا اچھا انشاء پرداز، مفکر اور شاعر تھا۔ اس کی تصنیف "طلسم سعادت" کا جو نسخہ سندھی ادبی بورڈ میں ہے، افسوس ہے کہ مکمل نہیں، تاہم جو کچھ ہے اس سے اس کے مضبوط شیعی عقائد کا پتہ چلتا ہے۔ بعض مسائل میں سنی عالموں سے اس کی جو بحث ہوئی تھی وہ بھی درج کی ہے۔ بعض مقامات پر مخالفین کو گالیاں بھی دی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف خود شیعی بنا بلکہ چاہتا تھا کہ دوسروں کو بھی اپنا ہم عقیدہ بنائے اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ محسن کو اسی نے اپنی تبلیغ سے ہم عقیدہ بنایا ہو۔

نواب لطف علی خان کی وفات کے بعد محسن نواب محمد تقی خان اور نواب صادق علی خان فرزندان نواب سیف اللہ خان سے وابستہ ہوا۔ نواب سیف اللہ خان کے متعلق میر قانع کا یہ بیان ہم نے پہلے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے دور نظامت میں ٹھٹے میں شیعہ مذہب

کو بڑا رواج دیا - یہ دونوں اس کے لڑکے تھے ظاہر ہے کہ یہ دونوں بھائی بھی اوروں کے مقابلے میں شیعیت کی ترویج کا کچھ زیادہ ہی خیال رکھتے ہونگے -

اسی زمانے میں آقا محمد شیخا "مقبل" ہندوستان سے سندھ پہنچا - نواب صادق علی خاں نے اس کی بڑی خدمت کی - آقا محمد شیخا کا ایران میں سلطان حسین میرزا صفوی کے زمانے میں بڑا اعزاز تھا - ایران پر قندھار کے افغانیوں کے غلبہ کے زمانے میں آقا شیخا اصفہان میں روپوش رہا - جب نادر نے افغانی اقتدار کا خاتمہ کردیا تو یہ باہر نکلا اور ہندوستان چلا گیا - وہاں سے غالباً ۱۱۴۹ ھ میں یا ۱۱۵۰ ھ میں سندھ آیا - آقا محمد شیخا کو ائمہ اہل بیت سے شدید محبت اور عقیدت تھی - سید الشہدا کے غم میں ہمیشہ اشکبار رہا کرتا تھا چنانچہ اس کی ایک آنکھ تو خشک ہی نہیں ہوتی تھی - آقا شیخا نہایت خوش گو شاعر تھا - ملا حسن کاشی کے مشہور ہفت بند کی تقلید میں اس نے بھی ایک ہفت بند تصنیف کی جس میں افغانی مظالم کو دردناک انداز میں بیان کیا ہے - میر قانع کا بیان ہے کہ محسن تتوی نے اس سے بہت کچھ اصلاح سخن پائی -

غرض اپنے ذہنی نشوونما کے زمانے میں محسن کا وقت زیادہ تر شیعی حلقوں میں بسر ہوا اس سے اس کے عقائد پختہ ہوگئے - ممکن ہے میاں نور محمد کو اس کے شیعی ہونے کی وجہ سے بھی کچھ تکدر رہا ہو جس کی وجہ سے شاعر کی قدردانی اور امداد میں فراخدلی پیدا نہ ہوسکی -

کلام محسن کا استحصال محسن کی شعر گوئی کی مدت

۱۱۴۹ ھ سے ۱۱۶۳ ھ تک تقریباً پندرہ سال رہی - اس کے کلام کی مقدار اور اونچے معیار پر نظر کر کے حیرت ہوئی ہے کہ اتنی کم مدت میں اس نے فارسی ادب میں کتنا بڑا ورثہ چھوڑا -

اس مدت میں وہ ایک طرف قصاید اور قطعات بھی کہتا رہا ، غزلیں بھی ہوتی رہیں - مراثی اور مناقب بھی کہے اور "حملہ حسینی" کی سی ضخیم تاریخی مثنوی بھی لکھی - ان کے علاوہ "محک کمال" کی تالیف بھی کی جو بظاہر آسان معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں فارسی شاعری کا عطر ہے اور مولف کے صحیح ذوق شعر اور وسعت مطالعہ کا ثبوت ہے -

غرض، محسن کے یہ پندرہ سال بڑی سخت ادبی مصروفیت میں بسر ہوئے - اس کی اپنی تصنیفات کے علاوہ خبر نہیں اس نے کن کن لوگوں کو کیا کیا کہہ کر دے دیا جس کے وہی لوگ مصنف بن بیٹھے - قانع نے صرف ایک مثال — آقا زکی دہ باشی - کی بیان کی ہے - یہ اطلاع اسے محسن کے بیٹے غلام علی مداح سے ملی ہوگی - ہوسکتا ہے کہ اس کے علاوہ اور لوگوں کو بھی محسن نے اپنا کلام دیا ہو جن سے خود مداح بھی اپنی کم عمری کی وجہ سے واقف نہ رہا ہو - قانع کہتا ہے :

"آقا زکی دہ باشی عہد نادری میں ٹھٹھہ آیا تھا - محمد محسن شاعر سے اس کا ربط ضبط بہت بڑھ گیا - اس کے بعد وہ ٹھٹھہ سے خدا باد (یعنی میاں نور محمد کے دارالحکومت) کو چلا گیا - وہ اکثر محسن سے شعر کی فرمائش کیا کرتا تھا اور ایسے معانی و مطالب جو خود اس سے موزوں نہیں ہوسکتے تھے محمد محسن سے کہلوا لیتا تھا - اس طرح محمد محسن نے کئی داستانیں اور مثنویاں اس کے نام

سے کہکر دیں - فقیر (قانع) نے محسن کے بیٹے میاں غلام علی مداح کے ہاں ان تصنیفات کے مسودوں میں سے چند کے مسودے دیکھے ہیں - اور اس کے (آقا زکی کے) ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط بھی دیکھا ہے جس میں ایک ایسی حکایت کو نظم کرنے کی درخواست کی تھی جس کو وہ خود نظم نہیں کرسکتا تھا " — (مقالات الشعرا ص ٢٦٢)

نادر کی لوٹ مار کے زمانے میں سندھ کا مال و خزانہ ھی نہیں لٹا بلکہ ذھنی پیداوار بھی لٹتی رھی !

محمد تقی خاں اور صادق علی خاں سے محسن کا اپنے ابتدائی زمانے میں جو ربط ضبط تھا اس کا ذکر آچکا ہے - محمد تقی خاں بھی شاعر تھا اور "عاشق" تخلص کرتا تھا - قانع نے محمد تقی خاں کے حالات میں محسن کا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا ہے : (مقالات ص ٢٦٢)

"ایک روز محمد تقی خاں نے فی البدیہہ یہ شعر کہا

کو وحشتے کہ بے خودم از جا برد مرا
مجنوں صفت بہ دامن صحرا کشد مرا

محمد محسن تتوی حاضر تھا اس نے بداھتاً اس کے جواب میں کہا :

وحشیٔ دشت عدم ھم بستۂ فتراک کرد
باز آن صیاد یارب درپے آھوے کیست

دونوں شعروں کا موضوع ایک ھی ہے - محمد تقی خان کا شعر — دندان تو جملہ در دھانند — کا مصداق ہے - مگر محسن نے اسی

مضمون کو کس نزاکت سے شعر کے سانچے میں ڈھالا ہے ! اس زمین میں محسن کی پوری غزل دیوان کے صفحہ (۷۰) میں موجود ہے ۔ اس کے بعد قانع کا بیان ہے کہ — "میں نے محمد تقی خاں کی یہ دو غزلیں محمد محسن کے خط میں لکھی ہوئی دیکھی ہیں ۔" — آقا زکی دہ باشی کا واقعہ سننے کے بعد یہ شبہہ ہوتا ہے کہ یہ غزلیں بھی محسن ہی کی کہی ہوئی نہ ہوں ۔

میر قانع کی یہ شرافت نفس کہ وہ کسی کی برائی نہیں کرتے بلکہ تاریخی شخصیتوں کے جرائم پر بھی پردہ ڈال دیتے ہیں ، اخلاقی نقطہ نظر سے کتنی ہی بلند چیز کیوں نہ ہو ، لیکن فن تاریخ کے معیار میں قابل تعریف چیز نہیں ہے ۔ فن تاریخ کی نظریں بابر بادشاہ یا ملاے بدایونی کے سے بے مروت راست گو مورخ کو تلاش کرتی ہیں جو نہ دشمن کو بخشے نہ دوست کو ، اور نہ اپنے آپ کو !

محمد تقی خاں "عاشق" کی ان دو غزلوں کی زمین میں محسن کی بھی غزلیں دیوان میں موجود ہیں ، توازن کی غرض سے ہم صرف ہم قافیہ اشعار یہاں درج کرتے ہیں :

عاشق : نمود طرز خوشے سرمہ حسن و رنگ ترا
فزود رنگ دگر نرگس فرنگ ترا

محسن : زیادہ کرد خطت حسن شوخ وشنگ ترا
فزود نشا نمک بادہ فرنگ ترا

عاشق : چو چشم مور دل من ازین سبب تنگ است
کہ پر ز بوسہ نمایم دہان تنگ ترا

محسن : بہ نارسائیم این خلعت قبول بس است
کہ تکمہ شد دل تنگم قباے تنگ ترا

عاشق : بیا بہار جنون مرا بکن امداد
که تا بدوش کشم باز بار سنگ ترا

محسن : نموده هر گل زخمم بهار طاؤسی
خواص بو قلموں است ضرب سنگ ترا

عاشق : به تار نالهٔ خود ناخنے بزن "عاشق"
که در صدا اثر دیگر است چنگ ترا

محسن : چرا نه مجلس عشاق را کند رنگین
حنا ز شعلهٔ آواز تست چنگ ترا

دوسری غزل کے صرف دو شعر هم قافیه هیں :

عاشق : در شمار درد اگر فریاد رس می داشتم
می شمردم نالها را تا نفس می داشتم

محسن : چون صبا بر ناخنے گر دسترس می داشتم
غنچهٔ دل می کشودم تا نفس می داشتم

عاشق : در اسیری می شدم آزاد از آزادگی
من اگر کنجے بیک کنج قفس می داشتم

محسن : بنده آزادی مکن صیاد ، صید آزاده ام
کافرم کافر ، اگر غم از قفس می داشتم

محسن کی غزل میں ، جرس - بس - عسس - هوس - تار نفس کے قوافی پر اشعار هیں "عاشق" کی غزل کے قافیے ، فریادرس - دسترس - خس - مگس - بکس پر محسن نے کوئی شعر نہیں کہا - هوسکتا ہے که محسن نے چوده پندره شعر کی غزل کہی هو اس میں سے چھ سات شعر "عاشق" کی "نذر" کے لئے الگ کردے هوں -

ان دو غزلوں کا مسودہ محسن کے ہاتھ کا لکھا ہونا اور اسی کے ذخیرۂ مسودات میں پایا جانا ، آقا زکی دہ باشی کو بھیجی ہوئی نظموں سے مماثلت رکھتا ہے اور اوپر کے ہم‌قافیہ اشعار کے موازنہ سے بھی دونوں غزلوں کے مصنف کے ایک ہی ہونے کا قوی احتمال ہوتا ہے ۔ کاش میر قانع اس کے متعلق مداح کا بیان یا اپنی رائے ہی صاف صاف لکھ دیتے ! ہم تو یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہیں کہ نہ صرف یہی دو غزلیں بلکہ خبر نہیں اور کتنا کلام محسن نے اپنے مربی اور سرپرست کو بطور "نذرانہ" پیش کیا ہو ۔ کون بتا سکتا ہے کہ محسن کے کتنے ادبی خزانے کو ادب کے معزز ٹھگوں نے اڑا لیا ۔ محمد تقی خان نے غالباً "چمن دین" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کی محسن نے تاریخ نکالی ہے (ص ۴۶۸) ۔ یہ تصنیف بھی مشتبہ ہوجاتی ہے ۔

اہل دولت اور با اثر لوگوں نے ہمارے شعرا اور مصنفین کی ذہنی کاوشوں پر جو ڈاکے ڈالے ہیں ان کی داستان اتنی طویل اور پراسرار ہے کہ شاید ہی پوری طرح بے نقاب کی جاسکے ۔ زوال یافتہ اسلامی ملکوں میں یہ مرض اتنا پرانا ہوچکا ہے کہ اس کو نہ مریض ہی محسوس کرتا ہے اور نہ طبیب ہی ! بلکہ ، طبیب کا وجود ہی کہاں ہے جو مرض کو تشخیص کر سکے ۔ ذہنی پیداوار کو دینے والے اور اپنے والے دونوں ، دنیا کو فریب دینے کے مجرم ہیں ۔ افسوس ہے کہ دونوں کے ضمیر اس اخلاقی جرم پر کوئی احتجاج نہیں کرتے !

محسن کی تصنیفات

قانع نے مقالات میں محسن کی تصنیفات کی جو فہرست دی

ہے وہ غالباً محسن کے فرزند غلام علی مداح کی مہیا کی ہوئی ہوگی -

(۱) عقد دوازدہ گوہر (مناقب ائمہ اطہار)

(۲) طراز دانش (بیان ولادت حضرت صاحب الزمان)

(۳) اعلام ماتم ، المشہور بہ حملۂ حسینی (بر وزن "حملۂ حیدری")

(۴) محک کمال (بیان جامع صاحب سخنان قدیم وجدید)

(۵) دیوان شعر

(۶) دیوان قصائد

۱ = عقد دوازدہ گوہر اس نام کے کسی مخطوطے کا اب پتہ نہیں چلا - موجودہ دیوان میں ائمہ اطہار کی منقبت میں جو نظمیں ہیں ان کی تعداد تیس کے قریب ہے جس میں قصائد بھی ہیں ، ترکیب بند بھی ہیں اور مخمس وغیرہ بھی -

مقالات الشعرا میں قانع نے محسن کے کلام کے جو نمونے پیش کئے ہیں وہ میاں غلام علی مداح کے منتخب کردہ ہیں - عقد دوازدہ گوہر سے یہ پانچ شعر انتخاب کئے گئے ہیں :

علی مقصود از ترتیل آیت — امیر المؤمنین شاہ ولایت
اگر از علم عین خود ستانند — یقین ، کز علم غیر از لم نماند
وگر لام خود از اسلام گیرد — اسام از ما بقی صورت پذیرد
وگر از دیں بگیرد پاے خود را — دن خالی ز دیں یابند برجا
بدیں نام است قائم زیں براہیں — اگر علم است گر اسلام گر دیں

یہ اشعار مثنوی کے ہیں اس لئے ممکن ہے پوری کتاب اسی بحر میں مثنوی کی صورت میں ہو - محسن کی یہ تصنیف یا تو ضائع

ہو گئی یا ابھی تک کسی گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی ہے۔

۲ - **طراز دانش** اس عنوان کی (۲۶۵) اشعار کی ایک مثنوی موجودہ دیوان کے صفحہ (۴۵۰) پر درج ہے۔ اس کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصے میں حمد ہے۔ دوسرے میں نعت، تیسرے میں منقبت علی مرتضیٰ اور چوتھے حصے میں وجہہ تصنیف اور صادق علی خاں کے بھائی محمد تقی خاں کی مدح ہے۔ مدح سے پہلے وجہہ تصنیف یوں بیان کرتا ہے:

ولے ہر چند چیدم ہر طرف دام
غزال معنیٔ ہر گز نہ شد رام
ازان شد طبع چون کاکل پریشان
عرق بر رو، زخجلت کرد طوفان
درین غم چون دم چندین سر آمد
بشیر جان بسر وقتم در آمد

یعنی موضوع سخن کی تلاش میں پریشان تھا کہ ایک دوست آگیا۔ وہ دوست محمد صادق ولد محمد جعفر تھا۔ اس کے متعلق میر قانع نے لکھا ہے کہ وہ شیخ عبد الغنی کا شاگرد اور نہایت قابل آدمی تھا۔ شعر فہمی اس پر ختم تھی۔ محسن اکثر اپنے شعر اسے دکھاتا تھا:

صداقت پیشہ یارے دلنوازے چو صبح از صافی دل راستبازے
انیسے، غمگسارے، مہربانے بدل چسپے۔ محبے راز دانے
سراپا ہمچو نام خویش "صادق" کند درہر دو کون یاریش صادق

غرض اپنے دوست صادق سے محسن نے اپنی مشکل بیان کی، اس نے جواب دیا:

بدامت گر نیاید صید معنی همایت می رسد در قید معنی
قلم بردار و کاغذ، امتحان کن بیا، مدح شه صاحب زمان کن
که چون خاتم امام آخرین است ستون آسمان، میخ زمین است
شہے کز مدح او کلک سخنور بریزد همچو نیسان آب گوهر
ولادت نامهٔ آن شاه بر گوی بزن از نکته سنجان هفت ابن کوی
بکش در سلک نظم این داستان را طراز دانش خود ساز آن را

محمد صادق کی یہ رائے کہ تم مہدی آخر الزمان کا ولادت نامہ لکھو، محسن کو پسند آئی، مگر پریشان حالی کی وجہ سے اس مقصد کو پورا کرنا مشکل ہو گیا:

غرض چون فضل ایزد رهبری کرد شه صاحب زمان هم یاوری کرد
برآمد بخت من از خواب غفلت کشان آورد بر درگاه دولت
چه درگه؛ درگہے با شوکت و شان محمد رونق دینی "تقی خان"
چو از الطاف او گشتم سرافراز گل پژمردهٔ من تازه شد باز
بتائید خدائے جود و المن بساحل می رسد گر کشتی من
با تمامش قلم بسا کام سازم "طراز دانش" آن را نام سازم

غرض، فضل ایزدی اور شاہ صاحب زماں کی یاوری سے محمد تقی خاں کے ہاں رسائی ہوگئی اور اس مربی کے مل جانے سے تصنیف کے مکمل ہو جانے کی امید بندھ گئی۔ اور جب یہ تکمیل کو پہنچ جائیگی تو اس کا نام "طراز دانش" رکھا جائیگا۔

مذکورهٔ بالا اشعار کے بعد ساقی نامہ کے چھ اشعار کے بعد یہ نظم ختم ہوگئی ہے ظاہر ہے کہ یہ اصل مثنوی نہیں ہے بلکہ اس کی تمہید ہے۔ یہ ۱۱۴۹ھ کے آغاز میں یا اس سے کچھ ہی قبل کہی گئی ہوگی جبکہ محمد تقی خان سے محسن کے تعلقات کی ابتدا

هوئی ۔ اس تمہید کے بعد اصل مثنوی کبھی بھی گئی یا نہیں ، کچھ نہیں کہا جاسکتا ۔ گمان غالب یہی ہے کہ محسن کو اصلی مثنوی کہنے کا موقع نہیں ملا ۔ مقالات میں جو اشعار دیئے گئے ہیں وہ اسی نظم کے حصہ اول سے انتخاب کئے گئے ہیں ۔ اگر اصل مثنوی ہوتی تو اس میں سے اور مقامات کے بھی اشعار کا انتخاب کیا جاتا ۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ، محمد تقی خان کے بھائی صادق علی خان نے صرف دو ہی سال یعنی ۱۱۴۹ ھ اور ۱۱۵۰ ھ ٹھٹہ کا اجارہ لیا تھا ۔ دوسرے سال گھاٹا آیا اور وہ اس اجارہ سے بد دل ہو گیا ۔ میاں نور محمد کے وکیل نے دربار میں کوشش کر کے میاں صاحب کے نام اجارہ منظور کرالیا ۔ میاں صاحب نے ۱۱۵۱ ھ میں شیخ غلام محمد کو اپنا نائب بنا کر ٹھٹہ بھیج دیا ۔ دوسرے ہی سال نادری ہنگامہ نے حالات کو درہم برہم کردیا ۔ مربی سرپرستی کے قابل نہ رہا ۔ ملک کا نظام حکومت بدل گیا اس لئے شاعر کا وہ ارادہ بھی پورا نہ ہوسکا ہوگا ۔

اعلام ماتم یا حملہ حسینی یہ تصنیف محسن کی شاعری کا عظیم کارنامہ ہے ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ سندھی ادبی بورڈ کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔ یہ مخطوطہ بڑی تقطیع پر ہے جس کا پیمانہ ۱۲ × ۸½ انچ ہے ۔ ہر صفحہ پر چار کالم ہیں اور ہر کالم میں ۲۵ سطریں ہیں ۔ گویا ہر صفحہ پر پچاس اشعار ہیں ۔ اس طرح عنوانوں کی جگہ خارج کردینے کے بعد ، جملۂ اشعار تقریباً نو ہزار ہیں قانع نے اس کے متعلق "دہ ہزار بیت" "تخمیناً" لکھا ہے ۔

یہ نسخہ ماہ صفر ۱۲۶۱ ھ یعنی مصنف کی وفات سے

سو برس بعد کا لکھا ہوا ہے ۔ اس کا کاتب درویش غلام حسین سبز پوش ہے ۔ خاتمہ کی عبارت یہ ہے :

"راقمۃ الحروف اضعف عباد اللہ ، احقر خلق اللہ ، درویش غلام حسین ابن مرحوم غلام حیدر سبز پوش ــ تاریخ بیست ویکم ماہ صفر المظفر ۱۲۶۱ ھ روز شنبہ بوقت دو پاس روز ، تمام شد ۔"

مخطوطہ کے سادہ صفحہ اول پر ان لوگوں کے نام ہیں جن کی ملکیت میں یہ نسخہ رہ چکا ہے ۔ مالک اول حرزعلی رضوی تھے ۔ پھر یہ میر سید روشن علی رضوی کی ملکیت میں آیا ۔ انہوں نے امام بخش رضوی کو ۱۹ صفر ۱۲۶۷ ھ میں تحفۃً دیا ۔ غالباً یہ نسخہ حرز علی رضوی ہی نے غلام حسین سبز پوش سے نقل کرایا ہوگا ۔ اسی صفحہ پر ایک جانب اس کتاب کی تیاری کا خرچ بھی درج ہے :

"خرچ کتاب حملۂ حسینی"

کاغذ (ایک روپیہ) جلد وجدول (دو روپیہ) ھدیۃ (چار آنہ) حق التحریر (چودہ روپیے) ۔ جملہ سترہ روپے چار آنے کلدار" (یعنی سکۂ انگریزی) ۔

یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ اب سے سو سوا سو سال پہلے اس کتاب کی لاگت سترہ روپے چار آنے آئی تھی ۔ اس کا کاغذ عمدہ قسم کا انگریزی ساخت کا کاغذ ہے جس پر ۱۸۳۱ء کا نشان آبی (واٹر مارک) ہے ۔ کتاب کی جلد چرمی ہے جس پر سادہ ٹھپہ ہے ۔ کتاب کے پہلے صفحہ پر تقریباً آدھے صفحہ کی رنگین لوح اور جدول ہے ۔ دوسرے صفحے پر صرف رنگین جدول ہے ۔ لوح اور جدول کا کام کسی اچھے مصور کا

نہیں ہے بلکہ نو مشق کا کام معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے خود کاتب کتاب ہی نے یہ کام بھی کیا ہو۔ البتہ باریک خطوط اور نقاط کی وجہ سے مصور کو وقت بہت صرف کرنا پڑا ہوگا۔ کاتب کا خط عمدہ اور پختہ نہیں ہے۔ مخطوطے کا پہلا شعر ہے :

سپاس خرد صانع پاک را　　همان جان دهے پیکر خاک را

اور آخری شعر ہے :

که تا کرد مختار ثقفی خروج　　کنوں حال او را به بخشم عروج

آخری شعر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شاعر نے اس کے بعد مختار ثقفی کے کارنامے بیان کئے ہونگے جو اس مخطوطے میں نقل نہیں ہوئے۔ ہوسکتا ہے کہ محسنؔ کا ارادہ ہو کہ اس کے بعد مختار ثقفی کا حال لکھے مگر اس کا ارادہ پورا نہ ہوسکا۔ میر قانع نے محسن کے اس نا مکمل کام کو ۱۱۹۴ھ میں "مختار نامہ" تصنیف کر کے پورا کیا۔ غلام علی مداح سے میر قانع کے جو مخلصانہ تعلقات تھے ان کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اگر مختار ثقفی کے حالات بھی محسن نے منظوم کئے ہوتے تو قانع کو اس کی ضرور اطلاع ملتی اور وہ "مختار نامہ" تصنیف نہ کرتا۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ قانع کو مختار نامہ لکھنے کا خیال ہی محسن کے اس ارادے کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے آیا ہوگا۔ قانع کی اس تصنیف یعنی مختار نامہ کا اصل نسخہ، سندھی ادبی بورڈ کے کتب خانہ میں موجود ہے یہ مخطوطہ تقریباً سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا شعر ہے :

بنام جہان داور کرد گار　　که بر قدرت اوست مختار کار

اس کی آخری بیت یہ ہے جس سے سنہ تصنیف بھی برآمد ہوتا ہے :

بمانی بہ این حشمت و اعتلا　　بحق محمد بآل عبا

محسن کو "حملہٴ حسینی" کی تصنیف کا خیال "حملہٴ حیدری" کے مطالعے سے پیدا ہوا۔ "حملہٴ حیدری" کا پہلا مصنف میرزا محمد رفیع خاں "باذل" تھا جو مشہد مقدس سے ہندوستان آیا تھا۔ اورنگ زیب کے پوتے شہزادہ معزالدین جہاندار شاہ (جس کا تفصیلی ذکر پہلے آچکا ہے) کے ہاں رسائی حاصل کی۔ شہزادہ معزالدین نے اسے اپنی طرف سے گوالیار کی حکومت دی۔ اورنگ زیب کی وفات تک باذل وہیں رہا۔ اس کے بعد ملازمت سے دل برداشتہ ہو کر دہلی چلا گیا۔ وہاں ۱۱۲۳ھ یا ۱۱۲۴ھ میں (جبکہ بہادر شاہ کا دور حکومت تھا اور شہزادہ معزالدین ملتان کا صوبہ دار تھا) اس نے وفات پائی۔

میرزا محمد رفیع باذل اپنی تصنیف "حملہٴ حیدری" کو مکمل نہ کر سکا تھا۔ اس کی وفات کے بعد ایک اور شاعر مرزا ابو طالب اصفہانی نے اس کو مکمل کیا اس طرح "حملہٴ حیدری" کے دو مصنف ہیں — باذل اور مرزا ابوطالب۔ "حملہٴ حیدری" کا پہلا شعر ہے:

بنام خداوند بسیار بخش　　خرد بخش، دین بخش دینار بخش

محسن کا سنہ ولادت اس کی عمر کے حساب سے ۱۱۲۱ھ قرار پاتا ہے۔ اس طرح محسن باذل کی وفات سے دو تین سال قبل پیدا ہوا ہوگا۔ محسن کو فنِ شعر مین کمال حاصل کرنے تک "حملہٴ حیدری" کی شہرت اور مقبولیت عام ہوچکی ہوگی۔ یہ کتاب مدت تک بڑی مقبول رہی۔ اس کی عام مقبولیت ہی کا نتیجہ تھا کہ اس کا ترجمہ سو ڈیڑھ سو برس کے بعد اردو نثر میں کیا گیا اور چھپ بھی چکا ہے مگر اب ذرا کمیاب ہے۔ ظاہر ہے کہ باذل کی کتاب سندھ میں بھی پہنچی اور اس کے دیکھنے کے بعد محسن کو

واقعات کے اس سلسلے کو بڑھا کر "حملۂ حسینی" تصنیف کرنے کا شوق پیدا ھوا اور ویسے بھی حضرت علی مرتضی کی شہادت کے بعد کے واقعات خصوصاً واقعهٔ کربلا کا بیان ایک ضروری جزو تھا جس کو محسن نے "حملهٔ حسینی" لکھ کر پورا کیا۔ چنانچه محسن "حملهٔ حسینی" کا سبب تالیف یوں بیان کرتا ھے :

چو از فضل و احسان پروردگار
هم از لطف آل رسول کبار
در درج اسرار پیغمبری
گل باغ دین "حملهٔ حیدری"
بیامد بدست من نا توان
چو الهام بردل، چو در جسم جان
نمودم بهر سو دران روضه سیر
ندیدم درو یک سر موے غیر
سخنهاے پر مغز مانند در
بهر گوشه تابان چو خورشید و خور
معانی ز الفاظ پر مغز تر
همان مدعایش ازان نغز تر
ولی بود آن نسخه چون نا تمام
بدل گفتم اے مرد جویاے کام
اگر کام خواهی ز دنیا و دین
بکن ختم این نسخهٔ بے قرین
(مخطوطهٔ حملهٔ حسینی ص ۵)

محسن نے اس تصنیف کا اصل نام "اعلام ماتم" رکھا :

سزد آنکه سرمایهٔ غم شود
مخاطب به "اعلام ماتم" شود

شاید ہاذل کا "حملهٔ حیدری" کی تکمیل سے پہلے وفات پا جانا اس کے ذهن میں تھا اس لئے یہ دعا کی ھے :

الهی بحق شفیع امم
دهی آن قدر مهلتم از کرم
که پایان رسانم من این نامه را
ز ماتم کنم گرم هنگامه را

سبب تالیف اور مقدمهٔ کتاب کے بعد ساقی نامه میں کہتا ھے :

بیا ساقی اے آتشیں خوے من
بخلق حسن باش دلجوے من
بریز ازخم شفقت اے مست ناز
مئے مهربانی بجام نیاز

ازان مے که "ہاذل" به هندوستان بیک جرعه‌ٔ او برافشاند جان
ازان مے که "بوطالب" نامدار کشیده گذشت از سر روزگار
هرآن درد وصاف که داری بخم به "محسن" کرم کن بجز اشتلم

ان اشعار سے پته چلتا ہے که "حمله‌ٔ حیدری" کا ایسا نسخه محسن کے ہاتھ لگا تھا جس میں باذل اور ابوطالب دونوں کے تصنیف کرده حصے موجود تھے ۔ یعنی کتاب اپنی جگـه مکمل تھی ، اگرچه موضوع کا تقاضا یه تھا که اس کے بعد واقعات کربلا بھی نظم کئے جاتے ، اسلئے محسن نے اس کام کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھایا ۔

محسن کو اپنی اس تصنیف پر ناز بھی تھا ۔ میاں نورمحمد کے وزیر میر لطف الله عرف میر مثاره کی مدح میں جو قصیده کہا ہے اس میں ممدوح کو مخاطب کر کے کہتا ہے :

هستم امیدوار که از عین مرحمت
برحال زار بنده‌ٔ "محسن" کنی نگاه
از "حمله‌ٔ حسینیؑ" او داستان چند
با گوش هوش بشنوی از روے اشتباه
کردست چون بمعرکه‌ٔ نصرت امام
چون بسته است فوج معانی صف سپاه
شاید که بشگفد ز لب غنچه‌ٔ قبول
از نوبهار لطف ، گل آفرین و واه

انوکھا سلسله تضانیف تصانیف کا یــه سلسله بھی عجیب ہے ۔ جس کی چار کڑیاں الگ الگ مصنفوں کی تصنیف ہیں :

(۱) محمد رفیع خاں "باذل" نے حملۂ حیدری کو لکھنا شروع کیا۔ تکمیل نہ کر سکا اور وفات پائی۔

(۲) مرزا ابوطالب اصفہانی نے "باذل" کے ادھورے کام کو پورا کیا۔ حملۂ حیدری کی تصنیف مکمل ہوئی۔

(۳) محسن تتوی نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ واقعات کربلا کو حملۂ حسینی کے نام سے منظوم کیا۔ اس کے بعد مختار ثقفی کے حالات بیان کرنا چاہتا تھا جو ہو نہ سکا۔

(۴) قانع تتوی نے "مختار نامہ" لکھ کر محسن کے نا تمام کام کو پورا کیا۔

گویا تاریخ اسلام کے ایک موضوع کو چار شاعروں نے یکے بعد دیگرے تکمیل کو پہنچایا۔ اگر محسن کے حملۂ حسینی کو نظر انداز کیا جائے تو قانع کا مختار نامہ ایک بے جوڑ سی چیز معلوم ہوگا۔

۴ = **محک کمال** یہ محسن کی مستقل تصنیف نہیں بلکہ تالیف ہے جس میں اس نے مختلف شعرا کے منتخب اشعار جمع کئے ہیں۔ ایسے مجموعے ایک طرف تو متعدد شعرا کے پورے پورے دواوین کے رطب و یابس اشعار کے مطالعے کی زحمت سے بچالیتے ہیں اور دوسری طرف، ایک ہی زمین میں مختلف شعرا کی پرواز خیال کا مقابلہ کرنے کی آسانی فراہم کردیتے ہیں۔ مگر ایسے مجموعوں کی تالیف کے لئے اہم ترین شرط یہ ہے کہ انتخاب کرنے والا یا تو منجھا ہوا شاعر ہو یا کوئی بلند پایہ سخن فہم ہو، ورنہ متوسط یا معمولی درجے کی صلاحیت رکھنے والے کا انتخاب نہ تو قابل اعتماد ہوتا ہے اور نہ ذوق سلیم کے

تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

دسویں صدی ہجری کے آغاز میں ہرات کے مشہور علم دوست بادشاہ سلطان حسین بایقرا کی وفات کے بعد ہرات پر شیبانی خاں کے تباہ کن حملے نے وہاں کی بساط علم وکمال ہمیشہ کے لئے الٹ دی۔ ہرات کے عالم، شاعر اور اہل کمال مختلف سمتوں میں منتشر ہو گئے۔ بہت سے تو درہ خیبر سے ہندوستان پہنچے اور دوسروں نے جنوبی درہ بولان کے راستے سندھ کا رخ کیا۔

ہرات کا عالم شاعر، فخری ہروی سندھ کے فرماں روا شاہ حسن ارغون کے دربار میں پہنچا۔ شاہ حسن کے باپ شاہ بیگ ارغون کو سلطان حسین بایقرا نے قندھار کا صوبہ دار مقرر کیا تھا جس نے بعد میں سندھ آکر خود مختار سلطنت قائم کر لی تھی۔ شاہ حسن ارغون ہرات کی قدردانیوں سے واقف تھا۔ اس نے فخری ہروی پر بڑی عنایتیں کیں۔ فخری ہروی نے یہاں اپنا مشہور تذکرہ "روضة السلاطین" (۱) مرتب کر کے شاہ حسن ارغون کے نام معنون کیا۔ سندھ آنے سے پہلے ہرات ہی میں فخری نے اپنا مجموعۂ اشعار "محک فخری" کے نام سے مرتب کیا تھا جو بہت مقبول اور مشہور ہوا۔ وہ مجموعہ اشعار اس لحاظ سے اب بھی بہت اہم ہے کہ اس میں اس دور کے بہت سے ایسے شعرا کا منتخب کلام مل جاتا ہے جن کو زمانہ بھلا چکا ہے۔ محک فخری کا ایک خوشخط نسخہ، اسی کاتب کا لکھا ہوا جس نے "دیوان محسن" لکھا تھا، تالپوری کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

---

(۱) یہ تذکرہ سندی ادبی بورڈ کے اہتمام میں زیر طبع ہے عنقریب شایع ہو جائیگا۔

قانع کا بیان ہے کہ آقا محمد کریم "عاشق" صفاہانی کی تحریک پر محسن تتوی نے اپنا مجموعہ "محک کمال" مرتب کیا۔ ممکن ہے آقا محمد کریم، محک فخری سے واقف رہا ہو اس لئے محسن کو یہ مشورہ دیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خود محسن کی نظر سے محک فخری کا کوئی نسخہ گذرا ہو جس سے اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ خود بھی اسی انداز کا ایک مجموعہ مرتب کرے اور آقا محمد کریم کی تحریک نے اسے عملی جامہ پہنانے پر آمادہ کردیا ہو۔ تالیف کا یہ کام محسن نے آخری عمر میں شروع کیا تھا چنانچہ دیباچہ میں کہتا ہے:

"ابتدائے سفیدہ دم صبح ثانی پیری و جوانی و ناتوانی
وموسم خزان بہار زندگانی بود ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

محک کمال کو محسن نے میاں نور محمد کے نام پر معنون کیا ہے۔ محسن کی یہ تالیف اس کے تمام ادبی کارناموں میں سب سے زیادہ مقبول ہوئی۔ محک کمال کے نمونے پر خود قانع نے ایک مجموعہ "محک الشعرا" کے نام سے مرتب کیا۔ تالپور حکمران میر کرم علی خاں نے بھی ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام "مجموعہ دلکشا" رکھا۔ میر کرم علی خاں کے بھائی، میر مراد علی خاں نے بھی جو کرم علی خاں کے بعد ۱۲۴۴ھ میں سندھ کے حکمراں ہوے، اپنا ایک مجموعہ ۱۲۳۷ھ میں مرتب کیا تھا جس کا نام "محک خسروی" رکھا۔

ہمیں محسن کے محک کمال کے تین نسخوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔

(۱) پہلا نسخہ ہمارے کرم فرما جناب پیر سید حسام الدین راشدی کی ملکیت ہے جس کو موصوف نے از راہ کرم محسن کی ان غزلوں سے مقابلہ کرنے کے لئے عنایت فرمایا جن کو محسن نے

محک کمال میں شامل کیا ہے - یہ نسخہ خاندان راشدی کے بزرگ حضرت پیر حزب اللہ شاہ "مسکین" بن پیر سید علی گوہر "اصغر" کے کتب خانے کا ہے جس کو "صاحبان سودہ" نے نذر کیا تھا۔ اس پر پیر صاحب نے اپنے قلم سے یہ تحریر فرمایا ہے :

—"نذر دادہ صاحبان سودہ ، لا مالکہ فی الحقیقۃ الا اللہ و بحسب ظاہر سید حزب اللہ"—

اس تحریر کے بعد پیر صاحب کی مہر ہے جس پر یہ شعر کندہ ہے :

—"کلمہ٘ لا الہ الا اللہ ہست ورد زبان حزب اللہ — ۱۲۶۸"—

اس کے علاوہ ایک بڑی مہر ان کے والد پیر علی گوہر کی بھی ہے جس پر یہ شعر کندہ ہے :

" چو خورشید حقیقت شد محمد راشد طالع
زدرج صبغت اللہ شہ علی گوہر بود لامع - ۱۲۵۵"

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید "صاحبان سودہ" نے یہ نسخہ پیر علی گوہر "اصغر" کو نذر دیا تھا اور ان سے ان کے صاحبزادے پیر سید حزب اللہ شاہ کو ملا۔

یہ نسخہ عمدہ کاغذ پر خوش خط لکھا گیا ہے - مگر اس میں غلطیاں بہت ہیں۔ غلطیوں کے علاوہ ، ورق ۱۲۷ سے ۱۷۶ تک پچاس ورق یعنی سو صفحے ، اور ورق ۲۲۴ سے ۲۷۳ تک پچاس ورق ، سو صفحے اور ورق ۴۴۰ سے ۴۴۳ تک چار ورق یعنی آٹھ صفحے جملہ (۲۰۸) صفحات غائب ہیں -

(۲) دوسرا نسخہ سندھی ادبی بورڈ کی ملکیت کا نسخہ نمبر ۱ ہے - یہ نسخہ چھوٹی تقطیع پر ہے خط معمولی ہے مگر بہت صحیح نقل کیا گیا ہے - افسوس کہ درمیان سے اس کے بھی بہت

سے اوراق غائب ھیں -

(۳) تیسرا نسخہ بھی سندھی ادبی بورڈ کی ملکیت کا نسخہ نمبر ۲ ھے - یہ نسخہ مقابلۃً مکمل ھے - چند متفرق اوراق جلد بندی سے قبل ضایع ھوچکے ھیں - مگر اب اس کو دو مجلدات میں عمدہ جلد بندی سے محفوظ کر دیا گیا ھے - خط اچھا ھے اور غلطیاں بھی بہت کم ھیں - ان تین نسخوں کی مدد اور مقابلے سے محک کمال کا ایک مکمل نسخہ تیار کیا جا سکتا ھے - ممکن ھے کسی وقت یہ بھی زیور طبع سے آراستہ ھوجائے -

محک فخری کی طرح محک کمال میں بھی صرف غزلوں کے اشعار ھی کا انتخاب کیا گیا ھے - دیوان محسن کی غزلوں سے محک کمال میں انتخاب کردہ اشعار محسن کا مقابلہ کرنے سے یہ ثابت ھوا کہ محک کمال کی تالیف کے وقت محسن کی مشق سخن بہت ترقی پا چکی تھی - محسن نے محک کمال میں درج کرتے وقت اپنے بعض اشعار میں استادانہ اصلاح کی ھے جن سے اشعار کے معانی میں ترقی ھوئی - ھم نے ایسی اصلاحوں کو دیوان کے حاشیے میں درج کردیا ھے -

۵ = دیوان محسن

محسن کے کلام کی جاذبیت کے ثبوت میں قانع کا بیان ھے کہ — "باھر سے آنے جانے والا ھر شخص جب اس کے دلکش کلام کو سنتا تو بڑے اشتیاق سے اس کے دیوان کی نقل ساتھ لے جاتا تھا" — اس سے یہ ثابت ھوتا ھے کہ دیوان محسن کے کئی نسخے نقل ھوئے ھونگے جو باھر کے لوگ لے گئے - مگر افسوس ھے کہ خود سندھ میں محسن کا دیوان بہت کمیاب ھے - سندھی ادبی بورڈ کے فاضل اور با اثر ارکان نے

سندھ کے علمی اور ادبی جواہر پاروں کو تباہی سے بچانے اور انہیں مرتب کر کے شایع کرنے کے مقصد سے سندھ کے طول و عرض میں سیکڑوں مخطوطات کا پتہ چلا کر انہیں حاصل کیا اور بورڈ کے کتب خانہ میں محفوظ کیا ہے ۔ لیکن اس نادر ذخیرے میں دیوان محسن کا کوئی مخطوطہ شامل نہیں ہے ۔ سندھ کے باہر خبر نہیں کہاں کہاں دیوان محسن کی نقلیں موجود ہونگی ، مگر سندھ میں اس کی نایابی قانع کے اس بیان کی تائید کرتی ہے کہ اس کے اپنے ملک میں محسن کی کوئی قدر نہیں تھی ۔

اس وقت مکمل دیوان محسن کا صرف ایک نسخہ نالپوری کتب خانہ میں ہے ، جس کی نقل موجودہ دیوان ہے ۔ اصل مخطوطہ واضح اور خوشخط تو ہے مگر اس میں سرخیاں لکھی نہیں گئیں ۔ بعض جگہ سہو کتابت کے نقائص بھی پائے جاتے ہیں ؛ جن کی ممکنہ طور پر تصحیح کردی گئی ہے ۔ مگر بڑا افسوس اس کا ہے کہ اس مخطوطے کے ابتدائی چند اوراق اس طرح چسپاں ہو گئے تھے کہ ان کو نہایت احتیاط سے جدا کرنے کے باوجود بعض مقامات پر حروف اس طرح چپک کر رہ گئے کہ کاغذ کی ہلکی سی پرت اصل صفحہ سے چھوٹ کر مقابل کے صفحے پر چپک گئی ہے ۔ ایسے مقامات پر دونوں صفحوں کے الفاظ پڑھے نہیں جا سکتے ۔ اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس روشنائی سے یہ دیوان لکھا گیا ہے اس میں گوند کی مقدار بہت زیادہ ملا دی گئی ہوگی ۔ یہ خرابی سب سے زیادہ ابتدائی دو چار صفحوں میں واقع ہوئی ہے ۔ تاہم ان ابتدائی غزلوں میں محک کمال اور ایک منتخب دیوان محسن سے مقابلہ کر کے اکثر اشعار کی صحت کردی گئی ہے ۔ پھر بھی دو ایک غزلیں ایسی

رہ گئیں جن کے اشعار محک کمال اور منتخب دیوان میں موجود نہیں تھے - ایسے اشعار میں ان الفاظ کی جگہ جو پڑھے نہیں جا سکے مجبوراً نقطے لگا دیے گئے ہیں -

ممکن ہے کہ دیوان کی ترتیب خود محسن نے کی ہو مگر ہمارا گمان زیادہ تر اس جانب مائل ہے کہ اس کو غلام علی مداح نے محسن کی وفات کے بعد مرتب کیا ہوگا - محسن کے کلام کی مقدار کے لحاظ سے، اس کی مسلسل مصروفیت اور اس کے ساتھ ساتھ مالی پریشانیوں پر نظر کرنے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کو شاید دیوان کے مرتب کرنے کا موقع نہ ملا ہو -

دیوان کی ترتیب، نظموں کی اقسام صوری کے لحاظ سے کی گئی ہے جس کا عام طور پر رواج تھا - ہم نے اصل نسخے کی ترتیب کو قائم رکھا ہے - اس سلسلے میں جن امور کا خیال رکھا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں -

(۱) صرف دو ہزلیہ نظموں کو خارج کیا گیا ہے جو فحش نگاری کی حدود میں آتی تھیں -

(۲) صفحہ ۳۱۵ پر گیارھواں قصیدہ علی مرتضیٰ کی منقبت میں ہے - یہ قصیدہ اصل مخطوطے میں غزل کے اشعار کی طرح لکھا گیا ہے جس کی ردیف "گوش کن ودم مزن" قرار پاتی ہے کیونکہ یہ ٹکڑا ہر مصرعۂ ثانی میں بار بار آتا ہے - اس صورت میں ہر شعر کا قافیہ بدل جاتا ہے - گویا یہ ایسا قصیدہ ہے جس میں ردیف تو ہے مگر قافیہ ندارد - اسلئے ہم نے اس کی مترنم بحر کے لحاظ سے ہر شعر کو چار ٹکڑوں کا ایک بند قرار دیا ہے جس کا ہر ٹکڑا - مفتعلن فاعلن - کے وزن پر ہے - تین ٹکڑے

ہم قافیہ ہو جاتے ہیں چرتھا ترجیع کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ خبر نہیں محسن نے اتفاقاً یہ منقبت اس انداز میں کہہ دی یا جان بوجھ کر یہ تجربہ کیا ہے۔ یا کوئی خاص نمونہ اس کے پیش نظر تھا، مگر یہ طرز عام نہیں ہوا۔

(۳) اصل مخطوطے میں نظموں کی سرخیاں نہیں ہیں۔ ہم نے ہر نظم کے موضوع کے لحاظ سے عنوان قائم کئے ہیں۔ خبر نہیں کہ مصنف یا مرتب ہی نے سرخیاں نہیں لکھیں یا تالپوری نسخے کے کاتب سے یہ فرو گذاشت ہوئی۔

(۴) اصل مخطوطے میں قطعات تاریخ میں کسی بھی مادہ تاریخ پر سنہ کے اعداد نہیں لکھے گئے۔ ہم نے تمام مادوں کے اعداد نکالے تو معلوم ہوا کہ رسم الخط کے اختلاف کی وجہ سے بعض تاریخوں کے اعداد غلط ہو جاتے ہیں مثلاً: میاں نور محمد کے نائب شیخ غلام محمد نے ٹھٹہ کو پانی پہنچانے والے نالے کو جو "نہر علی جان" کہلاتا ہے، صاف کرایا جس کی وجہ سے شہر ٹھٹہ میں پانی کی قلت دور ہو گئی۔ محسن نے اس کی تاریخ نکالی:

گفت سالش بلبل این بوستان "آبروی تھتہ بفزودی بہ آب"

اس مصرعہ سے سال تاریخ ۱۱۴۸ ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس سال ٹھٹہ کا علاقہ نواب امیر خاں کے اجارہ میں تھا اور اس کی جانب سے ہمت دلیر خان ٹھٹے کا ناظم تھا۔ ٹھٹے کا اجارہ میاں نور محمد کو ۱۱۵۰ ھ کے آخر میں یا ۱۱۵۱ ھ کے آغاز میں ملا اور میاں صاحب نے اپنی طرف سے شیخ غلام محمد کو نائب بنا کر ٹھٹہ بھیجا۔ اس لئے شیخ غلام محمد نے نہر علی جان کی مرمت ۱۱۵۱ ھ میں یا اس کے

بعد کی ہوگی۔ اس لئے لفظ "بفزودی" کی رسم الخط "بہ افزودی" قرار دی جائے تو چھ عدد بڑھ جاتے ہیں اور ۱۱۵۴ ھ حاصل ہوتا ہے جو قرین صحت ہے۔ اسی طرح بعض اور مقامات پر بھی مخطوطے کی رسم الخط کے مطابق اعداد کی صحت مشتبہ ہوجاتی ہے۔ ہمیں جہاں جہاں تاریخی واقعات سے مدد ملی ہے وہاں قرین صحت رسم الخط حاشیہ میں درج کردی ہے۔ کتاب کے متن میں وہی رسم الخط رکھی ہے جو قلمی دیوان کی ہے۔

(۵) مخدوم محمد معین ٹھٹوی کے سال وفات کا ایک قطعۂ تاریخ قلمی دیوان میں ہے۔ مقالات الشعرا میں ایک اور قطعۂ تاریخ بھی درج ہے۔ ہم نے وہ قطعۂ تاریخ بھی اس دیوان میں درج کردیا ہے۔ ممکن ہے ترتیب دیوان کے وقت وہ قطعۂ تاریخ دستیاب نہ ہوا ہو لیکن بعد میں جب غلام علی مداح نے مقالات الشعرا کے لئے محسن کے کلام کا انتخاب تیار کیا ہوگا اس وقت یہ قطعہ کہیں سے مل گیا ہو۔ اسی طرح بعض اشعار محک کمال سے لئے گئے ہیں۔ جو دیوان میں موجود نہیں ہیں۔ قرینہ یہ ہے کہ ایسے اشعار محک کمال کی ترتیب کے وقت یا اس سے کچھ قبل کہے گئے ہونگے۔

منتخب دیوان محسن جناب حسام الدین راشدی صاحب کے کتب خانے میں دیوان محسن کا ایک انتخاب موجود ہے جو موصوف نے اس دیوان کی تصحیح کے سلسلے میں عنایت فرمایا۔ یہ انتخاب حالیہ زمانے کا ہے۔ انتخاب کرنے والے کوئی صاحب فدا علی میرزا نامی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دیوان محسن کا کوئی نسخہ مطالعے

کے لئے مل گیا ہوگا۔ انہوں نے اس میں سے اپنی پسند کی غزلیں اور نظمیں اسکول کے لڑکوں کی معمولی مشقی کاپیوں پر نقل کرلیں۔ یہ نقل مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء میں ہوتی رہی۔ جگہ جگہ انہوں نے نقل کرنے کی تاریخ اور مقام بھی لکھ دیا ہے۔ اس کے خاتمے پر یہ عبارت لکھی ہے۔

"تمت تمام شد۔ فقط۔ ۲۱ ماہ جنوری ۱۹۲۴ء روزدوشنبہ بوقت نو ساعت فجر در خیرپور میرس — راقم الحروف، فدا علی میرزا"

اس نقل میں سہواً بکثرت الفاظ چھوٹ گئے ہیں۔ یا تو وہ نسخہ ہی ناقص ہوگا جو ان کے مطالعے میں تھا یا شاید اس کی تحریر ایسی ہو کہ پڑھی نہیں جاسکی۔ اس کے علاوہ اس نسخے میں اور غلطیاں بھی ہیں۔ ان نقائص کے باوجود یہ نسخہ ہمارے لئے بیحد مفید ثابت ہوا۔ فدا علی میرزا اچھے ذوق سخن کے مالک معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے محسن کے عمدہ کلام کا انتخاب کیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ فدا علی میرزا نے یا تو اسی تالپوری نسخے سے نقل کی ہے جبکہ اس کے اوراق اچھی حالت میں تھے یا پھر یہ دونوں نسخے کسی ایک ہی نسخے کی نقل ہیں۔ کیونکہ بعض مقامات پر دونوں نسخوں میں، یعنی تالپوری نسخے میں اور فدا علی میرزا والے انتخاب میں ایک سی فروگذاشتیں ہیں۔ اگر کہیں کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے تو دونوں نسخوں میں چھوٹ گیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسی فروگذاشتیں خود محسن ہی سے ہو گئی ہوں جو ہر نسخہ میں نقل ہوتی رہیں۔

٦- دیوان قصائد قانع نے محسن کی تصنیفات میں "دیوان شعر" کے علاوہ "دیوان قصائد" کا بھی ذکر کیا ہے - موجودہ دیوان میں غزلیات کے ۲۸۲ صفحات ہیں اور قصائد وغیرہ کے ۲۱۲ صفحات ہیں یعنی غزلیات کے صفحات سے قصائد وغیرہ کے تقریباً ستر صفحات کم ہیں - اس سے گمان ہوتا ہے کہ شاید دیوان قصائد کوئی علحدہ تصنیف ہی نہ ہو، اسی دیوان میں دیوان شعر اور دیوان قصائد دونوں شامل ہوں - اگر واقعی محسن کے قصائد کا ایک اور ذخیرہ "دیوان قصائد" کے نام سے مرتب ہوا ہو تو وہ بھی مفقود ہے یا ضائع ہوچکا ہے -

کلام کی خصوصیات

ڈھائی سو سال پہلے سارے ہندوستان میں فارسی زبان کا عام رواج تھا - مغلیہ سلطنت کی سرکاری زبان فارسی تھی اس لئے تمام صوبوں میں فارسی رائج تھی - محسن کے زمانے میں سندھ میں اہل ایران کی بڑی آمد و رفت تھی - نادر کے حملے کی وجہ سے ایرانی اثرات اور بھی زیادہ ہو گئے تھے - سندھ کی حدیں تو ایران سے ملتی ہیں اسلئے سندھ میں اور صوبوں کے مقابلے میں فارسی کا رواج کچھ زیادہ ہی تھا -

محسن کا ملکۂ شاعری بتدریج ترقی کرتا گیا - ایک سچے شاعر کی طرح وہ ہر وقت اپنی اصلاح کے لئے آمادہ رہتا تھا - اور ہر اچھی تجویز کو مان لیا کرتا تھا - اس کا کلام اتنا بلند ہو چکا تھا کہ اہل ملک میں بہت سے لوگ اس کی پرواز خیال کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے - قانع لکھتا ہے کہ باہر کے لوگ جب اس کا کلام سنتے تھے تو بڑے شوق سے اس کے کلام کی

نقلیں لے جاتے تھے - محسن کو خود بھی اپنے کلام کی بلندی کا احساس تھا وہ اپنے کو عرفی اور طالب آملی سے کم نہیں سمجھتا تھا چنانچہ میاں نور محمد کے ایک مدحیہ قصیدے میں کہتا ہے :

کم نیستم ز طالب و عرفی دریں زماں
دارم سخن بسے و ندارم سخن شناس

اس نے اکثر بڑے بڑے شعرا کی غزلوں پر غزلیں کہی ہیں اور اچھی کہی ہیں : مثلاً — خسرو کی غزل کا جواب لکھا ہے -

غزلے جواب "خسرو" چو نمود نظم "محسن"
سزدش بہ آفرینے ز تو سرفراز کردن

* * *

— صیدی کے جواب میں :

ایں جواب آں غزل "محسن" کہ "صیدی" گفتہ است
گوشۂ ابرو جواب گوشۂ ابرو دھد

* * *

— سنجر کاشی کے جواب میں :

سخن ز مصرع "سنجر" بگو ولے "محسن"
بہ بلبلان چمن گفتگوے ما بگذار

* * *

— جامی کے تتبع میں :

مرا "محسن" ازیں مصراع "جامی"
چو مرغ غرقہ درخوں می طپد دل

* * *

— جلال اسیر کے اثر کا اعتراف :

"محسن" از مصرع "جلال اسیر"
سوختیم آن قدر که خاک شدیم

"محسن" این شوخیٔ طبعم بود از فیض "اسیر"
عمرها سوختہ ام تا نفسی یافتہ ام

"محسن" بزندان جنوں می رفت و می خواند از "اسیر"
شاید کہ روزی بشنوم حرف مبارک باد ازو

* * *

— "مخلص" کا اعتراف :

"محسن" از فیض مصرع "مخلص" خاطر آرمیدہ را مانم

* * *

— "صفی" کے جواب میں :

نمود "محسن" اگر دعویٔ جواب "صفی"
عجب مدار ز طبعش کہ مرد لاف نیست

* * *

— "محسن" کے کلام میں حافظ شیرازی کا بڑا اثر نظر آتا ہے - عام طور پر اس کی غزلیں "آورد" سے مبرا ہیں ، خصوصاً اس کا بعد کا کلام جس میں پختگی کے ساتھ معنوی بلندی بھی موجود ہے -

* * *

— معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی تفریحاً یا شاید اپنی طبیعت کی آزمائش کی خاطر صنایع لفظی کی طرف بھی متوجہ ہوا ہے - چنانچہ ایک مترنم بحر میں مقفیٰ ترکیبوں کے ساتھ ، لف و نشر

کے التزام سے یہ غزل کہی ہے جو اس کی قادرالکلامی اور ذوق شعری کا عمدہ نمونہ ہے : (ص ۱۷۸)

اے گل خود رو ، سرو سمن بو ، نرگس جادو ، زلف معنبر
از تو بہ نالش بلبل وقمری ، وز تو بنازش آهو وعنبر
لمعۂ رویت ، شمۂ بویت ، حلقۂ مویت ، چشم نکویت
ماه دل آرا ، عنبر سارا ، نقش چلیپا ، گردش ساغر
از لب لعلت ، وز رخ خوبت ، لعل بدخشاں ، مہر درخشاں
خون شفق شد ، آب عرق شد ، در دل خارا ، بر رخ خاور
هم ز تو نازد ، هم به تو نازد ، هم ز تو یابد ، هم به تو زیبد
غنچہ دهانی ، مور میانی ، سرو چمانی ، زینت و زیور
رنگ حنایت ، برکف پایت ، جان گدایت ، داغ جفایت
خون شهیدان ، پنجۂ مرجاں ، صحن گلستان ، لالۂ احمر
هم به تکلم ، هم به تبسم ، هم به نگاهی ، هم به ادائی
زینت گوشی ، راحت هوشی ، آفت شهری ، غارت کشور

* * *

— ایک اور غزل میں یہ لزوم رکھا ہے کہ ہر مصرعہ کے آخری دو الفاظ کی تکرار ہو : (ص ۱۸۷)

اے بدور ساغر چشمت یکی مدهوش هوش
وے ز شوق حرف در زیرت سراپا گوش گوش
گر بخواهی بر در پیر مغان یکبار بار
ساغر عشرت ز دست ساقیٔ مے نوش نوش
غیر مے نوشی نمی آید ز ما بیکار کار
در صلاح حال ما کم اے نصیحت کوش کوش

تا نیفتد دیگت از جوش خرد هشیار یار
عیب مردم را بہ ذیل لطف چو سرپوش پوش
کے زنی "محسن" بہ دلق زہد چون گلنار نار
تا بیابی در دل خود چون خم پرجوش جوش

* * *

— ایک اور غزل میں یہ لزوم رکھا ہے کہ قافیہ دو حرفی مفتوح ہے اور قافیہ سے پہلے انہیں دو حرفوں کے درمیان الف کے اضافہ سے بننے والا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس سے شعر کے ختم پر ان اصوات سے تال کی سی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ (ص ۲۳۰)

می رساند بر دلم ہر دم ازو پیغام غم
این قدر یادے نباشد زان بت خود کام کم
کے تواند شد شکار دام الفت پیشگان
آہوے چشمش کہ دارد از کمند رام رم
معنیٔ پیچیدۂ زلفش بقین کس نہ شد
ہست اینجا نارسا سر رشتۂ اوہام ہم
جرعہای از ساغر چشمش گر آوردی بدست
پر زخون خویشتن می دید چون گل جام جم
گل کند تا نرگسش "محسن" بہ چشم مدعی
از نگاہ او فسون بر دیدۂ بادام دم

* * *

— ایک اور غزل میں یہ لزوم اختیار کیا ہے کہ شعر کے دونوں مصرعوں کے آخری الفاظ کی تکرار ہے جس کے درمیان حرف "ب" ہے۔ (ص ۲۵۳)

حسب حال من اگر دلدار پرسد ہو بہو
صورت حیرانیم آئینہ گوید رو برو
نازہاے ابروش را وسمہ فہمد چین بچین
شیوہ‌ہاے زلف او را شانہ داند مو بمو
از تمنائے قدم بوسش چو خاکم در بدر
وز ہوائے شوق پیغامش چو بادم کو بکو
قلزم ہستی نہ تنہا دل بہم زد سر بسر
جستہ اشکم آن گہر دریا بدریا جو بجو
گر نہ آن محراب ابرو جلوہ کردے جا بجا
قبلۂ عشاق کے می شد معین سو بسو
بسکہ با جانان نمودم اتحاد دل بدل
می کنم "محسن" دعائی از دہان او بہ او

* * *

— ایک اور غزل مین سلطنت مغلیہ کے بادشاہون کے القاب سے استعارون کا کام لیا ہے - (ص ۲۸۰)

اے شوخ چشم و زلفت در ملک دلستانی
شاہ جہان اول ، صاحب قران ثانی
دارا شکوہ خطت ، اورنگ زیب عارض
ابرو ہمسان افسر سرگرم سائبانی
در لشکر کرشمہ خال تو فیل باشد
مژگان چو راجپوتان صف صف بپاسبانی
روزی کہ سکۂ داغ بر قلب ما نشاندی
حکمت چو اشک ما یافت درشش جہت روانی

دارالخلافہ، دل چون شد مسخر تو
بنشین بہ داد "محسن" بر تخت حکمرانی

* * *

— اسی طرح ایک غزل ہندوؤں کے مشہور تہوار ہولی پر کہی ہے: (ص ۲۷۲)

دلم را برد شوخے خورد سالے
پسر ہندو بتے ابرو ہلالے
نگار مست وہولی باز ورنگین
کہ ریزد خون دلہا بے ملالے
بہ پچکاری مگر رنگ رخم بود
کہ زردی می زند بر رنگ آلے
عبیر آلود زلف عنبرینش
سیہ مارے ز گرد آشفتہ حالے
پری رو دلبرے بے رحم وشوخے
بتے سنگین دلے نازک نہالے
ز ہولی بازیش افسوس "محسن"
نصیب ما نہ شد مشت گلالے

* * *

— ایک مرتبہ میاں نور محمد نے یہ مصرعہ شیخ شکراللہ کے ہاں ٹھٹہ بھیجا کہ اس پر ٹھٹے کے شعرا گرہ لگائیں:

سیہ چشمے ز ہند آورد پیغام رم آھو

کیا عجب ہے کہ میاں نور محمد نے یہ مصرعہ نادر شاہ کے دہلی سے روانہ ہوجانے کی اطلاع پر کہا ہو۔ محسن نے نہ صرف اس مصرعہ پر گرہ لگائی بلکہ اس مشکل زمین میں سات اشعار کی پوری غزل کہہ کر پیش کردی۔ گرہ کا مصرعہ ہم قافیہ کہا جس سے مطلع بن گیا: (ص ۲۵۹)

نگہ از زلف مشکین تو شد دام رم آھو
"سیہ چشمے ز ہند آورد پیغام رم آھو"

* * *

— نادری تسلط کے زمانے میں حکومت ایران کی طرف سے ایک شخص سلیمان بیگ "اسلم" میاں نور محمد خان کے دربار میں بھیجا گیا تھا کہ نادرشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے اور سکہ پر اس کا نام درج کرنے کی نگرانی کرے۔ وہ چند روز خدا آباد میں ٹھہرا رہا۔ محسن اس کی خدمت میں گیا۔ "اسلم" کو بتایا گیا ہوگا کہ محسن یہاں کا مشہور شاعر ہے۔ اس نے محسن کا امتحان لینے کی غرض سے مخمس کا ایک بند دیا جس میں "اسلم" نے خود "سلیم" کے ایک مصرعہ کی تضمین کی تھی۔ محسن نے کس عمدگی سے تضمین در تضمین کی ہے وہ صفحہ ۴۳۶ پر درج ہے۔ سلیمان بیگ اسلم کی شاعری کا نہ ایران میں کوئی مقام تھا اور نہ ہندوستان میں۔ ایران کے بے شمار گمنام تک بندوں میں یہ بھی ایک تھا۔ دنیوی اقتدار کے نشے میں آدمی اتنا سرشار اور ازخود رفتہ ہوجاتا ہے کہ باکمالوں کے سامنے سر جھکانے کے بجائے ان کو یہ جتانے کی کوشش کرتا ہے کہ میں تمہارے ہی میدان میں تم پر فوقیت رکھتا ہوں۔

* * *

— معلوم ہوتا ہے کہ اس امتحان کے بعد سلیمان بیگ اسلم سے محسن کے اچھے تعلقات قائم ہوگئے تھے۔ "اسلم" کی غزل پر محسن نے ایک لطیف غزل کہی جس کا مطلع ہے: (ص ۲۷۳)

دلم شد زخمیِ مژگان خدنگ ابرو کمان دارے
نشان عافیت را محو سازے، چشم بیمارے

اس غزل کے مقطع میں اسلم کے مصرع کی تضمین کی ہے:

هزاران آفرین "محسن" به "اسلم" کن که می گوید
" دلم شد صید هندو زاده ای آئینه رخسارے

* * *

— محسن نے مسلسل غزلیں بھی کہی ہیں - ایک نعتیہ غزل کا یہ مطلع ہے :

آں کس که ماه را بسر انگشت شق کند
کے دشت آشنای بکلک و ورق کند

اس میں حضرت رسالت ،آپ کے ان معجزوں کو جو عام طور پر مشہور ہیں بڑے لطف کے ساتھ نظم کیا ہے -

* * *

— ایک مسلسل غزل میاں نور محمد کی مدح میں ہے جس کا مطلع ہے : (ص ۹٦)

نور محمدی ست عیاں از جبین صبح
بے سجده ای نمی گذرم از زمین صبح

میاں نور محمد کے ولی عہد میاں مراد یاب خاں کو نادرشاہ بطور یرغمال اپنے ساتھ لے گیا تھا ، جس کا اوپر ذکر آچکا ہے - میاں نور محمد اپنے بڑے صاحبزادے کی یاد میں بہت بے چین رہا کرتے تھے- اس واقعے کی طرف اشارہ ہے :

یارب گل مراد که از گلشنت جدا ست
مانند آفتاب شود هم نشین صبح

* * *

— ان کے علاوہ مسلسل غزلیں اور بھی ہیں جن میں چند کے پہلے مصرعے یہ ہیں :

دل دادہ ام بطفلے بے مدعا بجنگے ص ۲۶۶

داد از دست بتے، سنگ دلے، مدھوشے ص ۲۶۷

دیدہ ام ماہ رخے بر فلک نیکوئی ص ۲۶۸

باین جہل ہم چشم دل گر کشائی ص ۲۶۹

* * *

محسن نے منقبت میں ایک قصیدہ عام روش سے ہٹ کر کہا ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں - اس کے ہر شعر کا قافیہ بدل جاتا ہے لیکن ہر شعر کے چار ٹکڑے ہیں،

پہلے تین ٹکڑوں میں قافیہ آیا ہے اور چوتھا ٹکڑا رجیع کا مصرعہ بن جاتا ہے - یہ قصیدہ مخطوطے میں غزل کے انداز میں لکھا ہوا ہے - ہم نے ہر شعر کو ایک بند کے طور پر اس طرح لکھا ہے:

روح خلافت علی ست
عین امامت علی ست
باب رسالت علی ست
گوش کن و دم مزن

* * *

- اس کے کلام میں ہندوستان کی معاشرت کی خاص چیزوں کا ذکر بھی آیا ہے۔

پان : خیال بوسہ بگرد لبت نمی گردد
بحیرتم کہ چسان گشتہ برگ پان گستاخ

مسی: تا بدندان خود مسی مالید
در شب تیره سپر پروین شد

انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے ابھی ہندوستان میں ملک گیری شروع نہیں کی تھی صرف تجارتی کمپنی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کمپنی نے اسلامی ملکوں میں اپنی مصنوعات کو پھیلانا شروع کردیا تھا۔ ان میں انگلستان کی خاص صنعت "چاقو" تھی:

مومناں داد از نگاہ کجش هست کار فرنگ این چاقو

حقہ کا رواج بھی عام تھا:

قلیوں، گہے ز دست تو ام کام می دهد
نے از لب تو بوسہ بہ پیغام می دهد

* * *

— شہر قطیف کا ذکر: (ص ۲۲)

لعل تو نرخ بوسہ بصد نقد جاں رسانند
گویا رطب نہ ماندہ بشہر قطیف ما

لفظ قطیف کا مادہ قطف ہے جو بالکسر ہو تو خوشہ انگور کے معنی دیتا ہے۔ قطاف، بالکسر اور بالفتح کے معنی انگور یا کسی بھی میوہ کی فصل توڑنے کے ہیں۔

قطیف ایک شہر کا نام ہے جو خلیج فارس کے مغرب میں جزیرۂ بحرین کے شمال مغرب میں تیس چالیس میل دور، ملک عرب کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ صدیوں سے سندھ اور خلیج فارس کی بندرگاہوں کے درمیان تجارتی سلسلہ جاری ہے۔ بحرین میں سمندر سے موتی نکالے جاتے تھے۔ بصرہ اور دوسری

ساحلی بندرگاھوں سے مختلف پیداوار خصوصاً رطب یعنی تروتازہ کھجوریں سندھ لائی جاتی تھیں ۔ شہر قطیف کی بندرگاہ کے اطراف کے علاقہ مین کھجوروں کے درختوں کی کثرت ھے ۔ یہ شہر محسن کے زمانے میں بلکہ انگریزوں کے تسلط کے بعد بھی کھجوروں کی منڈی تھا ۔

۱۹۳۲ء سے جزیرۂ بحرین اور قطیف کے علاقے مین مٹی کے تیل کے چشمے نکلنے لگے ۔ چنانچہ قطیف میں بھی تیل کے کنوئیں موجود ھین ۔ آس پاس کے اور مقامات سے بھی تیل نکالا جاتا ھے جو نلکوں کے ذریعے قطیف کے راستے سے تیس چالیس میل شمال میں تیل صاف کرنے کے کارخانے مین جاتا ھے ۔ تیل کی دولت نے مغربی قوموں کو اب تک اس علاقہ پر قابض رکھا ۔ محسن کی یہ غزل اس کی ابتدائی مشق کے زمانے کی معلوم ھوتی ھے ۔ معانی کے لحاظ سے اس غزل کا کوئی شعر بلند نہیں ۔ شاعر کی یہ کوشش نظر آتی ھے کہ قافیے جتنے زیادہ باندھ سکتا ھو باندھے ۔ ظریف ضعیف ، شریف وغیرہ کے قوافی بہت کم ھیں اس لئے اس نے "قطیف" کے قافیہ کو بھی باندھ دیا ۔ لیکن شعر پھیکا ھی رھا ۔

* * *

— عطاء اللہ جمال الدین ، محدث ھروی کی کتاب "روضۃ الاحباب" سیرت نبوی میں بڑی بلند پایہ کتاب ھے ۔ معلوم ھوتا ھے کہ یہ محسن کے مطالعے میں رھتی تھی ۔ چنانچہ اس کتاب کے نام کے لفظی معنی سے یوں فائدہ اٹھایا ھے :

۱ ۔ بسکہ می باشم بیاد دوستان
صفحۂ دل "روضۃ الاحباب" شد

۲ - در کتاب حسن میگوئی وفا را باب نیست
این روایت هیچ جا در "روضة الاحباب" نیست

* * *

- "شلائین" ایک ترکی لفظ ہے جس کے لغوی معنی : شوخ ، بے باک ، سختی کرنے والا ، آرام طلب وغیرہ ، کے ہوتے ہیں اکثر فارسی گو شعرا کے کلام میں یہ لفظ نہیں ملتا - خبر نہیں محسن کو یہ لفظ اتنا کیوں پسند تھا کہ کئی جگہ استعمال کیا ہے :

۱ - مے بخور شیشہ شکن رسم شلائین این است
خون دل نوش نما بادہ رنگین این است

۲ - دل عشاق بہ میخانہ چو مینا غلطد
گر سبہ مستی آن شوخ و شلائین این است

۳ - این چہ شوخی ست چشم مستش را
بادہ نا خوردہ و شلائین شد

۴ - حسن رہ سیل چہ بندد من نادان ضعیف
راہ بر جلوہ آن شوخ شلائین بستم

۵ - شوخ وبد مست وشلائین وستم گار وظریف
رند وعیار و حریفے و سراپا ہوشے

۶ - شلائینے، کج اندیشے ، نمک بر زخم دل ریشے
بہ تیر ناز ہم کیشے ، بہ تیغ غمزہ ہم کارے

بعض خاص نظمیں

(الف) شکست افغان شورہ پشت

دیوان کے صفحہ (۴۸۰) پر "افغان شورہ پشت" کی شکست کی تاریخ درج ھے: اس نظم میں محسن نے یہ واقعات بیان کر کے تاریخ نکالی ھے:

قندھار کے ایک شورہ پشت افغان کے سر میں تاج شاھی کا سودا سمایا۔ اس نے کابل پر قبضہ کر کے لاھور پر حملہ کیا۔ جب یہ ملک بھی اس کے قبضے میں آگیا تو وہ اور مغرور بن گیا اور جرات کر کے سرھند تک پہنچ گیا۔ یکایک فوج شاھی نے اس پر حملہ کیا اور اولوں کی طرح تیروں اور گولوں کی بارش ھوئی توپوں کی گرج سے دنیا کے کان بہرے ھو گئے۔ بہادروں نے داد مردانگی دی، یہاں تک کہ اس افغان کی عمر کا قصہ مختصر ھوا۔

اس نظم کا آخری ھجویہ مصرع، جس سے ۱۱۶۱ھ کے اعداد نکلتے ھیں یہ ھے:

تاریخ او "سگ دد فی النار والسقر شد"

اس نظم کے تمام واقعات احمد شاہ ابدالی پر منطبق ھوتے ھیں۔

احمد شاہ ابدالی ۱۱۳۵ ھ میں ملتان میں پیدا ھوا۔ اس کے سات آٹھ برس کے بعد قندھار کے افغانیوں نے ایران پر غلبہ حاصل کرلیا یہاں تک کہ اصفہان کو بھی سخت محاصرے کے بعد فتح کرلیا۔ ۱۱۵۰ ھ میں جبکہ احمد شاہ ابدالی کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ تھی قندھار کے افغانی حکمران شاہ حسین ھوتکی

ابن میر ویس کے حکم سے ، اس کو اس کے بڑے بھائی ذوالفقار خان کے ساتھ قندھار میں قید کردیا گیا تھا - غالباً ذوالفقار خان نادر کا جاسوس یا اس کا ھمدرد تھا - نادر قلی ترقی کر کے نادرشاہ کے لقب سے ایران کا بادشاہ بن گیا تھا - اور ایران میں افغانیوں کی بڑی فوج کو شکست دینے کے بعد ۱۱۵۰ ھ میں اس نے قندھار پر حملـہ کیا اور طویل محاصرے کے بعد اسے فتح کرلیا - اب احمد شاہ ابـدالی اور اس کا بھائی ذوالفقار خان قید سے چھوٹے - نادر نے احمد شاہ ابدالی کو شمالی ایران میں جاگیر دی - ھندوستان سے واپسی کے بعد نادر نے احمد شاہ کو ابدالی فوج کا سردار بنا کر اپنے ھاں بلا لیا - اس وقت سے احمد شاہ مستقلاً نادر کے ساتھ ساتھ اس کی تمام مھموں میں شریک رھا -

۱۱۶۰ ھ میں نادر کے قتل کے بعد احمد شاہ اپنی فوج کے ساتھ قندھار آیا - قندھار میں ھوتکی خاندان کے دعویدار موجود تھے - وھاں کے بڑے بڑے سردار ھوتکی خانـدان سے ھمـدردی رکھتے تھے احمد شاہ نے ان کو اختیار دے دیا کہ جس کو چاھیں اپنا بادشاہ بنالیں - قندھار کے سرداروں نے رجب ۱۱۶۰ ھ میں احمد شاہ کو اپنا بادشاہ منتخب کیا -

ظاھر ھے کہ احمد شاہ اپنی جرار فوج کے ساتھ قندھار پہنچا تھا - اس کے مقابلے میں دوسرے کسی شخص کا انتخاب کیا جاتا تو وہ احمد شاہ کا مقابلہ کس طرح کرسکتا تھا - احمد شاہ نادر کی سلطنت کے مشرقی علاقوں پر اپنا حق سمجھتا تھا چنانچہ اس نے بادشاہ بنتے ھی میاں نور محمد کو خطاب ، خلعت اور ھاتھی بھیجا جس کی محسن نے تاریخیں کہیں - ظاھر ھے کـہ ان تحفوں کے ساتھ سالانہ خراج کا مطالبہ بھی کیا ھوگا -

محمد شاہ کی عمر کا آخری وقت تھا۔ وفادار وزیر کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے وزیراعظم کے بیٹے معین الملک عرف میر منو کو لاہور کی صوبہ‌داری کا فرمان بھیجا۔ یہ فوج جب دہلی واپس ہوئی تو پانی‌پت کے قریب محمد شاہ کی وفات کی خبر ملی۔ صفدر جنگ نے شہزادہ احمد شاہ کو وہیں تاج شاہی پہنایا۔

محسن کی اس نظم میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ اسی جنگ پر منطبق ہوتے ہیں، خصوصاً یہ شعر جس میں قمرالدین خاں کے مارے جانے کا اشارہ ہے:

از بسکہ گشت از خون روے فلک شفق گون
گلگونـــہ شہادت زیب رخ "قمر" شـــد

لیکن حملہ آور افغان کی عمر کا "قصہ مختصر" ہونا اور اس کا "فی النار والسقر" ہونا صحیح نہیں نکلا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مالو پور کی جنگ میں احمد شاہ ابدالی کے توپ خانے میں آگ لگ گئی تھی اور فوج کی بھگدڑ اور انتشار نے یہ افواہ پھیلا دی کہ احمد شاہ ابدالی بھی مارا گیا۔ یہ افواہ سندھ بھی پہنچی ہوگی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ محسن کو میاں نور محمد کے ہاں بڑا رسوخ حاصل ہو چکا تھا بلکہ اس کی حیثیت درباری شاعر کی ہو گئی تھی۔ ہندوستان اور سندھ پر نادر شاہ کا حملہ ہر محب وطن کو ناگوار تھا۔ نادر کے قتل کے بعد توقع کی جاسکتی تھی کہ سندھ اس ناجائز دباؤ سے آزاد ہو جائیگا۔ اسلئے محبان وطن کو احمد شاہ ابدالی کا نادر کا جانشین ہو کر مشرقی مقبوضات کا دعویدار بن جانا کس طرح پسند آسکتا تھا۔ غرض احمد شاہ ابدالی کی شکست اور قتل ہوجانے کی افواہ پر محسن کو بھی دوسرے محبان وطن کی طرح اطمینان قلب حاصل ہوا ہوگا

جس کا نتیجہ یہ ہجویہ تاریخ تھی - مگر وہ افواہ غلط تھی ، احمد شاہ ابدالی زندہ بچ نکلا تھا - وہ پھر کئی مرتبہ ہندوستان آیا اور فتوحات حاصل کیں - محسن کی وفات کے تین سال بعد اس نے سندھ کا رخ کیا اور اپنے اقتدار کو مضبوط بنا کر واپس گیا - اس کی واپسی کے ایک ہی مہینہ کے بعد ۱۲ صفر ۱۱۶۷ ھ کو میاں نور محمد نے وفات پائی - محسن کی وفات کے گیارہ سال کے بعد احمد شاہ ابدالی نے ٦ جمادی الاخریٰ ۱۱۷۴ ھ کو پانی پت کے میدان میں مرہٹہ افواج کو ایسی فاش شکست دی کہ مرہٹوں کی سیاسی طاقت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی -

(ب) ہجو حاکم بنگی محسن کا ایک ترجیع بند صفحہ ۳۹۵ پر ایک حاکم کی ہجو میں ہے - شاعر کو اس پر اسلئے غصہ آیا کہ اس نے شاعر کے روزینہ کی شش ماہہ ادائی بند کردی تھی :

شش ماہہ قوتم بہ نفس سوخت خدایا

یہ حاکم بھنگ کا عادی تھا اسلئے اس ہجو کا آغاز ہی اس کی اس خصوصیت سے کیا ہے -

بنگی کہ سخن سر ہکنند گوز خرش دان

پھر ترجیع کی بیت میں اس کو "مطہرۂ بنگ" یعنی بھنگ کا لوٹا کہا ہے - ممکن ہے وہ حاکم موٹا اور گول مول آدمی ہو - یہ شخص چیچک رو بھی تھا ، کہتا ہے :

آزاد شود گلشن اقبال ز ننگش

از پائے چو ایں کرم زدہ توت نشیند

یہ ہجویہ اشعار کتنے استادانہ ہیں :

کج خلقی او یاد دم عقرب کیں داد
نیش سخنش زہر بہر مار زمیں داد

— اس کی کج خلقی دیکھ کر بچھو کی دم یاد آتی ہے، اس کی زبان کی ڈنک نے زمین کے ہر سانپ کو زہر تقسیم کیا ہے ۔

گویا قلم مہر کناں است زبانش
دل را ز خراشیدگی، اوضاع نگیں داد

— اس کی زبان مہر کھودنے والوں کے نہرنی ہے جو لوگوں کے دلوں کو کھود کھود کر نگین کی صورت دے دیتی ہے ۔

یا نقد ملامت بود و یا گل دشنام
چیزے که علی الفور بکس داد همیں داد

— دینے کے نام سے کوئی چیز فوراً نہیں دیتا سوائے گالی کے یا ملامت کے ۔

محسن کو یہ بھی گمان ہے کہ اس حاکم نے مذہبی تعصب کی بنا پر اس کے ساتھ یہ ظلم روا رکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ حاکم سنی تھا اور متعصب تھا :

مداح دو نوباوہ شاہ رسلم من
زیں جرم به من هرچه کند عار ندارد

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ کس حاکم کی ہجو ہو گی ؟ محسن نے اس حاکم کی بہت سی خصوصیات تو بیان کر دی ہیں مگر اس کو اب دو سو برس سے زیادہ مدت ہوچکی ہے ۔ کون بتا سکتا ہے ان صفات والا حاکم کون تھا — یہ ایک حل طلب معما ہے ۔ ہجو کے ایک شعر میں اس شخص کی تاریخ وفات یہ نکالی ہے :

تاریخ وفاتش تو بگو "رفت تعب ده"

"رفعت تعب دہ" کے اعداد ۱۱۶۱ ھ ہوتے ہیں ۔ اس سال سندھ کی دو مشہور ہستیوں نے وفات پائی ۔ مخدوم محمد معین ٹھٹوی اور میر لطف اللہ ۔ مخدوم محمد معین ایک عالی پایہ عالم تھے، حکومت کے عہدوں سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا ۔ میر لطف اللہ اسی سال وزیر سندھ بنے تھے ۔ وہ نادر کے حملۂ دہلی کے زمانے میں دہلی کے شاہی دربار میں میاں نور محمد کے وکیل تھے جنہیں نادرشاہ نے اپنا پیغام دے کر میاں نور محمد کے ہاں سندھ بھیجا تھا ۔ اس کے بعد ان کے دہلی جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی ۔ میاں نور محمد نے کوئی اور کام سپرد کیا ہوگا ۔ آخر ۱۱۶۱ ھ میں انہیں اپنا وزیر اعلی بنایا مگر وہ زیادہ جی نہ سکے، اسی سال وفات پائی ۔ کیا اس ہجو کا نشانہ یہی ہیں ؟

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ میر لطف اللہ کا عرف عام "میر متارہ" تھا ۔ ہمیں محسن کی یہ روش معلوم ہے کہ وہ قصائد میں ممدوح کے نام اور اس کی خصوصیات کو بڑے شاعرانہ انداز میں بیان کر جاتا ہے ۔ اس ہجو میں "مطہرہ" اور "متارا" میں صوتی تشابہ ہے ۔ دونوں الفاظ کی آوازیں ملتی جلتی ہیں ۔ چونکہ یہ ہجو ہے اس لئے اصلی نام کے کسی اشارہ کے بجائے عرف کی صوتی مشابہت کا لفظ "مطہرہ" ڈھونڈھ کر استعمال کیا ۔

ہو سکتا ہے کہ میر لطف اللہ ہی نے کسی وجہ سے یا محسن کے خیال کے بموجب مذہبی تعصب کی بناء پر کہ یہ شیعہ ہے، اس کی شش ماہہ ادائی بند کردی ہو ۔ محسن نے میر لطف اللہ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا تھا ۔ ان کے وزارت پر فائز ہونے پر ایک نظم میں دو دو تاریخیں نکالیں ۔ ایک قصیدے میں میاں نور محمد کو بھی اس کی اطلاع دی کہ اس کا روزینہ بند

کردیا گیا ہے شاعر کی ان کوششوں کے باوجود اس کے رزق کا وہ کمزور سہارا بھی ٹوٹ جاے تو جلے دل کی آہ ہجو کا پیرایہ اختیار کئے بغیر نہ رہ سکی - غرض ہمارا قیاس تو یہی ہے کہ یہ لطف اللہ عرف میر متارہ وزیر سندھ کی ہجو ہے -

(ج) مثنوی مآل تقلید محسن نے شیعی عقاید سے تعلق رکھنے والے بہت سے مسائل اور روایات کو نظم کیا ہے - دیوان کے صفحہ ۴۴۲ پر ایک مثنوی ہے جو اخلاقی نقطہ نظر سے تقلید اور نقالی کی مذمت میں ہے مگر دراصل وہ ابن جوزی کی ہجو پر مبنی ہے -

ابن جوزی چھٹی صدی ہجری کے مشہور حنبلی فقیہ تھے - عبدالرحمن نام اور ابو الفرج کنیت تھی - وہ چھٹی صدی کے آغاز میں بغداد میں پیدا ہوے - تین برس کی عمر میں یتیم ہو گئے - مختلف مقامات میں تعلیم کی تکمیل کر کے بغداد واپس آئے اور وہیں ساری عمر گذار دی - علمائے اہل سنت میں اعلی پایہ کے عالم مانے جاتے تھے - علم حدیث پر بڑا عبور رکھتے تھے کہا جاتا ہے کہ غزالی کی مشہور کتاب "احیاء علوم الدین" سے من گھڑت حدیثیں تحقیق کر کے نکالی تھیں اور اسکو ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کیا تھا - کئی مقبول کتابوں کے مصنف تھے جن میں ان کی تاریخ عالم کو یورپ کے مستشرقین بڑی اہمیت دیتے ہیں - بغداد میں ان مقبولیت ان کے علم وفن سے زیادہ ان کی سحر بیانی کی وجہ سے تھی - ہر جمعہ کو ان کے وعظ میں عام طور پر دس دس ہزار کا مجمع ہوتا تھا - اور وعظ کے اثر سے بیسیوں آدمی ان کے ہاتھ پر توبہ کرتے تھے - خاص خاص وعظوں میں ایک ایک لاکھ آدمی جمع ہوجاتے تھے - لوگوں کو ان کے وعظ

سننے کا اتنا اشتیاق رہتا تھا کہ اگر وعظ کا وقت عصر کے بعد مقرر ہوتا تو صبح سے لوگ اپنی اپنی نشستوں کا انتظام کرتے۔ چبوتروں کی جگہ کا کرایہ دو دو تین تین قیراط تک ہو جاتا تھا۔ پنکھے دگنی قیمت پر فروخت ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ عرفہ کے دن ان کا وعظ تھا۔ سلطان وقت بھی ان کے وعظ میں موجود تھا۔ گرمی شدید تھی۔ لوگ روزے سے تھے مگر ہزارہا آدمیوں کا مجمع تھا۔ ایک شخص ابن جوزی پر سایہ تانے کھڑا ہو گیا وہ تھک گیا دوسرے نے اس کی جگہ لی اس طرح دس آدمیوں نے یکے بعد دیگرے ان پر سایہ تانا۔ لوگوں نے ان آدمیوں کو پانچ قیراط دیئے۔

ابن جوزی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ سنی (حنبلی) عقاید کے سوا تمام عقیدوں کی سخت مخالفت کرتے تھے اور انہیں شیطانی گمراہی سمجھتے تھے۔ شیعہ عقائد کے خلاف تو انہوں نے ایک مستقل کتاب "کتاب الموضوعات" کے نام سے لکھی تھی۔ ظاہر ہے کہ اپنے وعظوں میں بھی وہ شیعی عقائد کی شد و مد سے تردید کیا کرتے ہونگے۔ انہوں نے (۸۷) برس کی عمر میں بغداد ہی میں وفات پائی۔ ان کے ہاتھ پر دس ہزار سے زیادہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور تائب ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔

ہم نے اوپر ایک جگہ یہ بتایا ہے کہ ہندوستان کے ہندو معاشرے میں ذات پات کے اثر سے بعض پیشے بھی ذلیل اور حقیر قرار پا گئے، اس کا اثر یہاں کے مسلمانوں پر بھی پڑا۔ اس کے برخلاف اسلامی ملکوں میں، بلکہ تمام دنیا میں پیشے کو ذات پات نہیں سمجھا گیا اسلئے کسی پیشے کو ذلیل نہیں سمجھا

جاتا ہے ۔ ہندوستان میں جوتا سینے والا "موچی" اور جانوروں کی کھالوں اور چمڑے کا کام کرنے والا "چمار" رزیل ترین پیشے کے لوگ ہیں اسلئے ناپاک ہیں ۔ اسی خیال کے پیش نظر محسن نے اس مثنوی میں ابن جوزی کے متعلق لکھا ہے :

جولاهه وکفش دوز و حجام شد مجتهد و فقیه و علام
زان جمله یکے ست ابن جوزی کو داشت شرف زکفش دوزی

اس طرح ہندوستان کے معیار کے لحاظ سے ابن جوزی موچی تھے جو ذلیل ترین پیشوں میں سے ہے ۔ مگر طبقات ابن رجب عربی کے حوالے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی کا خاندانی پیشہ صفاری یعنی تانبے کے برتن بنانے کا تھا (جسے ہم ٹھٹھیرا کہتے ہیں) اسی وجہہ سے قدیم اسناد میں "ابن جوزی صفار" لکھا جاتا تھا ۔ لطف یہ ہے کہ تیسری صدی ھجری کے آغاز میں ایک ٹھٹھیرے یعقوب ابن لیث صفار نے خلافت عباسیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سیستان میں پہلی ایرانی حکومت قائم کر کے "صفاری خاندان" کی بنا ڈالی تھی ۔ اس کے علاوہ ، مشاہیر میں "سراج" یعنی زین بنانے والے بھی تھے ، جن کو ہم اپنی اصطلاح میں موچی یا چمار کہہ سکتے ہیں ۔ محسن کو ابن جوزی کے متعلق بھی روایت ملی ہوگی کہ، وہ موچی تھے ۔

محسن کی اس مثنوی کا ماخذ ایک قدیم روایت ہے چنانچہ وہ کہتا ہے :

این طرفه حکایتی که دارم وین نغز روایتی که دارم
دانش منشے خرد پژوهے با نقل صحیح از گروهے
آرد بصراط مستقیمش با شان نزول بس عظیمش

روایت یہ ہے کہ ایک روز ابن جوزی نے کبر وغرور کے ساتھ

منبر وعظ سے امیر المؤمنین جناب علی مرتضیٰ کی تقلید میں دعویٰ "سلونی" کیا - جناب علی مرتضیٰ کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے :

— سلونی عن طرف السموات فإنی أعرف به من طرف الأرض —

(مجھ سے آسمانوں کے بارے میں سوال کرو کیونکہ میں زمین سے بھی زیادہ آسمانوں کے بارے میں جانتا ہوں) - جناب امیر کے اس مقولے کی تقلید میں ابن جوزی نے بھی کہا مجھ سے جو بھی پوچھنا چاہو پوچھ لو - اس پر ایک عورت نے کہا "میں جو بھی پوچھونگی آپ جواب دینگے ؟ " ابن جوزی نے کہا، "ہاں ہاں زمین سے آسمان تک جو چاہو پوچھو -" تب اس عورت نے کہا:

کای مجتہدی جہانیاں را سلمان بکجا سپردہ جاں را
دفنش کہ نمود راست برگو از ہر دو سخن رہ صفا پو

"اے مجتہد عالم یہ بتائیے کہ (حضرت) سلمان نے کہاں وفات پائی اور کس نے انہیں دفن کیا ؟"

گفتا بہ مدائن آن نکو نام در مرد بکشید نشاء زیں جام
حیدر زمدینہ رفت در دم دفنش بنمود و آمـد اوہم

"ابن جوزی نے جواب دیا کہ اس نیک نام (سلمان) نے مدائن میں وفات پائی - حضرت امیر المومنین حیدر کرار دم بھر میں مدینہ سے وہاں پہنچے اور انہیں دفن کرکے مدینہ واپس آئے"—

اس پر اس ضعیفہ نے پوچھا :

کاں روز کہ رفت ابن عفان از تیغ ستم بسوی رضوان
حیدر بـہ مدینہ بود یا نـہ دفن و کفنش نمود یا نـہ
بر وے بگذاردہ نمازے ؟ پوشیدہ مدار ہیچ رازے

یعنی "جس روز (عثمان) ابن عفان تیغ ستم سے جنت کو سدھارے

اس روز حضرت حیدر کرار مدینہ میں تھے یا نہیں ، ان کا کفن دفن کیا یا نہیں ، ان کی نماز جنازہ پڑھی یا نہیں ، صاف صاف بتا دیجئے ۔"

گفتا کہ بلے شہ خجستہ   بر دفن و نماز او نرفتہ

ابن جوزی نے جواب دیا : "ھاں ، جناب امیر ان کے دفن او، نماز میں نہیں گئے ۔"

اس پر اس عفیفہ نے کہا کہ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ، ذرا سوچ سمجھ کر کہیے ۔ کیونکہ اگر یہ بات سچ ہے تو حضرت علی مرتضی کا دفن اور نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے کا کوئی نہ کوئی سبب ہونا ضروری ہے ۔ سلمان (فارسی) کے لئے تو آپ ایک شہر سے دوسرے شہر تک چلے گئے اور یہاں ، مدینہ میں موجود ہوتے ہوئے بھی حضرت عثمان کے دفن اور نماز میں شریک نہیں ہوئے ۔ اس سے تو نعوذباللہ حضرت حیدرکرار پر الزام آتا ہے ۔ یا ، پھر یہ بات لازم آتی ہے کہ جناب امیر کے نزدیک حضرت عثمان اس قابل نہ تھے کہ ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرتے اور اس ایک کام کا ثواب حاصل کرتے ۔ اس صورت میں عثمان ابن عفان پر الزام عائد ہوتا ہے جس کی ہر مسلمان مخالفت کریگا ۔ حاصل یہ کہ آپ کے جواب سے ان دونوں میں سے کسی نہ کسی پر ضرور الزام لگتا ہے ۔" اب ابن جوزی پریشان ہو کر جواب سوچنے لگے :

جوزی بجواب او فرو ماند   مبہوت بگشت مو بمو ماند
فکرش نہ رسید ھیچ جائے   دامش نہ کشید صید رائے
آشفتہ و پیچ خوردہ بر گفت   کاے ناقص عقل، ہا زبان جفت

گر آمدہای برخصت شوے برشوے تو لعنت اے سیہ روے
ور آمدہ ای ز خود دربن جاے لعنت بتو اے زن تبہ راے

"اب ابن جوزی بڑے چکراے۔ ہر چند فکر کے گھوڑے دوڑاے مگر کوئی جواب بن نہ پڑا۔ آخر جھلا کر کہا کہ "اے ناقص العقل عورت اگر تو اپنے شوہر کی اجازت سے یہاں آئی ہے تو تیرے شوہر پر لعنت ہے اور اگر بلا اجازت آئی ہے تو تجھ پر لعنت ہے۔"

[اس مکالمے میں ابن جوزی سے یہ جواب بہت بعید معلوم ہوتا ہے کہ سلمان فارسی کی وفات پر جناب علی مرتضیٰ مدینہ سے دم بھر میں مدائن پہنچ گئے اور دفن کے بعد واپس آگئے اسلئے کہ ابن جوزی، جناب امیر کی تمام خوارق عادات کرامات مثلاً رد شمس وغیرہ کے منکر تھے انہوں نے اپنی کتاب میں ایسی روایتوں کی عقلاً اور نقلاً تردید کرکے، ان کو شیعان علی کی من گھڑت کہانیاں قرار دیا تھا۔

حضرت عثمان کے کفن دفن اور نماز جنازہ میں جناب امیر کا شریک نہ ہونا، آنجناب کی پسند یا نا پسند پر مبنی نہیں تھا۔ اس کے تاریخی واقعات یہ ہیں کہ مصر اور کوفہ اور بصرہ کے تین چار ہزار باغیوں نے حضرت عثمان کی خلافت سے بغاوت کرکے مدینہ پر یورش کردی تھی۔ حضرت علی مرتضیٰ اور دوسرے اکابر نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ باغیوں نے حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ جناب امیر نے اپنے صاحبزادوں ــ حضرت حسن اور حضرت حسین ــ کو مکان کے دروازے پر متعین فرما دیا تھا کہ باغیوں کو

اندر گھسنے نہ دیں ۔ بائیس روز کے محاصرے کے بعد ۱۸ ۔ ذی الحجہ ۳۵ ھ کو چند باغی حضرت عثمان کے پڑوسی ابن حزم کے مکان سے کود کر اندر داخل ہوئے۔ ان میں حضرت ابا بکر کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر بھی تھے جو جناب علی مرتضیٰ کے ربیب تھے — یعنی حضرت ابا بکر کی وفات کے بعد جناب علی مرتضیٰ نے محمد بن ابی بکر کی والدہ اسماء سے (جن کے پہلے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب تھے) عقد فرمایا تھا (۱) اور ان کی پرورش کی تھی — ان باغیوں نے حضرت عثمان کو قتل کر ڈالا ۔

---

(۱) بی بی اسماء مکۃ کے نہایت معزز خاندان سے تھیں ۔ ان کی چار بہنیں مشاہیر اسلام کے عقد میں رہیں :

۱ ۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ — ۷ ھ میں آنحضرت ﷺ نے مکہ میں ان سے عقد فرمایا ۔

۲ ۔ لبابہ کبریٰ — آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کے عقد میں تھیں ۔ خلفائے عباسیہ کے جد اعلی عبد اللہ بن عباس انہیں کے بطن سے تھے ۔ ان کے علاوہ اور پانچ بیٹے اہل اسلام کے مشاہیر ہوئے ۔

۳ ۔ لبابہ صغریٰ — ولید بن مغیرہ کے عقد میں تھیں ۔ اسلام کے مشہور سپہ سالار خالد بن ولید انہیں کے بطن سے تھے ۔

۴ ۔ سلمیٰ — آنحضرت ﷺ کے دوسرے چچا حضرت حمزہ بن

مدینہ میں ان باغیوں کا اتنا غلبہ تھا کہ کسی کو گھر سے نکلنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی اسلئے تین دن تک حضرت عثمان کی میت بے گور و کفن پڑی رہی۔ اس کے بعد ایک رات کو صرف سترہ آدمیوں نے خفیہ طور پر آپ کو جنت البقیع کے متصل ایک باغ میں جسے "حش کوکب" کہتے تھے دفن کیا اور باغیوں کے خوف سے قبر کا نشان تک چھپا دیا۔]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

عبد المطلب کے عقد میں تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت حمزہ کی صاحبزادی امامہ تھیں۔

۵۔ اسماء — یہ بی‌بی پہلے امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کے بڑے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب کے عقد میں تھیں جن سے تین لڑکے ہوئے۔ ۱۔ عبد اللہ ۲۔ عون ۳۔ محمد

حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر نے ان سے عقد کیا۔ ان کے صلب سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔

حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد جناب امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ نے ان سے عقد فرمایا۔ جناب امیر سے ان کے دو صاحبزادے (۱) یحییٰ اور (۲) عون پیدا ہوئے۔ محمد بن ابی بکر نے جناب امیر کے زیر سایہ تربیت پائی اور ان سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ حضرت عثمان سے بغاوت کرنے والوں میں یہ پیش پیش تھے۔ ممکن ہے انہیں کے جوش و خروش کو دیکھ کر حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے بڑے صاحبزادوں جناب

مستوره چو دید خشمناکش | با خنده بگفت صاف و پاکش
"کای ابلـه غول این بیابان | خود را مشمر ز نکتـه یابان
گر راست بود چنین حکایت | از عایشـه پرس این حکایت
کز رفتن بصره رخصت کیست | وز جنگ جمل مقوله چیست
هر حرف که گوید او، همان حرف | در کار من ضعیفه کن صرف"
"جوزی" چو شنید این ترانه | با خویشتن بگفت عاقلانـه
اکنون بجواب اوچه چاره | کز فکر دل ست پاره پاره
زیرا که بگویمش گر از خود | در بصره رخصت نبی شـد
الزام شود بقول خویشم | هم کفر نمک زند به ریشم
وز آنکه بگویمش که بانو | بی رخصت شاه شد بآن سو
بر عایشه طعن لازم آیـد | این نیز به عالمان نه شایـد
هرچند دواسپه فکر می تاخت | در پاسخ کار او نمی ساخت
بار دگر آن غریق حیرت | شد غرق عرق ز خوی خجلت

(بقیه حاشیه صفحه گذشته)

حسن اور جناب حسین کو حضرت عثمان کے دروازے پر متعین فرما دیا ہو کہ کسی کو مکان کے اندر داخل نہ ہونے دیں - باغی حضرت عثمان کے پڑوسی کے گھر سے ہو کر پچھواڑے سے مکان میں داخل ہوے - ان قاتلوں کے گروہ میں محمد بن ابی بکر بھی تھے - غصہ کے جوش میں انہوں نے حضرت عثمان کی داڑھی پکڑلی - حضرت عثمان نے ان کو دیکھ کر کہا — اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو تو ہرگز ایسی حرکت نہ کرتا — اس پر نادم ہوکر پیچھے ہٹ گئے - دوسرے قاتلوں نے حضرت عثمان کا کام تمام کردیا -

(— مسعودی وتاریخ اسلام)

— " اس عفیفہ نے ابن جوزی کو اس طرح برہم دیکھا تو ہنس کر صاف صاف کہ دیا کہ اے احمق غول بیاہانی ! تو اپنے آپ کو عقلمندوں میں شمار نہ کر ۔ مجھ پر یا میرے شوہر پر الزام لگانے سے پہلے ذرا عایشہ سے اتنا تو پوچھ لے کہ انہیں بصرہ جانے کی کس نے اجازت دی تھی اور جنگ جمل میں مقابلہ کرنے کے لئے کس نے کہا تھا ۔ وہ جو کچھ اس کا جواب دینگی ، وہی جواب اس ضعیفہ کا بھی سمجھ لے ۔"

ابن جوزی نے جو یہ سنا تو پھر چکرائے کہ اب کیا جواب دوں ، اگر یہ کہوں کہ عائشہ کو بصرہ جانے کی اجازت نبی ﷺ نے دی تھی تو پھر میرے قول سے (نبی پر) الزام آتا ہے ۔ اگر یہ کہوں کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر ہی گئی تھیں تو عایشہ پر الزام آتا ہے ۔ عالموں کو ایسا جواب زیب نہیں دیتا ۔ ہر چند انہوں نے عقل کے گھوڑے دوڑائے ، کوئی جواب نہیں سوجھا ۔ اب دوسری مرتبہ شرمندگی سے پانی پانی ہو گئے اور منبر سے اتر کر گیدڑ کی طرح اپنے گھر بھاگے ۔

[ممکن ہے کہ اس عفیفہ کو یہ معلوم نہ ہو کہ جنگ جمل سے چوبیس سال پہلے ، عایشہ کے شوہر یعنی جناب رسالت مآب وفات پا چکے تھے ۔ حیرت تو یہ ہے کہ تاریخ عالم کے مصنف ابن جوزی کو بھی یہ بات یاد نہ آئی ورنہ انہیں اتنی شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی ! — اور ہمیں تو اپنے شاعر پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ مثنوی کہتے وقت اسے بھی یہ خیال نہ آیا کہ شوہر کی وفات کے چوبیس برس کے بعد بیوی کا شوہر سے پوچھ کر گھر سے باہر جانے کا سوال ہی کس طرح پیدا ہوتا ہے !]

محسن کے استاد شاعری میں محسن کو کسی خاص شخص کا شاگرد نہیں کہہ سکتے ۔ قریحۂ شاعری ، بلکہ تمام فنون لطیفہ کا ملکۂ خاص ایک قدرتی چیز ہوتا ہے ۔ جو فن کار کی فطرت میں ودیعت ہوتا ہے ۔ شاعری صرف موزونیٔ طبع نہیں ہے ۔ شاعر کے تجربات حیات اور تصورات کو اس کی قوت متخیله ، خوبصورت لباس پہنا کر موزونیٔ طبع کے حوالے کرتی ہے تب شعر کی تخلیق ہوتی ہے ۔ تجربات حیات اور تصورات کا ذخیرہ حافظه میں جمع کرنا اور متخیله کی قوت سے انہیں شعر کا جامه پہنانا کسی کے سکھائے سے نہیں آسکتا ۔ البته تجربه کار استاد صرف غلطیوں پر اپنے شاگرد کو متنبہہ کرسکتا ہے اور اچھے شعر کی داد دے کر اس کا حوصله بڑھا سکتا ہے ۔

محسن کی ابتدائی ذهنی تربیت نواب لطف علی خان کے هاں ہوئی ۔ اس کی مشق سخن جیسے جیسے بڑھتی گئی وہ نئی نئی چیزیں سیکھتا گیا ۔ اچھے اور برے اشعار کی تمیز کرانے میں غالباً سب سے بڑا کام اس کے دوست محمد صادق نے انجام دیا ہوگا جس کے متعلق میر قانع نے یه لکھا ہے کہ شعر فہمی اس پر ختم تھی ۔ جہاں تک فارسی زبان اور قواعد شعر گوئی کا تعلق ہے اسے مرزا مقبل سے بہت فائدہ پہنچا ہوگا ۔

ان ظاهری چند اصلاحوں اور هدایتوں سے کہیں زیادہ شاعر کے اپنے ذہن نے غور وفکر اور مطالعه سے شعر گوئی کے اصول اور نکتے تلاش کر لئے تھے ۔ گویا غالب کے مشہور مقولے کے مطابق هم محسن کے متعلق بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کو جو کچھ ملا ، مبدءٔ فیاض سے ملا ۔

محسن کے شاگرد میر قانع کے تذکرۂ مقالات الشعرا سے

ھمیں اطلاع ملتی ہے کہ محسن کے دو شاگرد نامور نکلے (۱) اسد اللہ "تابع" اور (۲) شیوک رام "عطارد"۔ اسد اللہ "تابع" ٹھٹہ چھوڑ کر سورت بندر چلا گیا تھا۔ قانع نے ۱۱۷۱ ھ میں یہ لکھا تھا کہ "مدتوں سے سورت بندر ھی میں رھتا ہے" — غالباً اس نے وھیں وفات پائی۔

شیوک رام "عطارد" سے میر قانع کے دوستانہ تعلقات تھے۔ "عطارد" کو میر صاحب "از قوم نویسندھا" لکھتے ھیں۔ شاید وہ کایستھ قوم کا تھا۔ میاں نور محمد کے بعد ان کے ولی عھد میاں مراد یاب کی مختصر سی ناکام حکمرانی کے بعد میاں غلام شاہ کو تخت وتاج مل گیا تھا۔ انہوں نے پندرہ برس تک نہایت عمدگی سے حکومت کی۔ اس دور میں "عطارد" سرکاری منشیوں میں اور میر قانع، تاریخ خاندان عباسی (کلھوڑہ) کی تالیف پر مامور تھے۔ اس طرح دونوں کئی سال تک خواجہ تاش بھی رھے۔ مقالات الشعرا میں میر صاحب نے "عطارد" سے اپنی دوستی اور باھم شعر گوئی کے کئی واقعات لکھے ھیں۔

۱۱۸۶ ھ میں میاں غلام شاہ (ابن میاں نور محمد) کی وفات کے بعد اس کا لڑکا میاں سرفراز خاں تخت نشین ھوا اور تین چار سال حکمران رھا۔ میر قانع نے میاں سرفراز خاں کی شان میں ایک قصیدہ کہا تھا جو میر قانع کی قلمی بیاض میں موجود ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار سے معلوم ھوتا ہے کہ "عطارد" نے دربار میں قانع، رجا، مداح، مومن اور آزاد ان پانچوں شعرا کے کلام کی تحقیر کی اور اپنی شاعری کو ان سب کے کلام سے بہتر بتایا۔ اس پر میر قانع نے "عطارد" پر چوٹ کی ہے وہ اشعار یہ ھیں:

(۱) شنیده شد که فضولی به خود ستائی‌ها
قـدم ز مرتبـهٔ خویش بیشتر بنهاد
بگفت سخن نتوانند همچو من گفتن
رجا و قانع و مداح و مومن و آزاد
بلی ز کوزه تراود همان که اندر او
بمدح خود، ذم احباب نیست شان سداد
کنیم فرض که آمد "عطارد" از گردون
مگر به هند چنین‌ها را زحل بنهاد
قسم بخالق ارض وسما که مشهور است
ز نسل هند بـه آل عبا قدیم عناد

میر قانع نے میاں سرفراز خاں کی تخت نشینی سے تقریباً دس سال پہلے مقالات الشعرا لکھی تھی۔ اس میں میر صاحب نے "عطارد" کا بلو بار ذکر کیا ہے۔ اور اچھے الفاظ میں یاد کیا ہے۔ لیکن بعد میں خدا جانے کیا اسباب ہوے کہ محبت اور دوستی رنجش سے بدل گئی۔

محسن کی اولاد میر قانع نے محسن کے دو بیٹوں کا ذکر ہے۔ (۱) غلام علی "مداح" اور (۲) غلام کاظم۔

غلام علی مداح سے میر صاحب کے اچھے تعلقات تھے۔ مقالات الشعرا کی تالیف میں غلام علی مداح نے خاصی مدد دی ہے۔ اپنے والد کے کلام کے انتخاب کے علاوہ دوسرے کئی ایک شعرا کے حالات اور کلام میر صاحب کو بہم پہنچائے۔ میر صاحب کے ہاں "مداح" اور "عطارد" وغیرہ مل کر غزلیں کہتے تھے، گویا چھوٹے چھوٹے مشاعرے منعقد ہوا کرتے تھے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ میر صاحب نے مداح کے حالات زندگی کچھ بھی

نہیں لکھے۔ نہ یہ بتایا کہ اس کی تعلیم کہاں تک ہوئی، نہ اس کے ذریعہ معاش کے متعلق ہی کوئی بات لکھی۔ البتہ اتنا ضرور لکھا ہے کہ مداح کا زیادہ وقت تحصیل عربی میں بسر ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے ہم غلام کاظم کے تذکرے سے محروم ہو گئے۔ مقالات الشعرا کے اصل مخطوطے کا وہ صفحہ جس سے غلام کاظم کا تذکرہ شروع ہوتا ہے صرف اس کے نام اور ولدیت کے بعد ختم ہوگیا۔ جناب حسام الدین راشدی صاحب کے حاشیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صفحہ کے بعد کا کم از کم ایک ورق غائب ہے کیونکہ اگلے صفحے پر "باب الفا" شروع ہو گیا ہے۔ موصوف نے برٹش میوزیم والے نسخہ کے فلمی عکس سے مقابلہ کیا تو دیکھا کہ اس میں بھی یہ ورق غائب ہے۔ خبر نہیں اس مخطوطے پر جو خود میر قانع کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یہ حادثہ کب اور کس طرح واقع ہوا۔

محسن کی وفات آخر ۲۰ شوال ۱۱۶۳ھ (۱۷۵۰ء) کو سندھ کا یہ بلبل شیریں نوا صرف بیالیس (۴۲) سال کی عمر میں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

— خوش درخشید ولے دولت مستعجل بود —

* * *

خاتمہ

اس مقدمہ کی تیاری میں، چچ نامہ، تحفۃ الکرام، مقالات الشعرا، تاریخ تازہ نوائے معارک، تاریخ طاہری، دیوان مائل تتوی، مخطوطہ نورس بہار اور مخطوطہ طلسم سعادت وغیرہ سے مدد لی گئی ہے۔ مجھے اپنے کرم فرما، تاریخ سندھ کے ماہر، جناب سید حسام الدین راشدی صاحب کا شکریہ ادا

کرنا ضروری ہے کہ اگر وہ اپنے کتب خانہ سے منتخب دیوان محسن کا قلمی نسخہ نہ عنایت فرماتے تو دیوان محسن کی اتنی بھی تصحیح نہ ہوسکتی جتنی کہ اب ہوئی ہے - اسی طرح موصوف کے قلمی نسخــہ محک کمال سے بھی خاصی مدد ملی - اس کے علاوہ میں نے اس مقدمــہ میں موصوف کے لکھے ہوئے حواشی مقالات الشعرا سے بھی بہت فائدہ اٹھایا ہے - نا سپاسی ہوگی اگر میں جناب محمد ابراہیم جویو صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا نہ کروں جن کی پرخلوص توجہ اور بے ریا علم دوستی کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو شاید ہی میری یہ نا چیز کوشش فائزالمرام ہوتی -

لالو کھیت - کراچی
محمد حبیب اللہ رشدی
۱۶ - مئی ۱۹۶۲ ء

واقعات عهد محسن ٹھٹوی

سنه هجری	عمر محسن	واقعات
١١١٨		شهنشاه اورنگ زیب کی دکن میں وفات۔ اعظم اور معظم کی دهول پور کے میدان میں جنگ ۔ اعظم کی شکست اور قتل ۔
١١١٩		شہزاده معظم یکم محرم ١١١٩ ھ کو بہادرشاه اول کے لقب سے تخت نشین ہوا ۔ ١٩ ذی قعده ١١١٩ھ کو میر ویس غلزئی نے ایران کی صفوی فوج کو شکست دے کر قندهار پر قبضه کرلیا ۔
١١٢٠		سعید خاں المخاطب به عطر خاں بہادرشاه کے حکم سے ناظم بن کر ٹھٹه آیا اس وقت تک احمد یار خاں "یکتا" ٹھٹه کا ناظم تھا :
١١٢١	(ولادت)	ولادت محسن ۔ نواب مہین خاں ٹھٹے کا ناظم مقرر ہوا۔
١١٢٢	(ایک سال)	سہوان میں امتیاز خاں "خالص" (جو پٹنه صوبه بہار کا دیوان رہ چکا تھا) ایران جاتے ہوئے مارا گیا ۔
١١٢٣		ٹھٹه کی حکومت نواب شاکرخاں کو ملی ۔ لیکن نواب مہین خاں دوباره ناظم مقرر ہوا ۔ (؟)
١١٢٤		بہادرشاه اول کی لاهور میں وفات ۔

شہزادہ معزالدین جہاندار شاہ (صوبہ دار ملتان) کی تخت نشینی ۔ عطر خاں ولد سعید خاں ٹھٹہ کا ناظم مقرر ہوا ۔ سال کے اختتام پر فرخ سیر کے مقابلے میں جہاندار شاہ کی شکست اور گرفتاری ۔ فرخ سیر کی تخت نشینی ۔

۱۱۲۵ سال کے آغاز سے سادات بارھہ کا عروج (غالباً نواب لطف علی خاں کو ٹھٹہ کی نظامت کے احکام ملے)

۱۱۲۶ (۵ سال) ٹھٹے کا نو مہینے محاصرہ کرنے کے بعد نواب لطف علی خاں اور عطر خاں میں جنگ ہوئی ۔ ۷ محرم ۱۱۲۶ ھ کو اس جنگ میں عطر خاں مارا گیا اور نواب لطف علی خاں نے ٹھٹے کی حکومت پر قبضہ کیا ۔ اس جنگ کی فتح میں اسے شجاعت خاں کا خطاب ملا ۔

۱۱۲۷ لطف علی خاں ٹھٹہ کا ناظم رہا ۔

۱۱۲۸ لطف علی خاں کی موقوفی ۔ نواب اعظم خاں ٹھٹہ کا ناظم مقرر ہوا ۔ اس نے پہلے خواجہ خلیل کو ٹھٹہ بھیجا پھر خود آگیا ۔ لیکن ٹھٹے میں ٹھہرا نہیں ملتان چلا گیا ۔

۱۱۲۹ نواب اعظم خاں ملتان سے واپس آیا ۔ ۱۸ ذی قعدہ کو میاں یار محمد خان کی امداد سے شاہ عنایت اللہ صوفی کے قصبہ جھوک

پر حملہ کیا۔ شاہ عنایت اللہ صوفی کی گرفتاری۔

۱۱۳۰ ماہ صفر میں شاہ عنایت صوفی کو شہید کر دیا گیا۔

۱۱۳۱ (۱۰ سال) ۹۔ ربیع الاول کو سادات بارھہ نے فرخ سیر کو قید کردیا۔ رفیع الدرجات کو اس کے بعد رفیع الدولہ کو، اس کے بعد جہاں شاہ بن بہادر شاہ اول کے لڑکے روشن اختر کو محمد شاہ کے لقب سے تخت نشین کیا۔ میاں یار محمد کاھوڑہ نے وفات پائی۔ ان کے بڑے لڑکے میاں نور محمد جانشین ہوئے۔

۱۱۳۲ ٹھٹہ کی نظامت سے نواب اعظم خاں کی معزولی اور نواب مہابت خاں بن منعم خاں (وزیر بہادر شاہ) کا تقرر۔ ۶۔ ذی الحجہ کو محمد شاہ کے ایما سے قطب الملک وزیر کے چھوٹے بھائی امیر الامرا حسین علی خاں کو قتل کیا گیا۔ قطب الملک نے سلطان ابراہیم بن رفیع الشان کی بادشاہی کا اعلان کیا اور محمد شاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے دہلی سے فوج لے کر نکلا۔

۱۱۳۳ ۱۴۔ محرم کو قطب الملک اور محمد شاہ کی فوجوں میں جنگ ہوئی۔ قطب الملک نے شکست کھائی اور گرفتار ہوا۔ سادات بارھہ کے اقتدار خاتمہ۔

۱۱۳۴ میر ویس کے جانشینوں نے صفوی فوجوں کو شکست دے کر ایران پر تسلط

حاصل کر لیا۔

۱۱۳۵ ملتان میں احمد خان (احمد شاہ ابدالی) کی ولادت ہوئی۔ ٹھٹہ میں مہابت خاں نے وفات پائی۔ ۳۰۔ ذی حجہ کو قطب الملک کو قید خانہ میں زہر دے کر ختم کیا گیا۔

۱۱۳۶ (۱۵ سال) ٹھٹے کی نظامت سلطان محمد خان بن مہابت خاں کو دی گئی۔ اس کا نائب رضی محمد خاں ٹھٹہ آیا۔

۱۱۳۷ نواب سیف اللہ خاں ناظم ٹھٹہ بنا۔ اس نے خود آنے سے پہلے عبد السمیع برادر شاہ عبد الغفور (ہالہ کندی) کو بطور نائب ٹھٹہ بھیجا۔ اور ماہ ذی الحجہ میں خود بھی ٹھٹہ آیا۔

۱۱۳۸ * * *

۱۱۳۹ * * *

۱۱۴۰ ولادت میر علی شیر قانع مصنف مقالات الشعرا و تحفۃ الکرام وغیرہ۔ وفات عبد الحکیم "عطا" تتوی (؟)

۱۱۴۱ (۲۰ سال) * * *

۱۱۴۲ * * *

۱۱۴۳ ایران میں نادر قلی نے افغانیوں کو شکست دے کر ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ اور ایران پر تسلط کلی حاصل کر لیا۔ نواب سیف اللہ خان ناظم ٹھٹہ نے وفات پائی۔ سال کے اواخر میں نواب دلیر دل

خاں ناظم بن کر ٹھٹہ آیا ۔ اس کے ساتھ
بھوپت رائے کو شاہ عبد الغفور ہالہ کنڈی
کی جائداد کو ضبط کرنے کے لئے بھیجا گیا ۔
۱۱۴۴ ٹھٹہ میں نواب لطف علی خاں "ہمت"
کی وفات ۔ شاہ عبد الغفور کو خزانہ
شاہی کی رقم غبن کرنے کے الزام میں
دھلی میں قید کیا گیا ۔
۱۱۴۵ نادر قلی نے یکم ربیع الاول کو ایران کے
شاہ طہماسپ کو سلطنت سے معزول کر کے
اس خاندان کے ایک شیر خوار بچے کی
شاہی کا اعلان کیا اور خود وکیل مطلق
بن گیا ۔
۱۱۴۶ (۲۵ سال) محسن کے پہلے لڑکے میاں غلام علی مداح
کی ولادت ۔ نواب دلیر دل خاں کی جگہ
نواب امیر خاں کو ٹھٹہ کا علاقہ اجارہ
پر دیا گیا ۔ نواب دلیر دل خاں کے بیٹے
ھمت دلیر خاں نے امیر خاں سے اس کی
نیابت حاصل کی اور ٹھٹہ آیا ۔
۱۱۴۷ * * *
۱۱۴۸ سہ شنبہ ۲۳ شوال کو نادر قلی نے نادر شاہ
کا لقب اختیار کر کے اپنی شاہی کا اعلان
کیا اور تاجپوشی کی ۔ ۲۲ شوال کو شاہ
عبد الغفور نے قلعہ رھتاس (صوبہ بہار)
میں بحالت قید وفات پائی ۔
۱۱۴۹ نواب صادق علی خاں بن نواب سیف اللہ

خاں نے ہمت دلیر خاں کے بعد ٹھٹہ کا اجارہ
حاصل کیا ۔ مرزا مقبل کی ٹھٹہ میں آمد

۱۱۵۰ صادق علی خاں کے اجارہ کا خاتمہ ۔
شاہی دربار سے میاں نور محمد کلہوڑہ کو ٹھٹہ
کا علاقہ اجارہ پر مل گیا انہوں نے غلام محمد
کو اپنا نائب بنا کر ٹھٹہ بھیجا ۔ سال
کے آخر میں میاں نور محمد نے اپنے ولی عہد
میاں مراد یاب خان کو ٹھٹہ بھیجا ۔ ۲۔ ذی قعدہ
کو نادر شاہ نے قندھار کو فتح کیا ۔
اور کابل کے راستے سے ہندوستان پر حملہ
کرنے کے لئے نکلا ۔

۱۱۵۱ (۳۰ سال) ۱۲۔ ربیع الاول کو نادر شاہ نے کابل کے
محمد شاہی صوبہ‌دار کو شکست دے کر
کابل پر قبضہ کر لیا ۔ وہاں سے روانہ
ہو کر ۱۵۔ ذی قعدہ کو کرنال کے میدان
میں محمد شاہی فوجوں کو شکست دی ۔
دہلی میں قتل عام کیا ۔ ماہ ذوالقعدہ میں
میاں نور محمد نے اپنے ولی عہد میاں مراد
یاب خاں کو فوج کے ساتھ ٹھٹہ بھیجا ۔
میاں مراد یاب خاں نے رانا دھا راجا اور
اور جام ککرالہ کو شکست دی ۔

۱۱۵۲ دہلی سے روانہ ہو کر یکم رمضان کو
نادر شاہ کابل پہنچا اور وہاں سے یکایک
سندھ پر حملہ کرنے کے لئے تیزی سے روانہ
ہوا ۔ ماہ شوال میں میاں مراد یاب خاں ٹھٹہ

سے نکل کر میاں نور محمد کے پاس عمرکوٹ پہنچا ۔ ۱۴۔ ذی قعدہ کو نادر شاہ لاڑکانہ پہنچا اور پھر ۲۹۔ ذی قعدہ کو عمرکوٹ پہنچ گیا۔ میاں نور محمد کی نادر شاہ سے مصالحت۔

۱۱۵۳ نادرشاہ عمرکوٹ سے روانہ ہو کر ۱۱ محرم کو لاڑکانہ واپس گیا اور وہاں سے سیوی اور شال (کوئٹہ) کے راستے سے ۷۔صفر کو قندھار پہنچا ۔ اپنے ساتھ میاں مراد یاب خاں اور میاں غلام شاہ خاں کو بطور یرغمال ایک ہزار سندھی فوج کے ساتھ لے گیا ۔ نادر شاہ کے سردار صالح خاں بیات اور شاہ وردی خاں کورت نے تمام سندھ پر قبضہ کر لیا ۔

۱۱۵۴ * * *

۱۱۵۵ مظفرخاں بیات بیگلر بیگی نادرشاہ کی کشتیاں لے کر سورت سے ٹھٹہ پہنچا ۔ میاں نور محمد اس سے ملنے ٹھٹہ آئے ۔

۱۱۵۶ (۳۵ سال) داود پوتروں کی شورش کو فرو کرنے کے لئے نادر شاہ نے طہماسپ قلی خاں کو سندھ بھیجا سلطان سامتیہ اور شیخ شکراللہ کے بجائے نادرشاہ کے سفیر رضا بیگ کو ٹھٹہ کا حاکم بنایا گیا ۔ میاں نور محمد خاں کے تیسرے بیٹے میاں عطر خاں کو طہماسپ قلی خاں بطور یرغمال اپنے ساتھ لیتا گیا۔ نادرشاہ

کی طرف سے سلیمان بیگ اسلم سکہ اور خطبہ
کی نگرانی کے لئے خدا باد بھیجا گیا۔

۱۱۵۷ آقا محمد شبخا عرف مرزا مقبل نے
گجرات میں وفات پائی۔

۱۱۵۸ * * *

۱۱۵۹ * * *

۱۱۶۰ ایران میں نادر شاہ قتل کردیا گیا۔
احمد شاہ ابدالی کو قندھار کے سرداروں
نے اپنا بادشاہ منتخب کیا۔

۱۱۶۱ (۴۰ سال) احمد شاہ ابدالی نے ھندوستان پر حملہ کیا۔
سرھند کے قریب مالوپور میں محمد شاہی
فوجوں سے شکست کھائی۔ اس جنگ
میں ھندوستان کے وزیر قمرالدین نے توپ
کے گولے سے زخمی ہوکر وفات پائی۔
فوج کے دھلی واپس پہنچنے سے پہلے
محمد شاہ نے وفات پائی۔

۱۱۶۲ میاں غلام شاہ خان خشکی کے راستے سے
ایران سے سندھ واپس آیا لیکن میاں مراد
یاب خان بحری راستے سے مسقط پہنچا
اور تین سال تک وھیں رھا۔

۱۱۶۳ (۴۲ سال) ۲۰ شوال کو محسن تتوی نے وفات پائی۔
میر قانع کے بھتیجے میر عظیم الدین "عظیم"
کی ولادت۔ غلام محمد کو، جو میاں
مراد یاب خان کے ساتھ مسقط پہنچ چکا تھا
کسی نے قتل کردیا۔

حصهٔ اول

غزلیات

اشارات

۱- پائین غزلهائیکه با "محک کمال" مقایسه شده در پرانتز [م - صہ] نوشته است که مرادش صفحۂ مخطوطۂ "محک کمال" می باشد -

۲- مراد از "منتخب" "منتخب دیوان خطی محسن" است -

۳- کلماتی که در اصل مخطوطۂ دیوان محسن (نسخۂ تالپوری) از سهو کتابت یا اشتباهاً افتاده و یا در آن شکّی وجود دارد در پرانتز نوشته شده است -

بسم الله الرحمٰن الرحیم

(ردیف الف)

ای بر در تو .... گل اعتبارها — وز ابر رحمت تو .... بهارها
یک لاله ز باغ تو دل‌های داغ دار — یک سبزهٔ بهار تو نو خط عذارها
گر تیغ آفتاب رخت جلوه گر شود — بر خود کشد نظام ....
چون اشک انتظار برای نظاره‌ات — دل‌ها کشیده اند بمژگان قطارها
گر دست انتظام تو پا از میان کشد — برهم خورد دفاتر لیل و نهارها
برق غم تو بر جگر کوه اگر زنند — فواره‌های خون جهد از چشمه سارها
فریاد عاشقان تو هرگز نه شد بلند — در پرده ماند نغمه و لرزش بتارها
هندار غمزهای تو با عاشقان زار — نقش حجر شده است بلوح مزارها
ازمشت خاک کس نه کشیده است انتقام — تا کی غمت بباد دهد این غبارها

از گلشن خیال تو "محسن" کجا رود
دارد هنوز با گل لطف تو کارها

ای که از وصفِ رُخت عاجز زبانِ حال ها
وز تماشای تو حیران دیدهٔ تیمثال ها

گر باوجِ کُنه ذاتت پَر زَند مُرغِ خرد
رنگِ پروازش بریزد همچو گرد از بال ها

گلشنِ وحدت نتابد شوخیِ رنگِ دوئی
یکسر این جا خار دیوار اند قیل و قال ها

از مقیّد تا بمطلق فرق نا کرده هنوز
عقل می تابَد بصیدش رشتهٔ آمال ها

تاکه از شمعِ تجلّی ریخت رنگِ جلوه‌ای
از شبستانِ عدم روشن شد این اشکال ها

هستیٔ موهومِ ما از پرتوِ خورشید او
چون پرِ طاؤس دارد مختلف احوال ها

تا که مجنونی ز شوقش سر بصحرائی دهد
چهرهٔ لیلیٰ بیاراید بخط و خال ها

تا که عشقِ او نمک بر زخم فرهادی زند
از لبِ شیرین بریزد شور چندین سال ها

تا دبستانِ محبت را گلستانی کند
بلبلی را امر فرماید بدرسِ نالها

با همه بی رنگیٔ خود رنگها دارد ولی
روح این معنی نه گنجد در تنِ امثال ها

دفتر و فهرست قدرش مصطفیٰ و مرتضیٰ ست
می توان تفصیلها فهمید ازین اجمال ها

راهِ وحدت با عصای عقل چون اعمی مگیر
عُذرِ لنگی باشد این جا "محسن" استدلال ها

خدایا غفلت سرشار برد از کف عنانم را
کرم کن از مئ توفیق هوشی مغزِ جانم (۱) را
نفس را چون جرس شوری براه کعبهٔ دل ده
نشانِ رهنمائی بخش گردِ کاروانم را
بگلزار محبت نالهام همرنگِ بلبل کن
عطا فرما پر و بال اثر مرغِ فغانم را
طلسمِ دل برنگِ غنچه از فیضِ سحر بکشا
قبولِ خاطرِ روشن ضمیران کن بیانم را
چو لعلِ دلبران جان بخش کن رنگین کلامِ من
زلالِ چشمهٔ حیوان نما طبعِ روانم را
سخن را نشأ تاثیر چون چشمِ بتانم ده
ز موجِ (۲) بادهٔ جوهردار کن تیغِ زبانم را
نشانِ هستیم باقی نماند ای کردگارِ من
بده توفیق یک تیرِ نگه ابرو کمانم را
مشبک کن ز مژگانِ کسی فانوسِ چشمِ من
بر افروز از شرارِ عشق شمعِ استخوانم را
بدوز از سوزنِ مژگانِ جانان زخمِ جانِ من
رفو از پرتوِ مهتاب کن چاکِ کتانم را
مکن از گوهرِ مقصود خالی چون صدف دستم
شریکِ ابرِ نیسان ساز چشمِ دُرفشانم را
ز بارِ معصیت خم گشته پشتِ طاقتم یا رب
سبک چون سایهٔ گل ساز این بارِ گرانم را
تهیٔ ملکِ سلیمان "محسنم" دل تنگ می باشد
بصحرای قناعت دار مورِ ناتوانم را [م ص ۵-۱]

---

(۱) منتخب: مغز و جانم (۲) محک: بموجِ باده

بیا ای عشق از قیدِ خرد آزاد کن ما را
چو مجنون در دبستان جنون استاد کن ما را

ندارد جانِ شیرین ای جنون بی شورِ تو ذوقی
کرامت کن خراشِ ناله و فرهاد کن ما را

ز تعمیرِ هوس ملکِ دلِ ما گشته ویران تر
کجائی ای خرابی ساعتی آباد کن ما را

تهی شد کیسهٔ دل از فغان و یار می آید
تو ای بلبل بنقدِ ناله‌ای امداد کن ما را

تو از رندانِ تر دامن مرنج ای مهربان ساقی
... توبهٔ ما، عفو فرما، شاد کن ما را

چو خواهی از عتاب ... ...
پس اول چون سمندر آتشین بنهاد کن ما را

اگر شیرین نه سازی از تبسّم کامِ جان بازی
نمک گیرِ زبانِ غنچهٔ بیداد کن ما را

پتیٔ تیغ آزمائی یا هدف یا گوی یا قربان
بتقریبی هم ای بی رحم گاهی یاد کن ما را

دماغِ زلفِ ما آشفته کردی از فغان "محسن"
بترس و با زبانِ خامشی فریاد کن ما را

پندِ زاهد چه کند با دلِ غم پیشهٔ ما
حرفِ تلخش همه چون مَی چکد از شیشهٔ ما

تا بنرمی (۱) بدلِ سختِ بتان جا کردیم
سبزه سان در جگرِ سنگ دَوَد ریشهٔ ما

کاوشِ سینه ز فرهاد نیاموخته ایم
خمِ ابرویٔ کسی داد بما تیشهٔ ما

---

(۱) محک: ز نرمی

خار (۱) گلزار کسی بهر تماشا نه شدیم
تا گل یادِ تو شد گلشنِ اندیشهٔ ما
دشتِ عشقست قدم نـه بتامـّل "محسن"
ناخنِ پنجهٔ شیر است نـیٔ بیشهٔ ما [م ص-۷۷-۲]

دیده دل تا حسن حیرت باف را گفته با آئینه حرف صاف را
این ملاحت یوسفِ مصری نداشت خوب دیدم عالمِ انصاف را
پیش رویش مغز بیجا می خوری شمع کوته کن زبانِ لاف را
زلف مشکینش دماغم گرم ساخت نافهٔ آهو چه سوزد ناف را
تا بقلبم سکهٔ نامش زدند داغ دارد نقدِ من صراف را
عین چشم و لام زلف (۲) و میم لب از خطش بس خواندم این اوصاف را
نقطهٔ خالش اگر فهیده‌ای میکنی حل مشکل کشـّاف را
شانه در میخانه زاهد رسم نیست ریشِ قاضی میدهم نداف را
"محسن" از عاشق رموزِ عشق پرس
دیده است سیمرغ کوهِ قاف را

هر که تسخیر کند چشمِ فسونسازش را
رام سازد نگهِ حوصله پردازش را
بویٔ عشقش بچمن عاقبت از خود گل کرد
غنچه ننهفت بصد پردهٔ دل رازش را
منکه باشم که چو تصویر نمانم حیران
مانی از خویش رود گر به کشد نازش را
مرغِ دل باز بسوی تو تواند پر زد
بیخودی گر بدهد قوت پروازش را

---

(۱) اصل و محک: خوار (۲) منتخب: لام بیئی

از کمان ابروِ خود تیرِ نگه میخواهم
ای خدا راستئ شست چپ اندازش را
زورِ سرپنجهٔ مژگان ز نگاهشِ پیداست
قوت از شست بود ناوکِ ممتازش را
مطربی گر شودم همنفس امشب "محسن"
ناله ام پرده کند شعلهٔ آوازش را

بسکه از شهرت نمی خواهیم کام خویش را
از نگینِ خود بر آوردیم نامِ خویش را
هر قدر جستیم خصمِ (۱) ما نبود از غیرِ ما
می توان از خود کشیدن انتقامِ خویش را
ما که از بارِ علائق همچو سرو آزاده ایم
ریشهٔ طولِ امل دانیم بامِ خویش را
گردشِ دوران بما کیفیتی دیگر دهد
ما ز خونِ دیده پردازیم جامِ خویش را
گر چو (۲)ساغر اختیارِ دل بکف می داشتم
می سپردم در کفِ ساقی زمامِ خویش را
سیر کردم بر بناگوشِ تو زلفِ عنبرین
دیده ام امروز یکجا صبح و شامِ خویش را
بسکه رنگین کرده مضمون چو "محسن" می توان
دفترِ گل کرد دیوانِ کلامِ خویش را

در بهار آورده ام چون لاله داغِ خویش را
تا قیامت کرده ام روشن چراغِ خویش را
شعر را از مصرعِ قدِّ تو موزون می کنم
می دهم آرایش از یک سرو باغِ خویش را

---

(۱) اصل: خصمی (۲) منتخب: چه

سر بهر جام و سبو چون شیشه ناوردم فرو
تا رساندم از متیٔ عشقت دماغِ خویش را
جلوهٔ مستانهٔ او کمتر از میخانه نیست
ای حریفان پر کنید از متی ایاغِ خویش را
بلبل ما را بگلشن فرصتِ پرواز نیست
می کشاید در قفس بالِ فراغِ خویش را
بسکه گم گردیده ام "محسن" بدشتِ بی خودی
میروم از خویش تا گیرم سراغِ خویش را

چشمِ مستش گر نماید یک نظر آئینه را
می کند تا صبح محشر بی خبر آئینه را
دیده کَی برهم زند از حیرتِ نظّاره اش
گر گذارد خواب خشتی زیر سر آئینه را
تا تجلی کرده‌ای در دیدهٔ حیرانِ او
نور می بارد چو اشک از چشمِ تر آئینه را
ین چه اعجاز است یا رب چشمِ جادوی ترا
از نگاهی می کنی شق القمر (۱) آئینه را
نیست غیر از راستی از صاف دل صورت پذیر
زشت رو بیهوده می گیرد بزر آئینه را
سختیٔ دوران چه سازد با دلِ روشن ضمیر
بیضهٔ فولاد باشد زیرِ پَر آئینه را
دل نشینم نیست هرگز خوب و زشتِ روزگار
از بد و نیک ست دائم در گذر آئینه را
گر دلِ "محسن" ز عشقت کوچه گرد افتد چه دور
شوقِ رخسارِ تو سازد در بدر آئینه را

---

(۱) منتخب : نطق القمر

از رنگ جنون ریخته ام باز بنا را
طفلان مددِ سنگ نمائید خدا را

سودای سرِ زلفِ تو افگنده بصحرا
از جمعِ پریشان چو منی سلسله پا را

هوشم ز سر و خون ز تن و رنگ ز رخ رفت
دیدم بکفِ پای تو تا رنگ حنا را

از مشرقِ مقصود دمد صبحِ مُرادم
از مِهر اگر باز کنی بندِ قبا را

برخاستی و کارِ بلا رفت ببالا
تا چند کنی بهرِ دلم راست بلا را

در ملکِ جنون سایهٔ داغت بسرم باد
این جانخَرَد کس بخسی بالِ هُما را

خاکِ چمنِ کوی وفای غمِ یارم
از من برسانید دعا بادِ صبا را

در حسنِ سخن کوش که این دُرِّ گرامی
شد معجزهٔ شاهِ رُسل سرورِ ما را

"محسن" شده ام گلشنِ فردوسِ محبت
تا خاک پی مور شدم شیرِ خدا را

هر دم خیالِ قامتش از جا برد مرا
بی خود بسیرِ عالم بالا برد مرا

وحشت نگر که دل ز سراسیمه خاطری
بر دوشِ گردباد ز صحرا برد مرا

منّت کشِ نسیم، غبارم نمی شود
گلگونِ رنگ بهر تماشا برد مرا

در یادِ عقدِ گوهرِ دندانِ آن نگار
تحریکِ فکر تا بثریّا برد مرا

"محسن" بدستِ عشق سپردم عنانِ دل
از دوزخ و بهشت بهر جا برد مرا

شب که یادِ الفتِ آن دور گَرد آمد مرا
بسکه گردیدم بکویش سر بگَرد آمد مرا

یک طرف فوجِ غم و یک سو صفِ آه و فغان
در نظر صحرای دل دشتِ نبرد آمد مرا

مُهره در ششدر ز انجم بود کج بازِ سپهر
گر گهی نقشِ وفا زین تخته نرد آمد مرا

از غمِ جانان گله کفرست در کیشِ وفا
شکوه بی جا بر زبانِ رنگِ زرد آمد مرا

پر تعجب نیست گر دفتر نویسِ حیرتم
خون مرکب، آه کلک، آئینه فرد، آمد مرا
بسکه کردم گریه ها از حسرتِ نظاره اش
همچو چشمِ سرمه دان از دیده گرد آمد مرا
چشمِ بیمارش علاجِ دل بیک نظاره کرد
آخر ای "محسن" بکار درد، درد آمد مرا

در بحرِ خون چو تیغ تو سر می دهد مرا
هر تیغ، موجِ عمر دگر می دهد مرا
همچو صدا ببندِ شکستی فتاده ام
هر سنگِ غم ز دستِ تو پر می دهد مرا
شاید نگارِ من بپَیِ تاراج می رسد
دل می طپد بسینه خبر می دهد مرا
از بخششِ لئیم همین خُلقِ خوش بس است
از سایه نخل بند ثمر می دهد مرا
دَوران (۱) ز رطب و یابسِ خود گر کرم کند
لب های خشک و دیدهٔ تر می دهد مرا
از فیضِ گریه منّتِ نیسان نمی کشَم
در هر چهار فصل گهر می دهد مرا
"محسن" مجو ز شپره چشمان فروغِ جود
گر مهرِ خود شپیر و شبر می دهد مرا [م ص-۲۷-۲]

از تو نه تسکین و نه تعمیر می باید مرا
نالهٔ ای را از دلت تاثیر می باید مرا
دوش دیدم دستِ خود چون زلف در آغوشِ او
هر پریشان خوابم و تعبیر می باید مرا

---

(۱) محک: گردون

همچو شبنم چشم بر راهِ گلِ مهرِ تو ام
بس گران جان گشته ام شب گیر می باید مرا
در رخت آیاتِ خوبی گرچه هست از خط و خال
بهرِ این مصحف ولی تفسیر می باید مرا
نامه منویس و نگاهی ای کمان ابرو بکن
زانکه پیغام از زبانِ تیر می باید مرا
عقده گشتم ناخنِ تدبیرِ من در دستِ تست
زنگ بستم صیقلِ شمشیر می باید مرا
عاجزِ عقلم شرابِ دیر سالِ من کجا ست
نورسِ عشقم جنونِ پیر می باید مرا
وسعتِ صحرای امکان بر جنونم تنگ شد
بهرِ جولان کوچهٔ زنجیر می باید مرا
کشورِ معنیٰ سراسر زیر فرمانِ من است
"محسن" اکنون ملکِ دل تسخیر می باید مرا

زان لب نگشت سیر مکیدن دهن مرا
افزود تشنگی ز عقیقِ یمن مرا
رویِ نگار دیده و بر گفتگو زدم
آئینه ساخت طوطیٔ شیرین سخن مرا
با یادِ یار تا سفر از خویش کرده ام
هر شام غربتی شده صبحِ وطن مرا
قمري صفت ز جلوهٔ آن سروِ خوش خرام
شد طوق بندگیٔ گلو جزوِ تن مرا
چون عندلیب کشتهٔ تیغِ تغافلم
از برگِ گل کنید عزیزان کفن مرا
بیت‌الحزن شده ست دلم از فراقِ او
یا رب رسان به یوسفِ گل پیرهن مرا

تا غنچهٔ لبش ز تبسّم شگفته است
گل گل شگفته دل ز هوایٔ چمن مرا

زنّار و سبحه دامِ فریبم کجا شود
دل شد اسیرِ زلفِ شکن در شکن مرا

آن ها که پیِ بوسعتِ مشرب نه برده اند
گه شیخ خواندند (۱) گهي برهمن مرا

یا رب چرا ز دیدهٔ پروانه غائب است
شمعِ رخی که بود در این انجمن مرا

مشتِ غبارِ خویش نثارِ صبا کنم
گر می دهد سراغی ازان گلبدن مرا

"محسن" برد به مشهد خود آخر از کرم
سلطانِ دین رضائ خدا بوالحسن مرا

بسازِ تن زِ رگم تار بسته اند مرا — بتان بنغمهٔ دلدار بسته اند مرا
هزار معنیٔ باریک درمیان دارم — ولی بمو لبِ اظهار بسته اند مرا
سزد که برهمنم قشقه بر جبین بکشد — بتان برشتهٔ زنّار بسته اند مرا
فریبِ سبحه و زنّار دامِ من نه شود — که دل بطرّه طرّار بسته اند مرا
ز خارِ خارِ خیالِ نظاره اش چو مژه — بگردِ نرگسِ بیمار بسته اند مرا
درای قافلهٔ عشق گفتگوي من ست — بناقهٔ نفسِ زار بسته اند مرا
ز انتظارِ پیٔ پاي بوس یک عمری — چو نقشِ پا برهِ یار بسته اند مرا
چو خم بدخترِ رز عقد با گواهیٔ جام — بحجله خانهٔ خمّار بسته اند مرا
قسم بباده که اقرار میکنم زاهد — کجا روم رهِ انکار بسته اند مرا
فغان که از رهِ غفلت بتان سنگین دل — چو آبِ ناله بکهسار بسته اند مرا
دلم پُرست ولی نیست رخصتِ اظهار — زبانِ حال ز گفتار بسته اند مرا
کشم چه سرمه ازین خاک دان بدیدهٔ دل — نظر بعالمِ انوار بسته اند مرا

بسانِ ذرّه ز خورشید از ازل "محسن"
بمهرِ حیدرِ کرّار بسته اند مرا

---

(۱) اصل : خواند

ای در هوای نامِ تو آواره سینه ها
طوفانیٔ سراب نشانت سفینه ها

آن جا که آفتابِ خیالِ تو پر دهد
آید برنگِ ذرّه بپروانه سینه ها

اي همچو گل ز شوقِ تو آواره سینه ها
چون غنچه صرفِ جوشِ مَیِ مِت آبگینه ها

از سینه ها ز پرتوِ خورشیدِ الفتت
گم شد برنگِ جوهرِ آئینه کینه ها

باشد ز بخششِ تو برایٔ معاشِ ما
هر سبزهٔ دمیده کلیدِ خزینه ها

هر نو بهار از ثمرِ دولتت بکف
گل می دمد گرفته بگلشن دفینه ها

در جستجوي بارگهِ رفعتِ تو ساخت
از گردباد هر خس و خاشاک زینه ها

"محسن" بکبریای صفا نیست خوب و زشت
باشد یکی چو آئینه این جا قرینه ها

نه باشد عاریت مستی دلِ دیوانهٔ ما را
چو گل از طینتِ خویش ست مَی پیمانهٔ ما را

برنگِ سبحه از عالم فریبی بی نیازی ده
بصیدِ خویش کن مصروف (۱) دام و دانهٔ ما را

مکن محتاجِ شمعِ جلوهٔ خورشید و مه یا رب
فروغ از پرتوِ خود ده چو گوهر خانهٔ ما را

نمی دانم چه پیش آمد دلِ دیوانهٔ ما را
کدامین شعله یا رب بال زد پروانهٔ ما را

برنگِ برق از هم رفت هر عضوم ز شوقِ او
نه گفت آن بی وفا هرگز چه شد دیوانهٔ ما را

بود در سینهٔ ویرانِ ما خالی گلِ جایت
بیا از جلوه کن رشکِ چمن ویرانهٔ ما را

ندارد شکوه از صیّاد هرگز صیدِ ما "محسن"
بود دامی نهان چون سبحه در دل دانهٔ ما را

---

(۱) اصل : مصرف

اي جلوهٔ تو سلسله سوزِ نگاه ها
قربانِ چاکِ پیرهنت صبح گاه ها

سوزد برنگِ رشتهٔ شمع از نظاره ات
در دیدها ز شعلهٔ حسنت نگاه ها

از ناله بسکه سوخت جهان در غمِ تو شد
در سینه ها فتیلهٔ داغِ دل آه ها

از سر گذشته در رهِ شوقت هزار جم
برباد رفته از غمِ عشقت کلاه ها

کس پی چسان برد بسوادِ دیارِ تو
شد استخوانِ راهروان بسته راه ها

گویند زلف ورنه بروی تو کرده اند
جمعیتی بدود دل آلود آه ها

"محسن" کجا کسی که بشعرت قلم کشد
از بسکه بست نظمِ تو بر حرف راه ها

ای روی تو رونقِ چمن ها حسنِ تو چراغِ انجمن ها
پروردهٔ گیسوي تو صد چین بنیاد نهاده اش ختن ها
کردند رها چو نکهتِ گل در عشقِ تو بلبلان وطن ها
در راهِ تو بالِ صد کبوتر شد برگِ خزان ز پر زدن ها
در مردمِ کشورِ محبت روزي ست ز کاهشِ بدن ها
عمری ست که ما ز یار دوریم فریاد ز دستِ سوختن ها
در راهِ درازِ عشق "محسن"
سرها شده بارِ دوشِ تن ها

از سرمهٔ نگاهِ تو گیرد ز بس صدا
نشنیده از شکستِ دلم هیچ کس صدا

کی در طریقِ دوست بود بیمِ راهزن
در کاروانِ عشق ندارد جرس صدا

دل ها برنگِ غنچه ز اندوه خون شود
گر بلبلم ز درد کشد در قفس صدا
آمد نهان بکوئ تو دل ضبطِ ناله کرد
دزدد همیشه دزد زِ بیمِ عسس صدا
از بند بندِ خویش چو نَی ناله می کشم
شاید رسد بگوشِ تو ای داد رس صدا
پروازِ بوالهوس همه لافِ دروغ بود
"محسن" نه شد بلند زِ بالِ مگس صدا

شب که از یادش کشیدم آهِ بیتابانه را
داغ کردم شمعِ محفل سوختم پروانه را
کفر و ایمان را بکوئ عشق چندان ره نه بود
ای صبا از ما سلامی کعبه و بتخانه را
جای اشکِ من چو مینا (۱) باده می ریزد ز چشم
تا تماشا کرده ام آن نرگسِ مستانه را
قسمتِ هرکس بقدرِ همّتِ والای اوست
می رسد از سنگِ طفلان روزئ دیوانه را
جامهٔ چسپان بقامت نیست جز عریانیم
از تنِ خود کی کَنَم این خلعتِ شاهانه را
خویش را نا آشنائ خویش بس دیدم کنون
آشنائ خویش کردم مردمِ بیگانه را
چشمِ جادوئ تو در مستی باعجازِ نگاه
خوشهٔ انگور سازد سُبحهٔ صد دانه را
گر چنین چشمش سبق خوان از خطِ ساغر بود
طفلِ اشکم عاقبت مکتب کند مَی خانه را
گلشنِ مَی خانه را زیبد کجا هر عندلیب
بلبلِ مینا سزد "محسن" گلِ پیمانه را [م ص-۵۶-۲]

---

(۱) محک: جای اشکم همچو مینا ... الخ.

اگر چه خاک شده چشم نقشِ پا ست مرا
هنوز پردهٔ شوقِ تو دیده وا ست مرا

گره کشوده زِ زلفش مرا پریشان کرد
چه عقدها بدل از ناخنِ صبا ست مرا

فروغِ دولتِ دنیا سیاهیٔ بخت است
چه غیرِ تیرگی از سایهٔ هما ست مرا

گذشتم از دو جهان آن چنان باستغناٴ
که قطعِ راه تو گوئی بهشتِ پا ست مرا

درین چمن بشکر خنده تا کشودم لب
چو غنچه پیرهنِ زندگی قبا ست مرا

ز بادِ آه بموج ست بحرِ غم یا رب
همین بکشتیٔ دل ناله ناخدا ست مرا

دلِ سلیمِ مرا چون خطوطِ مار گزد
میانِ کلبه اگر نقشِ بوریا ست مرا

بلوحِ خاطرِ من یادِ دوستان ثَبت است
صفایٔ دل چه کم از روضة الصّفا ست مرا

شدم بمعنیٔ بیگانه آشنا "محسن"
درین دیار که بیگانه آشنا ست مرا

هر گه بیادِ ساقی کردم هوائ مینا
دستِ سبو گرفتم بشُردم بهایٔ مینا

زیبِ هم اند از بس، کوئی که خلق کردند
مینا برای ساقي، ساقي برایٔ مینا

سبرِ رُخِ تو ساقی عیدِ خُمِ غدیر ست
غش کرده اند مستان از خنده هایٔ مینا

هم زانوی پیمبر جز مرتضی نه زیبد
بَر دستِ راستِ ساقی خالی مت جایِ مینا

دل را بغیرِ یادش کیفیّتی نه باشد
از عکسِ رویِ ساقی باشد صفایِ مینا

از شورِ عندلیبان میخانه گشته گلشن
پوشیده تا که از مَی گلگون قبایِ مینا

هر آبرو طلب را چشمِ سخا ازو بود
چون شیخِ جام گشتم من هم گدایِ مینا

تا لحظه مستِ غفلت از بزم ما نگردد
آید بگوشِ ساغر هر دم صدایِ مینا

مستانه برد ما را "محسن" بعالمِ آب
هم جلوه هایِ ساقی هم خنده هایِ مینا

غیرِ یادِ دوست نبود در دلِ مدهوشِ ما
چون صراحی نیست خالی از پری آغوشِ ما

منّتِ ساقی چو ساغر تا قیامت می کشم (۱)
کَی سبک گردد گهی بارِ سبو از دوشِ ما

محتسب گر بی خبر باشد ز رازِ ما چه دور
گوشِ گردون گشته(۲) کَر از بانگِ نوشا نوشِ ما

شانه و عمامه ای زاهد برهنِ مَی (۳) کنی
گر کشی ته جرعه‌ای از ساغرِ پرجوشِ ما

ما جهان را پشت پا، سگ را کفِ پائی زدیم
گر رقیب از ما برنجد گو که از پاپوشِ ما

قمری و بلبل چمن را دشتِ محشر کرده اند
می رسد گویا بگلشن سروِ گلگون پوشِ ما

---

(۱) محک: می کشیم (۲) محک: گشت (۳) اصل: من

نشأ مستی را نگاهِ او دو بالا می کند
مجلس آرا گر شود آن ساقیٔ مستی نوشِ ما

طفلِ اشکِ ما چرا در سرمه خوابانیده‌ای (۱)
می توان پرسید ازو حالِ دلِ پر جوشِ ما

در شنیدن آنچه شد تحصیل در گفتن نه شد (۲)
از زبانِ ما نیاید (۳) هیچ کارِ گوشِ ما

بی زبانان را زبانِ حالِ "محسن" بسته نیست
می توان حرفی شنیدن از لبِ خاموشِ ما [م ص ۱۳-۲]

تا شورِ جنون گشته بکویت بلدِ ما
چون سنگ رسد از کفِ طفلان مددِ ما

در ملکِ فنا یک سرِ مو فرق نه بینی
... ... افسرِ خاقان و کلاهِ نمدِ ما

در گلشنِ سودای تو گشتیم پریشان
آشفته دماغی ست گلِ سر سبدِ ما

چون نقشِ نگین گل کندش حسن قبولی
بر سینهٔ هر کس که خورد دستِ ردِ ما

مشکل که سر از خواب براریم بمحشر
شد خاکِ سرِ کوی تو خشتِ لحدِ ما

قمری صفتیم از غمِ او حلقه بگوشیم
یا رب برسان در برِ ما سروِ قدِ ما

ما توبه شکستیم و دلِ کس نه شکستیم
زاهد نه بود نیکِ تو بهتر ز بدِ ما

---

(۱) اصل: خود پائنده‌ٔ — محک: خوابالیده‌ٔ
(۲) محک: از شنیدن انچه شد تحصیل از گفتن نه شد (۳) محک: نیامد

عمری ست که در پای خم افتاده چو لائیم
شاید که رسد از خطِ ساغر سندِ ما

دُرد[ی] کشِ متّی خانهٔ عشقیم چو "محسن"
هرگز نه رسد خضر بعیشِ ابدِ ما

بشگفته در دل (۱) از تو گلِ یادِ یارِ ما
ای دردِ یار باش، دمی در دیارِ ما

هر مویٔ ما چو غنچهٔ منقارِ بلبلان
آمد بناله از ستمِ گل عذارِ ما

از دستِ پائمالیٔ هجرِ تو ای نگار
همچون حنا یکیسیت خزان و (۲) بهارِ ما

ای دلبرِ تمام وفا آفرین که باز
چون شمع سوختی دلِ ما بر مزارِ ما

از جورِ بی شمارِ تو گیریم تا شمار
هر روز عمرِ ما شده روزِ شمارِ ما

ما را هوای ابرِ بهار از غمِ تو نیست
ابرِ بهارِ ما مژهٔ اشک بارِ ما

ما خاکِ کوچهٔ چمنِ سینه صافی ایم
خیزد چو سبزه از دلِ صحرا غبارِ ما

دشمن ز عجزِ ما سرِ نخوت مکن بلند
باشد دلِ دو نیم دمِ ذوالفقارِ ما

طاؤس را برای پرش صید می کنند
دامِ بلا ست زینتِ نقش و نگارِ ما

---

(۱) محک: در دل شگفت (۲) اصل: خزان در

بر مرغِ پر شکسته قفس به ز گلشن است
خود می رود بدامِ اسیری شکارِ ما
سیرابِ معنی ایم چو گوهر درین محیط (۱)
سقای ما بود سخنِ آبدارِ ما
"محسن" چو نقشِ پا برهش چشم دوختیم
تا پا نهد بدیدهٔ امیدوارِ ما [م ص ۹ ب-۱]

گر بکامِ خویش بینم لعلِ رنگینِ ترا
در حریرِ بوسه پیچم برگِ نسرینِ ترا
گه ز لب دشنام و گه از زلف پیچم می دهی
خوب دیدم ای پری‌رو چین و ماچینِ ترا
هر که چون زلف از خطِ سبزت کند روشن سواد
مرکزِ دلها شناسد خالِ مشکینِ ترا
بهرِ قتلم خوش بسامان می رسی ای شهسوار
چشمِ بد بادا سپندِ خانهٔ زینِ ترا
نخلِ یادِ من ثمر نسیان دهد لیکن خوشم
می توان افسانه گشتن خواب سنگینِ ترا
نو بهارِ من برای سیر در گلشن مرو
سروِ بی حاصل ندارد بارِ تمکینِ ترا
می کند "محسن" دعا و از تو می خواهد اثر
نیست معنی جز اجابت حرفِ آمینِ ترا

زیاده کرد خطت حسنِ شوخ و شنگِ ترا
فزود نشأ نمک بادهٔ فرنگِ ترا

(۱) محک: چو گوهر ز فیض عشق

بلب تبسّم و چین بر جبین چه ناز است این
هزار صلح فدا باد لطفِ جنگِ ترا

بنارسائیم این خلعتِ قبول بس است
که تکمه شد دلِ تنگم قبایٔ تنگِ ترا

ز خاکِ کشتهٔ چشمِ تو می دمد نرگس
چه آب داد خدا تیغِ سرمه رنگِ ترا

چرا نه مجلسِ عشاق را کند رنگین
حنا ز شعلهٔ آوازِ تست چنگِ ترا

نموده هر گلِ زخمم بهارِ طاؤسی
خواصِ بو قلمون ست ضربِ سنگِ ترا

کسی که از خطِ سبزت رسانده است دماغ
طلوعِ باده شمارد خمارِ بنگِ ترا

ز بسکه می چکد از عارضت بآتشِ متّی
توان بشیشه گرفتن گلابِ رنگِ ترا

به هند هر که (۱) نمک گیر حسنِ سبزِ تو شد
گزید بر متّیٔ شیراز آبِ گنگِ ترا

رسان فغانِ خودش گر نمی رسی "محسن"
مگر قبول کند یار، عذرِ لنگِ ترا [م، ص ۴۰-۱]

با همه کوچک دلی با چرخ در جنگیم ما
گوهریم امّا ترازو گشتهٔ سنگیم ما

هر پریشانیم رُو از ما متاب ای زلفِ یار
گر سیه بختیم آخر با تو هم رنگیم ما

نقش واژون (۲) چون نگین داریم از بیدادِ چرخ
بهرِ یاران نام و بهرِ خویشتن ننگیم ما

سبز بختی گر ز (۳) دستت کرده خون ما را چه غم
چون حنا های نگارین ترا رنگیم ما

---

(۱) اصل : هرک (۲) اصل : واژن (۳) اصل ز ندارد

گر دلِ صبحِ اجابت در کمندِ آهِ ماست
تا بشاخِ سنبلِ زلفِ شب آهنگیم ما
از خراشِ دل نهان دستِ نوازش دیده ایم
بر کفِ بیداد او در پرده چون چنگیم ما
از تماشای رُخش یک لخت چشمِ حیرتیم
پشت بر دیوار چون آئینهٔ دنگیم ما
گه به هندوستانِ خط، گه در خطای عارضیم
همچو چینِ زلف گه در کشورِ زنگیم ما
غنچهٔ ما وا نه شد از ناخن بادِ صبا
"محسن" از فکرِ دهانش بسکه دل تنگیم ما

بیرون نه تراوید گهی دردِ دلِ ما
در چهره عرق خشک کند منفعلِ ما
تا صبر ز زندانِ دلِ ما نه گریزد
شد حلقهٔ زنجیر غمِ متّصلِ ما
در آتشِ ما گرمیٔ کین نیست چو یاقوت
این مژده بگوئید بخصمِ خجلِ ما
جایٔ که رود مرغِ دل و باز نیاید
یا رب که برد نامه بغم مشتملِ ما
هر لحظه برنگِ دگر از ما شگفد گل
"محسن" چه بهارست درین مشتِ گِلِ ما

با چشمِ یار ساخته طبعِ لطیفِ ما
جام و سبو و شیشه نه گردد حریفِ ما
پیری رسید و عشقِ جوانی زیاده شد
رنگین تر از ربیع بر آمد خریفِ ما

لعلِ تو نرخِ بوسه بصد نقدِ جان رساند
گویا رُطَب نه مانده بشهر قطیفِ (۱) ما

بیدرد را بکشورِ ما ره نمی دهند
پروردهٔ غم ست وضیع (۲) و شریفِ ما

دشمن ببین پشه و نمرود تا کجا ست
این پیل زوریٔ (۳) تو بمورِ ضعیفِ ما

ما شهسوارِ معرکهٔ ناتوانی ایم
رستم برخش زور نگردد ردیفِ ما

از انفعالِ خصم دلِ ما عرق کند
هرگز ستم بطبع نه دارد ظریفِ ما

ایمانِ خویش تازه کنی از خُمِ غدیر
زاهد در آئی ار تو بدین حنیفِ ما

"محسن" بکهربا نه کند آشنا چرا
دردی که کاه ساخته جسمِ نحیفِ ما

سوخت از بسکه غمِ لاله رُخان پیکرِ ما
می توان چید گل داغ ز خاکسترِ ما

چند بی خواب پیٔ بسترِ سنجاب شویم
دستِ ما، بالشِ ما، پهلوِ ما، بسترِ ما

تا که مژگانِ تو از ما بتغافل بگذشت
بختِ بر گشتهٔ ما گشت دمِ خنجرِ ما

نخلِ سودای قدش (۴) در سر ما بار نه بست
تا ندیده مددِ آب ز چشمِ ترِ ما

می توان از دلِ ما نسخهٔ حیرت برداشت
ورق آئینهٔ فردی بود از دفترِ ما

---

(۱) کذا در اصل — شجر قطیف (؟) = شجر میوه دار [م-ح-ر]

(۲) وضیع = هیچ، ادلیا، ذلیل (۳) اصل: پیل زور (۴) محک: قدت

بسکه در اوجِ تو چون مرغ فغان بال زدیم
رنگِ پرواز چو گل ریخت ز بال و پرِ ما
حیف کز کنهِ کمالِ تو شناسا نه شدیم
گرچه هست این ورق کون و مکان ازبرِ ما
بردنِ پتّی بموثر ز اثر گفت حکیم
لیک برعکس نمود آئینهٔ منظرِ ما
"محسنا" حافظِ دل باش بیبت غزلت
"ما برفتیم تو دانی دلِ غم پرورِ ما" (۱) [م ص-۱۱-۱]

ساقي بیار متّی که شود صبح شامِ ما
خورشید سر بدر زند از برجِ بامِ ما
از گردشِ زمانه چو ناکام گشته ایم
از گردشِ پیاله فلک کن بکامِ ما
در پنج روزِ دهر بهر روز پنج وقت
باید که شیشه سجده نماید بجامِ ما
رندان چنین حدیث ز پیرِ مغان کنند
خم خانه کعبه، متّی حق و ساقی امامِ ما
بی متّی چه زندگیست بگیر و بیار زود
کز هجرِ او کباب شده جانِ خامِ ما
گه از سجودِ شیشه و گه از رکوعِ جام
گردد حریمِ متّی کده بیت الحرامِ ما
ما بحث با فقیه نداریم ورنه متّی
آن جا چرا حلال شد، این جا حرامِ ما
لیکن چه خوب نکته درین باب گفته است
مستِ الست "حافظِ" شیرین کلامِ ما

(۱) مصرع حافظ شیراز

"ترسم که صرفه‌ای نه برد روز باز خواست
نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما" (۱)

زاهد بمسجد آن که ترا کرده چوبِ خشک
در مَی کده چو خشت نموده مقامِ ما

در زهد و رندیٔ تو و ما اختیار نیست
در دستِ دیگر ست چو ساغر، زمامِ ما

ما و تو در حساب بگردون برابریم
ایمان و عمرِ تو برد و ننگ و نامِ ما

ای بادِ صبح چون بعراقت فتد گذر
با گریه عرضه دار چو ابر این پیامِ ما

کاي ساکنانِ شهر بپرسید گاه هم
آیا چه رفت بر سرِ مشت غلامِ ما

"محسن" ز باده خانهٔ "حافظ" کشیده مَی
"ساقی بنورِ باده بر افروز جامِ ما" (۲) [م ص-۱۳-۱]

هر گه چو شیشه سجدهٔ او کرده ایم ما
از آبِ اشکِ خویش وضو کرده ایم ما

بیت الحرامِ مَی کده جایٔ عبادت ست
خوش اقتدأ بجام و سبو کرده ایم ما

ساقی ببندِ جامِ بلورین چه می شوی
سر را برای باده کدو کرده ایم ما

زاهد بحرفِ پوچِ تو ما دل نمی دهیم
این شیشه را برهنِ سبو کرده ایم ما

ای نوبهار این همه خواری بما چرا
آخر چه گل ز باغِ تو بو کرده ایم ما

---

(۱) بیت حافظ شیراز (۲) مصرعه حافظ شیراز

بی حاصلی ست خرمنِ ما، دانه اشکِ ما
در دهر کشت و کارِ نکو کرده ایم ما
زخمی چو شانه گر بدلِ خویش یافتیم
با تارِ زلفِ یار رفو کرده ایم ما
بی وجه نیست این همه غوغا که کرده ایم
دانید گل رخان بچه رو کرده ایم ما
"محسن" میانِ متی کده جایْ نفس نماند
از بس بپایْ شیشه غلو کرده ایم ما

از سپهرِ بی مروّت کام می خواهیم ما
زین سیه کاسه متیْ گلفام می خواهیم ما
ای که از لعل لبِ تو شیرهٔ جان می چکد
گر نه باشد بوسه‌ای، دشنام می خواهیم ما
عاشقان را در نظر لیل و نهار دیگرست
از رخ و زلفِ تو صبح و شام می خواهیم ما
سبزهٔ خطش دمید و ما دماغ آشفته ایم
از بنفشه روغنِ بادام می خواهیم ما
مرغِ دل از آشیانِ ما بپرواز آمده
از سرِ زلفِ تو اکنون دام می خواهیم ما
شعر گفتن جز بفضلِ حق نمی گیرد قرار
"محسن" از شاهِ نجف الهام می خواهم ما

چون صبح تا ز مهرِ علی دم زدیم ما
خورشید را چو گل بسرِ هم زدیم ما
کونین بی تو جز کفِ افسوسِ ما نبود
برهم بجایْ دست دو عالم زدیم ما

بـِه گشته زخمِ دل که امیدِ بهی نه داشت
تا از خمیرِ تیغِ تو مرهم زدیم ما
ساقی بدورِ جام ز بس شاد می شویم
گوئی مگر بسلطنتِ جم زدیم ما
تا از نگاهِ مستِ تو سرشار گشته ایم
جز حرفِ باده حرفِ دگر کم زدیم ما
تا دستِ ما بدستِ سبو گشته آشنا
پاي نشاط را بسرِ جم زدیم ما
صف بسته بود لشکرِ مژگان بپیشِ چشم
بر قلبِ آن سپاه چو رستم زدیم ما
تا چون عرق بر آن گل رخسار می دویم
طعنی بتنگ چشمیٔ شبنم زدیم ما
کـَندیم بر عقیقِ لبش حرفِ بوسه را
"محسن" چه نقش خوب بخاتم زدیم ما

گوهرِ دل تا بکف داریم ما آبروئی چون صدف داریم ما
برجِ دل از مهرِ خوبان روشن است آفتابی در شرف داریم ما
ای کمان ابرو بقربانِ تو جان گر زنی تیری، هدف داریم ما
گوهرِ ما چرخِ مینائی شکست سخت سنگی را طرف داریم ما
یادِ رویش در دل پُر داغِ ماست ماه در عینِ کلف داریم ما
لذت زخمِ تو اکنون یافتیم گریه بر عمرِ تلف داریم ما
چون نگه بر لشکرِ مژگان زدیم راه بر قلبِ دو صف داریم ما
کی حباب از موج می گیرد کنار بهرِ تیغش سر بکف داریم ما
نیست بر ما منّتِ بالِ هُما سایهٔ شاهِ نجف داریم ما
ذرّهٔ ما مشرقِ خورشید بود ره بملکِ "مَن عـَرَف" داریم ما
با قدِ خم گشته "محسن" دم بدم
ناله از دستش چو دف داریم ما

دل کجا صبر جدائی از کجا — شیشه و سنگ آزمائی از کجا
گر نه ایمائی ز چشمت بوده است — زلف و کافر ماجرائی از کجا
نه به هند این شوخی است، و نه به روم — سر بسر ناز و ادائی از کجا
سوختی خاکستر پروانه ام — شمع من گرم جفائی از کجا
در بساطم نیست نقد ناله‌ای — بلبل و این بی نوائی از کجا
گر نه خونم را نمودی پائمال — پس چنین پائی حنائی از کجا
زاهد از عشق بتان منعم مکن
"محسن" و این پارسائی از کجا

چشم مستت ز هوش مندی ها — ز ابروان کرده تیغ بندی ها
از خط عارض تو دانستم — لازم باغ خار بندی ها
گر دهان تو بنگرد از رشک — غنچه میرد بزهر خندی ها
همچو زلف تو در ربودن دل — کو کمندی بخوش کمندی ها
ای که عمرت دراز باد چو زلف — نگهت کرده پیش بندی ها
همچو بیت بلند از کج فهم — پست گشتیم از بلندی ها
دانه از خاک می‌شود سر سبز — فیض خواریست ارجمندی ها
از دلیل اصول احمقی است — خود ستائی و خود پسندی ها
نیست زان کس بخلق مسخره‌تر — گر بپیری کند لوندی ها
"محسنا" این دو چیز جمع مباد
نوجوانی و دردمندی ها

چشم الفت کس چه دارد از دل پر درد ما
وحشت از خود می کند مجنون صحرا گرد ما
جذبهٔ توفیق می خواهیم ورنه از غمش
کهربا هم می کشد خجلت ز رنگ زرد ما
پر تعجب نیست گر آتش بگردون می زنیم
گرم سازد کوّرهٔ حدّاد آه سرد ما

کی دلِ کس خون شود از بیمِ زخمِ تیغِ کوه
نیست غم گر حربه دارد دشمنِ نا مردِ ما

عاقبت در گلشنِ کویش ز اشک لاله گون
نو بهاری کرده گل از چهرهٔ پر گردِ ما

مهرهٔ دل برده ایم از ششدرِ زلفش بخال
تا شده از اشکِ غلطان کعبتینِ نردِ ما

نامهٔ اعمال را طغرا چو نام مرتضیٰ است
داخلِ دفتر کند دیوانِ رحمت فردِ ما

بحر رحمت گر بجوشد "محسن" از ابرِ مژه
دفترِ عصیان بشوید اشکِ غم پرودِ ما [م ص-۸۰-۲]

ای تلخیٔ عتاب ز لعلِ تو قندِ ما — آشفته ساز زلفِ تو، شیرازه بندِ ما
تا نَیِ شکر ز تیرِ نگاهِ تو خورده ایم — مانندِ نَیِ نوا دَمَد از بند بندِ ما
ازآتشین عذارِ تواز بسکه سوختیم (۱) — خیزد بجای ناله غبار از سپندِ ما
تا آه را (۲) بزلفِ رسائی تو بسته ایم — مرغِ اثر بدام بود از کمندِ ما
سروِ قدی ز عالمِ بالا بهم رساند — قمری ببین رسائیٔ طبعِ بلندِ ما
ساغر حریفِ مستیٔ ما نیست "محسنا"
بی خود ز یادِ او ست دلِ هوش مندِ ما [م ص-۹۶-۲]

بسکه شوقِ بوسه‌اش بی تاب می سازد مرا
تا لبِ چاهِ زنخدان آب می سازد مرا

عقده‌ام از احتیاج ناخنِ تدبیر نیست
تا کلیدِ تیغ، فتح الباب می سازد مرا

در تمنایٔ تو هر شب ای دُرِ بحرِ طلب
اشک، سرگردان تر از گرداب می سازد مرا

---

(۱) محک: از آتشین عذار بتی بسکه سوختیم (۲) محک: تا آه دل

گاه بختم وصل با آئینه رخساری نکرد
بی قراری هر قدر سیماب می سازد مرا
گر مطیعِ حق شود کس عالمش گردد مطیع
سجده آخر صورتِ محراب می سازد مرا
آبِ حیوان تشنگی زائل نه کرد از من ولی
آبِ شمشیرش دمی سیراب می سازد مرا
دیگر از کیفیتِ چشمش حکایت پر مگو
"محسن" این افسانه مستِ خواب می سازد مرا

جنون تا داد ما را کاروان سالاریٔ دل‌ها
سبک چون ناله بر دوشِ نفس بستیم محمل‌ها
چو طفلِ اشک بی خود بارها بهرِ تماشایش
ز هستی تا بیابانِ عدم رفتیم منزل‌ها
ز پیچ و تابِ زلفش عقده‌ها افتاده در کارم
ز دستِ شانه‌ای شاید توان حل کرد مشکل‌ها
چو چاکِ دل نه استد جوشِ خون جراح تا محشر (۱)
ز تارِ (۲) زلف قاتل تا نه دوزی زخمِ بسمل‌ها
بشوری می روم گیرد سرش "محسن" چو پروانه
که ریزد خون بجای رشک چشمِ شمعِ محفل‌ها [م ص-۳-۱]

در وصفِ لعلِ نو خطِ سروِ روانِ ما
شد سبز همچو پسته زبان در دهانِ ما
معراج خاکساریٔ ما عرشِ دیگر است
باشد زمینِ خانهٔ ما آسمانِ ما

---

(۱) اصل: چو چاک دل نایستد جوشِ خون حراج تا محشر (۲) محک: بتار

ما تیرِ آه را بدلِ خود شکسته ایم
تا نشکند ز زورِ ضعیفی کمانِ ما
خوبان که دست گیریٔ برگِ حنا کنند
رنگِ بهار ریخته اند از خزانِ ما
"محسن" برنگِ مرغِ نظر در هوایٔ یار
پروازِ ما برون نه بود ز آشیانِ ما [م ص-۳۳-۲]

گر چنین در پرده خیزد نالهای زارِ ما
شعلهٔ آوازِ ما چون شمع سوزد تارِ ما
رشتهٔ نظارهٔ ما، مویٔ آتش دیده شد (۱)
بسکه شد گرمِ تجلّی آتشین رخسارِ ما
برقِ جولانیم در راهِ محبّت دور نیست
جاده پیچد همچو مو از گرمیٔ رفتارِ ما
از خراشِ ناله ای صد کوه از جا برکَنیم
کار فرما گر شود آن شوخِ شیرین کارِ ما
گرچه دامن بر کمر داریم "محسن" در رهش
پایٔ رفتار از کجا پیدا کند کهسارِ ما [م ص-۸-۲]

می کشاید ابروی جانان دلِ دل گیرِ ما
در کفِ شمشیر باشد ناخنِ تدبیر ما
تا کمان را نشکنی تیرت نیاید بر هدف
ای دلِ افگارِ ما وی آهِ بی تاثیرِ ما
ما پریشان جمع هم دیوانهٔ زلفِ تو ایم (۲)
شانه را در کف مده سررشتهٔ زنجیرِ ما

---

(۱) محک : کرد
(۲) محک: ما پریشان خاطران دیوانهٔ زلف تو ایم
در کفِ شانه مده سر رشتهٔ زنجیر ما

تا نگه را از نگاهت (۱) آبگیري کرده ایم
می چکد خون تحیّر از دم شمشیر ما
کر نه صید بخت واژونیم در صحرای عشق
از چه یا رب می رمد صیّاد از نخچیر ما
پای بند سبزه و سنبل درین گلشن نه ایم
از سواد زلف باشد تا بخط شبگیر ما
لاغریم از بسکه "محسن" خامه (۲) نقاش فکر
موشگافی‌ها کند تا بر کشد تصویر ما [م ص ۹-۲]

رخصت اشکی بود (۳) گر دیده نمناک را
غوطه در خون می دهد نه کشتی افلاک را
سرکشان را با ضعیفان اختلاط دیگرست
شعله درآغوش چسپان تر کشد خاشاک را (۴)
برق را چون شمع در فانوس پنهان کس نه کرد
چند سوزم در دل خود آه آتش ناک را
مرغ بسمل در قفس کردن ندارد حاصلی
می کنم خالی ز دل این سینه صد چاک را
توتیای دیده آئینه‌ها خاکستر است
خاکساری سرمه باشد دیده ادراک را
شوخ چشمی‌های شبنم را چو بلبل دید گفت
شرمی از مردم نباشد دیده های پاک را
نخل زهدم جز گل تسبیح "محسن" بر نه داد
بعد ازین در هر زمینی می نشانم تاک را (۵) [م ص ۱۵-۱]

---

(۱) محک: نگاهش آبگیري کرده ام (۲) اصل: خانه (۳) محک: دهم
(۴) محک: شعله درآغوش اول میکشد خاشاک را
(۵) محک: نخل زهدم جز گل تسبیح دیگر بر نداد
بعد ازین در هر زمین "محسن" نشانم تاک را

خرّم شود ز جور، دلِ غم سرشتِ ما
سبز است ز آبِ جدولِ شمشیر کشتِ ما (۱)

بی شیشهٔ شراب ببزمی نه رفته است (۲)
از خطِ ساغر است مگر سرنوشتِ ما

زاهد بیا و سجده کن از روي اعتقاد
محرابِ ابروئیست نهان در کنشتِ ما

بس معنیٔ لطیف ز دل تا بلب نه رفت (۳)
حور از قصور سر نه کشید از بهشتِ ما (۴)

"محسن" باهلِ حشر چو (۵) نوبت رسد دگر
سنجند اگر تمامیٔ اعمالِ زشتِ ما [م ص-۱۶-۲]

بصحرایٔ که گردد اشکِ من گرمِ دویدن ها
غزالان را شود گردابِ خون موجِ رمیدن ها

باین تمکین قیامت قامتم گر در چمن آید
شود خجلت دوبالا سرو را در قد کشیدن ها

بهنگامِ تواضع ایمن از مکرِ عدو منشین
که خیزد تیر از پشتِ کمان وقتِ خمیدن ها

چه شد گر خاک گشتم در رهِ او از گران جانی
غبارم را نسیمی می دهد بالِ پریدن ها

ز خامی میزنی جوش این قدر زاهد نمی دانی
که چون مَی میرساند تا لبش ما را رسیدن ها (۶)

مرو قاتل که "محسن" جان نثارِ مقدمت سازد (۷)
چو مرغِ بسملش مگذار در دامِ طپیدن ها [م ص-۱۸-۲]

---

(۱) محک — مصرع دوم: از آب خنجر تو شود سبز کشت ما
(۲) محک: بی شیشهٔ شراب ببزمي لمي رویم
(۳) اصل "بلب" ندارد (۴) محک — مصرع دوم: حور از قصور سر نکشد در بهشت ما
(۵) محک: چه
(۶) اصل این شعر ندارد، از محک نقل شد
(۷) محک — مصرع اول: توقف کن که "محسن" جان نثار مقدمت سازد

بی تو ای نورِ نظر این دیدهٔ پُر آب را (۱)
مردم از جاروبِ مژگان رُفته گردِ خواب را
اي که می گوئی دلت با یادِ جانان چون بود (۲)
دیده باشی با کتان سیرِ شبِ مهتاب را
شب که (۳) از بی تابیٔ دل گرمِ گفت و گو شدم
شعلهٔ جوّاله کردم حلقهٔ احباب را
کشتنِ نفس است مردي ورنه با چندین هنر
پیشِ ما قدری نه باشد (۴) کشتنِ سیماب را
"محسن" آن نورِ نظر تا رفته (۵) از چشمِ ترم
خانه‌ام از خویش پیدا می کند سیلاب را [م ص ۲۰-۲]

نه شد دستِ امیدم کوته از دامانِ مطلب ها
گلی از بوسه چیدم عاقبت زان غنچهٔ لب ها
ز بختِ تیره نبود شکوه‌ای اربابِ بینش را
که عینِ سرمه شد در چشم (۶) انجم ظلمت شب ها
اگر از داغ های سینهٔ خود پنبه بر گیرم
سپندِ مجمرِ افلاک مي گردند کوکب ها
نه پنداری حباب از (۷) گوهرِ مقصود کز شوقت
لب دریا پر از تبخاله شد از جوشِ یارب ها
بامداد نسیمی می روم چون بویِ گل "محسن"
پیٔ طفلِ گلستان در بغل بر گردِ مکتب ها [م ص ۲۲-۲]

---

(۱) محک — مصرع اول: بهر تو اي آبرو ده دیدهٔ پر آب را
(۲) محک — مصرع اول: از دلم ذوقِ خیالِ یار مي پرسي، مپرس
(۳) محک: بسکه (۴) محک: پیش ما قدري ندارد
(۵) محک: تا رفت (۶) اصل و منتخب: چشمم — محک: چشم (۷) محک: ای

گرفته‌ایم باهی سپهرِ مینا را سپرده‌ایم باشکی عنانِ دریا را
زبختِ تیرهٔ خود شکوهٔ دگر چه کنم کزو سیاه نمودیم (۱) رویِ دنیا را
بجستجوی توای نوبهارِ گلشنِ حسن ز آبِ آبله کردیم سبز صحرا را
مخالفانِ علی حق نمی توانند دید اگر بچشم گذارند طورِ سینا را
چو اهلِ زهد چه افسرده مانده‌ای "محسن"
علی بگو و بکش زود جامِ صهبا را [م ص-۲۴-۲]

حسنِ تو احتیاج ندارد نقاب را
جز نور چیست پرده رخِ آفتاب را
گر از گلِ عذارِ تو در محفلِ چمن
چون داغ لاله ساخت بجامم شراب را (۲)
فرقی نه دیده ایم بعنوانِ خاصیت (۳)
آبِ بقا و خاک درِ بوتراب را
"محسن" من و غلامیٔ شاهی که بر فلک
حکمش کشد بدامِ کتان ماهتاب را [م، ص-۲۷-۱]

گر بگلشن گل کند در پرده بویٔ رازِ ما
ناله خیزد از رگِ گل همچو تارِ سازِ ما
بی تو در بزمِ چمن تا چند ای مستِ غرور
می شود بلبل کباب از شعلهٔ آوازِ ما

---

(۱) محک: نکردیم

(۲) محک: یادِ نگاهِ مستِ تو در محفلِ چمن
چون داغ لاله سوخت بجامم شراب را

(۳) محک. مصرعه اول: یک ذرّه فرق نیست بعنوانِ خاصیت

گرمیٔ شوقِ سرِ کوي تو بر دل (۱) شعله زد
سوخت در بال و پرِ ما چون نفس، پروازِ ما
جانِ نالانش شود سوراخ سوراخ از الم
گر شود نَـی در فراقش یک نفس دمسازِ ما (۲)
ما نظربازانِ رویٔ دوست چون آئینه ایم
نیست غفلت آشنا چشمِ بحیرت بازِ ما
نیست "محسن" هستیٔ موهوم را تابِ ثبات
چون شرر روشن بود انجام از آغازِ ما [م ص- ۲۸-۲]

جز یادِ دوست نیست کسی در خیالِ ما
همچو (۳) صدف پُرست ز گوهر سفالِ ما
خارج نمی زنیم دمی از مقامِ عشق
هر چند داد دستِ فلک (۴) گوش مالِ ما
زان نو بهارِ حسن بما مژده می دهد
بلبل مگر بمصحفِ گل دید فالِ ما
صورت نه بست در دلِ کس یادِ ما بلی
آئینه‌ای کجا ست که گیرد مثالِ ما
در عین جورِ یار بنشو و نما رویم (۵)
سبز است ز آبِ جدولِ خنجر نهالِ ما
"محسن" دگر چه بود چو ماهِ چهارده (۶)
جز کاستن نتیجه زِ کسبِ کمالِ ما [م ص- ۲۹-۲]

---

(۱) محک: از دل (۲) محک: گرددش جان حزین سوراخ سوراخ از الم
نَـی شود گر در فراقت یک نفس دمسازِ ما
(۳) محک: همچون (۴) محک: دست قضا (۵) محک: زدیم
(۶) محک ـ مصرع اول: "محسن" چو ماه چارده گویا نبوده است

مستی از شرمِ گنه هموار می سازد مرا
زهد مستِ بادهٔ پندار می سازد مرا
جز سیه روئی نگین را چیست از نقش و نگار(۱)
سادگی آئینهٔ اسرار می سازد مرا
تا سر از چاکِ گریبانِ جنون بیرون کنم
سنگِ طفلان دامنِ کهسار می سازد مرا (۲)
گردِ خواری اهلِ دل را آبروی عزت است
خاکساری گوهرِ شهوار می سازد مرا
نسبتِ معشوق و عاشق تا بهم گردد درست
چشمِ جانان همچو خود بیمار می سازد مرا
"محسن" از کسبِ معاصی گرچه فارغ نیستم (۳)
شغلِ مَی نوشی گهی بی کار می سازد مرا [م-ص-۳۱-۱]

رسید است بمعراج، ضعفِ طاقتِ ما
گذشته است ز عرشِ اثر اجابتِ ما
شکسته رنگیٔ ما کم تر از بهار مدان
برنگِ مهر بر آمد گل محبتِ ما
ز تابِ گرمیٔ خورشیدِ عارضِ تو، نگاه
شده ست خشک چو مژگان بچشمِ حیرتِ ما(۴)
[م-ص-۳۲-۲]

---

(۱) اصل: نقش و نقار- محک: نقش و نگار (۲) اصل این شعر ندارد، از محک نقل شد (۳) محک- مصرع اول: "محسن" از کسب معاصی گرچه در کارم ولی
(۴) اصل: شده است خشک چو در چشم حیرت ما — از محک تصحیح شد

چون نتی بشبِ هجرِ تو ای داد رسِ ما
جز ناله کسی نیست دمی هم نفسِ ما

مشکل که رسد تا بلب از کوتهیٔ بخت
از بس گره افتاده بتارِ نفسِ ما

تا ز آتشِ حسرت ببهارش نه رساندیم
یک میوه نه شد پخته ز نخلِ هوسِ ما

فصلِ گل و دورانِ شباب این چه قیامت
بر جامِ شرابی نه بود دست رسِ ما

مشکل که لب از ناله و فریاد ببندد
گر بلبلِ تصویر شود هم قفسِ ما

ما سوختگان شاد ز گلبرگِ عتابیم
از شعله حنائی شود انگشتِ خسِ ما

"محسن" روشِ قافلهٔ عشق چه پرسی
در سینه نهان است زبانِ جرسِ ما [م-ص-۸۲-۱]

گر چنین در گردش آرد چرخِ ایّامِ مرا
شعلهٔ جوّاله سازد بر نگین نامِ مرا

خاکسارم همچو نقشِ پا مپرس از خانه ام
باد دامانی کند یکسان در و بامِ مرا

تیره روزی‌ها مرا تا مشرقِ خورشید کرد
صبحِ محشر از بغل بر می دمد شامِ مرا

گرچنین در دورِ من ساقی تسلسل می کنی (۱)
حلقهٔ زلفِ پریشان کن خطِ جامِ مرا

---

(۱) محک: تا بکی در دورِ من ساقی تسلسل میکنی

چند چند ای شعله خو، وی برقِ هستی سوز من
چون شرر سازی یکی آغاز و انجامِ مرا
لای زلفِ او قرینِ روی الا الله بود
کَی کنی (۱) "محسن" جدا از کفر، اسلامِ مرا

[م- ص- ۹۵-۲]

عشق و خرد (۲) که هست بسی رنگ، هر دو را
چون آب و تش ست بهم جنگ هر دو را
گاهی خیالِ سروِ قدش، گاه حسرتش
هر شب گرفته ام ببغل تنگ هر دو را
طاقت کجا و صبر کدام ست کز دلم
شوقش فگنده است بفرسنگ هر دو را
تیغِ زبان و آئینهٔ دل مکدر است
خواهد زدود یادِ کسی رنگِ هر دو را
تارِ رباب و تارِ رگم هم نوا نه بود
مضرابِ عشق کرده ام آهنگ هر دو را
هم دل چو شیشه "محسن" و هم رنگِ من چو گل
یک جا شکست آن بتِ دل سنگ هر دو را

باده ام در نُه خمِ افلاک دارد جوش‌ها
اي فلاطون دانشان دارید پاسِ هوش‌ها
گوهرِ مقصود را تا در کنار آورده ام
همچو بحر از موج گشتم جمله تن آغوش‌ها

---

(۱) محک: چون کنی (۲) اصل: عشق خرد

هر نفس از رنجشِ بی جا دلم را سوختند
شعله‌هاي آتش اند این جامه گلگون پوش‌ها
نغمه‌ای از تارِ قانونِ محبت شد نه شد
مطربِ من سوخت آخر آشنائی گوش‌ها
محفلِ تصویر را "محسن" شکوهی دیگر است
از ادب نبود سخن در مجلسِ خاموش‌ها

نمی خواهی (۱) دمی آسوده دل اهلِ محبّت را
خدا توفیق بخشد اندکی آن بی مروت را
گهی از وسمه، گه از سرمه، گه از شانه حیرانم
که کرد آماده یا رب این همه اسبابِ محنت را
بمحشر گر ز جورِ آن شکر لب شور بردارم
بیک فریاد سازم بی نمک شورِ قیامت را
بیک اشکِ ندامت جرمِ عالم می توان شستن
بچشمِ خویش دیدم وسعتِ دریای رحمت را
از آن سر از زمینِ عجز "محسن" بر نمی دارم
که از نقشِ قدم آموختم راهِ عبادت را [م- ص- ۳۳-۲]

یک قطرهٔ خون نیست دگر چشمِ ترم را
اي آتشِ غم باز گدازي جگرم را
پروانهٔ پر سوختهٔ محفلِ دردم
تا شعلهٔ شمعِ تو بسوزاند پرم را
یک مو بتنم بی علَمِ آه و فغان نیست
دردِ تو گرفته است ز بس پا و سرم را

(۱) محک: نمي خواهد

از فیضِ هم آغوشیٔ او، اهلِ بصیرت
از دستهٔ گل فرق نه کردند پَرَم را (۱)
زین گونه اگر وحشتِ من روز فزون است
"محسن" که تواند که بگیرد خبرم را [م - ص - ۳۵ - ۱]

جفا جوئی که می دارم بدل صد تیر شستش را
ز خونِ خویش مي بندم نگارِ پا و دستش را
ز دل‌های پریشان یکسرِ موئی نه شد غافل
اسیرِ زلفِ او کردم هلاکِ بند و بستش را

نه طوبیٰ نه صنوبر داشت این صاحب جمالی را
قدِ سروِ تو آرد (۲) از کجا نازک نهالی را
نگاهت شیشهٔ دل‌های ما مستانه برهم زد
بساغر کرده تا چشمت متیٔ بی اعتدالی را
قلم خطِ شعاعی در یدِ بیضای قدرت شد
بخورشیدِ رُخت پیوست ابرویٔ هلالی را
زِ مردِ بوریا تا مردِ مسند فرق بسیار است
تفاوت‌ها ست از شیرِ نیستان شیرِ قالی را
برنگ لاله در خونِ جگر ساغر زند "محسن"
بگلشن بی تو گر گیرد شرابِ پرتگالی را [م - ص - ۴۶ - ۲]

چون شیشهٔ دل ست عجب بندوبستِ ما
هرگز نه شد بلند صدایٔ شکستِ ما
تکلیف باده گر کنمت زاهدا مرنج
جز ساغرِ شرابِ چه آید ز دستِ ما

---

(۱) محک: بترم را (۲) محک: آورد

در سینهٔ سپهرِ برین تا بتپر نشست
هر گه خدنگِ آه رها شد ز شستِ ما
هر دم چو خم بدست سبو تازه کرد عهد
پیمان درست بست بپیمانه مستِ ما
بهر رواق و طاق چه گیریم گل در آب
"محسن" بسست تکیهٔ کلسه (۱) نشستِ ما

بُوَد ز دردِ تو لبریز کاسهٔ سرِ ما
میٔ نشاط چه ریزد کسی بساغرِ ما
ز بس بیادِ نگاهِ تو گریه‌ها کردیم
شگفت غنچهٔ نرگس ز دیدهٔ ترِ ما
بدم ز هر دو جهان قطع کرده ایم چو تیغ
توان بوقتِ برش دید قدرِ جوهرِ ما
اگر چنین پیٔ مینایٔ قامتش گردیم
چو غنچه خرجِ سبو می شود سر و زرِ ما

از خطِّ لبش خوانده ام اسرارِ دهن را
از پشتِ سخن یافته ام رویٔ سخن را
در زلفِ تو آرام گرفتیم بغربت
این شام فراموش کند صبح وطن را

عشق گر داد نجات از غمِ دوران ما را
باز افکند دران چاهِ زنخدان ما را
چرخ از اطلسِ خود فرش کند پا انداز
شب که مهمان طلبد آن مهِ تابان ما را
[م- ص ۹۱-۲]

---

(۱) کلسه = جراب - موزه

میاموز این قدر با زلف ظالم کج ادائی را
بچشمان سیه بگذار کافر ماجرائی را
بزلفت گر دلِ آشفته ام الفت کند خوب ست
پریشان با پریشان می نماید شنائی را
چه خونِ دل که در پای نگارینِ تو می بندد
بکش بر دیدهٔ خونینِ من دستِ حنائی را (۱)
[م - ص - ۳۵-۱]

از تو می خواهم نگاهی حیف بی هوشی چرا (۲)
بی مروت این قدرها چشم می پوشی چرا
فرض کردم این که با ما سردمهری می کنی (۳)
باز ظالم با رقیبان گرم می جوشی چرا
آرزویٔ خاطر ما نیست بیش از بوسه‌ای
پسته لب هرگز بکامِ ما نمی کوشی چرا
[م - ص - ۹۲-۲]

لقمهٔ دونان دگر حاشا هوس باشد مرا (۴)
می خورم خونِ جگر چندان، که بس باشد مرا
همچو مژگان دیده ام یا رب پر از خاشاک باد
زین خسیان گر امیدِ مشتِ خس باشد مرا
در دلِ لیلیٰ وشِ من ناله تاثیری نه کرد
کاش از آهن زبانی چون جرس باشد مرا
[م - ص - ۷۲-۲]

---

(۱) اصل: این شعر ندارد، از محک نقل شد
(۲) محک: از تو مارا یک نظر بس، حیف بیهوشی چرا
(۳) محک: فرض کردیم آنکه با ما سرد مهری میکنی
(۴) محک: لعمت دنیا دگر حاشا هوس باشد مرا

مده از دست (۱) جانان عادتِ طفلانهٔ خود را
بسنگی یاد کن گاهی منِ دیوانهٔ خود را
رُخی چون شمع بنما آتشی در خرمنِ دل (۲) زن
مرصع بال از یاقوت کن پروانهٔ خود را
بجز حسرت چه از کشتِ املِ حاصل توان بردن
فشاندم (۳) در زمینِ شور بختی دانهٔ خود را
[م-ص-۷۴-۲]

چون نخلِ ماتم آبِ نمِ اشک بس مرا
لختِ جگر بوَد ثمرِ پیش رس مرا
پروازِ زیر بال دگر، بال و پر دگر
خوشتر ز گلشن است فضایِ قفس مرا
حرفی زدی و صیدِ تو گشتم ز التفات
آری توان گرفت بدامِ نفس مرا
[م-ص-۸۳-۲]

ای روشن از جمالِ تو چشمِ چراغ ها
هر نور از تو دیدهٔ حیرانِ داغ ها

صبا بگو ز ره عاجزی و زاریٔ ما
بگوش آن گل بی خار عرض خاریٔ ما
که بی تو خار تر از عندلیب این چمنیم
بنقدِ ناله بود منصبِ هزاریٔ ما

---

(۱) اصل: مده از دست خود جانان عادت طفلانهٔ خود را
(۲) محک: خرمنِ من (۳) محک: نشاندم

چه شد بخاک برابر چو نقش پا شده ایم
بود براه تو چشم امید واریٔ ما
بباختیم دل و جان بداو اول عشق
چرا فلک نشود داغ بد قماریٔ ما
اگر بگوشهٔ مکتوب یاد ما نکنی (۱)
بآه و ناله فتد کار نامه داریٔ ما *
[م - ص - ۸۷-۱]

---

(۱) محک نسخهٔ راشدی: بکنی — محک نسخهٔ بورد: نکنی

* اصل مخطوطه این غزل ندارد از محک کمال بنسخه راشدی صفحه ۸۷-۱ و نسخهٔ بورد صفحه ۸۶ نقل شد

(ردیف ب)

شهِ شاهان، کسِ بی کس، علی ابنِ ابی طالب
مرا در هر دو عالم بس، علی ابنِ ابی طالب

کشد بی منّتِ ابر بهار و گرمیٔ آتش
گل از خار و گلاب از خس، علی ابنِ ابی طالب

بگلزاري که باشد خار بست از غیر ذی زرعش (۱)
نهالِ نو بَرِ نورس، علی ابنِ ابی طالب

ز چاهِ مغرب از بهرِ نمازِ عصر بر گردون
کشد خورشید را واپس، علی ابنِ ابی طالب

تعجب نیست گر سازد ز رویٔ ناتوان بخشی(۲)
شتر مور و مگس کرگس، علی ابنِ ابی طالب

سراید با زبانِ بی زبانی (۳) در صفِ هیجا
لِوا پیش و ظفر از پس، علی ابنِ ابی طالب

دران ساعت که هر کس را بپرسند از امامِ خود
بگوید "محسنِ" بی کس، علی ابنِ ابی طالب

در ملکِ حسن گرچه بُوَد فرد آفتاب
در پیشِ جلوهٔ تو شود گرد آفتاب

از گلشنِ خیالِ تو یک برگ، آئینه
از دفترِ جمالِ تو یک فرد، آفتاب

---

(۱) اصل و منتخب : غیر ذی ذرعش (۲) اصل : ناتون بخشي
(۳) اصل : سراید با زبانِ بی زبان در صفِ هیجا
منتخب : سراید با زبانِ بی زبان اندر صف هیجا

از گردشِ نگاهِ تو سرگشته آسمان
و ز نازشِ غمِ تو فلک گرد آفتاب
گرم ست بسکه در رهِ شوق تو روز و شب
کافورِ صبح هم نه کند سرد آفتاب
احرامِ طوفِ کویِ تو بندد اگر فلک
آرد بجایِ هدیه ره آورد آفتاب
روشن بود ز گرمیِ او بر تمام خلق
کز تابِ هجرِ کیست چنین زرد آفتاب
تب لرزهٔ غمِ تو کجا می دهد ز کف
خواهد بحشر برد همین درد آفتاب
"محسن" مباش تیره که چون ذرّه خویش را
از مهرِ بو تراب توان گرد آفتاب

بادهٔ صافیِ مهتاب بجوش است امشب
هر که از هوش رَوَد صاحب هوش است امشب
بر سرِ مهرهٔ زر تار خود ای شمع مپیچ
ماهِ سیمین برِ من بادله (۱) پوش است امشب
شمع در پردهٔ فانوس چرا می سوزد
گر نه با قامتِ او دوش بدوش است امشب
ساقی اینک، صنم اینک، می و مطرب اینک
ناصحِ هرزه درا باد فروش است امشب
"محسن" از خونِ جگر ساغرِ دل پُر مَی کن
مستیٔ یادِ کسی باده فروش است امشب

---

(۱) اصل: باد که پوش — منتخب: بود که پوش

از عکس عارض که زد آتش شفق در آب
کز تاب او گهر شده غرق عرق در آب
مشق کنه بیاض دلم تیره کرده بود
نازم بساقیٔ که فکند این ورق در آب
سر مشق موج و نسخهٔ گرداب بر کف است
هر طفل اشک من که بخواند سبق در آب

بسکه کردم ز غمت گریهٔ خونین امشب
کربلائیست مرا بستر و بالین امشب
بر گل عارض تو تار نظر پیچیدم
بستم از باغ تو گلدستهٔ رنگین امشب
آخر ای دولت بیدار بخواهم دریاب
کافتابم دمد از خاطر غمگین امشب
[م- ص- ۱۰۲-۲]

گر بگیرد در چمن آن نو بهار از رخ نقاب
از خجالت گل شود چون غنچهٔ مینا (۱) گلاب
گریه‌ام رنگ اثر آن روز خواهد یافتن
کز سرشک لاله گون بر پای او بندم خضاب
دست در دامان آل مصطفیٰ خواهم زدن
روز محشر گر بیاید درمیان پای حساب
[م- ص- ۹۹-۲]

شمع عکس قامت او گر شود روشن در آب
ماهیان گردند چون پروانگان پرّ زن در آب

---

(۱) اصل و منتخب : چون غنچهٔ مینا گلاب — محک : چون غنچه مینایٔ گلاب

گر بدریا پرتوی افتد ازان گلگون قبا
پنجهٔ مرجان بگیرد عکس را دامن در آب
[م- ص- ۱۰۲-۲]

در دبستانِ وفا سرخط ز نقشِ پا طلب
بر مدار از خاک پیشانی و راهِ ما طلب
ای که از شورِ جنونی چیره‌ای داری بسر
جامه‌واری بهرِ خود از دامنِ صحرا طلب

گر فتد عکسی ازان زلفِ گره گیر در آب
مدِّ هر موج کند نالهٔ زنجیر در آب
مردِ صورت (۱) چو بمعنی برسد می میرد
دیده کتّی زنده کسی ماهیٔ تصویر در آب
[م- ص- ۱۰۳-۱]

صافِ طرب ز شیشهٔ افلاک کم طلب
دل را تهی کُن از هوس و جامِ جم طلب
چون نقشِ پا بخاک نشینی چو بر خوری
از راهِ مستقیم نشان جو، قدم طلب
خواهی که قطعِ رشتهٔ طولِ امل کنی
چون تیغ جسمِ لاغر و تاثیرِ دم طلب
زان کس که بر اعادهٔ معدوم قادر است
از نیست هست خواه، وجود از عدم طلب
جز مرتضیٰ علی درِ خیبر که می کنَد
"محسن" کشادِ کار ز اهلِ همم طلب

---

(۱) اصل : مرد صوت

(ردیف ت)

در سینه سوخت چون نفس و لب خبر نه داشت
گویا خدنگِ آهِ اسیرِ تو پر نه داشت
هر نخلِ آرزو که بدل سبز کرده ام
جز برگِ حسرت و گلِ محنت ثمر نه داشت
بسیار بار تجربه کردم که جُز بعشق
دنیا بهای صندلِ یک دردِ سر نه داشت
بیداد بین که در غمش آه و فغانِ من
بگذشت از سپهر و امیدِ اثر نه داشت
"محسن" که هچو تیر بشستِ تو بند شد
از خانهٔ کمانِ تو راهی بدر نه داشت

خالی که در ابروی تو ای ماه جبین است
جان سوختهٔ گوشهٔ محراب نشین است
زین گونه بشبدیزِ جفا گر تو سواری
تا حشر دگر دستِ من و دامنِ زین است
رنگ از رُخِ گل می بری و آب زِ گوهر
گر جلوهٔ رویٔ عرق آلودِ تو این است
چشم تو شکار افگنِ یک چشمِ غزال است
زلفِ تو جگر خون کنِ صد نافهٔ چین است
کام از لبِ معشوق ستان یا لب ساغر
گر راست بپرسی مزهٔ عمر همین است
"محسن" نه بود غم چو بود دورِ پیاله
هر چند بما دورِ فلک بر سرِ کین است

تا زلفِ تو زنجیر کنِ اهلِ نیاز است
در پای خضر سلسلهٔ عمر دراز است

شد حلقهٔ او حلقهٔ گرداب بپایم
از بس که غمِ هجرِ تو زنجیر گداز است

قانون شفای دلِ بیمارِ محبّت
در چنگِ غمت ای بتِ عشّاق نواز است (۱)

عشّاقِ تو بندند چو مژگان صفِ طاعت
هر جا خمِ ابروی تو محرابِ نماز است

نخلِ قلمِ فکرِ تو هرگه که کند گل
"محسن" ورقش نسخهٔ محمود و ایاز است

[م- نسخهٔ ب ص- ۱۳۴]

آن را که چشم جز برخِ دوست باز نیست
از نیک و بد چو آئینه‌اش احتراز نیست

از بسکه پیچ و تاب ز روی تو می خورد
نظاره ام چو رشتهٔ سوزن دراز نیست

زان دم که دل زخنجرِ (۲) نازِ تو چاک شد
بر روی من گهی درِ رحمت فراز نیست

آن را که آرزوی شهادت بسر بود
جز تیغِ ابروی تو کسی کارساز نیست

از دورِ چرخ ناز چو "محسن" چرا کشیم
ما را که جز بساقیِ کوثر نیاز نیست

[م- نسخهٔ ب ص- ۱۳۲]

نه ببندِ جامه نه در قیدِ منزل بوده است
آن که مجنون می شمردم طرفه عاقل بوده است

---

(۱) محک: در چنگِ غم آن بتِ عشاق نواز ست (۲) محک: بخنجر

بشگفد گر از نسیم آهِ مشتاقان چه دور
غنچهٔ پیکانِ او از گلشنِ دل بوده است
موجِ منّت (۱) کشتیٔ همّت بطوفان می دهد
خشکیٔ طالع مرا آرامِ ساحل بوده است
عقدهٔ سر جز بتیغش از سرِ ما وا نه شد
ناخنِ تدبیرِ ما در دستِ قاتل بوده است
"محسن" از مشق گناهم صفحهٔ دل شد سیاه
نسخهٔ عمرم غلط زین خطِّ باطل بوده است
[م۔ نسخهٔ ب ص۔ ۱۳۰]

درین چمن که بگل بوی آشنائی (۲) نیست
فغانِ بلبلِ بیدل ز بی نوائی نیست
مرا که خون جگر، بِه ز بادهٔ ناب است
اگر شراب نه خوردم ز پارسائی نیست
ز حرفِ سختِ دلِ عاشقان مرنج ای جان
که کارِ شیشهٔ ما سنگ آزمائی نیست
ز ناز کشتن و (۳) جان دادنِ تو دانستم
که کارهای تو ای شوخ جز خدائی نیست
اگرچه بی تو ازو دوستان جدا شده اند
میان "محسن" و غم یک نفس جدائی نیست
[م۔ نسخهٔ ب ص۔ ۱۲۹]

جز دلِ ویران که در وی آرزو را شور نیست
در خرابِ آبادِ دنیا کشوری معمور نیست
دیده از خاکِ قناعت گر بگیرد توتیا
وسعتِ ملکِ سلیمان چشمِ تنگِ مور نیست (۴)

(۱) محک: بحر منت (۲) محک: رنگ آشنائی (۳) محک: بناز کشتن و
(۴) محک: وسعتِ ملکِ سلیمانی چو چشم مور نیست

تیره بختی (۱) توتیای دیدهٔ بینا بود
زان که دیدم (۲) سرمه را ربطی بچشمِ کور نیست
ای که از جرح اللسانِ مردمان دل خسته‌ای
جز صفای باطن این جا مرهمِ کافور نیست
بسکه از سنگِ حوادث خاطرِ شاهان شکست
کاسهٔ بی مو بچینی خانهٔ فغفور نیست
امتیازِ نیک و بد در عالمِ وحدت بلاست
جز اناالحق حرفِ دیگر بر لبِ منصور نیست
ترکِ من گرمی کند ناصح تواند کرد لیک
ترکِ عشق گل رخان "محسن" مرا مقدور نیست [م - ص - ۱۲۵ - ۲]

بعالمی که دوا دردِ سر غمین شاد است
اسیرِ زلفِ بتان هر که گشت آزاد است
حباب وار درین بحر واقفِ دم باش
که تا نفس زده‌ای قصرِ عمر برباد است
نه ناله کرد و نه افغان نه اضطراب و (۳) نه آه
دلم ربودن و افگندن این چه بیداد است
سزد ز شوخیٔ (۴) خطِ تو زلف ناز کند
ازان که صنعتِ شاگرد فخرِ استاد است
بپیشِ قدِ تو ای نخلِ عالمِ بالا
چو سرو بار ندارد چه جای شمشاد است
نماند خصمیٔ پرویز با رقیب و هنوز
زبان درازیٔ تیشه بطعنِ فرهاد است
بگلشنی که فغان گل نه کرد از بلبل (۵)
ز نالهاي تو "محسن" هزار فریاد است [م - ص - ۱۲۳ - ۲]

---

(۱) اصل: تیره بخت (۲) اصل: زان که دیده (۳) اصل: «و» ندارد
(۴) محک: بشوخي (۵) اصل و منتخب: از محسن — محک: از بلبل

حرص را حاصل ز دنیا اضطرابی (۱) بیش نیست
مار را از گنج قسمت پیچ و تابی بیش نیست
دیده تا وا می شود رنگِ تماشا رفته است
عیشِ این غفلت سرا یک چشم خوابی بیش نیست
این قدر در محبسِ هستی چه رانی (۲) چار میخ
رشتهٔ جان خیمهٔ تن را طنابی بیش نیست
با سکندر خضر چون آبِ بقا نوشیده گفت (۳)
آبِ حیوان جلوهٔ موجِ سرابی بیش نیست
موجِ اشکِ من کف انجم بساحل برده است
در دلِ دریای من گر خون حبابی بیش نیست
آبرو چون ریخت گردد خانهٔ عزّت خراب
سیلِ این عالی بنا یک قطره آبی بیش نیست
از درِ می خانه ای زاهد بهر در کی رویم
ما کتابِ عشق را خواندیم بابی بیش نیست
چشمِ مستش بر دلِ سوزانِ ما رحمی نه کرد
نالهٔ ما پیشِ او دودِ کبابی بیش نیست
گر ندارد بوسهٔ شیرین، چه شد دشنامِ تلخ
التماسم از لبِ لعلش جوابی بیش نیست
در سرِ فکرِ دهانش گم شدم گفتم که هیچ
بر کمر پیچیدم و دیدم که تابی بیش نیست
گر تو تیغِ غمزه بر ما تند می سازی خوشیم
آرزویٔ خاطرِ ما هم عتابی بیش نیست
ما ز مهرِ مرتضیٰ "محسن" منوّر گشته ایم
ذرّهٔ ما از کدامین آفتابی بیش نیست

---

(۱) اصل: اضطراب (۲) اصل: چرانی (۳) منتخب: نوشید و گفت

بهرِ خوبان تحفه‌ای غیر از دلِ بی کینه نیست
بابِ این کشور متاعی بهتر از آئینه نیست
با کلاهِ زر چو خورشید از جهان آزاد باش
ترکِ دنیا منحصر در خرقهٔ پشمینه نیست
بی نصیبان را ز دولت بهره حسرت بردن ست
مار ا بجز خاک خوردن قسمت از گنجینه نیست
اهلِ معنی را ترقّی در تنزل حاصل است
سطرِ اول بهر سطرِ آخرین جز زینه نیست
از سوادِ دل بخواندم تا بیاضِ آئینه
یک قلم بی مشق سودایٔ تو لوحِ سینه نیست
رشتهٔ مریم بسوزن می کند عیسی چرا
بر دلِ صد پاره ام داغِ تو کم از پینه (۱) نیست
دفترِ دل را خطِ باطل مکش امسال هم
آفتابِ من ببین تقویمِ من پارینه نیست
درسِ عشقت روزِ تعطیلی ندارد جانِ من
در دبستانِ تو رسمِ شنبه و آدینه نیست
"محسن" از عکسِ جمالش تا بکی در حیرتی
عارضش در صاف و پاکی (۲) کمتر از آئینه نیست

خطی بپشتِ لبت حسن را منافی نیست
برای بوسه نه دادن خطِ معافی نیست
شهیدِ لعلِ تو ام زخمِ تازه می خواهم
بخون‌بها چو دهی بوسه کم تلافی نیست
چو باده نوشِ نگاهِ مدام مستِ تو ایم
برای مستیٔ ما هر شراب کافی نیست

---

(۱) پینه = پیوند (۲) منتخب: در پاک و صافی

ز من خراشِ دلِ بی ستون مجو فرهاد
که کارِ تیشهٔ من جز جگر شگافی نیست
ز حرص چند تنی رشتهٔ درازِ امل
چو عنکبوت همین کسبِ تاربافی نیست
حیاتِ تازه بهر طفلِ اشک می بخشد
زلالِ چشمهٔ حیوان چو گریه صافی نیست
نمود "محسن" اگر دعویٔ جوابِ "صفی"
عجب مدار ز طبعش که مردِ لافی نیست

شبی یار از بَرَم رنجیده می رفت
دلم در دامنش پیچیده می رفت
تو می رفتی ز جوشِ اشک و آهم
قیامت بر دل و بر دیده می رفت
غبارِ کوچهٔ عشقم، ندانم
چرا جانان نظر پوشیده می رفت
نگاهِ غیر چشمی بود با من
ز خاکم گرچه دامن چیده می رفت
ز جورش گر خبر می داشت "محسن"
بکویٔ عاشقی فهمیده می رفت

چون حنا دامانِ گلگونِ نگار از دست رفت
ساقیا جامی که سامانِ بهار از دست رفت
بعد عمری آن غزال افسوس از پیشم گذشت
دامِ فرصت کوتهی کرد و شکار از دست رفت
لافِ هستی در محیطِ دهر پوچ ست ای حباب
تا نفس را راست سازی روزگار از دست رفت
گلشنِ امکان ندارد نوبهارِ اعتدال
غنچه تا وا شد دلِ نالان هزار از دست رفت

شور کمتر کن تو ای بلبل چو دل بستی بگل
نالها سودی نمی بخشد چو کار از دست رفت
شد حسابِ زندگی کوتاه از قطعِ نفس
رشتهٔ تسبیح بگسست و شمار از دست رفت
آن که خود را فاعل و مختار "محسن" می شمرد
چون سَتَنش اکنون عنانِ اختیار از دست رفت

نظر بروی تو بسیار مشکل افتاده است
قمر بعقربِ زلفت مقابل افتاده است
بهارِ سینهٔ پُر داغ هر طرف گل کرد
بسیرِ لاله مگر یار مائل افتاده است
جدا ز ناقهٔ لیلیٰ کجا شود مجنون
دلم چو گَرد بدنبالِ محمل افتاده است
دلا بحلقهٔ زلفش خیالِ خواب مکن
که کشتیٔ تو بگردابِ هائل افتاده است
ببزمِ باده خطرها بود بزاهدِ خشک
ز موج رخنه بدیوارِ ساحل افتاده است
براهِ عشقِ بتان رهروي که خاک شود
بهر طریق غبارش بمنزل افتاده است
ز دست بردِ حوادث چه غم خورد "محسن"
ز مالِ دهر بدستش همین دل افتاده است

[م- ص- ۱۲۲-۱۰]

خالِ مشکین بر لبِ شیرینِ یار افتاده است
از غریبی هندوی در قندهار افتاده است
گه رود در چین و گاهی در خطا گه در ختن
دل پیٔ زلفش پریشان روزگار افتاده است
از شرارِ عشق مغزِ استخوانم در گرفت
شعلهٔ غیرت میانِ پنبه زار افتاده است
گریه ام را آبروی بود در کویش کنون
طفلِ اشکِ من ز چشمِ اعتبار افتاده است
صد چمن گل وا شد و یک غنچهٔ دل وا نه شد
بس گره در خاطرِ بادِ بهار افتاده است
غنچه را از حسرتِ لعلش ز بس خون شد جگر
بخیهٔ چاکِ دلش بر رویٔ کار افتاده است
چشمِ شوقِ من بامیدِ قدمبوسِ نگار
همچو نقشِ پا براهِ انتظار افتاده است
این چه گیرائی ست ظالم چنگلِ بازِ ترا
مرغِ دل پیش تو تا پر زد، شکار افتاده است
میروی ای نو بهارِ حسن در گلشن چرا
سینهٔ "محسن" ز داغت لاله زار افتاده است

تا هر مژه‌اش تیرِ نگاهی شد و برخاست
هر مو بتنم شعلهٔ آهی شد و برخاست
دودِ دلِ جان سوختهٔ برقِ نگاهش
لبریزِ بلا ابر سیاهی شد و برخاست
افسوس که خط شعلهٔ حسنِ تو نشانید
این هاله عبث فتنهٔ ماهی شد و برخاست
از بهرِ تماشایٔ تو ای نورِ نظرها
نرگس همه تن چشم براهی شد و برخاست

پامالیٔ افواجِ غمت کرده بلندم
این نقشِ قدم گَردِ سپاهی شد و برخاست
زاهد سخنِ پندِ تو از خاطرِ مستان
با گَردِ الم همرهِ آهی شد و برخاست
خاکِ چمنِ صاف دلی طرفه بهشتی است
هر دانه درو مهر گیاهی شد و برخاست
نامش چه عجب گر رود از یادِ خلایق (۱)
"محسن" بجهان قبحِ گناهی شد و برخاست

غنچه‌ای در دهر با بالِ فراغی بر نخاست
لاله‌ای زین بوستان بی مُهرِ داغی بر نخاست
نه همین یک صبح از مهرش گریبان پاره کرد
هیچ گل بی چاکِ پیراهن ز باغی بر نخاست
این چه رسم و راه یا رب در طریقِ بی خودی ست
کاروان ها رفته و گَردِ سراغی بر نخاست
از دلِ سوزانِ عاشق غیرِ آهی سر نزد
سنبلی زین باغ جز دودِ چراغی بر نخاست
عالمی را از نگاهی کرده بد مست و خراب
فتنهٔ دورانِ چشمش از ایاغی بر نخاست
کی میٔ گلگون زداید زنگِ غم آئینه را
از دلم گردِ ملال از سیرِ باغی بر نخاست
زین زبان چربانِ لافِ خشک، چون بادامِ تلخ
"محسنا" یک تازگی بخشِ دماغی بر نخاست

---

(۱) منتخب: از مهرِ خلایق

می بدورِ چشمش ار کمیاب باشد بهتر است
تیغ ظالم هر قدر بی آب باشد بهتر است

در عبادت خانه ام کز سر گذشتن سجده بود
تیغِ ابروی بتان محراب باشد بهتر است

بهرِ چشمِ خوابِ نازکش چشمِ من بستر کنید
مخملِ بالین او کمخاب باشد بهتر است

اضطرابِ زلفِ او سیماب می سازد دلم
ورنه عاشق هر قدر بیتاب باشد بهتر است

باعثِ معموریٔ ملکِ جنون ویرانی است
خانه ام گر بر رهِ سیلاب باشد بهتر است

اشکِ چشمم پرده بربود و فگندم از نظر
این چنین غمّاز اگر نایاب باشد بهتر است

"محسن" از عشقِ تو در پیری نه خواهد توبه کرد
مے کشی هر چند در مهتاب باشد بهتر است

هر داغ سینه ام چمنِ جلوه گاهِ اوست
هر چاکِ دل قلمروِ تیرِ نگاهِ اوست

آید روان بسلسلهٔ زلف آن نگار
دیوانه‌ای که کوچهٔ زنجیر راهِ اوست

هر سبزه‌ای که از چمنِ دهر می دَمد
بر وحدتش زبانِ فصیحِ گواهِ اوست

سودا پرستِ زلفِ تو هر کس که شد چو موج
در هر شکست خاطرِ خود قبله گاهِ اوست

دیگر چسان ببند رهائی شود کسی
"محسن" تذروِ رنگ چو در دام گاهِ اوست

نه همین گل را رخش بازارِ زیبائی شکست
سرو [را] قدّش (۱) کمر از بارِ رعنائی شکست
بی تو ای رنگین بهارِ جلوه در گلزارِ عیش
هر نگه تیرِ غمی در چشمِ بینائی شکست
بسکه ما را در فراقت نالها در پرده ماند
هر نفس چون نَی بناخن در دلِ نائی شکست
نقدِ دل‌ها برده یک دست از تجّارِ هوش
تا بغارت آستین آن ترکِ یغمائی شکست
در فرنگ افتاده شامِ غربتم ای مسلمین
تا صبا بر عارضش زلفِ چلیپائی شکست
هوش و بی هوشی بدورِ چشمِ مستش چون یکی ست
جامِ نادانی توان بر فرقِ دانائی شکست
بسکه گیرد نکته بر خورشید طبعانِ جهان
خالِ رویش خامه بر هندوستان زائی شکست
بوسه گیرِ لعلِ میگونم چه شد رسوا شدم
رونقِ دکّانِ زهدم باده پیمائی شکست
عاجزم از عقلِ کم سرمایه کو پیرِ جنون
تا توان این شیشه را بر سنگِ رسوائی شکست
باز این صف بستنِ مژگان برای جانِ کیست
قلب راهِ غمزه ات ظالم بتنهائی شکست
می تواند آن ترنجی غبغبم از حرفِ تند
همچو لیموی ترش صفرای سودائی شکست(۲)
نو عروسانِ معانی را زدم گلگون ها
گرچه "محسن" رنگِ من در نکته پیرائی شکست

— —

(۱) اصل: سرو قدش‌را — الخ (۲) مقالات: همچو لیموی ترش سودای صفراوی شکست [؟]

چون باغبان که راه گلستان بخار بست
بر گرد خویش حسن تو از خط غبار بست
چون شانه تا که زلف ترا آورم بچنگ
دارم بدل هزار کشاد و هزار بست
از زلف و عارض تو بدایع نگار صنع
نقش عجب بصفحهٔ لیل و نهار بست
هر فتنه‌ای که چشم تو انگیخت تهمتش
بر گردش زمانه و بر روزگار بست
از سرد مهریت صدف دیدهٔ ترم
هر قطره اشک چونکه دُرِ شاهوار بست
محو قد تو هر که شد از همّت بلند
آزاده همچو سرو ازین باغ بار بست
هر دم بپرهٔ دل "محسن" ز هجر یار
چون نَی بنالها کمر استوار بست

در دل خیال آن بت ابرو کمان گذشت
تیر غمش خدنگ شد و از نشان گذشت (۱)
گر دل ز سینه بگذرد و جان ز تن چه دور
آئینه هم ز شوق تو ز (۲) آئینه دان گذشت
چشمش که از اشارت (۳) ابرو مرا بکشت
وقتی بمن گریست که تیر از کمان گذشت (۴)
افسوس ناوک تو هم از تنگئ دلم
جا را بسینه گرم نه کرد و روان گذشت
مَردُم بفکر سود و زیان می خورند خون
"محسن" هزارشکر که ازاین وآن گذشت [م-ص-۱۱٦-۱]

---

(۱) محک: در را خیال آن بت ابرو کمان گذاشت آه، غمش خدنگ شد و از میان گذشت
(۲) اصل: «ز»، ندارد (۳) محک: چشمت که از اشارهٔ
(۴) محک: وقتی نمود رحم که تیر از کمان گذشت

دوش در محفل حدیث قامتِ دلبر گذشت
شمع را از گریه اشکِ آتشین از سر گذشت

تیغِ لنگر دارِ ابرُو را چه جنبش می دهی
تیرِ مژگانِ تو صاف از سینهٔ ما در گذشت

کی توانم از نگاهِ مستِ خوبان بگذرم
من که از بی طاقتی نتوانم از ساغر گذشت

در رهِ عشقِ تو جان را مرکبِ تن بار بود
عیسیٔ قدسی نژادِ ما ز بارِ خر گذشت

عفو کن ای شمع امشب شوخیٔ پروانه ها
می توان از انتقامِ مُشتِ خاکستر گذشت

اضطرابم در دلِ سخت تو راهی باز کرد
پیچ و تابِ رشته آخر از دلِ گوهر گذشت

خنجرِ عشقِ تو بر دل خورد و از جان سیر شد
تو بمان ای جانِ ده عاشق که "محسن" درگذشت

جمعیّتِ جنون ز پریشانیٔ من ست
تعمیرِ عقل باعثِ ویرانیٔ من ست

روزی که تیرِ نازِ تو دل را چمن کند
فصلِ بهار لالهٔ پیکانیٔ من ست

در چار موج بادِ مخالف درین محیط
دل ناخدایٔ کشتیٔ طوفانیٔ من ست

جوهر شناس درد نه بینی بچشمِ کم
اشکِ جگر که لعلِ بدخشانیٔ من ست

دیوانگی ز قیدِ لباسم خلاص کرد
زنجیر بند جامهٔ عریانیٔ من ست

از بس شگفت غنچهٔ نطقم ز فیضِ عشق
بلبل بباغ مستِ غزل خوانیٔ من ست
محوِ خیالِ دوست بود طفلِ اشکِ من
آئینه آبِ دیدهٔ حیرانیٔ من ست
دل از جنون بسنگ ملامت نمی کنم
شهری فدای عقلٔ بیابانیٔ من ست
"محسن" چو من بگلشنِ سودا کجا کسی
هر چند گل بچاک گریبانیٔ من ست

زلفش بروی عارض در موجِ اضطراب ست
ابرِ تنک بجولان بر رویٔ آفتاب ست
چون موجِ باده از بس مستانه می خرامد
هر نقشِ پا براهش یک ساغرِ شراب ست
از لعلِ او چگویم یاقوتِ آبدار است
وز چشمِ او چه نالم تیغ سیاه تاب ست
پیوسته بیتِ ابرو بر لوحِ دل رقم کن
کز دفترِ جمالش این فرد انتخاب ست
از ظلمتِ زمانه (۱) کسی تیرگی پذیرد
"محسن" دلی که روشن از مهرِ بو تراب ست [م-ص ۵۰۲-۲]

کسی چو من از کلکِ نی معنی تراشی پیشه داشت
کوهکن گر داشت شیرین کاریٔ از تیشه داشت
عکسِ رخسارِ تو تا بر چشم تر افتاده است
در نظر هر قطرهٔ اشکم پری در شیشه داشت
گر کند جا در دلِ سختِ بتان نبوَد بعید (۲)
سبزهٔ من در دلِ آهن چو جوهر ریشه داشت

---

(۱) محک: از گردش زمانه (۲) محک: جا کنم گر در دلِ سختِ تو سنگین دل بجاست

بارها آهوی عجزم مرغزار خویش کرد
در بیابانی (۱) که شیر خفته هر بیشه داشت
عالم از مضمون رنگین کرد "محسن" چون ارم
نو بهار طرفه‌ای در گلشن اندیشه داشت
[م- نسخه ب ص- ۱۷۱]

کام دل را از دل ناکام (۲) می باید گرفت
در پناه بی کسی آرام می باید گرفت
تیره روزان را سواد شب غبار سرمه است
نور عبرت از چراغ شام می باید گرفت
بوسهٔ لعلش اگر شکر بکام ما نه ریخت
چاشنی تلخی دشنام می باید گرفت
وحشی رم خوردهٔ دل را اگر خواهی شکار
از کمند زلف شوخی دام می باید گرفت
تا نه سوزد آتش مستی خرقهٔ تزویر را
پختگی‌های تو زاهد خام می باید گرفت
نشاء بالا تر از بی هوشی جاوید نیست
از جنون دوری خود جام می باید گرفت
بسکه "محسن" یاد چشمش تر دماغم کرده است
از غبارم روغن بادام می باید گرفت

در خیال جمع دنیا خواجه را دنیا گذشت
تا کند فکر قبائی موسم سرما گذشت
تا کند دکان وعظی پهن واعظ از غرور
بایع از کاسد قماشی از سر سودا گذشت

(۱) اصل: دبیابان (۲) اصل: دل نام

نشاءِ بهتانش (۱) بلند از بادهٔ عُجب و ریا است
گرچه زاهد در نظر از ساغرِ صهبا گذشت

صافِ عیشِ ما ست با دُردِ ندامت خانه زاد
عشرتِ امروزِ ما در حسرتِ فردا گذشت

هر که گردد آشنایٔ بحرِ استغنا چو موج
می تواند از سرِ دنیا بهشتِ ها گذشت

نفئ باطل بر ثبوتِ دعویٔ حق محضر است
بهرِ الاّ الله "محسن" می توان از لا گذشت

[م- نسخه ب ص ۱۳۶]

لذتِ تن چون سرورِ روحِ عشرت ناک نیست
تر دماغی‌های من در نشاءِ تریاک نیست

از نسیمِ بادِ دامانِ تو (۲) در گل‌زارِ عیش
کو گریبانی که چون گل در کفِ صد چاک نیست

فتنهٔ خوابیده را در یک نگه بیدار کرد
گردشِ چشمت که کم از گردشِ افلاک نیست

[م- نسخه ب ص ۱۳۷]

تا رُخت رنگِ بهارِ گلِ مانوسی ریخت
شمع را خارِ پیراهنِ فانوسی ریخت

کَی بخمیازه کشی کار فتد رندی را
که میٔ لطفِ تو در ساغرِ مایوسی ریخت

عقدهٔ رازِ دهانِ تو صبا باز نه کرد
روزگاری ورقِ غنچه بقاءوسی ریخت

این چه نیرنگِ جفا بود که با عشقِ تو بود
گلِ داغت بدلم جلوهٔ طاؤسی ریخت

---

(۱) بهت = افترا، دروغ گوئي (۲) محک: از نسیمِ باد دوران تو

کس چه داند که شهیدِ تو چه رنگی دارد
در حنا خونِ منّت اینکه بپابوسی ریخت

رشکِ آن پنجهٔ خورشید شگافندهٔ ماه
آبروی یدِ بیضا ز کفِ موسی ریخت

هر که شد خاک نشین درش از استغنا
مشتِ خاکی بسرِ افسرِ کاؤسی ریخت

تا که آوازهٔ زاهد شود از زهد بلند
طرحِ این گنبدِ دستار ز سالوسی ریخت

تا که از مهرِ علی صیقلِ امید زدم
"محسن" از آئینه ام کلفتِ مایوسی ریخت

گفتی چو من بمو کمری مورزاده است
این حرف از دهانِ تو خیلی زیاده است

بالا بلندِ من بخدا سیرِ باغ کن
کز انتظار سرو بیک پا ستاده است

رنگینیٔ خرامِ تو هرکس که دید گفت
طاوسِ باغِ جنت و یا موجِ باده است

خالِ لبِ تو ذائقه گیرانِ بوسه را
مانندِ ذرّه مشک بقند اوفتاده است

تیغِ ترا خدا که بدَم زنده می کند
از چشمهٔ حیات مگر آب داده است

صورت نه بست غیر در آئینهٔ دلم
تا چشم کار می کند این صفحه ساده است

شبدیزِ ناز تند مران شهسوارِ من
تو می روی سواره و "محسن" پیاده است

دشتِ جنون قلمروِ دیوانهٔ من ست
هر جا که حسن جلوه کند خانهٔ من ست
سیری برون ز خویش نه دارم چو آئینه
دل از خیالِ دوست پری خانهٔ من ست
حاسد خراب حالیم از دولتِ دل ست
عیبم مکن که گنج بویرانهٔ من ست
خون خوردن و خموش نشستن چه مشکل ست
رفتن بدار، بازیٔ طفلانهٔ من ست
ای عندلیب آتشِ گل چون ترا نه سوخت
رشکِ تو برقِ خرمنِ پُر دانهٔ من ست
تا در هوایٔ ابر زدم ساغرِ شراب
فریادِ رعد نغمهٔ مستانهٔ من ست
دل از خطش چو خال بزیرِ غبار رفت
خوش اژدحامِ مور برین دانهٔ من ست
دیگر چه بارِ منتِ جام و سبو کشم
یادِ نگاهِ مستِ تو میٔ خانهٔ من است
تا حرف آشنا شده ام "محسن" آن نگار
دائم بفکرِ معنیٔ بیگانهٔ من ست

رندی که میٔ ز ساقیٔ مشرب (١) چشیده است
از چار موج رخت بساحل کشیده است
نقشِ دو شش چرا نه زنم همچو کعبتین
کز شش جهت بدل گلِ داغت رسیده است
خون بود دل کز آتشِ هجرِ تو آب شد
آن هم کنون چو اشک ز مژگان چکیده است

(١) کذا در اصل و هر دو نسخ محک کمال

در گلشنِ خیالِ تو هر کس که گل کند
آخر بدستِ خویش گریبان دریده است
هر اشکِ خون که ما بهوایت فشانده ایم
چون تخمِ لاله از دلِ صحرا دمیده است
در اشتیاقِ رویٔ تو ای نوبهارِ حسن
گلشن بخونِ خویش چو بسمل طپیده است
شاید یکی ازین دو بکویٔ تو ره برد
با مرغِ دل کبوترِ رنگم پریده است
نخلِ جنون ثمر دهد از سنگِ کودکان
مجنون گلی بدامنِ صحرا نه چیده است
یا رب چه گونه رام شود آن غزالِ شوخ
کز دستِ شخصِ سایهٔ خود هم رمیده است
نظاره‌اش چو سرمه ز تابِ نگاه سوخت
بر رویٔ آتشینِ تو چشمی که دیده است
برقی که عشق بر جگرِ "محسنِ" تو زد
همچون شراره (۱) در دلِ خارا دویده است [م-ص-۲۰۲-۱]

تا که سروِ تو قد فراخته است
نالهٔ طوقِ گلویٔ فاخته است
باد از من نمی کند هرگز
دلِ من با تو خوب ساخته است
گر درین عالم ست اکسیری
خاکِ پایٔ دلِ گداخته است
چه کند بیشتر نمی دانم
برقِ آهم بچرخ تاخته است
از جمالِ که حسن پرده گرفت
رویٔ خورشید رنگ باخته است
کوسِ شاهنشهی چرا نه زند
هر کرا عشقِ او نواخته است
"محسن" و عرضِ حال واویلا
طبعِ آن شوخ را شناخته است

---

(۱) محک: شرار

نه همین بهرِ تماشای تو بر لب جانِ ما ست
دل چو اشکِ حیرتِ ما بر سرِ مژگانِ ما ست
طی نه شد یک گام راهِ گل‌رخان بی مانعی
هر کجا رفتیم دستِ خار در دامانِ ما ست
بوالهوس در گلشنِ ما پا باین جرأت منه
جوهرِ تیغِ تغافل سبزهٔ بستانِ ما ست
کی گذارد فیضِ عشقِ یار ما را تیره روز
یادِ سروِ قامتش شمعِ شبِ هجرانِ ما ست
ما سیه مستِ شرابِ ساغرِ چشمِ تو ایم
گردشِ ساغر برنگِ چرخ سرگردانِ ما ست
نامهٔ اعمالِ ما اشکِ ندامت تا که شست
آیهٔ بارانِ رحمت نازل اندر شانِ ما ست
طاعتِ مغرور با جرمِ پشیمان کَی رسد
زین سبب زهدِ ریا شرمندهٔ احسانِ ما ست (۱)
چون نه باشد "محسنا" هر بیت ما بیت الصنم
مدِّ ابروی بتان بسم‌اللهِ دیوانِ ما ست

[م- نسخه ب ص- ۱۰۵]

ما را بنمکِ روِ غلامی است
کین شیوه به هندِ ما تمامی است
گو می مفروش سرکه با ما (۲)
ما را مزهٔ نمک مدامی است
حلوا ز نمک مشو شکر رنج
کین پختگیٔ تو عین خامی است
ما نامِ علی نمک شمردیم(۳)
انکارِ نمک، نمک حرامی است
"محسن" سخنِ تو بس ملیح است
ای پر نمک این چه خوش کلامی است

---

(۱) محک: زین سبب زهد ریا شرمندهٔ عصیان ما ست
(۲) منتخب: ز انکه با ما
(۳) بحساب جمل: ع، ۷۰ + ل، ۳۰ + ي، ۱۰ = ۱۱۰
ن، ۵۰ + م، ۴۰ + ک، ۲۰ = ۱۱۰

شورِ فریادم بساطِ سال و مه طیّ کرده است
تیرِ آهم بهمنِ خورشید را دیّ کرده است
بی سرودی نالهٔ یک دم نمی گیرم قرار
زخمهٔ مژگانِ او در ناخنم نیّ کرده است
پر سیه مستم، خرابم، زاهد از من دور شو
یادِ چشمِ او دلم را شیشهٔ میّ کرده است
تا کرا سر در خمِ فتراک یا رب گل کند
شهسوارِ من سمندِ ناز را هیّ کرده است
بر نمی گردد بغیر از کشتنِ ما عاشقان
تیغِ ابروی تو شبدیزِ وفا پیّ کرده است
تا گلِ داغِ تو گشته افسرِ سلطانیم
آرزوی تاجِ کاؤسی دلم کیّ کرده است
تا لبِ "محسن" زِ فیضِ عشق گوهر ریز شد
شهرتِ حاتم بساطِ خویش را طیّ کرده است

سینه گلشن کردهٔ یادِ خیالِ رویِ کیست
دستهٔ سنبل نفس از پیچ و تابِ مویِ کیست
موجِ میّ یک قد" مینا از سرِ زاهد گذشت
تا دگر میّ خانه آرا نرگسِ جادویِ کیست
هر گلِ زخمم شده لب تشنهٔ زخمِ دگر
تیغِ ناز و تیرِ مژگان و کمان ابرویِ کیست
وحشیِ دشتِ عدم را بستهٔ فتراک کرد
باز آن صیاد یا رب در پیِ آهویِ کیست
غنچه از خونِ جگر بهرِ که می سازد حنا
گل گریبان چاک بهرِ شانهٔ گیسویِ کیست
گر نه "محسن" آن پری در پرده دارد پردها
در کبوتر خانهٔ گل نغمهٔ یا هویِ کیست

رنگِ عرق که چهرهٔ دلبر گرفته است
گوئي گلِ بهار بگوهر گرفته است
بر گردِ رو کنارهٔ زر تار معجرش (۱)
گویا که حُسن، آئینه در زر گرفته است
از آبروی خالِ لبش غرقِ حیرتم
هندوی و جای بر لبِ کوثر گرفته است
چشمش که هوشِ خلق بتاراج می برد
ارشادِ فتنه از لبِ ساغر گرفته است
زلفش غزالِ چین به ختن برده بی خطا
لعلش خراجِ مصر ز شکّر گرفته است
دل را ز ابرو و مژه اش نیست مخلصی
این ملک را بتیغ و بخنجر گرفته است
از رشکِ ماه روی تو ای آفتابِ حسن
خورشیدِ مُنکسِف مهِ انور گرفته است
دیگر چه التفات کسی با کسی کند
بلبل ز گل بعشقِ تو دل بر گرفته است
با آن که در برابریم نیست با کسی
چرخم چرا بخاک برابر گرفته است
گر ناله ام بسوخت که آن هم بعید نیست
این برق از حرارتِ دل در گرفته است
دیوارِ بام راه ندارد بییتِ دوست
"محسن" ازان همه درِ حیدر گرفته است

دلم با غمزه اش آشفته رنگ است
میانِ سنگ و مینا طرفه جنگ است
نگاهِ او بهم زد قلبِ عشّاق
پیٔ صیدِ دل این آهو پلنگ است
ز لعلِ نازکِ می نوشِ دلبر
نصیبِ شیشهٔ ما این چه سنگ است

---

(۱) معجر = نقاب، چادر

دگر از تندیٔ مژگان چه گویم کتارِ هند (۱) یا تیغِ فرنگ است
چسان بر دل کشم نقشِ دهانش که جا بر نقطهٔ موهوم تنگ است
همین بس خون بهایٔ من که در حشر شهیدِ لعلِ او یاقوت رنگ است
غریقِ بحرِ عشقم کامرانم کنارِ عشرتم کامِ نهنگ است
ز رُوبه بازیٔ عقلم چه نقصان کجا شیرِ جنون در قیدِ تنگ است
ازان ابرو کمان پیوسته "محسن"
دلم در آرزویٔ یک خدنگ است

گاه از غصه، گه بنازم کُشت شکر لله بامتیازم کُشت
سر بمحرابِ ابرویش بردم نگهش عین در نمازم کُشت
بر رگِ جان که زخمها (۲) که نه زد نغمهٔ یارِ دلنوازم کُشت
بی تو سیماب بود آرامم عشق در بوتهٔ گدازم کُشت
گردنی می کشید شعلهٔ من آبِ تیغِ تو سرفرازم کُشت
بوسه جانم کرم نمود ولی غمزهٔ کافرِ تو بازم کُشت
جورش از من گذشت "محسن" لیک
غمِ یارانِ عشق بازم کُشت

سوزِ هجران چند بنویسم زبانِ خامه سوخت
پیشِ آن گرم جفا بر گرد و قاصد نامه سوخت
همچو آن شمعی که سوزد پردهٔ فانوس را
آتشِ عشقش مرا در جان گرفت و جامه سوخت(۳)
از هجومِ داغ خاکستر شد آخر سینه ام
تختهٔ مشقِ جنون از گرمیٔ هنگامه سوخت
بر تو ختم ست آنِ معشوقی و شانِ دلبري
نقش بندِ صورتِ خوبت از آن رو خامه سوخت

---

(۱) کتار = مفرس کتار بمعنی خنجر (۲) اصل : خمها
(۳) منتخب : آتش عشقش مرا در جان گرفته جامه سوخت

قاضی از رشوت خوری چون شمع رسوا گشته‌ای
آخر این سر گرمیٔ سودا ترا عمّامه سوخت

بلبل و پروانه و قمری و "محسن" کیستند
عالم از دستِ ستم‌های تو ای علاّمه سوخت

بلبل ز ناله بی تو نه تنها دماغ سوخت
هم گل تمام خون شد و هم لاله داغ سوخت

امشب بیا بکلبهٔ تاریکِ من که دل
بهرِ تو از فتیلهٔ داغم چراغ سوخت

ساقی بجز جمالِ تو در گلشنِ نشاط
چون داغِ لاله بادهٔ من در اياغ سوخت

مرغِ دلم براهِ تو پَر می زند مدام
کز آتشِ فراقِ تو بالِ فراغ سوخت

روشن نه شد که کلبهٔ تاریکِ من کجا ست
هر چند مغز شمع بفکرِ سراغ سوخت

صبحی که زد بخرمنِ گل برقِ خنده است
خس‌خانه‌ای که داشته بلبل بباغ سوخت

"محسن" شبِ وصال گر آید میسّرم
از داغ های سینه توانِ چل چراغ سوخت

دل ز دستِ تو بی وفایم سوخت
برگِ عیش از کفِ حنایم سوخت

انتظارِ شکّر بمور بلا ست
بوسه‌ای ده که اشتهایم سوخت

کرده سوداش گرمِ رفتارم
آتشِ سر چو شمع پایم سوخت

چون شفایم نه دید در قانون
بو علی نسخهٔ دوایم سوخت

موج طوفان بلا نمی خواهد
خامیٔ فکرِ ناخدایم سوخت

دلِ من داغ بر شهیدان بود
شوق برد و به کربلایم سوخت

آتشِ گل بلند شد بچمن
ساقیا سردیٔ هوایم سوخت
دودِ دل همچو داغِ لاله ز غم
از جگر سر زد و سرایم سوخت
هیچ خاکستری بجان نه گذاشت
داغِ عشقت بمدعایم سوخت
نه همین غنچه خون شد از غمِ من
لاله هم داغی از برایم سوخت
نانِ من بسته در تنورِ فلک
پختگی های نانبایم سوخت
دیگر از نانِ چرخ سیر شدم
آتشِ جوع اشتهایم سوخت
برقِ تیرش نه داشت تقصیری
قدر اندازیٔ قضایم سوخت
با صد ابرام بوسه می خواهی
"محسن" این خصلتِ گدایم سوخت

ای دل اگر بعشقِ بتان کار بستن است
اول کمر برشتهٔ زنّار بستن است
مشّاطه هر نگار نه زیبد بپای او
از خونِ من حنا بکفِ یار بستن است
چون گوشِ گل به پنبهٔ شبنم گرفته اند
بلبل ز ناله غنچهٔ منقار بستن است
بر رویٔ من که عاشقِ زارِ رخِ گلم
تا چند باغبان درِ گلزار بستن است
چون نقشِ پا برای قدمِ بوسِ سال ها
چشمِ امید بر رهِ دلدار بستن است
آزاد باش و بی ثمری برگِ عیش دان
چون سرو ازین چمن اگرت بار بستن است
زین خاک دان چه سرمه توان چشم داشتن
"محسن" نظر بعالمِ انوار بستن است

دهر برهم خوردهٔ آهِ جنون تاثیرِ ما ست
جوشن گردون مشبّک کردهٔ یک تیرِ ما ست
تا بزیرِ تیغِ ابروی تو سر خوابانده ایم
قطع کردن از دو عالم جوهرِ شمشیرِ ما ست
تا تو ای نورِ نظر رفتی ز آغوشِ نگاه
خانهٔ مردم خراب از اشک عالمگیرِ ما ست
پایِ دل از دامنِ صحرایِ عشقش کی کشیم
حلقهٔ چشمِ غزالان حلقهٔ زنجیرِ ما ست
ای خدا توفیقِ تیری ده بآن ابرو کمان
زان که در دستش کشادِ خاطرِ دلگیرِ ما ست
سیل طرح خانهٔ ما ریخت در ویرانه ها
تا خرابی‌های عشقش در پیٔ تعمیرِ ما ست
دام می روید چو طاؤس از بُنِ هر مویٔ ما
چشمِ جادوئی که یا رب در پیٔ تسخیرِ ما ست
تا که دل را چون نگین از نامداری کنده ایم
شهرتِ ما گر تامّل می کنی تشهیرِ ما ست
"محسنا" ما را بگو معذور دارد شیخِ شهر
ما مرید و شاهِ مردان در دو عالم پیرِ ما ست

آئینه وار صافیٔ طینت خمیرِ ما ست
جامِ جهان نما دلِ روشن ضمیرِ ما ست
از هفتخوانِ چرخ چو رستم گذشته ایم
تا دیوِ نفس کشتهٔ تیغِ دلیرِ ما ست
در سینه دل ز جوشِ طپش ناله می کند
گویا درایِ ناقهٔ لیلی نظیرِ ما ست

مجنون کجا تصورِ لیلی دهد ز دست
یادِ تو مونسِ دل وحشت پذیرِ ما ست
روی زمین بقطرهٔ اشکی گرفته ایم
فریادِ رعد، نعرهٔ آفاق گیرِ ما ست
ما دُرد نوش صاف دل و پاک مشربیم
زاهد بیا ببخش گر آبی بشیرِ ما ست
گویا طلسم عیش بمیخانه بسته اند
تا خم بجوش آمده عیدِ غدیرِ ما ست
از گردشِ زمانه گر از پا فتاده ایم
ای دل چه غم که دستِ سبو دستگیرِ ما ست
"محسن" مشو خموش که در گلشنِ خیال
هر نغمهٔ تو بلبلِ رنگین صفیرِ ما ست

داغِ تو گلِ هزارهٔ ما ست خالِ تو رخِ ستارهٔ ما ست
با گلشنِ کس چه کار داریم رویت چمنِ نظارهٔ ما ست
دل خاک شد و گهی نه گفتی کین سوختهٔ شرارهٔ ما ست
چون سنگ نئی که در دلِ او مانندِ شرر گذارهٔ ما ست
ما دست ز اشک بر نه داریم کین سبحهٔ استخارهٔ ما ست
چون طفلِ سرشک دل طپیدن جنبیدنِ گاهوارهٔ ما ست
پیوندِ دلِ هزار چون گل در جامهٔ پاره پارهٔ ما ست
مجنون که بعاشقی شمردند کی در عددِ شمارهٔ ما ست
گر بوسهٔ خویش باز گیرد
"محسن" عیشی دوبارهٔ ما ست

گر ز چشمانِ خوشت بر ما جفائی رفت رفت
وز ز مستانِ تو بر ما ماجرائی رفت رفت
از دلِ صد چاکِ ما آشفته چون کاکل مشو
گر ز دست شانه ات گاهی خطائی رفت رفت

نو بهارِ زندگی کی باز می آید بدست
از کفِ امید چون رنگ حنائی رفت رفت
گـَردِ کین آئینه را از عکس می سازد جدا
دوستیٔ دوستان هر که صفائی رفت رفت
گفتم، آخر می روم از درگهت؟ خندید و گفت
از درِ دولت سرایم گر گدائی رفت رفت
گفتمش دل را فرستادم بپیشت بر نگشت
گفت هر دل کو بپیشِ دل ربائی رفت رفت
گفتمش از دل گذشتم جانِ محزونم کجاست
گفت آن هم در رهِ ما بر هوائی رفت رفت
گفتمش از قامتت بر من قیامت می رود
گفت اگر از سروِ بالائم بلائی رفت رفت
گفتمش ای بی وفا رحمی بکن بر حالِ من
گفت "محسن" رحم هم هرگه وفائی رفت رفت

تا دلم مهرِ بو تراب گرفت خانه ام نورِ آفتاب گرفت
چشم پوشی ز غیر بینائیست دیده ام توتیاي خواب گرفت
اشک دیوانهٔ بصحرا ریخت دشت را موج انقلاب گرفت
تا که زلفش بدست شانه فتاد دلم از رشک پیچ و تاب گرفت
کشتیٔ صبر گشته طوفانی بسکه دل را ز گریه آب گرفت
سبقِ فتنه چشمِ میگونش از خطِ ساغرِ شراب گرفت
بوسه گر نیست بس بود دشنام می توان از لبش جواب گرفت
غیر آئینه کس نه دارم یاد کز گلِ رویٔ او گلاب گرفت
غمزهٔ مستِ او بجای گزک از دلِ سوخته کباب گرفت
می زند ناخنم بدل "محسن"
بر کفِ ناز تا رباب گرفت

چشمِ مستِ تو رنگِ صهبا ریخت نگهت خونِ صد تمنّا ریخت
بی تو در بزمِ عیشِ مشتاقان اشک شد مَی ز چشمِ مینا ریخت
بلبلان را چمن فراموش است روی تو آبروی گل ها ریخت
چه کنم دل که نقش بندِ ازل طرحِ این خانه بهرِ یغما ریخت
هر که شد آشنای خاکِ درش مشتِ خاکی بروی دنیا ریخت
حاصل ما خراجِ وحشت شد دانهٔ اشکِ ما بصحرا ریخت
سروِ آزاد هم غلامِ تو شد خاکِ قمری بفرق بالا ریخت
بر صفِ قلبِ ما شکست افتاد فوجِ نازِ که بی محابا ریخت
در غمِ حسرتِ لبش مُردم خونِ من از دمِ مسیحا ریخت
می گریزم بکوچهٔ زنجیر سنگِ طفلان بنای سودا ریخت
سیرِ گل بی جمالِ او "محسن"
خار در دیدهٔ تماشا ریخت

تا نگاهِ چشمِ مستش باده در پیمانه ریخت
آبروی دخترِ رز بر درِ میخانه ریخت
سوزِ عاشق در دلِ جانان اثر ها می کند
شمع اشکِ گرم را در ماتمِ پروانه ریخت
نقش بندِ کعبه و بت خانه بهرِ عاشقان
رنگِ محرابِ دعا از ابروی جانانه ریخت
نو بهارِ گلشنِ سودا ببازارِ جنون
مشتِ گل از سنگِ طفلان برسرِ دیوانه ریخت
طفلِ اشکم در محیطِ دهر بهرِ جلوه اش
چون حباب از جنبشِ هر موج طرحِ خانه ریخت
دستِ "محسن" دامنِ ساقی بود فردای حشر
آن که خون توبه اش از نرگسِ مستانه ریخت

جز خیال روی جانان، جان نمی دانم که چیست
غیر کفر زلف او ایمان نمی دانم که چیست

جان عالم را نگاهش بر دم خنجر گرفت
باز این صف بستن مژگان نمی دانم که چیست

نقل چشمان خمارش جان شیرین ساختم
آرزوی خاطر مستان نمی دانم که چیست

جذبهٔ عشق زلیخا بردش از کنعان به مصر
مهر یوسف کینهٔ اخوان نمی دانم که چیست

گر نه اشک دیدهٔ مرد خدا جوشیده بود
از تنور پیره زن طوفان نمی دانم که چیست

هر کرا دیدم درین مَی خانه مست غفلت است
کینهٔ زهّاد با رندان نمی دانم که چیست

رنگ هفتاد و دو ملّت را چو خوبان ریختند
حق و ناحق ای مسلمانان نمی دانم که چیست

مدتی شد بی خدنگ غمزه اش افسرده ام
نوبهار غنچهٔ پیکان نمی دانم که چیست

پیش تیغ ابرویش "محسن" سپر انداختم
مدعای کاوش مژگان نمی دانم که چیست

می بخور شیشه شکن رسم شلائین این ست
خون دل نوش نما بادهٔ رنگین، این ست

غمزه اش دیده بفریاد ز حسرت گفتم
آن که برده ست بتاراج دل و دین این ست

دور کردش ز چمن پیشتر از چیدن گل
رحم بر بلبل بی چاره ز گل‌چین این ست

مرغ دل را برسائی ز هوا می گیرد
دست مژگان تو با چنگل شاهین این ست

چند از دستِ تو پامال شود همچو حنا
رحم کن رحم که آخر دلِ خونین این ست

یدِ بیضا چه بود پنجهٔ خورشید بري
ای حنا گر ستمِ دستِ نگارین این ست

مغزِ سوداي مرا قوطیٔ (۱) عطار نمود
نافهٔ مشک مگو کاکلِ مشکین این ست

دلِ عشاق بمستی خانه چو مینا غلطد
گر سیه مستیٔ آن شوخِ شلائین این ست

"محسن" از شوق بَر و گوهرِ جان کرد نثار
بیتِ ابروی ترا معنیٔ تحسین این ست

تن خاک گشت و شورِ تو در سر همان بجا ست
مینا شکست و نشه (۲) بساغر همان بجا ست

از سوزِ سینه سوخت دلم (۳) تاب کم نه شد
اخگر نه ماند و گرمیٔ مجمر همان بجا ست

عقلم براهِ عشق رفاقت نه کرد و ماند (۴)
عیسیٰ بآسمان شده و خر همان بجا ست

صد فتنه خاست از دلم و دل نه شد خراب
یاجوج رفت، سدِّ سکندر همان بجا ست

چشمم ز کار رفته و اشکم نه گشته بند
استاده چرخ و گردشِ اختر همان بجا ست

دل شد غبار و شعلهٔ شوقت خموش نیست
آتش کده فسرد و سمندر همان بجا ست

---

(۱) اصل : قولي — منتخب : قوتي عطار نبود (۲) اصل : لشر بساغر
(۳) اصل : دل (۴) اصل : ماند کار

بر وعدهٔ وصالِ تو تصویر گشته ام
جانم نمانده و تنِ لاغر همان بجا ست
زان روز کز سرش چو قیامت گذشته‌ای
از "محسن" تو شورشِ محشر همان بجا ست

شکوهِ شاه ز گردِ سوار معلوم است
صفایٔ حسن ز خطِّ غبار معلوم است
ز داغِ عشق عیان ست جوهرِ مردی
که بر محک، زر کامل عیار معلوم است
ز باد آه کشاید اگر نه غنچهٔ دل
گره کشائیٔ بادِ بهار معلوم است
به بوالهوس نه کنی نسبتم مرا هرگز
جلایٔ جوهرِ چوبِ چنار معلوم است
ز اشک مرتبهٔ اهلِ دل توان دانست
ز آب، قدرِ دُرِ شاهوار معلوم است
ز حکمِ تیغِ قضا من نمی کشم گردن
مرا اشارهٔ ابرویٔ یار معلوم است
کمانِ ابروی خود را بزور حسن مکش
که کارِ گوشه نشینان شکار معلوم است
هلالِ تیرِ نگاهِ ترا نشانی هست
شهیدِ سُرمهٔ دنباله دار معلوم است
چه غیرِ گردشِ ساغر نشسته‌ای "محسن"
ترا که گردشِ لیل و نهار معلوم است

سر رشتهٔ جمعیّتِ ما در کفِ یار است
شیرازهٔ مجموعهٔ دل، زلفِ نگار است

در راهِ تمنای تو ای گوهرِ مقصود
پای طلبم همچو صدف آبله دار است
ای بلبلِ نالان بقفس از غمِ گلشن
آن غنچهٔ خندان که تو دیدی پر خار است
در چشم زدن کرد مسخّر دلِ صیّاد
آهوی نگاهِ تو عجب شیر شکار است
داغِ تو ز دل دور نه شد بعدِ وفاتم
این آتشِ جان سوز مرا شمعِ مزار است
صد خار بپیراهن گل کرده (۱) بگلشن
این سبزهٔ خطّی که ترا بر رخِ کار است
در گلشن سودای تو ای نو گلِ خندان
چون "محسن" خوش نغمه بهر گوشه (۲) هزار است

[م- نسخه ب ص- ۱۶۷]

گمان مبر که مرا بی تو یار جانی هست
ز آتشِ دلم از اخگر[ی] نشانی هست
مشو ز بسملِ خود دور لحظه‌ای قاتل
اگر تو پا نه کشی زندگی گمانی هست
مبال این قدر ای غنچه بر غرورِ بهار
بگلشنِ تو مرا نیز آشیانی (۳) هست
نه شد که رازِ دلِ خود کنم بکس روشن
چو شمع گرچه مرا شعلهٔ زبانی هست
ز دست بردِ جفایت هنوز "محسن" را
دلی پُر آبله و چشمِ خونفشانی هست

---

(۱) محک: کرد بگلشن (۲) منتخب: بهر گوش (۳) اصل: آشنائی

دستِ رنگینت که خون در چشمِ گریان کرده است
پنجهٔ مژگانِ ما را شاخِ مرجان کرده است
گاه دل گه دین و گاهی هوش می خواهد ز ما
خاطرِ زلف تو ما را بس پریشان کرده است
عکسِ رخسارت که از برقِ تجلّی مات بود (۱)
یک جهان چون دیدهٔ آئینه حیران کرده است
بر دلِ پر داغِ ما گاهی گذاری هم بکن
بی تکلف از برایت خوش چراغان کرده است
دود می خیزد ز دل‌های شهیدان چون سپند
تا سمندِ جلوهٔ خود برق جولان کرده است
زخم می بالد چو گل از شوقِ زخمِ دیگرش
دردِ ما امشب که گویا (۲) فکرِ درمان کرده است
نوحِ طاقت را بگو کشتی بیار از لختِ دل
کز تنورِ دیدهٔ من (۳) اشک طوفان کرده است
یا بدامِ زلف افگنده ست یا چاهِ ذقن (۴)
کارِ ما "محسن" اگر گردون بسامان کرده است

[م- ص- ۲۰۴-۱]

دلم اگر لبِ میگونش از عتاب شکست
چه غم که کشتیٔ مَی در شطِ شراب شکست
دکانِ شعشعه را تخته می کند هر شام
ز بسکه حسنِ تو بازارِ آفتاب شکست

---

(۱) محک: عکسِ رخسار تو کز برقِ تجلی تاب برد
(۲) محک: دردِ ما گویا که امشب (۳) محک: سینهٔ من
(۴) محک نسخهٔ راشدی: یا بدام زلف افگنده و یا چاه ذقن

بغیرِ گریه نه باشد علاجِ دردِ فراق
خمارِ آتشِ هجران (۱) توان بآب شکست
غرورِ جلوهٔ مستانه‌اش بسینهٔ من
چو زورِ سیل که از وسعتِ خراب شکست
مباش تیره ز روزِ (۲) سیاهِ خود "محسن"
که قلبِ ظلمتِ غم، مهر بو تراب شکست

[م- ص- ۱۸۵-۲]

گردِ کین را خاصه الفت با دلِ بد گوهر است
کي چو اخگر آتشِ یاقوت را خاکستر است
عاشقان را نیست پرواي زر و سیمِ کسان
چهرهٔ زرد از گدازِ غم طلای احمر است
زالِ دنیا را وفائی نیست زاهد دل مبند
کی زنی چون (۳) دخترِ زر گرم خون (۴) با شوهر است
پیکرِ ذرّاتِ عالم گرمیٔ شوقت (۵) گداخت
پرتوِ حسنِ تو گویا آفتابِ محشر است
هر قدرها اشک می ریزم تبسّم می کند
ابر چندانی که می گرید چمن خندان تر است
در محیطِ دل نه باشد قطره‌ای بی شورِ عشق (۶)
هر حبابی را درین دریا هوائی دیگر (۷) است
بسکه مست باده عشقم نشد (۸) معلوم من
گردشِ سال ست "محسن" یا که دورِ ساغراست

[م- نسخه ب ص- ۱۶۰

---

(۱) اصل: خمار آتش می را — محک: خمار آتشِ هجران (۲) محک: بروزِ سیاه
(۳) اصل: زنی خون — محک: زنی چون (۴) اصل: گرم چون — محک: گرم خون
(۵) محک: عشقت (۶) محک: بی شور او (۷) محک: در سر
(۸) اصل: نشا — محک: نشد

در کتابِ حُسن می گوئی وفا را باب نیست
این روایت هیچ جا در روضة الاحباب نیست

گرم افغانم ز یادِ زخمِ مژگانِ کسی
نالهٔ من بی خراشِ ناخنِ مضراب نیست

بسترِ آرامِ دل در سینه باشد اضطراب
خانهٔ آئینه را فرشی به از سیماب نیست

روزیٔ سر گشتگان گردون بخسّت می دهد
غیرِ مشتِ خس نصیبِ کاسهٔ گرداب نیست

آبرو از کف مده هر چند کار افتد بجان
کمتر از سنگ است "محسن" گر بگوهر آب نیست

[م- نسخه ب ص ۱۰۷]

من نمی گویم ز دنیا سیم و زر باید گرفت
حاصلِ عمر از بتانِ سیمبر باید گرفت

از لبِ زخمم همین آواز می آید بگوش
چوبِ تیرش را بنرخِ نی‌شکر باید گرفت

بر نگینِ خاتمِ جم غیر این نقشی نه بود
کین جهان در چشمِ عبرت مختصر باید گرفت

تارِ قانونِ وفا در پرده می نالد چنین
کز مقامِ این جهان سازِ سفر باید گرفت

چون مسیحا بالِ پروازی اگر افتد بدست
ملکِ معنیٰ را بیک آهِ سحر باید گرفت

این سخن از ابرِ نیسان شد دُرِ گوشِ صدف
گوهرِ مقصود را از چشمِ تر باید گرفت

کس نداند همچو صاحب خانه حالِ خانه را
داغ های سینه را از دل خبر باید گرفت
"محسنا" از فیضِ رخسارِ عرق آلودِ یار
رشتهٔ نظارهٔ خود در گهر باید گرفت

خطِ تو بود هاله و رخسارِ تو ماه ست
زلفِ تو شبِ قدر و جبین صبح نگاه ست
تا بی گنهان کشتهٔ شمشیرِ تو دیدیم
دیگر بجهان آن چه نه کردیم گناه ست
چون سبزه که از ریشه کند جا (۱) بدلِ سنگ
زان گونه مرا هم بدلِ سختِ تو راه ست
ترکِ ادبی تیره کند صاف دلان را
تا دم زدهٔ روز بر آئینه سیاه ست
از ضعف بقربانِ سرِ یار نه رفتن
"محسن" ز تو عذریست که بدتر ز گناه ست
[م- نسخه ب ص- ۱۷۷]

در قماشِ حرف، طبعِ هر که معنی باف نیست
صورتِ دیباش گر می گوئی استخفاف نیست
گفتگوی عشق را دیوانه می فهمد که چیست
نقدِ سودا را محک در دستِ هر صراف نیست
می کند تنها تماشای جمال یار را
یا رب آخر از چه رو آئینهٔ ما (۲) صاف نیست
با رقیبان صد نظر با ما نگاهی هم به ناز
چشم پوشی این قدر ای بی وفا انصاف نیست

---

(۱) معک: کند رَه (۲) محک: آئینه با ما

پنبهٔ توحید را منصور چسپانده بریش
ورنه زورِ این کمان مقدورِ هر ندّاف نیست
آشیانِ عاشقان باشد دلِ سنگین دلان
جایِ عنقا منحصر (۱) جز قلّهای قاف نیست
از الف لامِ قد و زلفش چه پرسی "محسنا"
حرفِ حلِّ این لغت در دفترِ کشّاف نیست

[م- نسخه ب ص- ۱۶۷]

در دامن توکّل (۲) اگر پا کشیدن ست
دستِ طلب نخست ز سرفق بریدن ست
پیغام التفات بخوبانِ تازه خط
از رویِ ناز نامهٔ عاشق دریدن ست
شهبالِ همتی اگر افتد بدست هوش
چون بوی گل ز گلشنِ امکان پریدن ست
ای شیخ وحدتِ تو پر از گَرد کثرت است
از خلق رم چه می کنی از خود رمیدن ست
"محسن" اگر چو (۳) لاله دهد دست بعد ازین
داغش بجانِ خویش بمنّت خریدن (۴) ست

[م- نسخه ب ص- ۱۶۶]

گر بلعلِ تو زدم بوسه زمَی نوشی ها ست
سهو شد دلبرِ من عالمِ بی هوشی ها ست

---

(۱) محک: جای عنقا در جهان
(۲) اصل: در دامن گل — محک: در دامنِ توکّل
(۳) اصل: اگرچه — محک: اگر چو (۴) محک: کشیدن

رخ مپوشان که تو خوبی و سراپا محبوب
حرف باطل چه زنم شیوهٔ حق پوشی ها ست
عالمی گشت پریشان ز قضا چون کاکل
زلف را با تو ندانم که چه سرگوشی ها ست
نتوان وصفِ خموشی بخموشی گفتن
چه سخن ها ز سخن بر سرِ خاموشی ها ست
نه مرا جورِ تو یاد و نه ترا یاد ز من
درمیانِ من و تو طرفه فراموشی ها ست
پیشِ قمری کُشمش خوار و کشم از گلزار
سرو را با تو اگر دعویٔ هم دوشی ها ست
لب نمک، خنده نمک، حرف نمک، بوسه نمک
به نمکدانِ تو طوفانِ نمک جوشی ها ست
ما سگِ شیر خدائیم که بیدار دلیم
خارجی را که بود خواب ز خرگوشی ها ست
عینِ وصل ست درِ شکوه مکن وا "محسن"
فرصت از دست مده، وقتِ هم آغوشی ها ست

گرچه در بزمِ سلاطین گفتگویٔ دیگر ست
مجلس دیوانگان را های هویٔ دیگر ست
ابر را در گلشنِ کویش بود گر اعتبار
اشکِ اربابِ نظر را آبرویٔ دیگر ست
از طهارت با من ای زاهد چه می گوئی سخن
دستِ گل از خونِ خود شستن وضویٔ دیگر ست
معنیٔ بیتم چو بیت الله عالی از علی است
نو گلِ باغِ نجف را رنگ و بویٔ دیگر ست
جرعهٔ جام کلامت عالمی را مست کرد
این شراب تند "محسن" از سبویٔ دیگر ست

غمِ عشقت ز دلِ من غمِ دنیا برداشت
دستِ زلف تو ام این سلسله از پا برداشت
سر و دستارِ حریفان بزمین می افتد (۱)
ساقی امروز مگر پنبه ز مینا برداشت
همّتِ پیرِ مغان بین که دو صد کوهِ غمم (۲)
سبک از جای بیک گردنِ مینا برداشت
بتماشای گلِ رویٔ تو چون بلبلِ مست
طفلِ اشکم بفغان آمد و غوغا برداشت
هر کجا خاک نشینی ست چو نقشِ قدمت
نسخهٔ بندگیم از خطِ سیما برداشت
طلبِ حسن هم از جملهٔ حسنِ طلب است
می توان فیضِ ازل از رخِ زیبا برداشت
همچو سرمه همه در دیدهٔ خورشید نشست
هر غباری که صبا از درِ دلها برداشت
رفت در چاکِ گریبانِ جنونم برباد
جامه‌واری که دل از دامنِ صحرا برداشت
هیچ بیمارِ محبت نه کشد نازِ طبیب
دردِ دل بود که حاجت ز مداوا برداشت
نیست در "محسن" و مجنون بحقیقت فرقی
غایتش این رهِ شهر، او (۳) رهِ صحرا بردشت
[م- صـ ۲۰۰-۲]

همین ز زنده دلان در جهان سُخن باقی ست
نمانده (۴) شمع و فروغش در انجمن باقی ست

---

(۱) محک : می غلطد (۲) اصل : غم
(۳) محک : آن (۴) محک نسخهٔ راشدی : نماند شمع

نمی رود اثرِ حسن و عشق از عالم
حدیثِ بلبل و گل هست تا چمن باقی ست
از آن زمان که سخن از عقیقِ لعل تو رفت
نزاعِ جوهریانِ تو در یَمَن باقی ست
ز چینِ جعدِ تو تا رفته در خطا بوئی
برنگِ زلف تو آشوب در ختن باقی ست
نه رفت داغِ تو از دل بخاک "محسن" را
چو لاله آتشِ عشقِ تو در کفن باقی ست

[م- ص- ۱۹۲-۱]

درد اگر بیش بود راحت درمان کم نیست
هیچ غم نیست اگر یار بگوید غم نیست
دم نگه دار و بکن قطع علایق از خویش
تبر و تیغ تو ای مرد چو صاحب دم نیست
دلِ پُر داغ بود خانهٔ زنبورِ عسل
در شفاخانهٔ ما زخم کم از مرهم نیست
بزمینی که دلم رخشِ جنون تاخته است
قدمِ فکرِ فلاطونِ خرد محرم نیست
جامِ یاقوت کجا زاهدِ بی درد کجا
دیو را دست رسِ غارت این خاتَم نیست
جای آن ست که دل گردِ تو گردد شب و روز
کعبهٔ ما ست که در چار حدِ عالم نیست
آدمیّت نه بود خواهش (۱) جنّت "محسن"
نیست تا (۲) هر که ز جنت نه گذشت آدم نیست

[م- نسخهٔ ب ص- ۱۵۲]

---

(۱) اصل: خاهش — محک: خواهش (۲) محک: پیش ما

در فغانم تا خیالش حجله آرایِ دل است
چون جرس در ناله ام تا لیلیَم در محمل است
تا که شمشیرِ نگاهش در نظر آورده ام
چشمِ من در خون فشانی چون گلویِ بسمل است
خاکساران در تلاشِ خانه داری نیستند
نقشِ پا هر جا نشست آن جا برایش منزل است
مفلسان در عینِ محنت برکنارِ عشرت اند
در حقِ خاشاک وخس هر موجِ دریا ساحل است
[م- نسخهٔ ب ص- ۱۲۰]

دل اگر رفت غمِ دلبرِ عیاری هست
گم شد آئینه ولی آئینه رخساری هست
ناظرِ ترک نگاهِ تو بود سرمه بلی
چشمِ بیمارِ ترا نیز پرستاری هست
دوش هم دوش چو دیدم برقیبش گفتم
هر کجا هست گلی پهلو او خاری هست
[م- نسخه ب ص- ۱۱۱]

ساقیا برخیز کامشب قفلِ دل وا کردنی ست
پنبهٔ غفلت برون از گوشِ مینا کردنی ست
ای دلِ دیوانه ام تا چند گردی در بدر (۱)
یک زمان در خانهٔ زنجیر هم جا کردنی ست
[م- نسخهٔ ب ص- ۱۷۳]

---

(۱) محک: ای دلِ دیوانهٔ من چند گردی در بدر

دل شعله، آه موجهٔ عمانِ آتش ست
هر داغ، نوحِ کشتیٔ طوفانِ آتش ست
جامِ شراب بر لبت ای آتشین عذار
گرداب و موج چشمهٔ حیوانِ آتش ست
پر شعله کرده ایم ازو دامنِ نگاه
سروِ قد تو نخلِ گلستانِ آتش ست
[م-ص-۱۹۰-۲]

مستی‌خانه‌ها خراب ز آبادیٔ من ست
مینا که گریه می کند از شادیٔ من ست
مستی خلاص کرد مرا از غمِ جهان
هر خطِ جامِ مستی خطِ آزادیٔ من ست
مانندِ ابر قطره زنان می روم ز خویش
هر طفلِ اشک تا بعدم هادیٔ من ست
[م-ص-۱۸۵-۲]

در چشمِ خون فشانِ من از بسکه جا گرفت
چون اشک های عکسِ تو رنگِ حنا گرفت
این خطِ مشکبار ز هم پشتیٔ لب ست (۱)
صد ره بچینِ زلف تو حرفِ خطا گرفت
گلدستهٔ بهشت بتارِ نگاه بست
چشمی که از غبارِ خطش تو تیا گرفت
آن مهربان که راهِ وفایش سپرده ایم
آیا سبب چه بود که راهِ جفا گرفت
"محسن" شکسته‌ای که خطِ عجز خوانده است
سر مشقِ اوفتادگی از بوریا گرفت
[م-ص-۱۸۷-۱]

---

(۱) محک: هم پشتیٔ لبت

دل چو شد آشفته پیِ زلفش دگر تدبیر نیست
راحتِ دیوانه جز در خانهٔ زنجیر نیست
از چه رو خط در بیان دادِ معانی می دهد
مصحفِ رویٔ ترا گر حاجتِ تفسیر نیست
همچو شمع از پای تا سر سوختیم و خامشیم
گر زبانی هست ما را قدرتِ تقریر نیست
[م- نسخه ب ص ۱۳۲]

سری که شورِ تو دارد بفکرِ سامان نیست
دلی که دردِ تو گیرد بقیدِ درمان نیست
خمیر مایهٔ سودا بود سوادِ خطت
بغیر وجه چنین خاطرم پریشان نیست
[م- نسخه ب ص ۱۹۸]

دل چو روشن شد چراغِ آه پر در کار نیست (۱)
خانهٔ آئینه را گر شمع نبود تار نیست
کَردِ کلفت لازمِ روشن ضمیران بوده است
گلشنِ آئینه ها (۲) بی سبزهٔ زنگار نیست
[م- نسخه ب ص ۱۳۵]

ترا که حسن خدا داد، لطفِ تن وهبی ست
دلی چو سنگ و مزاجِ چو شیشه بوالعجبی ست (۳)

---

(۱) محک: دل چو شد روشن چراغ و آه پر درکار نیست
(۲) محک: آئینه را
(۳) محک: دلی چو سنگ مزاج و چو شیشه بوالعجبی ست

خیال نرگسِ مستِ تو از دلِ صافم
عیان چو بادهٔ گلگون ز شیشهٔ حلبی ست
[م - نسخه ب ص ۱۳۷]

خاطر پر داغِ عاشق را مداوا آتش ست
شمع را بادِ دمِ لطفِ مسیحا آتش ست
رشتهٔ نظاره را گلدسته بندِ برق کن
قامتِ گل پوشِ (۱) او چون نخلِ موسی آتش ست
[م - نسخه ب ص ۱۴۰]

آن که نقشِ عالمی بر صفحهٔ ایجاد بست
رشتهٔ زلفِ ترا بر خاطرِ ناشاد بست
وعدهٔ وصلِ ترا هر کس که باور کرده است
مشتِ خاکِ خویش را بر رهگذار باد بست
[م - نسخه ب ص ۱۹۸]

بزلفِ یار دلِ بی قرارِ من بند است
میانهٔ دو پریشان همیشه پیوند است
دگر بتلخیٔ دشنام ساختم چه کنم
دلم ازان شکرین لب بهیچ خرسند است
[م - نسخه ب ص ۱۱۶]

جز ترک عیش، عیش مرا سازگار نیست
غیر از گذشت کار مرا هیچ کار نیست
از بس غبارِ کلفتِ دوران جهان گرفت
بی گَرد چهرهٔ گهرِ آبدار نیست
[م - نسخه ب ص ۱۱۳]

---

(۱) محک : قامتِ دلپوش

سیلِ اشکم شد روان از ناله هائی بر نه خاست
از جرس در کاروانِ من صدائی بر نه خاست
قامتِ خم گشته ام مضرابِ تارِ دوستی است
بزمِ پیری (۱) را چو من رنگین نوائی بر نه خاست
[م- نسخه ب ص ۱۰۸]

(ردیف ث)

بجز پیاله، نشستن بلاله زا، عبث — بغیرِ یار گلستان عبث، بهار عبث
اگر نه گردشِ جامی بود ببزم چمن — بهارِ عمر عبث، دورِ روزگار عبث
باین مدار اگر روزگار می (۲) گذرد — وفای ما عبث است و جفای یار عبث
[م- ص- ۲۱۰-۲]

(ردیف ج)

شدم بدانهٔ خالِ تو در قفس محتاج — خدا کند نه شود هیچ کس بکس محتاج
بپای او دلِ پر شور بست تا مجنون — نه گشت ناقهٔ لیلیٰ بهر جرس محتاج
نیَم چو خضر که باشم ببندِ عمرِ دراز — حبابِ بحرِ فنایم بیک نفس محتاج
برنگِ آتشِ یاقوت روشن از آبم — چو شعله نیست فروغم بخار و خس محتاج
بالتفاتِ تو محتاج شد چنان "محسن"
که دزدِ بسته برحمِ دلِ عسس محتاج

---

(۱) اصل : پری (۲) محک : روزگار ما

(ردیف ح)

نورِ محمّدی ست (۱) عیان از جبینِ صُبح
بی سجده‌ای نمی گذرم از زمینِ صُبح
آفاق را چرا نه مُسخّر کند (۲) بتیغ
نقش است نامِ نامیٔ تو بر نگینِ صُبح
غیر از تو نیست زیبِ دهِ مسندِ کرم
خورشید را سزد که شود جانشینِ صُبح
گویا اشاره‌ای بشکر خندهٔ تو است
شیری که می چکد ز لبِ نازنینِ صُبح
شهدِ لبِ ترا بسخن شانِ دیگر است
شیرین ست گرچه چاشنیٔ انگبینِ صُبح
از دستِ زرِ نثارِ تو گیرد اگر فروغ
صد آفتاب سر زند از آستینِ صُبح
تا چون تو آفتاب بجولان علم شود
بر ابلقِ زمانه نهادند زینِ صُبح
آخر کشهد همچو تو خورشید از بغل
جز راستی نه بود دمِ واپسینِ صُبح
ذرّاتِ کائنات ز مهرِ تو روشن اند
این نکته خوانده ام ز کتابِ مبینِ صُبح
هرگز بذرّه پروریت کس نه یافتم
برهم زدی (۳) قلمروِ فیض آفرینِ صُبح
دم می زنیم هر دو ز نورِ محمّدی
ای آفرین بدینِ من و هم بدینِ صُبح

---

(۱) اشاره ایست به میان نور محمد کلهوره فرمای روای سنده
(۲) منتخب: کنم (۳) منتخب: برهم زدم

یا رب گل ِ مراد (۱) که از گلشنت جدا ست
مانند ِ آفتاب شود هم نشین ِ صبح

بر خصم ِ تیره روز فتد همچو شب شکست
تازی چو آفتاب اگر از کمین ِ صبح

"محسن" چو ما ز اشعهٔ سپهرش منوّر است
هر دل که گشته است رضائی قرین ِ صبح

(ردیف خ)

نگاه ِ شوخ ِ تو شد با دلم چنان گستاخ
که تیر ِ شست ِ قضا با دل ِ نشان گستاخ

شکوه ِ گلشن ِ حسن ِ ترا که می بیند (۲)
دگر صبا نه رود سوی بوستان گستاخ

خیال ِ بوسه بگرد ِ لبت نمی گردد
بحیرتم که چسان (۳) گشته برگ پان گستاخ

---

(۱) اشاره ایست بطرف میان مراد یاب خان فرزند و ولي عهد میان نور محمد که بدربار نادر شاه افشار در ایران بود

(۲) محک: شکوه ِ گلشن حسن ِ ترا اگر بیند

(۳) منتخب: چنان — اصل و محک هر دو نسخ: چسان

(ردیف د)

کجا از گردشِ گیتی دلم پامال می گردد
بگردِ آشیان این مور فارغ بال می گردد

ز نیرنگِ خطِ سبزش اگر حرفی رقم سازم
قلم در دست طاقوسی مرصع بال می گردد

طریقِ اجتماعی (۱) با تو تا شاید کند پیدا
دلم هر سو بشکل قرعهٔ رمال می گردد

دلِ زارم برای بوسهٔ لعلش به دور او
چو مفلس مومنی بر گردِ بیت‌المال می گردد

نه باشد سایه‌ات، ای آفتابِ برجِ محبوبی
سیه بختی چو "محسن" با تو در دنبال می گردد

چنان تیرش دلم خاطر نشان کرد | که فکرِ گوشه زان ابرو کمان کرد
ستاره ریزیٔ اشکم بیادش | شبِ هجران زمین را آسمان کرد
منال ای بلبل از بی رحمیٔ گل | که با ما هر چه کرد آن باغبان کرد
طپیدن چیست ای بسمل طپیدن | فدایٔ تیغِ نازش جان توان کرد
زد و افگند و بست و برد با خود | نگاهش آن چه دل می خواست آن کرد
همین نه جرعهٔ یادش بجا ماند | و گر نه شیشه ام ریگِ روان کرد

جماعتی که خیالت بخواب می بافند
کتان بکارگهِ ماهتاب می بافند

چه طرفه گل بدنی کز لطافتِ اندام
قبایت از رگِ موجِ گلاب می بافند

---

(۱) اصل: طریق اجتماع

بکار گاهِ فلک بهرِ آفتابِ رخت
ز تارِ خطِّ شعاعی نقاب می بافند
ز خویش تا بتو، چون عنکبوت مردمِ چشم
ز تارهای نگه جامه خواب می بافند
من و مقام شناسانِ محفلش "محسن"
که نقشِ پرده بتارِ رباب می بافند

باغ گل، بحر گهر، چرخ هلالی دارد
هر کسی از تو بیک گونه کمالی دارد
مرو ای نورِ نظر تابِ فراقِ تو کجا ست
بي تو هر چشم زدن گردشِ سالی دارد
بیتِ ابروي تو از بسکه بلند افتاده است
می رسد هر که باو عین کمالی دارد
کس باین رنجشِ بی جا چه تواند کردن
لبت از بارِ گلِ بوسه ملالی دارد
همچو مو گشته مصوّر بخیالِ کمر ست
این تنک مغز عجب فکرِ محالی دارد
دوش می خوردنِ خود بهرِ دوا جائز داشت
واعظِ منصفِ ما طرفه مقالی دارد
ای که از چرخ بگذشته است سرِ اقبالت
پیشِ ما اخترِ بختِ تو وبالی دارد
ای خوشا رندِ تهی گیر که در دست و بغل
شیشهٔ باده و خورشید جمالی دارد
گاه در خواب ترا بیند و گاهی بخیال
"محسنِ" رند عجب خواب و خیالی دارد

آن کس که ماه را بسر انگشت شق کند
کَی دست آشنای بکلک [و] ورق کند
شاهی که چون ز نُه چمن چرخ بگذرد
سروش روان بعالمِ بالا نسق کند
طفلي که لوح بر سرِ جبریل بشکند
کَی منشیِ سپهر بخود هم سبق کند
شد سائبان سحاب بفرقش که تا مباد
چون ابر آفتاب ز خجلت عرق کند
خورشید هم نشین چو کشد تیغ چون هلال
در جنگِ بدر عرصه ز خون چون شفق کند
بر خوانِ نعمتش لب نانی ست آفتاب
گر دستِ التفات برین نُه طبق کند
از تابِ آفتابِ رُخش کفر محو شد
باطل چگونه جلوه‌اي در پیشِ حق کند
سلمانِ او نظر به سلیمان نه داشت ست
آري غنی چه میل بهر مستحق کند
"محسن" بود که آن شهِ عاجز نوازِ من
چشمی بالتفات برین بی رمق کند

دلی که خاکِ درِ بو تراب می گردد
اگر غلط نه کنی آفتاب می گردد
ز خویش برده چنان شوق عالمِ آبم
که بر شراب دلم چون حباب می گردد
به بزم باده کشان بی جمالت ای ساقی
هزار دیده چو ساغر پر آب می گردد

ز بسکه مستِ تغافل ز حالِ ما شده‌ای
نگاهِ تیز بچشمِ تو خواب می گردد
بیک نگاهِ تو دلها حبابِ طوفان شد
دگر بس است که عالم خراب می گردد
سوالِ بوسه نمود است ناز مشتاقان
که از برایِ تو دل ها کباب می گردد
شبی که یادِ تو دل‌های ما ز هم باشد
کتانِ طاقتِ ما، ماهتاب می گردد
لبت که شیرهٔ جان می چکد ز دشنامش
چگونه تلخ ز زهرِ عتاب می گردد
بشوقِ چاهِ زنخدانت ای بتِ طنّاز
دلم ز حسرتِ یک بوسه آب می گردد
ز راهِ می‌کده زاهد خطا ست بر گشتن
کسی چگونه ز راهِ صواب می گردد
بزخمِ نیشتر این حرف بر زبان دارد
گناهِ مردمِ عاقل ثواب می گردد
مشو چو دانه گره از غمِ پریشانی
که آسیایِ فلک پر شتاب می گردد
چو "محسن" آنکه ز قیدِ خودی شود آزاد
غلامِ آن شهِ مالک رقاب می گردد

شب که صد چاک دلم شانه کشِ مویِ تو بود
تا سحر دست من و دامنِ گیسویِ تو بود
نیست یکسر که ز سودایِ خیالت خالی ست
مغزِ هر غنچه درین باغ پُر از بویِ تو بود

همچو آن مرغ که در قبله نما می باشد
روی دل در قفسِ سینهٔ ما سوی تو بود

دامنِ کعبه گرفتیم ولی چون دیدیم
طاقِ محرابِ دعا گوشهٔ ابروی تو بود

ساقی از یک نگهت مستِ مدام افتادیم
این چه می بود که در نرگسِ جادوی تو بود

چه بهاری تو که چون گرد پیِ ها بوست
رنگِ هر رُو که پرَد درچمنِ کوی تو بود

خالِ هندو چه جگر داشت بما جَور کند
گر نه ما را همه منظورِ نظر روی تو بود

نه همین داغ ز دستِ تو بما کرد جفا
ستمِ زلف بما نیز ز پهلوی تو بود

گفتگوئی که بخود داشته امشب "محسن"
همه از بابتِ چشمانِ سخن گوی تو بود

یک نفس گر ز دلم یادِ تو بیرون می شد
درمیانِ من و دل تا بکمر خون می شد

شب که در محفلِ ما چشمِ تو ساغر می زد
تا سحر خونِ شفق در دلِ گردون می شد

گر نه گاهش بقدِ سروِ تو می سنجیدم
مصرعِ سرو کجا این همه موزون می شد

لعلِ جان بخشِ تو گر زنده نمی داشت سخن
در تنِ لفظ چسان روح بمضمون می شد

بختِ سبزم چو حنا گر مددی می فرمود
خونِ من نام زدِ آن کفِ گلگون می شد

گر بچشمِ ترِ من رخصت اشکی می بود
صدفِ خاک پر از گوهرِ مکنون می شد
دردِ عشقش ز غمِ دهر مرا فارغ کرد
گر نمی بود غمش حالِ کسی چون می شد
هر غباری بنظر جلوهٔ لیلیٰ می کرد
لیک هر دیده اگر دیدهٔ مجنون می شد
گر تن و توش چو خُم قدرِ کسی می افزود
هر که دورِ شکمی داشت فلاطون می شد
خمِ ابروی تو گر تیشه به "محسن" می داد
جگرِ کوه چو فرهاد ازو خون می شد

هر کس نظر بران گلِ رخسار می کند
در گلشنِ زمانه عجب کار می کند
با وصفِ این که بسته بهر حلقه آفتاب
زلفِ تو روزِ من چو شبِ تار من کند
آواز پایٔ دوست نیاید اگر بگوش
بختِ مرا ز خواب که بیدار می کند
فکرِ میانِ یار که باریک تر ز موست
دل را بسانِ چینیٔ مودار می کند
از حرفِ حق نمی گذرم گرچه سر رود
منصور کَی ملاحظهٔ دار می کند
زاهد که شرک ریشه دوانید در دلش
پنهان بسبحه رشتهٔ زنّار می کند
زنهار زاهد از سخنِ صدقِ من مرنج
بیند هر آنچه آئینه اظهار می کند
گردِ ملال را دلِ روشن چمن کند
آئینه گل ز سبزهٔ زنگار می کند

گوهر شود ز گردِ یتیمی گران بها
دل را غبارِ غم درِ شهوار می کند

بیمارِ حبِّ جاه چو "محسن" مشو ببین
کین درد مرد را چه قدر خوار می کند

دلِ آزرده را دوا چه کند — گلِ پژمرده را صبا چه کند
قلزم گریه را کناری نیست — کشتی ام فکرِ ناخدا چه کند
همه تن مشت(۱) استخوان شده ام — بسرم سایهٔ هما چه کند
تیره بختی فروغِ بینائی ست — دیدهٔ کور توتیا چه کند
فرض کردم که دل وفا دارد — با تو ای دشمنِ وفا چه کند
دل گرفتم که شد ز زلف آزاد — کس باین چشمِ دل ربا چه کند
ما اسیرِ کمندِ زلفِ تو ایم — دامِ زاهد بگو بما چه کند
از دو عالم شدیم بیگانه — تا بما آن یک آشنا چه کند
از تو داریم ما یدِ بیضا — گر نه موسیٰ بود عصا چه کند

باش "محسن" منال از غمِ چرخ
تا باو تیرِ آهِ ما چه کند

خطِّ تو سرمهٔ نظرِ آفتاب شد
خالت سوادِ مردمکِ ماهتاب شد

گردن ز حلقهٔ خمِ زلفِ تو کی کشد
خورشید را خطوطِ شعاعی طناب شد

تب لرزه سخت بر جگرِ آفتاب زد
تا زلفِ عنبرینِ تو در پیچ و تاب شد

از سیلِ گریه کشتیٔ مردم به گِل نشست
دیگر میا بجلوه که عالم خراب شد

(۱) منتخب: مغز استخوان

گاهی بگو که دیدهٔ ما را جلا دهد
پایت که نورِ دیدهٔ چشم (۱) رکاب شد

سودای بوسه باز بهم می خورد دریغ
کان شوخِ بد معامله ام سر حساب شد

"محسن" چو من نمی رسدش گردِ حادثه
هرکس که خاکروبِ درِ بو تراب (۲) شد

بپیشِ سروِ قدِ تو جانان اگر بمیرم ثمر ندارد
و گر بکویت غبار گردم، نسیمِ نازِ تو بر ندارد

بگو بابرو اگر تواند رها نماید ز دامِ زلفم
و گرنه کشتن چو من اسیری به تیغ چندان هنر ندارد

بیک نگاهی تو آب گشتم، چو اشک غلطان خراب گشتم
بقلزمِ خون حباب گشتم، هنوز تیغت خبر ندارد

مرو نه گفتم بکویش ای دل، مکن نگاهی برویش ای دل
به پیچ اکنون چو مویش ای دل، ترا نصیحت اثر ندارد

دلم ز کویٔ تو بار بستی، نظر ز گلشن بخار بستی
خیالِ دیگر دیار بستی، و لیک سازِ سفر ندارد

دهان نداری میان چه کردی، سخن نگفتی بیان چه کردی
دلم ربودی و جان چه کردی، تغافلت پا و سر ندارد

بسیرِ گل ها شدی بگلشن، نظر نه کردی بحالِ "محسن"
ولی چه سازد که با همه فن چو غنچه یک مشت زر ندارد

---

(۱) منتخب : پایت که نور دیدهٔ ما را رکاب شد

(۲) اصل : سگ بو تراب شد ــ منتخب : درِ بو تراب شد

دل را فروغِ یادِ تو فانوس می کند
آئینه را خطت پرِ طاؤس می کند
از یک نگاهِ مستِ تو زاهد خراب شد
چشمِ تو مستی بشیشهٔ ناموس می کند
گشتن بگردِ یار کم از حجِ کعبه نیست
پروانه طوفِ گنبدِ فانوس می کند
غمگین دلم فریب ز شادی نمی خورد
برگِ نشاط را کفِ افسوس می کند
هر کس که پی به رازِ دهانش برد [ز] خال
حلِّ لغت ز نسخهٔ قاموس می کند
از قربِ یار اوج گرفت ست طالعم
با کاکلش ترقیٔ معکوس می کند
"محسن" به هند خونِ جگر خورد و بر نه یافت
راهِ رضا کنون سفرِ طوس می کند

چو مهر اگر بتو ام بخت روشناس کند
قمر ز جبههٔ من نور اقتباس کند
دلم بوصلِ تو روزی که کامیاب شود
بغیر بوسهٔ لعلت چه التماس کند
مرنج اگر غمِ هجران کنم بپیشِ تو عرض
که دردمند، دگر را چو خود قیاس کند
کسی که در غمِ زلفِ تو سینه چاک شود
چو شانه جمعِ پریشانیٔ حواس کند
رقیبِ سگ صفتم بانگ زد، نمی داند
که شیرِ شرزه ز روباه کی، هراس کند

نشانِ مردمِ بد اصل کفرِ نعمتها ست
نجیب حق، نمک را همیشه پاس کند
بزیرِ سقف فرو می رود نهایتِ کار
کسی که خانه ز سنگِ ستم اساس کند
ز خرقه شرم کن ای زاهدِ خدا نا ترس
بگو کسی چه قدر طاعتِ لباس کند
ز فیضِ مدحتِ خدّام خاندان "محسن"
سزد که فخر به "حسّان" و "بو فراس" کند

بر دکانِ عشق سوادیٔ تو سودی می کند
هر که این سودا کند آخر نمودی می کند
تا شود این آتشین رخسار شمعِ محفلم
هر شبم در مجمرِ دل شوق عودی می کند
این سیاهی‌ها که محسوس است رنگِ چرخ نیست
آتشِ آهم درو افتاده دودی می کند
با لبِ خاموش دارم ساز و برگِ ناله‌ای
بند بندم از غمش چون نَی سرودی می کند
می تواند شد کفن آخر برایٔ عنکبوت
رشتهٔ جانی که صرفِ تار و پودی می کند
این عبادت‌های ظاهر خاصه زاهد از تو نیست
طالعِ بر گشتهٔ ما هم سجودی می کند
آن که بی خواهش بما بخشید تشریفِ وجود
"محسنا" روزِ قیامت نیز جودی می کند

بعزمِ صید چون آن ترک تیغ بسته بر آید
فغان ز جانِ غزالان نفس گسسته بر آید

اگر نصیب شود گلشنِ نظارهٔ رویش
ز دیده اشک چو گل‌های دسته دسته بر آید
ز بسکه عرصه دهانش بحرف تنگ گرفت ست
سخن بوصفِ لبش نیز جسته جسته بر آید
شکست توبه کشد نازِ مومیائیٔ مردم
اگر ز دستِ تو کارِ دل شکسته بر آید
ز دردِ هجرِ تو ضعفم رسیده است بجائی
که ناله نیز بدوشِ دلم نشسته بر آید
ز سرد مهریٔ دورِ فلک غریب نه باشد
که طفلِ اشک ز عناب [چشم] خسته بر آید
نمک بزخم ز سبزانِ هند زد دلِ "محسن"
عجب مدار که جانش برنگِ پسته بر آید

چشم در غم (۱) از شراب ناب روشن می شود
لاله را دایم چراغ از آب روشن مي شود
ما دلِ سوزانِ خود بر طاقِ ابرو بسته ایم
همچو قندیلی که در محراب روشن می شود
منّت شمعی ندارد کلبهٔ تاریکِ فقر
دایم این ویرانه از مهتاب روشن می شود
ظلمتِ شب سرمه‌ای در دیدهٔ اختر کشد
چشمِ اعمیٰ از خیالِ خواب روشن می شود
صاف دل را بی قراری رونقِ دیگر دهد
خانهٔ آئینه از سیماب روشن می شود

---

(۱) منتخب : چشم داغم

طبعِ ظالم بشگفد از ریزشِ رنگِ ستم
از شرارِ خون، دلِ قصّاب روشن می شود
از محبّتِ محفلِ ما را فروغِ دیگر است
شمعِ ما از گرمیٔ احباب روشن می شود
نالهٔ عشاق گردد از خراشِ (۱) غم بلند
نغمهٔ هر تار، از مضراب روشن می شود
درسِ عشق از بوستانِ دهرای بلبل مخوان
از سوادِ خطِّ او این باب روشن می شود
ژاژ خائی (۲) شیوهٔ ما نیست چون بد گوهران
آتشِ یاقوتِ ما از آب روشن می شود
امشب آیا می رسد آن شوخ کز من تا بعرش
مشعلِ آه از دلِ بیتاب روشن می شود
هستیٔ من "محسنا" محسوس از مهرِ علی ست
ذرّه از خورشیدِ عالمتاب روشن می شود

آن سروِ ناز اگر بچمن جلوه گر شود
بلبل برنگِ فاخته اش گردِ سر شود
جائی که حرفِ شوخیٔ چشمِ تو سر شود
چشمِ غزال، حلقهٔ بیرونِ در شود
بلبل بزیرِ بال مکش رویٔ گل، مباد
صحبت میانِ ما و تو رنگِ دگر شود
خوابیده مست یار نگاهِ کسی بدل
ای ناله سرمه گیر، مبادا خبر شود
بر گردِ ماهِ رویٔ تو خط هاله بسته است
امسال بارش از مژه ام خوب تر شود

---

(۱) اصل و منتخب: خراشم غم (۲) منتخب: ژاژ گوئی

گر گردشِ سپهر سبویم کند غبار
عشقِ تو نشه نیست که از سر بدر شود
بی رنگِ زرد نیست گلِ باغِ اعتبار
کو نو بهارِ عشق که این خاک زر شود
حیزی مست ناز کرده بیاهِ برادرش
نادان که مفتخر به کمالِ پدر شود
"محسن" بزن ازان مژه ناخن بتارِ جان
تا نغمهٔ تو گوهرِ گوش اثر شود

شوخ رقّاصی که دل از دستِ اهلِ حال بُرد
یک قلم آرامِ ما از جنبشِ خلخال بُرد
کرده جا گویا به خلخالش دلِ پر ناله ای
کز اثر هوش از سرِ رندانِ فارغ بال بُرد
حلقهٔ رندان بپایش بود نالان تا فلک
قمریان را پایٔ سروش بهرِ استقبال بُرد
از اداهای غریبی آشنا روئی برقص
دامن. دل ها کشهد و در فضایٔ حال بُرد
از دلِ صد پاره ام نگذاشت باقی پاره‌ای
آنچه از تاراجِ زلفش ماند آن را خال بُرد
گر مرادم می دهد گردون ز گنجِ آن دهن
می توان عمری بسر در گوشهٔ آمال بُرد
پیشِ آن گل چهره "محسن" قاصدی در کار نیست
نامهٔ پروازِ رنگم مرغِ دل بر بال بُرد

امشب بدل خیالِ تو مستانه می رسد
ساقی ببزم و باده به پیمانه می رسد

روشن شد است این سخنم از زبانِ شمع
کآفت بخرمنِ پرِ پروانه می رسد

از پندِ زاهدان شده سرشار غفلتم
کیفِ شراب خواب بافسانه می رسد

در کوچه‌های زلفِ تو گمراه شد دلم
وقت ست اگر برهبریم شانه می رسد

آیا دگر چه برق بخاکسترش زند
شمعی بی زیارتِ پروانه می رسد

در جستجوی آن بتِ خنجر بدست من
چون نورِ آفتاب بهر خانه می رسد

او یارِ آهوان شد و این خوارِ کودکان
مجنون (۱) کجا به "محسن" دیوانه می رسد

جمعی که مَی ز ساقیٔ مهوش کشیده اند
جامِ بقا ز شعلهٔ آتش کشیده اند

دُردی کشانِ مَی کدهٔ عشق در ازل
از چشمِ مستِ او مَیٔ بی غش کشیده اند

شکلِ هلال ابروی آن بدرِ بی مثال
بر صفحهٔ سپهر چه دل کش کشیده اند

آشفتگانِ کوچهٔ سودا ز پیچ و تاب
خود را بآن دو زلفِ مشوش کشیده اند

دریا دلان که گوهرِ مقصود یافتند
آزارهایِ موجِ کشاکش کشیده اند

---

(۱) اصل: محسن

این شعله‌های آه ببین کز دلم بعرش
از تارِ پرده‌های منقّش کشیده اند
عشاق "محسن" از نگهِ زیرِ چشمِ او
دزدیده تیرِ ناز ز ترکش کشیده اند

آنها که جان سپرده و روئ تو دیده اند
زره‌ای قلب داده و یوسف خریده اند
مضطر دمی به شاهِ حجازی مشو، خموش
زین نغمه ها که پردهٔ دل ها دریده اند
رندانِ دُرد نوش عجب صاف طینت اند
چون شیشه رنگِ دل همه بر رو کشیده اند
از حرف تند، خاطرِ دریا دلان مرنج
کین موجها ز هم به نسیمی رمیده اند
ای باد، خاکِ درگهِ متی خانه پر مروب
دلها غبار گشته درو آرمیده اند
دیوارِ قهقه است طلسمِ وجودِ خلق
کز وی چو بگذرند بمطلب رسیده اند
زاهد بدام و دانه نسازند اهل عشق
این وحشیان بسبزهٔ نو خط چریده اند
از داغ های دوست بدل می کنند سیر
عشاق گل ز گلشنِ امکان نه چیده اند
جمعی که راهِ عشق چو "محسن" گرفته اند
این راه را بپایٔ نفسها بریده اند

بدورِ خطِّ تو دل‌هاي زار باید دید
که بلبلانِ ترا در بهار باید دید

شکوهِ شاه ز گردِ سوار می باشد
بهارِ حسن ز خطِّ غبار باید دید

بزلفِ یار دلِ داغ دارِ ما گل کرد
میانِ سنبلِ تر لاله زار باید دید

نظر بجنّت و طوبی چه بسته‌ای زاهد
صفایِ گلشنِ فردوسِ یار باید دید

ز کویِ دوست بجورِ رقیب نتوان رفت
برای خاطرِ گل روی خار باید دید

شدیم پیر و جوان گشت عشق بازیها
طلوعِ نشهٔ ما در خمار باید دید

خوش آن زمان که چو "محسن" ز راهِ بی صبری
بدامِ زلفِ ته خود را شکار باید دید

زاهد بتو از ماست نصیحت رقمی چند
چون بویِ مئی از خویش برون آ قدمی چند

هرگز نه بری راه باقلیم فراغت
در دشتِ جنون تا نه خرامی قدمی چند

در راهِ طلب یک قدم آرام حرام است
چون برق ز سر تا بقدم باش رمی چند

پوشیدن چشمت ز نکویان هنری نیست
از بت کدهٔ سینه برون کن صنمی چند

"محسن" ز رهِ منزلِ واحد خبرت هست
بیهوده مبر رخت بدیر و حرمی چند

بهر کس قدرِ همّت خانه دادند ترا مسجد مرا مئی خانه دادند
بهارِ لاله صحرا را چمن کرد گلِ داغی بهر دیوانه دادند
دلِ صد چاکِ ما آشفته کردند سرِ زلفش بدستِ شانه دادند

فروغش تا چراغان کرده گلشن ببلبل منصبِ پروانه دادند
بخالش عاشقان جان‌ها سپردند چه خرمن‌ها پیٔ یک دانه دادند
ز خود رفتم که بینم چشمِ مستش که از یادش مرا پیمانه دادند
نظر بر طاقِ ابرویش فگندم نشانم گوشهٔ مستی خانه دادند
طلسمِ شیشهٔ دل را شکستم بیادم جلوهٔ مستانه دادند
عنانِ اختیارم را چو "محسن
بدستِ همّتِ مردانه دادند

خوب رویان چو خبر از دلِ زاری گیرند
دامِ زلفی بکشایند (۱) و شکاری گیرند
خوش نگاهان که دلِ سوخته را سرمه کنند
مشتِ خاکم بود آیا بغباری گیرند
سبز بختان چو حنا گر همه تن خون گردند
وقت چون دست دهد پایٔ نگاری گیرند
عارفانی که در آئینهٔ دل سیر کنند
چشم پوشند و رهِ باغ و بهاری گیرند
توتیا یافتگانی کفِ پای درِ او
دو جهان را بنظر مشتِ غباری گیرند
دردمندانِ محبّت چو دوا جو گردند
بوسه‌ای از لبِ یاقوتیٔ یاری گیرند
درس خوانانِ دبستانِ فنا از عبرت
سر خطِ مشق ز هر لوحِ مزاری گیرند
عاشقانی که رهِ باغِ تمنّا سپرند
داغ کردند و سرِ لاله عذاری گیرند
دُرد نوشانِ خراباتِ محبّت "محسن"
ساغرِ مستی ز کفِ چشمِ خماري گیرند

---

(۱) اصل: بکشائیز [؟]

کو بهاری تا جنونم با ز درینم شود (۱)
دفترِ عقلِ کهن تقویمِ پارینم شود
بر دمِ تیغِ اجل هم خوابِ سنگین می کنم
گر رگِ سنگش حریرِ تارِ بالینم شود
سرو از قمری بگیرد قرض طوقِ بندگی
چون بگلشن جلوه گر آن سرو تمکینم شود
هر گلِ زخمم فغان دارد چو بلبل دور نیست
دامنِ محشر اگر دامانِ گلچینم شود
کی توان جان برد زان چابک سوارِ فوجِ حسن
گر فلک رخش و مهِ نو خانهٔ زینم شود
گر چنین سر رشتهٔ بیداد دارد آن صنم
زلفِ او زنار بندِ گردنِ دینم شود
می کنم جانی و می ریزم سرشکی "محسنا"
تا مگر آن لعل لب در زیر تحسینم شود

ما را قدم براهِ تو جز ضبطِ دم نه بود
این جا دلی نه بود که زیرِ قدم نه بود
روزی که ما بیادِ رخت جام می زدیم
در بادهٔ خانهٔ فلکی بام جم نه بود
خواندیم سر نوشت خود از مکتبِ وفا
جز زخمِ تیغِ نازِ تو حرفی رقم نه بود
آیا چرا ز ما بتغافل گذشت یار
ما را سرِ نزاع بتیغِ ستم نه بود
از دامِ یادِ زلفِ تو شب وحشیٔ دلم
هر چند می رمید (۲) ولی جایٔ رم نه بود

---

(۱) اصل : کذا در اصل (۲) اصل : می رسید

فوجِ فرنگِ آن مژه هر چند ظالم است
لیکن نگاهِ کافرِ او نیز کم نه بود

در عرصه‌ای که لشکرِ غم‌ها کشیده صف
"محسن" بغیرِ آهِ تو صاحب عَلَم نه بود

ادای تیرِ مژگانت سنان هرگز نمی داند
کشاکش‌های ابرویت کمان هرگز نمی داند

چرا بر دارد آن آفت نگه دست از کمانداری
دلی دارم که اندازش نشان هرگز نمی داند

خورد برهم چو شامِ لاله، صبحِ زعفران خندد
بهارِ چهرهٔ عاشق خزان هرگز نمی داند

نه بیند خانهٔ آئینه شب هم رویِ تاریکی
کدورت محفلِ روشن دلان هرگز نمی داند

طریقِ دین و آئینِ دلِ "محسن" چه می پرسی
مسلمان ست و جز مهرِ بتان هرگز نمی داند

چرا چشمِ تو چین بر ابرویِ پیوسته می بندد
چرا تیغِ دگر این ترکِ ترکش بسته می بندد

چه پروازِ رسا در عالمِ بالا بفگندم (۱)
که بهرِ سروِ قدّت مصرعی بر جسته می بندد

بتهمّتِ نظاره ز اشکِ خونیم دامان شود پر گل
نگاهِ من ز گلزارِ رخت گلدسته مي بندد

کجا صیادِ زلفت تابِ بستن دارد از شوخی
چو مهر این جا ز خود هر کس دلِ وا رسته مي بندد

(۱) اصل : فگندم

بجز زلفت که بر خورشیدِ عارض حلقه‌ها بسته
نه دیدم کز گلِ خورشید کس گلدسته می بندد

دهانِ شکوه را از تندیٔ مژگانِ او بستم
چنان کز سوزنِ جرّاحِ زخمِ خسته می بندد

چسان فریادِ من در دل نه بندد "محسن" آن شوخی
که در عتاب چشم اشک را چون خسته می بندد

چنان تارِ نگاهم با نگاهِ او بهم پیچد
که با هم رشتهٔ حسن و محبّت نیز کم پیچد

بصد پیچیدگی آید برون حرف از زبانِ او
عجب نبود اگر زین راه دل‌ها را بدم پیچد

توان بر نسخهٔ آشفتگی شرحی مطوّل بست
اگر مشّاطه زلفِ او بر انگشتِ قلم پیچد

ندارم دست از دامانِ قاتل بعد مردن هم
چو جوهر خونِ من در دامنِ تیغِ ستم پیچد

ز مسجد سر کنم از دستِ غم راهی بمیخانه
مگر از پنجه‌های تاکِ ساقی دست غم پیچد

ندارد دردِ دین زاهد، اگر دارد پیٔ دنیا
و گر پیچد گهی بر خویش از دردِ شکم پیچد

چسان "محسن" رهانم خویش را از دستِ صیّادی
که دامِ زلف بر پایٔ غزالانِ حرم پیچد

گر باین چشمانِ میگون میلِ جامِ مُل کند
متی کشان را نشاۂ الآخر دوبالا گل کند

بر ز ایمایِ نگاهش ناله کیفیّت فزود
چهچهٔ بلبل خوش آید شیشه چون قلقل کند
ناله دارد گریه ام از شورشِ سیلِ سرشک
چشمِ من بی رویِ جانان کارِ چشمِ پل کند
گر رود آن نوبهارِ حسن در صحنِ چمن
خار در پیراهنِ گل نالهٔ بلبل کند
پیچ تابِ نامهٔ دل بستهٔ گیسوی او
دامنِ صحرایِ محشر را پر از سنبل کند
ناز بی پروا، نگه مست و مژه خنجر بدست
رحم بر حالِ پریشانم مگر کاکل کند
زهره را اینک طلب دارم باعجازِ سخن
مدعی گر دعویٔ سحر از چهٔ بابل کند
طی کند منشورِ طغرا و ز بس (۱) شیدا شود
استماعِ این غزل گر طالبِ آمل کند
هر که "محسن" طالبِ معنی ست و شیدایِ سخن
خطِ طغرایِ جبین نقشِ سمِ دلدل کند

درونِ سنگ ماوا می توان کرد اگر اندر دلش جا می توان کرد
دهان، یا آبِ حیوان سر بمهر است ز خضر این عقده را وا من توان کرد
اگر چشمِ سیه مستِ تو ساقی ست ز سنگِ سُرمه مینا می توان کرد
بنقدِ جان رسد گر نرخِ (۲) بوسه بسی ارزان [است] سودا می توان کرد
جنون آباد ملکِ بی غمی ها ست
بیا "محسن" تماشا می توان کرد

---

(۱) اصل : از بس (۲) اصل : رخ

گر جنونم بچاره خواهد شد مرهمم سنگِ خاره خواهد شد
گر چنین است جلوه آرائی عمر در یک نظاره خواهد شد
در دلم آ [که] جائی آرام ست از طپش گاهواره خواهد شد
گر دهی باز رخصتِ بوسه مفت عمرم دوباره خواهد شد
این قدر رخ متاب ای مه رو چون کتان مهر پاره خواهد شد
تا یکی اشکِ "محسن" از پیٔ وصل
سبحهٔ استخاره خواهد شد

نه دُر نه لعل نه گل نه بهار خواهم شد
غبارِ گلشنِ کویٔ نگار خواهم شد
سپندِ شعلهٔ بی طاقتی مباش ای دل
قرار با تو که من بی قرار خواهم شد
نگاهِ دیدهٔ حیرانم عجب نه بود
که چشمِ آئینهٔ انتظار خواهم شد
اگر نصیب شود طاقتِ نظارهٔ او
شهیدِ خنجرِ مژگانِ یار خواهم شد
نه بویٔ گل نه فروغِ سحر نه نشاءِ مُل
گدازِ شمع خمیرِ خمار خواهم شد
نفس چو دستهٔ سنبل بپیچ و تاب آمد
بدامِ زلفِ کیه آیا شکار خواهم شد
تغافلِ تو اگر بر سرِ حساب شود
یکی ز دل شدگانت شمار خواهم شد
به نیم ناز مکن نیم بسملم ظالم
تمام کن به خدا تا نثار خواهم شد
مرا "اسیر" نموده است "محسن" این مصرع
"اگر بهار شوم خاکسار خواهم شد"

سودائیٔ رویت بچمن گل نه شناسد
دل بستهٔ گیسویٔ تو سنبل نه شناسد
تا پرتوِ حسنِ تو چمن کرده چراغان
کس محشرِ پروانه ز بلبل نه شناسد
آن کس که بسروِ تو گرفتار چو قمری ست
آزادیٔ کونین بجز غُل نه شناسد
دُردی کشِ دردی که به جم جام شکسته
مستانه نگاهِ تو کم از مُل نه شناسد
نیرنگِ بهارست چه تقصیر ز مجنون
سیمابه شود کوه و تحمّل نه شناسد
صد شکر که دیوانه دلم مشهدِ صبر است
در ملکِ رضا غیرِ توکّل نه شناسد
هر خر ز مسیحا شد و هر گاو ز آدم
"محسن" بجز از صاحبِ دلدل نه شناسد

حرفِ لبِ تو حلقه بگوشِ گهر کشید
خطّ تو خطّ نسخ بیاقوت بر کشید
چون تیغِ آفتابِ رختِ گرمِ جلوه شد
از هاله ماهتاب سپر را بسر کشید
تا لاله حسنِ رنگِ توای خوش کمر بدید
خود را ز داغِ رشک بکوه کمر کشید
شبها بیادِ رویٔ تو خلوت نشین دلم
روغن پیٔ چراغ ز مغزِ قمر کشید
گویا بزیرِ سایهٔ بالِ هما نه رفت
از تیغِ نازِ دل برِ خود هرکه سر کشید

زائل شود صداعِ من از حسنِ صندلی
صندل درین قضیه عبث درد سر کشید
آب و هوایِ ملکِ جنونم موافق است
دل را نمی توان بدیارِ دگر کشید
نخوت، گلِ نهالِ فر و ما یگی بُوَد
خم گشته پشتِ شاخ چو بارِ ثمر کشید
"محسن" ز ثقلِ سایهٔ گل رفت در زمین
از بسکه بارِ منّتِ هر گاو خر کشید

ترک چشمی که دلِ من بتغافل زد و برد
صبر و آرام و خرد در خمِ کاکل زد و برد
نه همین برد بروی و نگه و زلف، دلم
رنگِ گل، نشاءِ مُل، پیچشِ سنبل زد و برد
سرو استادگیٔ داشت مگر از جلوش
که چو قمری بسَرَکِ گردنِ او غُل زد و برد
بعزیمت که ازان زهره جبین جان نه برد
که بجادو نگهی رونقِ بلبل زد و برد
هر که شبدیزِ وفا تاخت بمیدانِ رضا
گویِ تسلیم بچوگانِ توکّل زد و برد
زود ششدر نه شد از خال ز یادِ تعجیل
آنکه نرد از دو ششِ نقشِ تحمّل زد و برد
هر که آگه چو سلیمان بود از قوّتِ عجز
هم بموری کند از راهِ تامّل زد و برد

غیرِ آن سرمهٔ چشمش ز تو ای شوخ حسین
نفس و ناله چسان هر گل و بلبل زد و برد
"محسن" آهنگِ حسینی زد و دلها را برد
خوب آموخته از صاحبِ دلدل زد و برد

ابروی شوخش اگر آئینه‌ای را رو دهد
چون هلال از مهر رو گرداند و پهلو دهد
گر بدزدم جان ز چشمِ آن کماندارِ ستم
تیرِ مژگانش نشان از گوشهٔ ابرو دهد
می نویسم از شکستِ رنگ بر برگِ حنا
تا که روئیدادِ من[؟] بدست او دهد
قطرهٔ خونش اگر بر سروِ مینائی چکد
سبز گردد، گل بر آرد، تا بمحشر بو دهد
چشم‌مست ولعل‌خونی، عشوه‌ظالم، غمزه‌شوخ
دادِ ما آشفته حالان را مگر گیسو دهد
جایٔ حیرت [ما] اگر تحصیلِ خاموشی کنیم
طوطیٔ ما را سبق آئینهٔ زانو دهد
این جوابِ آن غزل "محسن" که "صیدی" گفته است
"گوشهٔ ابرو جوابِ گوشهٔ ابرو دهد"

طبع مستان بجوش می آید — موسمِ نا و نوش می آید
نالهٔ دل بگوش می آید — مگر آن سخت کوش می آید
هوش زنجیرِ توبه می شکند — مگر آن باده نوش می آید
در شکستن درستیٔ مرد است — از دلم این سروش می آید
ابر در گریه شد، چمن خندید — قاصدِ متی فروش می آید

قلقلِ شیشه چهچهٔ بلبل میکشان خوش بگوش می آید
متی بسر، گل ببر، قدح در دست بهرِ تاراجِ هوش می آید
"محسن" امروز جان نموده گرو
بر درِ میفروش می آید

رونقِ عشقِ تو در سینهٔ من بس باشد
از گلِ داغِ تو این خانه مُقرنّس باشد
جز جنون پختگیٔ مرد، خیالِ خام است
کَی کسی سنگ زند میوه چو نارس باشد
حسنِ جان سوزِ تو از کاهشِ عشاق فزود
شعله این سر کَشیَش از مددِ خس باشد
همچو آن ریگ که در شیشهٔ ساعت ریزند
هر که شد پیش درین قافله در پس باشد
"محسن" از طعنهٔ کوته نظران باکی نیست
می شناسد سخنم هر که سخن رس باشد

هوایٔ ابر شد و بادهٔ دو ساله رسید
بهار آمد و فصلِ گلِ پیاله رسید
ترا مسیحِ زمان می کنم لقب ساقی
که روحِ می ز تو در قالبِ پیاله رسید
ز بی نوائیٔ خود با کسی نفس چه زند
چو نَی لبی که ببرگ و نوایٔ ناله رسید
چو خوانِ دردِ تو می شد بعاشقان قسمت
بکاسهٔ دلِ من نیز یک نواله رسید -

ز غارتی که نگاهش بخانه ام می کرد
فغانِ بلبل و داغی بدستِ لاله رسید
رسید زخمش اگر بر دلم چه غم "محسن"
هر آنچه روز ازل شد بمن حواله رسید

دلی کو سرِ دلربائی ندارد
بود خانه‌ای کو خدائی ندارد
بیا، بی جمالت بزمِ خوبقان
مَی و جام و مطرب صفائي ندارد
میندیش و تیرِ نگه بر نشان زن
فدایٔ تو گردم جفائي ندارد
بود دولتِ دهر در دستِ مردم
حنائی که رنگِ بقائی ندارد
کسی را که ننواخت آن لعلِ شیرین
اگر نَی شود هم نوائی ندارد
کسی کو ز پا مانده را دست گیرد
در ایّامِ پیری عصائی ندارد
هزار آفرین (۱) باد بر "محسنِ" ما
که غیر از علی التجائی ندارد

مژگانِ تو ام کشت چرا تیر نه باشد
ابروی تو کم از دم شمشیر نه باشد
در سلسلهٔ زلفِ تو امروز چه شور است
بنگر دلِ دیوانه بزنجیر نه باشد
از خال و خطِ مصحفِ رویٔ تو نه خواندیم
یک آیه که محتاج بتفسیر نه باشد
حیرت زده و پشت بدیوار و خموشیم
فرقی بمیانِ من و تصویر نه باشد
تا خونِ جگر دیده و دل داشت، نوشتیم
مکتوبِ دگر قابلِ تحریر نه باشد

---

(۱) اصل: هر آفرین

یک عمر توان زیست بامید وصالش
گر وعده قیامت نه کند دیر نه باشد

هرگز نه طپد مرغ دلی در خم دامی
گر زلف تو صیاد گره گیر نه باشد

هرگز نه خوری کول ز شیخان مزور
"محسن" بجهان غیر علی پیر نه باشد

هر کس بلاله رونی خود را رسانده باشد
چون داغ لاله دل را در خون نشانده باشد

آئینه این کرامت منت از رخش ندارد
در کورهٔ ریاضت یک عمر مانده باشد

از وصل گل عذاران شد بهره مند چشمی
کز گریه همچو شبنم خود را چکانده باشد

قاتل ز اضطرابم بهر خدا نه رنجی
در خون خویش بسمل بالی تکانده باشد

با یک اشاره ابرو حل کرده مشکلم را
مضمون سر گذشتم تیغ تو خوانده باشد

آزاده‌ای که گیرد عشق تو‌اش گریبان
دامن ز گرد هستی آخر فشانده باشد

"محسن" که از رسائی دم می زند عجب نیست
در وصف سرو قدش مصرع رسانده باشد

تیغ ابروی تو گر بر سر بیداد رود
سیل خون از جگر عالم ایجاد رود

حرف ناصح چه کند با دل آشفتهٔ ما
این نه خاکی ست که از کوی تو برباد رود

نسبتِ بندگیٔ سرو بقدّ تو کنم
کز غمِ بی ثمری زین چمن آزاد رود
خمِ ابروی تو جانان بدلم ناخن زد
دیگر این بیت محال ست که از یاد رود
دل اگر رفت بمیخانهٔ چشمِ تو مرنج
رند در خانهٔ خمّار بمعتاد رود
شکوهٔ یار بجز یار نه گویم که مدام
پیشِ گل بلبلِ بیچاره بفریاد رود
جوهرِ آئینه معلوم به "محسن" چه رسد
دامنِ عکسِ تو از پنجهٔ فولاد رود

از نگاهش دل نه تنها آب شد جوهرِ آئینه هم گرداب شد
سینهٔ تنگم بمژگان چاک کرد شکرلله باز فتح الباب شد
دل خرابم گشت از یک جلوه اش سیلِ این ویرانه ام مهتاب شد
بی قراری داد دلها را قرار بسترِ آئینه ها سیماب شد
می پرستم در هوائی سجده اش موجِ متّی خمیازهٔ محراب شد
بزمِ پیری از جوانی ساز تر قدِّ خم بر تارِ جان مضراب شد
بسکه می باشم بیادِ دوستان صفحهٔ دل روضة الاحباب شد
رویٔ حاسد تا کجا بیند کسی چشمِ بختم زین سبب در خواب شد
"محسن" از کج فهمیٔ اهلِ زمان
هر غلط در نسخهٔ آداب شد

چه شود ز سروِ قدش گهی نگهی ببرگ و بری رسد
بغلط گمان لبِ جو کند، بکنارِ چشم تری رسد
بسراب غوطه مخور عبث که فریبِ خشکیٔ زاهد است
بمحیطِ عشق برو مگر چو صدف بکف گهری رسد

غمِ خوشه چینِ فغانِ من اثری ببلبل ازان دهد
که ز نخلِ ماتمِ ناله ام ثمری بنوحه گری رسد
نفسم چو جوهرِ آئینه شده است خشک بسینه ام
ز جگر فغان بکنارِ آب ز کدام بال و پری رسد
فلک‌ای جگر ز کفِ تو خون شده لعل و از مژه زد برون
چه شود [که] گوهرِ نظمِ من بنگاهِ دیده وری رسد
بچه نسبت آن بتِ بی وفا بتو "محسنا" شود آشنا
شهِ ملکِ حُسن و بها کجا بگدای در بدری رسد

چو تیرِ غمزه از ابرو کمانم دل نشین خیزد
نشانِ هستیم چون گیرد از روی زمین خیزد
عجب نبود که در صبحِ قیامت هم برنگِ گل
شهیدِ خنجرِ نازِ تو بسمل از زمین خیزد
من از صبحِ رخ و شامِ سرِ زلفِ تو دانستم
که در عهدِ تو آخر امتیازِ کفر و دین خیزد
چو مژگان از نگاهی، عالمی زیر و زبر سازد
هر آن فتنه که از چشمِ تو یارِ نازنین خیزد
ز بس کندیم دل از نامداری‌ها ز گمنامی
نشانِ نقشِ ما چون گرد از لوحِ نگین خیزد
ز حسرت آسیای آسمان بر گرد کین گردد
اگر ناگه غبارِ خاطرِ اندوهگین خیزد
مزن چون بحر بر ابرو گره، وقتِ کرم هرگز
که موجِ انفعالِ سائل [از] چینِ جبین خیزد
ز مشرق پنجهٔ خورشیدِ نور افشان برون آید
یدِ بیضا ست چون دستِ کرم از آستین خیزد
چو بلبل گر بصحنِ باغ "محسن" تر زبان گردد
ز برگِ گل برنگِ بو هزاران آفرین خیزد

شوخیٔ چشمِ تو دیدن دارد عـرَقِ فتنه کشیدن دارد
ساغرِ عشق کشیدن دارد مژهٔ عمر چشیدن دارد
کرده پیوند بتیغِ ابروی از همه خلق بریدن دارد
بتماشایٔ نگاهِ مستش همچو مَی زود رسیدن دارد
همچو شبنم بگلِ رویٔ کسی آب گردیده چکیدن دارد
"محسن" از گریه چمن شد صحرا
دانهٔ اشک دمیدن دارد

دلم چو ره بسوی قبلهٔ دعا گیرد
رود بگوشهٔ ابروی [یار و جا] گیرد
مدام زلفِ تو پرسد ز اضطرابِ دلم
چو آشنا خبر از حال آشنا گیرد
ز رویدادِ محنت هیچ کس خبر نه کند
مگر کبوترِ رنگم برت هوا گیرد
نگارِ دستِ تو از غم چو گل شهیدم کرد
که خونِ ناحقِ من از کفِ حنا گیرد
هلاکِ تیغِ نگاهی شوم که از شوخی
سوادِ کشور دلها بیک ادا گیرد
بزور نیست رهائی ازان مژه ای دل
بگو کسی چه قدر پنجه با قضا گیرد
چه چشمِ فیض توان داشت زین گروهِ خسیس
که برگِ کاه به خسّت ز کهربا گیرد
فتاده ام بره‌ِ دوست همچو نقشِ قدم
خبر ز مشتِ غبارم مگر صبا گیرد
گذشتم از سرِ دولت کجا ست جذبهٔ شوق
که استخوانِ من از سایهٔ هما گیرد

بسی بصیقلِ ادراک خاکمال شدم
نه شد که آئینه ام در وطن جلا گیرد
سوادِ ملکِ سلیمان زچشمِ مور کم است
بخاکِ فقر اگر دیده توتیا گیرد
نشسته "محسن" بیدل براهِ مشهدِ صبر
که تا بجذبهٔ شوقت رهِ رضا گیرد

شب، یار جلوه در دلِ زارم نمود و برد
وز خنجرِ کرشمه شکارم نمود و برد
مستی بهوشیاری چشمش ندیده ام
بیخود بیک نگاه خمارم نمود و برد
از فرطِ ضعف تاب ز خود رفتنم نه بود
چشمش برنگِ سرمه غبارم نمود و برد
در کوی دوست عافیتم جذبهٔ جنون
بر بادپای عشق سوارم نمود و برد
خواری چو من به گلشن دشت جنون نه بود
داغش برنگِ لاله بهارم نمود و برد
آن جانِ بی قرار که زین پیش داشتم
جانان ز لعلِ بوسه قرارم نمود و برد
صبری گریز پای که در دل اسیر بود
مژگانِ یار رخنه بکارم نمود و برد
پشت خیال عالم بالا بدل گذشت
بر دوشِ آهِ سردِ تو بارم نمود و برد
"محسن" مپرس حالِ دل خسته ام که یار
از تیغِ ناز سینه فگارم نمود و برد

نظر نه کرده گذشتی ز ما، حیا این بود
زدی به تیر تغافل مگر وفا این بود
ز تابِ هجر نگاهت چو سرمه سوخته ایم
کجا ز نرگسِ مستِ تو چشمِ ما این بود
کجا رویم چو نقشِ قدم ز مشهدِ دل
فتاده ایم براهِ تو چون رضا این بود
اگر قلندر و گر رند و بت پرست شدم
مرا چه جرم بود زاهدا، قضا این بود
دلم بآتشِ هجران گداختی رفتی
برای بسملِ نازت مگر دوا این بود
مرا گذاشت چو بیگانه، دل بسوئ تو رفت
درین زمانه ببین حالِ آشنا این بود
سوالِ بوسه نمودم چو مستحق بودم
بجز فریب نه دادی بمن عطا این بود
بچینِ زلفِ تو دل بستم و نه دانستم
کزین زیاده پریشان شوم، خطا این بود
تو سرگذشتِ مرا از زبانِ تیغ بپرس
که در شهادتِ من آن که داشت پا این بود
بساط هر گلِ زخمِ تو در دلم فرش است
میانِ کلبهٔ من نقشِ بوریا این بود
نه گفتمت که بزلفش مبند دل "محسن"
کنون بهیچ چو مویش ترا سزا این بود

هلاکِ تیغِ نگاهِ تو یادِ جان نه کند
اسیرِ زلف ز آزادگی گمان نه کند

بهیچ (۱) وجه خلاصی نه داد رو ما را
ز دامِ عشق رهائی کسی گمان نه کند

کند ضیای (۲) رخت با من آن چنان ظلمی
که تیغ پرتوِ مهتاب با کتان نه کند

کیه سرگشتِ منِ سر گذشته را گوید
زبانِ تیغ بپیشت اگر بیان نه کند

شبی بیادِ تو ابرو کمان نه کردم روز
که تیرِ آهِ دلم رو بآسمان نه کند

کسی که تیرِ نگاهِ تو خورده از ابرو
خیالِ خواب بجز خانهٔ کمان نه کند

خطت نمود برخسار آن چنان ستمی
که با طراوتِ گل آفتِ خزان نه کند

کدام دیده ترا دید و از تو دور افتاد
که اشکِ گرم چو قاصد بَرَت روان نه کند

دگر بآتشِ هجران مسوز "محسن" را
که امتحان شده‌ای را کس امتحان نه کند

از تو ما را خدا جدا نه کند گر فلک می کند خدا نه کند
هر که مجنونِ لیلیٔ تو شود دامنِ دشت را رها نه کند
سجده دستِ رَد است تا زاهد ابرویت قبله دعا نه کند
کور چشمی که از سیه بختی خاکِ پایٔ تو توتیا نه کند
خشک دستی که با رسائی‌ها بندِ پیراهن تو وا نه کند
هر که شد خاکِ گلشنِ کویت باغِ جنت دگر هوا نه کند
غنچه ای نیست کز تبسّمِ تو جامهٔ زندگی قبا نه کند

---

(۱) اصل: بهیچه (۲) اصل: کند خیا

بر وفایت چه اعتماد که کس تکیه بر عمرِ بی وفا نه کند
بی تو "محسن" شبی ندارد یاد
که بدل سیرِ کربلا نه کند

مژه کو پر زنم تواند شد دستِ اهلِ کرم تواند شد
گر چنین است دل بعشقِ بتان سینه بیت الصنم تواند شد
دورِ دور پیالهٔ صهبا است هر که زد، جامِ جم تواند شد
گر مرا عشوهات بباد دهد خارِ راه تو کم تواند شد
دلِ دیوانه شد غبارِ رهت سرِ شوریده هم تواند شد
گر چنین مست هرزه خرچیِ عشق عمرِ ما صرفِ غم تواند شد
"محسنا" هر فغان که پست شود
در صفِ غم علم تواند شد

از نگاهش کُشت و هیچش غم نه بود
این قدر رحمی ز چشمش کم نه بود
از زمین تا آسمان دیدم چو ابر
در هوایش دیدهٔ بی نم نه بود
چون محبت سیرِ دلها کرده ام
بی غبار آئینه در عالم نه بود
زاهدِ بی عشق از سر تا بپا
شکلِ آدم بود لیک آدم نه بود
از کریمان جودِ پنهان خوشنما ست
لطفی اندر شهرتِ حاتم نه بود
جز نگون بختی سیه روئی ز نام
سر نوشتِ جبههٔ خاتم نه بود

در خراب آبادِ این وحشت سرا
چون نفس با من کسی همدم نه بود
در دیارِ عشق دردِ یار را
جز دل عشاق کس محرم نه بود
در جهان مهر و وفا جستم بسی
"محسنا" این هم نه بود آن هم نه بود

زلفِ شب از سیاهیٔ مویٔ تو ساختند
خورشید را ز پرتوی رویٔ تو ساختند
تا در چمن خرابیٔ عشق تو گل کند
مینایٔ غنچه پر مَیٔ بویٔ تو ساختند
ای شمع با تو صحبتِ پروانه ها ست گرم
گویا که سوختند بخویٔ تو ساختند
ای زخمِ دل چو شانه ازین مرحمت ببال
خوبان بتارِ زلف رفویٔ تو ساختند
چون نقشِ پا برایٔ تماشایٔ جلوه است
عشاق خانه برِ سرِ کویٔ تو ساختند
چو گانِ ناز گیر و بمیدانِ جلوه آی
سرهایٔ عاشقان همه گویٔ تو ساختند
دل هاچو مرغِ قبله نما از کمالِ شوق
بر خود طپیده روی بسویٔ تو ساختند
در گلشنِ زمانه هزاران چو عندلیب
از خود گذشته با گلِ رویٔ تو ساختند
دیوانگانِ کوچهٔ زنجیر "محسنا"
تسخیرِ ملکِ عشق بهُویٔ تو ساختند

گرچه دارد وعدهٔ آن بی وفا بنیاد باد
می دهم بر باد خود را هرچه بادا باد، باد

اضطرابِ دل شود زائل ز فقدانِ هوس
موج ها ساکن شود در بحر چون استاد، باد

طبعِ ظالم را خوشامد سرکشی افزون کند
آن چنان کز بهرِ آتش می کند امداد، باد

غالب و مغلوب از عجز و توانائی مدان
پشه هم نمرود بودی گر نه دادی داد، باد

گرم خو را از تنک مغز احترازی واجب است
می کُشد در دم هزاران شمع چون جلاد، داد

حرفِ تندم در عدو تاثیرِ دیگر می کند
کارِ آتش می نماید بر گروهِ عاد، باد

اهلِ باطل را نصیحت نخوت افزون می کند
پندِ موسیٰ در سرِ فرعون کند ایجاد، باد

بادِ حرص و بادِ عُجب و بادِ شهوت باد[جور؟]
می کند بر مشتِ خاک از چار سو بیداد، باد

نو بهارِ حسنت ایمن نیست از بادِ خزان
این نصیحت از هزاران همچو "محسن" یاد باد

نشانِ من بخوبان می توان داد
سرودِ یادِ مستان می توان داد

اگر اشک از تنورِ دل بجوشد
دو عالم را بطوفان می توان داد

گلِ چاک نیاید گر بدستم
چسان دادِ گریبان می توان داد

به خضر از لعلِ جان بخشِ تو جانان
سُراغ از آبِ حیوان می توان داد
مپیچ ای شانه با آن زلف تا کی
بدستت رشتهٔ جان می توان داد
پیِ آزادیٔ از بندِ توبه
خطِ ساغر بمستان می توان داد
براهِ عشق "محسن" دل چه باشد
سر و جان دین و ایمان می توان داد

از گرمیٔ نگاهم رویٔ تو پر عرق شد
سیرِ گلِ ستاره در گلشنِ شفق شد
دردِ فراقِ جانان در دل بسی نهفتم
از جوشِ غم زبانم آخر چو خامه شق شد
فرهاد بی ستون را با تیشه می خرا شد
این کُند فهم با ما بهرِ چه هم سبق شد
جمعیّتِ دلِ ما جز زلفِ او چه پرسی
کین نسخهٔ محبّت بی او ورق ورق شد
از بسکه خاک گشتم در پاسِ راز داری
هر ذرّه از غبارم سر پوشِ نُه طبق شد
از شوخیٔ غزالان بی نظم بود صحرا
در وادیٔ محبّت مجنون پیٔ نسق(۱) شد
قربانیٔ نگاهت در عید جاودانی ست
از تیغِ ناز آخر "محسن" فدا بحق شد

---

(۱) منتخب: بی نسق

کسی که تیرِ نگاهِ تو اش فگار کند
اگر بسرمه نه غلطد بگو چه کار کند
ز طفلِ اشک مپرسید اضطرابِ دلم
که خون شود ز غم و نقدِ جان نثار کند
درین چمن گلِ عیشی نه چیده ام هرگز
مگر ز داغِ دلم لاله‌ای بهار کند
اگر تبسّمِ لعلِ تو گل کند بچمن
چو غنچه خون بدل پارهٔ هزار کند
چو لاله بس دلِ پر خون کشند سر ز زمین
اگر بخاکِ شهیدانِ خود گذار کند
دلم بگردشِ چشمِ تو توتیا گردید
دگر چه شکوه کس از دستِ روزگار کند
گرفتم آن که ز ساغر گذشت کس زاهد
چگونه صبر ازان چشمِ پر خمار کند
عدو بسنگِ ستم خاطرِ مرا مشکن
که دل دو نیم چو شد کارِ ذوالفقار کند
کسی که قطره گهردانه گل کند "محسن"
بود که اشکِ مرا درِّ شاهوار کند

دستِ مژگان گر فشانم سیلم از در بگذرد
آستینی گر تگانم آبم از سر بگذرد
نقدِ داغ و جنسِ غم در سینه دارم بی شمار
کی باین سامان کس از سودای دلبر بگذرد
شعلهٔ شوقم اگر روشن شود بر گل‌رخان
شمع از پروانه، آتش از سمندر بگذرد
گر نسیم از لاله زارِ سینه ام بوئی برد
از گلستانِ جهان چون بادِ صرصر بگذرد

کشتیٔ من بایدش کز عالمِ آبش برد
کی ازین دریا بهر کشتی قلندر بگذرد

گریهٔ من همچو مینا نیست بی کیفیّتی
نشهٔ این مستی مرا چون موج از سر بگذرد

جز طلایٔ رنگِ زردم از غمش باقی نه ماند
کتّی دلِ مفلس تواند از سرِ زر بگذرد

حاصلِ عمر ست یادِ قامت و چشمِ بتان
حیف اوقاتی که بی مینا و ساغر بگذرد

پنبهٔ مینا ز گوشِ "محسن" ای ساقی بکش
می توان شد بی خبر تا شورِ محشر بگذرد

هر گاه نخلِ قامتِ او در برم رسید
فصلِ شگوفه ریزیٔ چشمِ ترم رسید

در حیرتم که با همه بی اعتنائیم
تیغِ نگاهِ نازِ تو چون بر سرم رسید

چون اشکِ غم ز دیده فرو ریختم بخاک
هر بادهٔ نشاط که در ساغرم رسید

دام و قفس بگوشهٔ بی بالیم نه بود
هر آفتی که هست ز بال و پرّم رسید

در مخزنِ دلم دُرِ اشکی نه مانده است
ای جان بشو نثار که یار از درَم رسید

بر صفحهٔ دلم خطِ باطل که می کشد
تا از تو مهرِ داغ برین محضرم رسید

دیوانِ عشق صاد کند گر بفرد دل
خواهد دگر تصحیحهٔ از دفترم رسید

از بسکه داشت ماتمِ پروانه‌ ام بدل
چون سیلِ اشک شمع بخاکسترم رسید
"محسن" برای مال چو من این قدر منال
بی زر شدم که مرتبهٔ باذرم (۱) رسید

قتلِ مرا چو تیرِ تو خاطر نشان کند
شستِ مژه کشاید و ابرو کمان کند
امتد چو آبِ آئینه، از حیرتِ نگاه
عکسِ تو جلوه گاه گر آبِ روان کند
آبِ حیات از دمِ تیغِ تو می چکد
کو خضر تا ازو بتنِ مرده جان کند
ای جنگ جو رقیب نیازاریم مباد
آهم گذر ز نُه سپرِ آسمان کند
هر کس که یافت گرمیٔ خویٔ سبک روان
دائم حذر ز آتشِ این کاروان کند
باریک تر ز مویٔ رگِ گردنم شود
گر تیغِ ناز بند بمویٔ میان کند
گل زار شاخ چیده ببازار می برد
بلبل سزد که شکوه‌ای از باغبان کند
جز مرغِ رنگِ من که پرید و نه گشت باز
هر باغ باز گشت سویٔ آشیان کند
معلومِ یار هست چو "محسن" عیارِ من
سنگِ ستم چرا محکِ امتحان کند

---

(۱) اصل: بی زر شد که مرتبه بادرم رسید — باذر = ابوذر (غفاری)

ازان ابرو کمان گر ناوکِ بیداد بر خیزد
نشانِ عافیت از عالمِ ایجاد بر خیزد
اگر بر مرده افتد عکسِ خورشیدِ جمال او
بشوقش از زمین چون سایه بی امداد بر خیزد
تجرّد پیشه کز بارِ علائق می شود فارغ
ز گل‌زارِ جهان مانندِ سرو آزاد بر خیزد
باین شوخی اگر در جلوه آید در صفِ محشر
ببیتابی ز خورشیدِ قیامت داد بر خیزد
نگه از دیدهٔ مردم فریبش بهرِ من برخاست
بتمکینی که شیخ از مسندِ ارشاد برخیزد
اگر آئینه را عکسِ رخش بزمِ چمن سازد
فغانِ بلبلان از بیضهٔ فولاد بر خیزد
قدم گر رنجه سازد در چمن بالا بلندِ من
پیٔ تعظیمِ سروش سایهٔ شمشاد بر خیزد
نه خیزد جز غبارِ کینهٔ ما از دلِ زاهد
چه غیر از گَرد آخر زین خراب آباد بر خیزد
کهن شد داستانِ خسروِ پرویز و عشقِ او
مگر "محسن" بشیرین کاریٔ فرهاد بر خیزد

مردمِ چشمِ تو خوش فتنه بر انگیخته اند
تیر باران ز مژه بر سرِ ما ریخته اند
مشو آشفته ز بی طاقتیٔ چاک دلان
شانه‌ای چند بزلفِ تو در آویخته اند
خاکِ پایٔ تو چرا زیبِ کفن ها نه کنند
این عبیریست که از پردهٔ دل بیخته اند

هر کجا لعل لبان زخمیٔ نازی دیدند
بشکر خنده‌ای مشتِ نمکی ریخته اند

از دهان و لبِ شیرینِ تو ای شور جهان
پسته و قند چو شیر و شکر آمیخته اند

چشم و ابروی ترا دیده بحسرت گفتم
زیرِ این طاق عجب رنگِ بلا ریخته اند

گرهِ زلف مکن سخت بدل‌های حزین
ناتوانان گهی از دامِ تو نگریخته اند

پردهٔ نالهٔ عشاق بلند از ازل ست
تارِ قانونِ محبّت گهی نگسیخته اند

تیرِ مژگانِ بتان ساخته کارم "محسن"
تیغِ ابرو بسرم بهرِ چه آهیخته اند

دردِ دل آه بر نمی خیزد کَلَف از ماه بر نمی خیزد
ذقنش یاد کرده است مگر یوسف از چاه بر نمی خیزد
داد آن داد بخش می گذرد ناله دل خواه بر نمی خیزد
تا نه بیند ترا چو نقشِ قدم چشمم از راه بر نمی خیزد
نگهش چون بیادِ من برخاست بهرِ کس شاه بر نمی خیزد
هر که از اوجِ طاقِ دل افتاد از زمین گاه بر نمی خیزد
صدرِ مجلس چه می دهی جایم دل ز درگاه بر نمی خیزد

"محسنِ" ناتوان گدایٔ علی ست
از درِ شاه بر نمی خیزد

خطِ سبزش هزاران سبزها (۱) در آستین دارد
بهاری در بغل باغِ صفا در آستین دارد

---

(۱) اصل : شیر ها

حنائی چون شفق بر پنجهٔ خورشید جاوید است
کفِ دستِ کرم رنگِ بقا در آستین دارد
شکرخندِ ملاحت می تراوّد از لبِ زخمم
شهیدِ لعلِ جانان خون‌بها در آستین دارد
کشاید غنچهٔ دل از نسیمِ ناله بلبل را
کلیدِ باغ گر بادِ صبا در آستین دارد
بزلفِ عنبرینِ او مکن مشکِ ختن نسبت
که از هر چینِ خود چندین خطا در آستین دارد
نه باشد دعویٔ اعجازِ او ای اهل حق، باطل
یدِ بیضا ازان دستِ حنا در آستین دارد
چه خود را رنجه می داری طبیبِ من نمی دانی
که بیمارِ نگاهِ او دوا در آستین دارد
مسوز از آتشِ محرومیٔ بزمِ خودش هرگز
که "محسن" همچو نَی بس نغمه‌ها در آستین دارد

گر نه عشقِ تو بمرغِ دلِ من پر می داد
چند دل نامهٔ شوقم بکبوتر می داد
گر درین دهر کسی راهِ مروّت می رفت
خضر یک قطرهٔ آبی به سکندر می داد
گوهرِ رازِ شهادت دُرِ مقصودِ من ست
کاش در قلزمِ خون تیغِ تو ام سر می داد
موجِ مَی یک قدِ مینا ز سرِ من بگذشت
شب که عکسِ رخِ تو نشأ بساغر می داد
گر نه رازِ تو رهِ دیدهٔ گرهان می بست
کشتیٔ صبر بطوفان مژهٔ تر می داد

یادِ چشمِ تو اگر سرمه بکارش نه کند
نالهٔ دل خبر از شورشِ محشر می داد
با چنین بارشِ اشکم ز سحابِ مژها
نخلِ قدّ ِ تو چه می شد اگرم بر می داد
تا نثارِ کفِ پایٔ تو کنم بارِ دگر
کاش تیغِ تو که جان داد مرا سر می داد
چشم پر اشک و رُخِ زرد بمن داد چو عشق
بصدف گوهرِ غلطان و بگل زر می داد
"محسنِ" رند خبر داشت که خواهی بشکست
شیشهٔ دل چو بدستِ تو ستمگر می داد

بوالهوس چون یافت دولت بیشتر خر می شود
خر چو جَو بسیار یابد زود ابتر می شود
چشمِ مستِ او ز بیماری ستمگر می شود
دخترِ رز پیر چون گردد جوان تر می شود
اشکِ خونینِ مرا جانان بچشمِ کم مبین
دل بآتش می گدازد دیده تا تر می شود
تا نویسم رویدادِ خویش بر اوراقِ دل
نامه ام از شوقِ او بالِ کبوتر می شود
مردمک، دل را بجایٔ شمع کافوری بسوز
از قدومش کُلبه‌ات امشب منوّر می شود
چشمِ مخمورِ تو هر جا باده پیمائی کند
حلقهٔ زهّاد آن جا حلقهٔ در می شود
صوتِ زاغ و لحنِ بلبل چون بگوشِ گل یکی ست
از که نالد در چمن کرگس (۱) سخنور می شود

---

(۱) محک : گرکس

ای خوشا وقتی که یابی جوهری‌های چنین
بر دمِ تیغِ تو خونم موجِ جوهر می شود
سفله گر با همّت افتد، از ره کون ست و بس
گاو اگر حاتم بگردد گاو عنبر می شود
بر مسِ قلبت (۱) بزن اکسیر مهر بو تراب
از چنین خورشید "محسن" خاک هم زر می شود

آن دل نواز تا رهٔ (۲) عشاق ساز کرد
شَدِّ عراق سر بمقامِ حجاز کرد
زاهد بهم رسان بتِ محراب ابروئی
تا با حضورِ قلب توانی نماز کرد
لعلِ تو گر مسیح، دم زندگی شناخت
زلفِ تو خضر، رشتهٔ عمر دراز کرد
تا در خیالِ زلفِ تو افتاده است دل
بس عقده ها ز خاطرِ اندیشه باز کرد
تا شد عیان حقیقت از صورتِ بشر
خورشیدِ حق طلوع ز برجِ مجاز کرد
از طوقِ بندگیش چو قمری خلاص نیست
هر کس که سیرِ جلوهٔ آن سروِ ناز کرد
حسنِ قبول یافت دلِ من ز یادِ دوست
محمود را ایاز خیالِ ایاز کرد
خاکم ز نقشِ پایِ تو گل‌ها بسر زده
افتادگی مرا چه قدر سرفراز کرد
بلبل چنین منال ز خارِ جفایِ گل
نتوان ز جور یار لبِ شکوه باز کرد
از حالِ "محسن" ای مهِ تابان مکن سوال
خود را چو شمع بی تو سراپا گداز کرد

---

۱) اصل و منتخب: قلب (۲) اصل: تازه

از بهارِ خط چنان آن چهره گلگون سبز شد
کز فروغش از زمین تا سقفِ گردون سبز شد
تا که مضمونی کند رنگین ز دستِ آن نگار
چون حنا، دل از درون خون گشت بیرون سبز شد
می توان چیدن گلی سودایٔ لیلی تا بحشر
در بیابانی که تخمِ اشکِ مجنون سبز شد
از طراوت‌های وصف قامتش بر جویٔ سطر
مصرعِ بر جسته ام چون سروِ موزون سبز شد
باوجودِ مفلسی‌ها در هوایٔ زلفِ او
آخرم بختِ نگون چون بیدِ مجنون سبز شد
بارها گفتم که قدرِ خاکساران را بدان
از غبارِ خط بپیشت حرفم اکنون سبز شد
بسکه از بارانِ اشکِ من طراوت ها گذشت
دانهٔ زنجیر مجنون هم بهامون سبز شد
سوز دل از گریهٔ من تازه شد جانان مپرس
نخلِ موم از آبِ اشکِ خویشتن چون سبز شد
از بهارِ عشق "محسن" در زمینِ این غزل
معنیٔ رنگینِ من گل کرد و مضمون سبز شد

تا طبعم از علائقِ دنیا نفور کرد
دیوانه ام علائقه زنجیر دور کرد
دل را فروغِ یادِ تو بزمِ حضور ساخت
آئینه را تجلّیٔ عکسِ تو طور کرد
این جا خراشِ ناله کند کارِ تیشه را
فرهاد، عاشقی نه تواند به زور کرد
تنها نمک نه ریخت به زخمِ تبسّمت
لعلِ تو آبِ آئینه را نیز شور کرد

زاهد گذشتن (۱) از رهِ میخانه سهل نیست
باید بکشتیٔ مَی از ازین جا عبور کرد
گویا که آن بهشتِ تماشا، نه دیده است
واعظ که وصفِ حور ز راهِ قصور کرد
"محسن" ز تیره روزیٔ خود شکوه ات چرا ست
این سرمه، چشمِ بینشِ حسّاد کور کرد

گر از اسبابِ دنیا این دلِ ما پاک بر خیزد
غبارِ کنیهٔ ما از دلِ افلاک بر خیزد
زمینِ قابلِ مَی‌خانه دارد طرفه تاثیری
اگر زاهد درو مسواک کارد تاک بر خیزد
شبی گر گرم سازد محفلِ دل شمعِ رخسارش
سپندِ طاقتم از شعلهٔ ادراک بر خیزد
چنین بیداد گر سر می کند در گلشنِ محشر
شهیدِ تیغِ او چون گل گریبان چاک بر خیزد
بعزمِ صیدِ اگر تازد بصحرا شهسوارِ من
فغانِ آهوان از حلقهٔ فتراک بر خیزد
چه سنجد جرمِ ما میزانِ عدلِ کردگار آخر
چو از بهرِ شفاعت صاحبِ لولاک بر خیزد
علاجِ جرمِ ما اشکِ ندامت می کند "محسن"
که موجِ رحمتش از دیدهٔ نمناک بر خیزد

محوِ رُخِ تو هر دو جهان را چه می کند
با دل چه کار دارد و جان را چه می کند

اصل: گشتن

کردم بخط و خالِ تو هر نحو عمر صرف
شرحِ معانیٔ تو بیان را چه می کند
دل سوخت از فراقِ تو روشن نه شد بکس
چون شمعِ خامشِ تو زبان را چه می کند
نقّاشِ صورتِ تو بدل نقش بسته است
گیرم کشید، مویٔ میان را چه می کند
سودائیٔ تو دل بدُو عالم نمی دهد
گو بگذرد ز سود، زیان را چه می کند
دل را بده، ز داغ تسلّی نمی شود
جویایٔ مالِ خویش ضمان را چه می کند
تیرِ نگاه خورده بترکش نکرده میل
قربانِ ابرویٔ تو کمان را چه می کند
"محسن" چو اختیارِ دل خود بیار ده
بی اختیار آه و فغان را چه می کند

عکسِ لعلِ تو تا بجام افتاد باده در مستیٔ مدام افتاد
بهر شهرت چه جان کَنَم چو نگین این خراشم بدل ز نام افتاد
شب که دستِ تو جامِ ماه شکست طشتِ خورشید هم ز بام افتاد
دل گرفتارِ زلفِ مشکین شد آهویٔ وحشیٔ بدام افتاد
نیست خالش میانِ خطّ غبار نقطهٔ سهو در کلام افتاد
پختگی حاصل است ز آتشِ مَی زاهدِ ما بفکرِ خام افتاد
رقمِ خط کشید عارض حیف کشورِ حسن بی نظام افتاد
هست محرابِ دل خمِ ابرو سجده در مسجد الحرام افتاد
گر نه زلفش نقابِ عارض شد
صبح "محسن" چرا بشام افتاد

یکی بر سبحه، دیگر بر سرِ زنّار می نازد
بیک سررشته عاشق هم بزلفِ یار می نازد

متاعِ جبّه و دستار سودایٔ خوشی دارد
ز دامِ مکرِ زاهد بر سرِ بازار می نازد

بییک سرمایهٔ سودا ترا هر کس خریدار است
دلم بر نقدِ داغ و خواجه بر دنیار می نازد

زبانِ راستی عاشق ز بیمِ جان نمی بندد
که منصورِ اناالحق گو بچوبِ دار می نازد

هجومِ طوطیان بر گردِ لعلش از خطِ سبز است
مگر آن شکرّین لب بر سرِ گفتار می نازد

بکوه و دشت با تیغِ نگه ظالم خرامان شو
ببین آهو بچشم و کبک بر رفتار می نازد

چه رنگِ ظلم خواهد ریختن تیرِ نگاهِ او
که امروز آن کمان ابرو بخود بسیار می نازد

سرش را تا بپا می سوزد آخر شعلهٔ نخوت
چرا چون شمع کس بر چیرهٔ زوتار می نازد

صدف بر گوهر و گردون بر اختر نازشی دارد
دلِ "محسن" بمدحِ حیدرِ کرّار می نازد

باغِ حسنت ز باده رنگین شد
مژه دامن، نگاه گل چین شد

پستهٔ‌ات بی نمک مباد گهی
کام ما از لبِ تو شیرین شد

ذرّه وارش توان رکاب گرفت
مشرقِ مهر خانهٔ زین شد

از فروغِ جمالِ حور وشی
بزمم امشب بهشت آئین شد

این چه شوخی ست چشمِ مستش را
باده نا خورده و شلائین شد

موجِ خون از رکابِ یار گذشت
تا کفِ پایٔ او نگارین شد

در شبِ هجر دردمندش را
شعلهٔ شوقِ شمعِ بالین شد

تیشه غافل بهوای خویش بزد خواب فرهاد بسکه شیرین شد
خواستم بوسه، داد دشنامم این دعا را اجابت آمین شد
تا بدندان خود مسی مالید در شب تیره سیر پروین شد
می گرفتم حباب پستانش بر کف من انار یاسین (۱) شد
از خطش شکوه کم کن ای "محسن"
رهزن خلق خال مشکین شد

ترا با ناز توام آفریدند مرا با ناله همدم آفریدند
شدم خاک و بنای کعبه کردند ز اشکم آب زمزم آفریدند
جهان راز در لعلش نهفتند سلیمانی بخاتم آفریدند
زدی تیر نگاه و خنده کردی پی هر زخم مرهم آفریدند
ز برق عشق دل ها خاک کردند خمیر مایه غم آفریدند
درین ره واقف دم باش "محسن"
که آدم از همین دم آفریدند

از غم دهر می رهند در تو نظاره می کنند
باده کشان بجام می عیش دوباره می کنند
کوکب داغ را رصد در دل خویش بسته اند
تا برخ تو عاشقان سیر ستاره می کنند
بر سر ما شکر لبان بهر چه شور کرده اند
حق نمک بزخم ما گر نه شماره می کنند
گر نه بخاک کشتگان همچو صبا رسیده‌ای
بر تن خود کفن چو گل بهر چه پاره می کنند
تا ز نظر نهان شدی مردم دیده بهر تو
دانه اشک خویش را سبحه استخاره (۲) می کنند

---

(۱) = بیدانه (۲) کذا

چاک دلان گرفتم آنکه زخمِ جگر رفو کنند
چون نه رسی بدردِ دل با تو چه چاره می کنند
داغ طلب کتانِ عشق در چمن نظاره است
لالهٔ چار برگِ دل از تو هزار می کنند
گوهرِ فیض "محسنا" قلزمِ گریه داشتست
مردمِ ما ز موجِ اشک از چه کناره می کنند

از رخش اوراقِ موج از بس درخشان کرده اند
دفترِ دریای را گویا زر افشان کرده اند
تا کمانِ ناز از ابرو، بتان زه می کنند
بر سو هر سو ز مژگان تیر باران کرده اند
باز از یادِ گل رویٔ کیه یا رب در چمن
غنچهٔ جمعیتم چون گل پریشان کرده اند
در دلم یادِ کیه آیا شعله افشان می رسد
داغ های سینه را امشب چراغان کرده اند
می برد از دست گلچین رنگ گلهایٔ چمن
تا مرا از اشک خونین گل بدامان کرده اند
اشکِ چشمِ قمریان از شوق جدولها کشید
تا قدِ سروِ تو در گلشن خرامان کرده اند
از چمن بی کشتیٔ مَی ساقیا نتوان گذشت
گل رخان از بس ز موج جلوه طوفان کرده اند
پایٔ ما از کوچهٔ زنجیر پر بیگانه نیست
دستِ ما را آشنا تا با گریبان کرده اند
نیست از دیر و حرم شیخ و برهمن را جدل
از رخ و زلفِ تو بحثِ کفر و ایمان کرده اند
سرمهٔ بینش ندارد خلق ورنه "محسنا"
نورِ مهرش در دلِ هر ذرّه پنهان کرده اند

خوش آن که زین غم آباد، دلشاد رفته باشد
در قید رفته باشد آزاد رفته باشد
قوتِ نصیب ضعفی کز بس شکسته بالی
در عمرِ خود نداند گر یاد رفته باشد
چون نقشِ پا نتوان شد قربانِ خاکساری
کز جای تا بجنبد برباد رفته باشد
عاشق بمرگِ شادی پیش از اجل نمیرد
گر از تو بهرِ قتلش از شاد رفته باشد
در سینه ام دل تنگ همچون جرس بشور است
تا کاروانِ محشر فریاد رفته باشد
تا از غمت جدا ماند آرام نیست دل را
مانند طفل کز وی همزاد رفته باشد
ای مست ناز "محسن" آخر بدادِ دل رس
تا چند از تو بر وی بیداد رفته باشد

هر گرد که از کویِ تو برخیزد و ریزد
با آه دلم بر فلک آویزد و ریزد
این لشکرِ مژگان دو جهان زیر و زبر کرد
آیا چه دگر فتنه بر انگیزد و ریزد
باید اگر از خاکِ درت ذرهٔ خورشید
در چشمِ خود از پردهٔ دل بیزد و ریزد
گر نیست ز من تیغِ ترا زنگ بخاطر
خونم ز چه با خاک بر آمیزد و ریزد
ای کاش ز میخانهٔ دل طفلِ سرشکم
با غمزهٔ خون خوارِ تو نستیزد و ریزد
"محسن" ز دمِ تیغِ تو خونِ دلِ خود را
چون بسملِ سر باخته نگریزد و ریزد

رندان میانِ میکده ها پاس دم کنید
از سخت وسُستِ پیر مغان شکوه کم کنید
سالک اگر بَدیر رَود نیست مصلحت
کز دیر رو بجانبِ راهِ حرم کنید
زان پیش تر که چرخ گیلِ ما سبو کند
جامی زنید و یاد ز دورانِ جم کنید
داروی دردِ دل نبود بهتر از شراب
از لایِ باده مرهمِ زخمِ الم کنید
ای زاهدان اگر نه توانید مَی خورید
خود وا شوید از سرِ ما و کرم کنید
خواهید وصلِ دوست میسّر شود مدام
چون "محسن" از دو کَون بیکباره رَم کنید

از بد گهران گل نه کند جز خطری چند
از سنگ نه دیدیم بغیر از شرری چند
بس فیض که دیدیم ز قطعِ نظر از خلق
در بستنِ چشمی بکشادیم دری چند
یک سر چه بود تا بفدای تو نمائیم
ای کاش بعشاقِ تو بخشند سری چند
از چینِ سرِ زلفِ سیه تا ختَنِ خال
روداد (۱) بسودای تو ما را سفری چند
بر گیردِ سرِ کاکُلِ هرچینِ تو کردم
کز زلف دلم پیش ربود از هنری چند

---

(۱) محک : رو داده

سیبِ ذقن و پسته لب و نارِ دو پستان
چیدیم ز سروِ قدِ جانان ثمری چند
"محسن" سخنت چون دمِ عیسی ست روان بخش
غم نیست که تحسین نه نمودند خری چند
[م نسخهٔ ب ص ۲۳۸]

کو زبانی چو جرس تا بزنم دادی چند
شد گره خاطرم از حسرتِ فریادی چند
خانهٔ زین و کمان ست که آباد از تست
هست در عهدِ تو گر خانهٔ آبادی چند
طوق بر گردنِ هر سرو چو قمري زده ای
تا شود بندهٔ سروِ قدت آزادی چند
لاف هم دوشیٔ سروت زده آن حسنِ غیور
شانهٔ چند تراشید ز شمشادی چند
سرخ رو کی بشوی در صفِ اربابِ کمال
نه خوری سیلی اگر از کفِ استادی چند
دلِ "محسن" که بود مست ز یادِ خوبان (۱)
هست چون شیشه هم آغوشِ پری زادی چند
[م - نسخه ب ص ۲۴۰]

دلِ نالانِ من در راهِ شوقش از میان گم شد
فغان ای ساربان کامشب جرس از کاروان گم شد
سراپا گر چه داغم قدرتِ یک ناله ام نه بود
ببحرِ عشق چون ماهی زبانم از دهان گم شد

---

(۱) محک : بیاد خوبان

کمانِ ناز چندان بر کشید از زورِ حسنِ خود
که مانندِ خدنگِ آه از تیرش نشان گم شد
نه تنها خون ز تن، رنگ از رُخم رفت از ستم هایت (۱)
حنا از دستِ بیدادِ تو از هندوستان گم شد
دلِ دیوانه ام "محسن" ز صحرا وا نه شد گویا
کلیدِ پرّهٔ قفلِ جنونم از جهان گم شد
[م - نسخه ب ص ۲۳۱]

تا دستِ حنا بسته بنیرنگ بر آورد
خون (۲) از تنِ عشاق بصد رنگ بر آورد
از گردِ سفر حیف جلائی نه گرفتم (۳)
در خاکِ وطن آئینه ام زنگ بر آورد
ما ساده دلان شهرهٔ (۴) آفاق نه بودیم
ما را چو نگین نام تو از ننگ بر آورد
آهم بدلِ سختِ تو تاثیر نه دارد
با آن که شرار از جگرِ سنگ بر آورد
دل در برِ جان می طپد از نغمهٔ "محسن"
در پردهٔ عشاق چه آهنگ بر آورد
[م - نسخه ب ص ۲۳۳]

جانم بلب رسید و بجانان نمی رسد
این غنچه حیف تا بگلستان نمی رسد

---

(۱) محک: نه تنها خون ز تن رنگ از رخم گم شد ز بیدادت
(۲) محک: جان (۳) محک: از گرد سفر حیف ندادم بجلائی
(۴) اصل: سفره — محک: شهره

هر چند در تبسّمِ گل هست عالمی
با خنده‌هایِ زخمِ نمایان نمی رسد
هر چند صاف می گذرد ناوکِ نگاه
تیری بدل نشینیِ مژگان نمی رسد
با آن که قلبها بنگاهی شکسته است
هرگز شکستِ آن صفِ مژگان نمی رسد
"محسن" ز نا رسائیِ بختِ تو است و بس (۱)
گر دستِ همتت بگریبان نمی رسد
[م - نسخه ب ص - ۲۴۶]

شب که از جوشِ خیالت وسعتِ دل تنگ بود
ناله (۲) را از سینه تا لب، راهِ صد فرسنگ بود
جز خمِ محرابِ ابرویِ تو در دیر و حرم
هر کجا من سجده‌ای کردم سرم بر سنگ بود
می کند بر نالهٔ زنجیرِ خود دیوانه رقص
نغمهٔ سازِ جنون در پردهٔ آهنگ بود
ناله ام را از دلِ سخت تو آمد پا بسنگ
زین سبب از نارسائی بر تو عذرم لنگ بود
دوش جامِ مَی بدستم داد چشمِ او بخواب
من کجا و "محسن" این طالع، خیالِ بنگ بود
[م - نسخهٔ ب ص - ۲۵۱]

روزی که قسمتم غمِ عشقت حواله کرد
گردون ز عجز چرخ زد و کوه ناله کرد

---

(۱) محک: "محسن" ز نارسائیِ بخت ست و ضعفِ عقل
(۲) محک: آه را

تنها نه غنچه جامه بگلشن درید و بس
هر لاله بی تو خونِ جگر در پیاله کرد
جز آفتابِ دور رُخت خطِّ عنبرین
هرگز کسی ندید که خورشید هاله کرد
زاهد که دوش دخترِ رز را طلاق داد (۱)
امروز پیشِ قاضی و مفتی حلاله کرد
از خونِ دل بکلکِ مژه بر بیاضِ چشم
"محسن" بشرحِ هجرِ تو فکرِ رساله کرد
[م - نسخه ب ص ۲۵۴]

—

جگر خون، سینه چاک و خار در پا، دل غمین باشد
بگزارِ محبّت گر گلی وا شد چنین باشد (۲)
لبِ خود (۳) بر لبم نگذاشت یک دم دل نواز ارنه
دلم را همچو نَی بس نغمها در آستین باشد
ازان ابرو کمان تیرِ نگاهی آرزو دارم (۴)
که فصلِ لالهٔ پیکانیٔ دلها همین باشد
بد و نیکِ جهان صورت نه بندد در دلِ حیران
خیالِ خوب، زشت آئینه را کَی دل نشین باشد
چنین کز مَی پرستی‌ها چو خُم لبریزم ای زاهد
عجب نبود که خطِّ ساغرم خطِّ جبین باشد
ز بختِ تیره جانی کَنده‌ام و نشنید کس نامم
مگر "محسن" ز سنگِ سرمه ام لوحِ نگین باشد (۵)
[م - نسخهٔ ب ص ۲۶۶]

—

(۱) محک: زاهد که دی بدختر رز داد سه طلاق
(۲) محک: بگلشن غنچه‌ای گر سبز گردد این چنین باشد
(۳) اصل: لب خود را — منتخب: لبِ خود
(۴) محک: بیا ابرو کمان تیرِ نگه بر سینهٔ ما زن
(۵) محک: ز سنگِ سرمه "محسن" چون تو ام لوحِ نگین باشد

اشکی فشاندم از مژه، نخلِ وفا رسید
چاکی زدم بسینه گلِ مدّعا رسید

چون غنچه تا بر آتشِ دل دامنی زنم
ناگاه پیکِ آه چو بادِ صبا رسید

ای نوبهارِ من زِ توچه گل چه عندلیب
هر یک بقدرِ خویش (۱) ببرگ و نوا رسید

هرگز (۲) جدا نه گشت ز پایٔ تو ای نگار
خوش عیدی از کفِ تو بدستِ حنا رسید

تا قلزمِ عطایٔ تو شد موج زن محیط (۳)
کشتی بکف بپیشِ تو همچون گدا رسید

گفتم علاجِ دردِ دلم از نگاه کن
ناوک بزد بسینه که اینک دوا رسید

"محسن" دلم هنوز مقابل بزلف بود
ناگاه فوجِ کاکلِ او از قفا رسید

[م- نسخه ب ص- ۲۶۹]

بگیرم جنسِ حُسن از هر دکان تا نقدِ جان باشد
درین سودا اگر سودی نه شد، شد گو زیان باشد (۴)

خیالِ آن کمر فکرم چنان باریک می سازد
که دارم موشگافی‌ها سخن تا درمیان باشد

دلِ بی غم بملکِ هند نبود گر جهانگیر است
اگر ناگاه کس خرّم شود شاهِ جهان باشد

---

(۱) محک: بقدر حال (۲) محک: هر یک
(۳) محک: تا قلزم عطای تو در موج شد محیط
(۴) منتخب: در این سوداگری سودی نشد شد گو زیان باشد

رخِ آئینه را آرایشِ گلگونه کی زیبد
تکلّفها غبارِ خاطرِ روشن دلان باشد
برنگِ بلبلِ تصویرِ حیرانِ گلی گشتم
کزو هر غنچهٔ منقار لب ریزِ فغان باشد
طفیلِ گل رخان مشهورِ عالم گشته ام "محسن"
گلِ شهرت اگر بر سر زدم، زین گلستان باشد

[م- نسخه ب ص- ۲۷۳]

موئی ز میان کم شد و پیچید، دهَن شد
بوئی ز لبِ غنچهٔ بالید و سخن شد
از جانِ بهار آه بیادِ قدِ او خاست
از فیضِ هوا سبز شد و سروِ چمن شد
از آبِ خضر پسته دمید و لبِ او گشت
لذاتِ جهان جمع شد و سیبِ ذقن شد
از نافهٔ زلفِ تو صبا برد شمیمی
در نافِ غزالان همه خون مشکِ خُتَن شد
یک قطره عرق ریخت ز رویٔ تو، گهر گشت
عکسی ز لبِ لعلِ (۱) تو افتاد، یمن شد
چاکی که بدامانِ قیامت رسد از دل
از بهرِ شهیدِ تو گریبانِ کفن شد
"محسن" بخمِ زلفِ تو دل بست و مکان ساخت (۲)
دیوانه‌ای را خانهٔ زنجیر وطن شد

[م- نسخه ب- ص- ۲۷۴]

---

(۱) اصل: عکسی که ز لب لعل — منتخب: عکسی ز لبِ لعل
(۲) معک: "محسن" بخمِ زلفِ تو افتاد مکان ریخت

زلفِ پُر چینش صیدی گر کمند افگن شود
از هجومِ آهوان یکدشت پر گردن شود
خط بر آورد ای حریفان فکرِ دلها (۱) واجب است
کین هجومِ مور آخر آفتِ خرمن شود
گر چنین ناله دل از عشق گریبان گیرِ او
سینهٔ صحرای محشر چاک تا دامن شود
تا قیامت چشم می دوزد بران گلگون قبا
رشتهٔ نظّاره گر در دیدهٔ سوزن شود
دردِ عشقش می کند ایمن مرا از طعنِ خصم
چون بنالد داغ ها بر پیکرم جوشن شود
از گل افشانیٔ نخلِ خامه ام نبود بعید
سطر اگر گردد خیابان، صفحه گر گلشن شود
تخمِ مهرش در دلِ "محسن" بهارِ لاله شد
بختِ کس چون سبز گردد یاسمین سوسن شود
[م۔ نسخه ب ص۔ ۲۷۶]

دلبرانی که بعشّاق عوض ها بخشند
صبر از دل بستانند و تمنّا بخشند
نقش‌پاوار نیهم سر بزمین تا باید
قدرِ یک سجده بکویٔ تو گرَم جا بخشند
چه شود خوش نگهان گر بمن از گردشِ چشم (۲)
ساغری لطف کنند آب ز دریا بخشند

---

(۱) محک: حفظِ دلها

(۲) اصل: چه شود خوش گر بمن از گردشِ چشم

دست و پائی بکنم در رهِ خوبان، شاید
دست گیرند درین مرحله ام پا بخشند

هست امید ز الطافِ بتان "محسن" را
که نمایند رُخ و تابِ تماشا بخشند

[م - نسخه ب ص - ۲۷۹]

دران کشور که سیلِ جلوه اش معمار می گردد
خرابی‌ها، مقرنس بندِ هر دیوار می گردد

تنک ظرفی چو من در نشأهٔ دنیا نمی باشد (۱)
چو گل پیمانه ام از شبنمی سرشار می گردد

نمی‌دانم چه افسون خواند چشمِ مستِ او کامشب
نهان زاهد بگردِ خانهٔ خمّار می گردد

زِ اندازِ کمندِ زلفِ کافر کیش می دیدم
که آخر این چنین بر (۲) گردنم زنّار می گردد

دلم از یادِ رنگین جلوه‌ای "محسن" گلستان شد
که هر جا می‌خرامد آن زمین گلزار می گردد

[م - نسخه - ب ص - ۲۸۳]

آدم از بادهٔ عشقِ تو مسکرّم باشد
زاهد از متّی نه گریزد اگر آدم باشد

واعظ از ریش اگر فخر کند بر منبر
پشمی از خایهٔ رندانِ تو گو کم باشد

فیض‌هایٔ که من از راهِ ندامت دیدم
طفلِ اشکم بنظر عیسیٔ مریمّ باشد

---

(۱) محک: تنک ظرفی چو من در عالمِ امکان نمی باشد (۲) محک: در

تواضع‌تری از باده کشان نیست کسی
گردنِ شیشه بساغر ز ادب خم باشد
راحتِ گردشِ دوران که ببهند "محسن"
هر که زد جام بکامِ دلِ خود جم باشد
[م- نسخه ب حاشیه ص- ۲۸۶]

بشوقِ دیدنت هر گه دلم بی تاب می گردد
نگاهم همچو ماهی درمیانِ آب می گردد
چنین گر برقِ حسنت می گدازد جانِ محزونم
بچشمم خارِ مژگان هم خسِ گرداب می گردد
عجب حالی ست واویلا که گر گاهی مرا بیند (۱)
نگه در چشمِ مستش از تغافل خواب می گردد
ببادِ هرزه‌گوئی‌ها مده اوراقِ الفت را
که بی شیرازه زو (۲) مجموعهٔ احباب می گردد
بطوفِ گلشنی احرام نیت بسته ام "محسن"
که در خونِ شهیدان هر طرف دولاب می گردد
[م- نسخه ب ص- ۲۹۲]

عشق آن روز که پرکار دلِ ما می کرد
نقطهٔ خالِ ترا مرکزِ دل‌ها می کرد
پیش دستی نه نمودی اگر این شوخیٔ حسن
برقعِ رویٔ ترا دست کهِ بالا می کرد
در دلِ سخت تو تاثیر ندارد ورنه
چون شرر آهِ دلم رخنه بخارا می کرد

---

(۱) محک: عجائب حالتی دارم که گر گاهی مرا بیند
(۲) محک: که بی شیرازه این

گریه در راهِ تو گر شیوهٔ غمّاز نه بود
کارِ چشم ترِ من آبلهٔ پا می کرد
شب که با غیر دلت ساغرِ الفت می زد
"محسن" از خونِ جگر باده بمینا می کرد

[م۔ نسخه ب ص۔ ۲۹۳]

شب که چشمش انجمن سازِ مَستیٔ و میخانه بود
حلقهٔ رندان بدورش چون خطِ پیمانه بود
هر چه دارد گلشنِ امکان عیانم شد ز دل
صورت گلزار این جا در طلسمِ دانه بود
سوختن رسوا بپیشِ دلبرِ سرکش خوش است
ورنه یادِ شمع، برقِ خرمنِ پروانه بود
مصرعِ پیچیدهٔ زلفش نه فهمیدم که چیست
معنیٔ باریک چون مو، بر زبانِ شانه بود
دوش بر گردِ تو می گردید بیخود تا سحر
باتو "محسن" را چه دیگر عرضِ گستاخانه بود

نَفَس تا هست باقی، ناله بی تاثیر می گردد
صدا چون سوخت در دل، طبل عالمگیر می گردد
شود آن گاه حسنِ معنی‌ات معلوم بر مردم
که بهرِ مصحفِ رویٔ تو خط تفسیر می گردد
بگردش آر ساقی ساغرِ پر باده را کامشب
ز مهتاب آسمان یا کاسهٔ پر شیر می گردد
خدا صیدِ دل ما را ز مکرِ اونگه دارد
بدامِ سبحه زاهد در پیٔ تسخیر می گردد
مریدِ درگهِ پیر مغان هر کس که شد "محسن"
کجا هرگز مریدِ زاهدِ بی پیر می گردد

تن چو از آلودگی‌ها پاک شد، جان می شود
چون تعصّب دور گردد، کفر ایمان می شود

اختلاطِ اهلِ دولت با فقیران مشکل ست
امتزاجِ قطره با گوهر نه آسان می شود

میخ را هر چند می کوبند محکم تر شود
سختیٔ جاهل فزون از نصبِ برهان می شود

اهلِ دل را در پریشانی فزاید آبرو
غنچه چون گل می شود بویش فراوان می شود

اهلِ صورت را بمعنی رهبری کردن خطا ست
ماهیٔ تصویر را از آب نقصان می شود

گر چنین در منعِ حق باشد عصایٔ زهدِ خشک
رفته رفته منتهی با چوبِ دربان می شود

موج خیزِ نشأ ساقی باز طغیان کرده است
کشتیٔ می را مهیّا کن که طوفان می شود

میوهٔ نخلِ محبّت غنچهٔ پیکانِ او ست
مزرعِ عشّاق سبز از تیر باران می شود

گر تمیز این ست و دانش این مروّت این چنین
"محسنم" آئینه دارِ شهرِ کوران می شود

[م- نسخه ب ص- ۲۹۷]

شب که یادت بزم افروزِ دلِ بی تاب بود
شمعِ محفل از خجالت تا کمر در آب بود

گر شبِ هجرِ تو طوفان سر زند از من چه دور
روزگاری چشمِ من هم کاسهٔ گرداب بود

بی تو ای نورِ نظر از بسکه کردم گریه‌ها
دیده ام چون غنچهٔ نرگس میانِ آب بود

نارسائی‌های طالع بین که از فریادِ من
عالمی بیدار گشت و بختِ من در خواب بود
بسکه "محسن" منقلب گردید اوضاعِ جهان
زاهد اندر باده خانه رند در محراب بود

بهارِ عکسِ رویش در چمن جوشی زد و گل شد
فغانم از جگر برخاست شکلی بست و بلبل شد
ز آتش گاهِ سوزِ سینه ام دودی برون آمد
بامدادِ صبا گردِ سرش گردید و کاکل شد
نسیمِ نکهتِ زلفش بهار آورد در گلشن
ز شوخی سبز گشت و پیچ وتابی خورد و سنبل شد
ببزمِ باده نوشانِ خیالش از سیه مستی
مصوّر شد نگاهِ چشمِ میگون ساغرِ مُل شد
سرت گردم چه شد آخر بگو وحشی غزالِ من
نگاهِ گاه گاهی هم کنون صرفِ تغافل شد
بتعظیمِ سوارِ لا فتی ماهِ فلک پیما
ز بدریّت بدر شد، پشت خم شد، نعلِ دلدل شد
بدورِ عارضش زلفِ مسلسل دید تا "محسن"
ز دینِ خود گذشت و قایلِ دور و تسلسل شد

آن گرد باد نیست که پیچان بدشت بود
سرگشته‌ای ز شوقِ محبّت بگشت بود
نازش نه داد رخصتِ حرف ارنه در چمن
هر لاله را بکف ورقِ سر گذشت بود

یا رب چرا شکستِ دلِ من صدا نه داشت
هر که فتد ز بام صدائی بطشت بود
"محسن" چهار طبع مرا هشت خلد ساخت
آن دوستی که در دلم از چار و هشت بود

طریق زهدِ من راهی دگر رویٔ دگر دارد
گلِ تسبیحِ من رنگِ دگر بویٔ دگر دارد
صبا از مشتِ خاکِ من دعائی حج گذاران را
غبارم عزمِ طوفِ کعبهٔ کویٔ دگر دارد
اگرچه نغمهٔ بلبل نوایان هوش پرداز است
کبوتر خانهٔ دل ذکرِ یا هویٔ دگر دارد
دلم گر مائلِ مسجد نه شد طعنم مکن زاهد
که منظورِ نظر محرابِ ابرویٔ دگر دارد
شود کی قمریٔ هر سروِ بالا، مردِ آزادی
که طوق بندگی از سروِ دلجویٔ دگر دارد
اگرچه باده مرد افگن بود از تند خوئی‌ها
نگاهِ مستِ جانان تندیٔ خویٔ دگر دارد
وفا خواهی بیا با دخترِ رز عقد کن "محسن"
که هر دم زالِ دنیا فکرِ یک شویٔ دگر دارد

سینهٔ پُر داغ و چشمِ اشکبارم داده اند
لاله رویان منصبِ ابرِ بهارم داد ند
در دبستانِ فنا تحصیلِ عبرت کرده ام
تختهٔ تعلیم از لوحِ مزارم داده اند

طعنهٔ بیهوده گردی‌ها مزن چون ساغرم
در کفِ ساقی عنانِ اختیارم داده اند
یک‌قلم حرفِ جنون آمیز من بی وجه نیست
درسِ عشق از مصحفِ رویِ نگارم داده اند
گر بمستی سر بر آرم صبحِ محشر دور نیست
خوبرویان ساغر از چشمِ خمارم داده اند
"محسن" از خارج نوایانِ جهانم باک نیست
از زبان در دستِ همت ذوالفقارم داده اند

دلم در کوچهٔ زلفش شکارِ چشمِ جادو شد
ببین صیّادِ چین از بیوقوفی صیدِ آهو شد
بتیغ بوسه دادم نقدِ جان کم وزن گفت آخر
پیِ سنجیدنش تیرِ نگاهِ او ترازو شد

قلیون، گهی ز دستِ تو آم کام می دهد
نَی از لبِ تو بوسه بپیغام می دهد

که یا رب کشتهٔ تیغِ تو ای بی باک می گردد
که اشکِ خون بچشمِ حلقهٔ فتراک می گردد
اگر آئینه رویِ من نقابِ شرم بر گیرد
رگِ موجِ تحیّر جوهرِ ادراک می گردد

تو تا رفتی ز آغوشِ نظر مدِ نگاهِ من
چو اشکِ حسرت در دیدهٔ نمناک می گردد (۱)
[م- نسخه ب ص- ۲۹۳]

خوبرویان بدلم انجمنی ساخته اند
خانه ام از گلِ عارض چمنی ساخته اند
چشم بر میوهٔ فردوس نمی اندازند
عاشقانی که بسیبِ ذقنی ساخته اند
تنِ سمین دلِ سختش چو بدیدم گفتم
طرفه نازک بدنی دل شکنی ساخته اند (۲)
[م- نسخه ب ص- ۲۳۷]

زین سان که دلم در شبِ وصلت گله دارد
کز ناله نفس بند کند حوصله دارد
ای ناله برآ زود بدنبالِ سرشکم
تا منزلِ مقصود ره این قافله دارد
تابِ سخنِ سخت ندارد دلِ مجروح
این شیشهٔ نازک همه تن آبله دارد
[م- نسخه ب ص- ۲۳۳]

جمعی که رو براهِ دلائل نهاده اند
بر پای خود ز عقل سلاسل نهاده اند(۳)

---

(۱) اصل نسخه این بیت ندارد، از محک نقل شد
(۲) اصل نسخه این بیت ندارد، از محک نقل شد
(۳) محک، مصرعهٔ ثانی: بَلهند و نام خود همه عاقل نهاده اند

خوبان که خنجرِ مژه را تیز کرده اند
احسانِ جان بگردنِ بسمل نهاده اند
تقصیر نا رسائی قربانیانِ عشق
بر عهدهٔ تغافلِ قاتل نهاده اند
[م- نسخه ب ص ۲۳۶]

اگر بر دادهٔ حق خاطرت خشنود می گردد
گلت از خار می روید زیانت سود می گردد
گر از نقشِ قدم گیری طریقِ خاکساری را
بهر جا پا گذاری منزلِ مقصود می گردد
چنین گرمحو می گردد بعشقِ آن پری پیکر
ایازِ خاطرِ ما عاقبت محمود می گردد
لب از حرفِ طمع زنهار مکشا پیشِ کس "محسن"
کزین مقراض قطع تارِ الفت زود (۱) می گردد

از ازل عشقِ تو ما را در دلِ غمناک بود
در عدم چون گلِ گریبانِ محبت چاک بود
در تمیزِ محنت و شادی بود در کار عقل
سوزشِ داغِ جنون از شعلهٔ ادراک بود
این قدر جلدی گمان زان تیغ مژگان کس نه داشت
طرفة العینی حسابِ ما و جانان پاک بود
دل درونِ گردِ کلفت خوابِ راحت می کند
بود ایمن از حوادث دانه تا درخاک بود

---

(۱) اصل : دور — منتخب : زود

یک قلم اشکِ ندامت شست گَردِ خجلتم
همچو ابرم رو سفید از دیدهٔ نمناک بود

عارضِ جانان بخط بی وجه پهلو می دهد
هر سیاهِ کم بهائی را چرا رو می‌دهد
بسکه چینِ ناز را در آستین می پرورد
آنچه در زلفش نمی گُنجد بابرو می‌دهد

ز شهرت چون گذشتی خاطرت آرام می گردد
خراشِ دل نگین را از برایٔ نام می گردد
بعهدِ روی و گیسویش تمیز روز و شب مشکل
گهی شامم چو صبح، و گاه صبحم شام می گردد

(ردیف ذ)

از بوسهٔ تو کامِ دلِ ما شود لذیذ
وز شکرِّ تو شیرِ تمنّا شود لذیذ
در دل خیالِ بوسهٔ لعلِ تو می پزیم
پر چمچه می زنیم که حلوا شود لذیذ
بی پرده رخ نما بشکر خندهٔ که باز
گلقندِ آفتابیٔ دل‌ها شود لذیذ
در کاسهٔ مرادِ گدایانِ حسن را
از لب نمک بریز که بُغرا شود لذیذ
دشنامِ تلخ بر لبِ شکرّ شکن میار
حلوای آشتی ز مدارا شود لذیذ
مینای قامتِ تو پر است از شرابِ ناز
وز ساغرِ نیاز دوبالا شود لذیذ
"محسن" نه شد که بر سرِ خوانِ وسیع دهر
در کامِ فقر نعمتِ دنیا شود لذیذ

(ردیف ر)

بجا ست گر بسرِ شاه کرده جا گوهر
که بود حلقه بگوشِ تو سال‌ها گوهر
بآن که این همه سرکوشیٔ باو دارد
نه شد که عرضه دهد حالِ اشکِ ما گوهر
سرشکِ ماست گلو گیرِ او گمان مبرید
که جایٔ تکمه گرفته است بر قبا گوهر
ز آبِ تیغِ نگاهش اگر شود گل ابر
دمد ز جیبِ صدفِ سرمهٔ قبا گوهر
کشم برشتهٔ نظّاره اشک‌ها کز دور
کنم دو رسته نثارِ تو بی بها گوهر
ز بس خیالِ سخن از لبش بسر دارم
شده است در صدفِ فکر مدّعا گوهر
سرشکِ خاک نشین رونقی دگر دارد
بود ز گردِ یتیمی باین صفا گوهر
گهر فشان ست ز فیضِ درِ محیطِ نجف
وگرنه "محسن" مفلس کجا، کجا گوهر

وه چه بود الله اکبر حضرتِ خیرالبشر
جانِ جان، محبوبِ داور حضرت خیرالبشر
عقلِ اوّل، نفسِ کل، کرسی نشین،عرش آشیان
پیش از آدم پیمبر حضرتِ خیرالبشر

گر بسیط و گر مرکب، خلعتِ ایجاد یافت
از طفیلِ نور انور حضرتِ خیرالبشر

خاتمِ دست الٰهی ختم در پیغمبری
رهنما، ره دان و رهبر حضرتِ خیرالبشر

امّی و صد لوحِ محفوظش بجیب و آستین
ناسخِ ادیانِ دیگر حضرتِ خیرالبشر

با همه بدکاریٔ اعرابِ بطحا روزِ فتح
ابرِ رحمت گشت یکسر حضرتِ خیرالبشر

حجّتِ حق استحان گیرِ شقی و متقی
چون محک روشن کنِ زر حضرتِ خیرالبشر

پنج نوبت زن درین نُه عرصهٔ الماس رنگ
حکمرانِ هفت کشور حضرتِ خیرالبشر

رتبهٔ شانش کجا و درسِ انسانی کجا
از عروجِ وهم برتر حضرتِ خیرالبشر

صاحبِ خُلق عظیم و نائبِ پروردگار
شافعِ ما روزِ محشر حضرتِ خیرالبشر

تشنهٔ جامِ شفاعت کی گذارد جانِ ما
"محسنا" سیر آبِ کوثر حضرتِ خیرالبشر

زِ مدحِ بخل کیشان وصفِ نخلِ بی ثمر بهتر
ز بوسِ ساعدِ این تنگ دستان پایٔ خر بهتر

ازان نان و کبابی کو ز دستِ این خسان گیرم
پیٔ قتلم بدستِ دشمنان تیغ و سپر بهتر

چو دال و خشکهٔ شان دال بر خُشکیّتِ شان ست
ز دال و خشکهٔ این خشک مغزان چوبِ تر بهتر

پلاؤ قرمهٔ شان سرکه از پیشانیٔ دارد
که از هر چین او صد تیغ بیدادت بسر بهتر
چو آبش آبرو ریز ست حاجت مند دانا را
ز شیرین چشمهٔ این شور بختان چشم تر بهتر
بآن مسند نشینی لاف حاتم شیوه‌گی دارد (۱)
که گام جود از ایشان گدایٔ در بدر بهتر
مخور از شهد شان "محسن" مده تو جان شیرین را
که از نوش مگس طبعان (۲) هزاران نیشتر بود

شمع، پروانه شود در لگن صبح آخر
گل خورشید دمد در چمن صبح آخر
صدق تقریر دُر گوش سحر خیزان است
می توان فهم نمودن سخن صبح آخر
گر نه آن چاک گریبان بنظر داشته است
چاک چاک از چه بود پیرهن صبح آخر
صحبت صاف دلان محض غنیمت باشد
زود پاشیده شود انجمن صبح آخر

هر کرا تیر نگاه تو هدف کرد آخر
فتح یابی بدلش چار طرف کرد آخر
یاد رخسار تو ای مهر سپهر خوبی
کُلبه سینهٔ ما بیت شرف کرد آخر
ساقیا فصل بهار است گل ساغر کو
چند بی باده توان عمر تلف کرد آخر

---

(۱) منتخب : حاتم بیشتر دارد (۲) منتخب : که از جوش مگس طبعان

هر طرف مشتریٔ جان بکف و منتظر است
ای گهر چند توان جا بصدف کرد آخر
شوخ مطرب بچه‌ای حلقه بگوشم دارد
که قدِ خم شده ام، چنبرِ دف کرد آخر
مترکبِ جسم چون شد تازه بمنزل بردت
بهر این گاو توان فکرِ علف کرد آخر
هر که شد خاک بمیدانِ نجف چو "محسن"
استخوان ریزهٔ خود دُرِّ نجف کرد آخر

ای ترکِ جنگجو بکمر تیغ بسته گیر
صف هایٔ عاشقان بنگاهی شکسته گیر
ابرو کمانِ من بخدا تیغ را مکش
تیرِ نگاهِ ناز بدلها نشسته گیر
مشّاطه زلف را مکن آشفته بهرِ ما
از دستِ شانه رشتهٔ جان ها گسسته گیر
ساقي ز ناز باده بساغر چه می کنی
از یک نگاه، شیشهٔ دل ها شکسته گیر
قیدِ قفس نتیجهٔ پروازِ ما بوَد
مرغِ شکسته بالِ تو از دام جسته گیر
بوئ بقا بگلشنِ امکان چه آرزو ست
این رنگ را بروی تمنّا شکسته گیر
امشب که یار می دهدت ساغرِ شراب
"محسن" ز بوسهٔ لبِ او نقلِ پسته گیر

نه سیم و زر و نه درِ شهوار نگه دار
گر دست دهد، پاسِ دلِ زار نگه دار

نقدی بجز از داغ بسودای بتان نیست
ای خواجه برو، درهم و دینار نگه دار

زاهد ز مَتیٔ ناب نگهداری سهل است
خود را ز مَتیٔ نخوت و پندار نگه دار

در کعبه سرِ زلفِ بتان را مده از دست
سر رشته‌ای از سُبحه و زنّار نگه دار

اینک بنظر می رسد آن شمعِ تجلّی
موسی بعصا طاقتِ دیدار نگه دار

تا چند اناالحق جگرت خون کند ای دل
منصور شو و آبرویٔ دار نگه دار

با دخترِ رز این همه گستاخ چرائی
"محسن" ادبِ خانهٔ خمّار نگه دار

ای دل چو صبح، دامنِ شب را شتاب گیر
چاکی بزن بجیب و گلِ آفتاب گیر

کو مصرعِ درست بدیوانِ روزگار
یک بیت عزلت از دو جهان انتخاب گیر

زهدِ ریا مَتوَرز، و بکش ساغرِ شراب (۱)
خود بر خطا و جمله جهان بر صواب گیر

در چار موجِ دهر مزن خیمه چون حباب
موجِ وجودِ خلق چو نقشی بر آب گیر

از خنجرِ کرشمهٔ خورشید طلعتی
چاکی اگر بسینه فتد فتحِ باب گیر

(۱) محک: زاهد ریا مورز و بکش ساغر از شراب

موقوف بر قیامت کبری چه می کنی
از هر نفس شمارهٔ روزِ حساب گیر
خواهی چو "محسن" آئینهٔ دل صفا کنی
قدری ز خاکِ پایٔ سگِ بو تراب گیر
[م- نسخه ب ص- ۳۰۴]

کردیم سیرِ گلشن می خانه در بهار　　گشتیم بلبلِ گلِ پیمانه در بهار
در دورِ خطِّ یار ز عاشق ادب مخواه　　دیوانه تر شود دلِ دیوانه در بهار
کیفِ شراب، خندهٔ گل هوش می برد　　تا شیشه کرد گریهٔ مستانه در بهار
شد آب و رنگِ خالِ تو از خط زیاده تر　　آری همیشه سبز شود دانه در بهار
افسونِ کس اثر نه کند در پری رُخان
"محسن" مخوان تو این همه افسانه در بهار
[م- نسخه ب ص- ۳۰۴]

نرگسِ مستِ تو از خط در نظر دارد بهار
رند نشنیدیم کو دائم بتر دارد بهار
گرچه در هر غنچهٔ گل می کند تاثیرها
در دلِ دیوانه تاثیرِ دگر دارد بهار
فتنهٔ خوابیده بیدار است بهرِ بلبلان
در چمن تا بالشِ گل زیرِ سر دارد بهار
تا زِ گلزارِ رخش فیضِ تماشا برده ام
همچو شاخِ گل نگاهم تا کمر دارد بهار
سینهٔ "محسن" چراغان شد ز داغِ آتشین
سیر کن ای لاله رو باغِ شرر دارد بهار
[م - نسخه ب ص- ۳۰۵]

گر چه لبریزِ صفا و نمکین است بهار
از غبارِ خطِ او خاک نشین است بهار
موجِ گلِ گر ز رکابت گذرد نیست عجب
از قدِ سروِ تو در خانهٔ زین است بهار
تا گلِ رویٔ تو رونق دهِ این نشه چمن است
باغبانِ چمنِ رویٔ زمین است بهار
[م - نسخه ب ص ۳۰۵]

جان بتن دارم بسختی از دلت دل سنگ تر
دل درونِ سینه دارم از دهانت تنگ تر
می کند از آتشِ حسرت دلِ بلبل کباب
آتشینِ روئی که شد از تابِ مَی گلرنگ تر
گشت بختم ساز و شد بی پرده یارِ دل نواز
ای مغنّی نغمه کن یک پرده سیر آهنگ تر
[م - نسخه ب ص ۳۰۵]

برای (۱) بُردنِ جان، جستجویٔ ما بگذار
بیا و تیغِ ستمِ بر گلویٔ ما بگذار
چو نقش پا نه دهی تا غبارِ ما برباد
صبا شمرده قدم را بکویٔ ما بگذار
فلک عبث پیٔ آزارِ ما چه می گردی
بعهدهٔ ستمِ تند خویٔ ما بگذار

---

(۱) محک: بقصد

ز دستِ خنجرِ نازِ تو زخم‌ها داریم
نظر ز نوکِ مژه بر رفوی ما بگذار
ز لاله زارِ محبت گهی گلِ داغی
بروی سینهٔ پر آرزوی ما بگذار
سخن ز مصرعِ سنجر بگو ولی "محسن"
"به بلبلانِ چمن گفتگوی ما بگذار" (۱)

[م - نسخه ب ص ۳۰۷]

دلم از عشق خون گردید و از مژگان چکید آخر
گلِ خیرِ محبت را بچشمِ خویش دید آخر
خیالِ آهوی چشمش که عمری رام می گردد(۲)
چو عکس از آئینه، در عینِ الفت‌ها رمید آخر
دلِ خون گشته پیچیده بدستِ قاصدش دادم
حنای تازه‌ای از من بدستِ او رسید آخر
بهر سو لاله زاری تازه در مدِّ نظر دارم
بداغستانِ دل از فیضِ غم گل‌ها دمید آخر
نه دانم تا چه خواهد کرد یادِ تیغ ابرویت
خیالِ خنجرِ نازِ تو پهلویم درید آخر

---

(۱) مطلع غزل سنجر: بوی خویش صبا را بسوی ما بگذار
بیاد گار بهشتی بکوی ما بگذار
مقطع: حریف زمزمهٔ عشق نیستی "سنجر"
به بلبلان چمن گفتگوی ما بگذار
(۲) محک: میکردم

دلِ دیوانه ام تا کَی پئیِ زنجیر می گردد
توان درحلقهٔ آن زلفِ مشکینش کشید آخر
عرق از چهره اش مانندِ شبنم می چکد "محسن"
فغانِ بلبلِ من گوشِ گل گویا شنید آخر

[م- نسخه ب ص ۳۰۹]

رازِ چشمش در دلِ شیدا نمی گیرد قرار
این شرابِ تند در مینا نمی گیرد قرار
گاه در دل، گاه در چشم و گهی در آئینه
عکسِ رخسارِ تو دریک جا نمی گیرد قرار
از نظر گر افگند ما تیره روزان را بجا ست
سرمه در آن نرگسِ شهلا نمی گیرد قرار
از تبِ لرزِ فراقش بسکه دارم اضطراب
صورتم بر بسترِ دیبا نمی گیرد قرار
در بیابان گردباد آواره تر گردد زِ شهر
خاطرِ آشفته از صحرا نمی گیرد قرار
در دلِ چون موم "محسن" کی نهان ماند غمش
این شرر در سینهٔ خارا نمی گیرد قرار

[م- نسخه ب ص ۳۱۱]

دریاب زود ای دلِ پرخون بهارِ عمر
از داغِ عشق سبز نما لاله زارِ عمر
آرام نیست ابلقِ لیل و نهار را
از بس دو اسبه می گذرد شهسوارِ عمر
تا عقدهای خاطرِ خود را کنی حساب
چون سبحه رفته است ز دستت شمارِ عمر
چندی بکنجِ می کده آسوده سر بریم
زان چشمِ مست می شکند گر خمارِ عمر
در هر نگاه سرمه برنگی کند دلم
زان چشمِ تیره می گذرد روزگارِ عمر

سر رشتهٔ حیات شود قطع از دمی چون‌تارِ عنکبوت بود(۱)سست‌تارِ عمر
فیضِ سخن حیاتِ ابد می دهد بمَرد
"محسن" بکن بدامِ نفس‌ها شکارِ (۲) عمر

[م- نسخه ب ص ۳۱۶]

ای گلِ خود رو، سروِ سمن بو، نرگسِ جادو، زلفِ معنبر
از تو بنالش بلبل و قمری و از تو بنازش آهو و عنبر
لمعهٔ رویت، شمهٔ بویت، حلقهٔ مویت، چشمِ نکویت
ماهِ دل آرا، عنبرِ سارا، نقشِ چلیپا، گردش ساغر
از لبِ لعلت و ز رخِ خوبت لعل بدخشان مهرِ درخشان
خون شفق شد آب عرق شد در دلِ خارا بر رخِ خاور
هم ز تو نالد، هم بتو نازد، هم ز تو یابد، هم بتو زیبد
غنچه دهانی، مور میانی، سرو چمانی، زینت و زیور
رنگِ حنایت، بر کفِ پایت، جانِ گدایت، داغِ جفایت
خونِ شهیدان، پنجهٔ مرجان، صحنِ گلستان، لالهٔ احمر
هم بتکلّم، هم بتبسّم، هم بنگاهی، هم بادائی
زینتِ گوشی، راحتِ هوشی، آفتِ شهری، غارتِ کشور

---

(۱) منتخب: شود (۲) منتخب: شمار

(ردیف ز)

غمزهٔ شوخِ تو بس باشد برای ترکتار
دستِ مژگان را مکن بر غارتِ دل‌ها دراز

تا دلم در کف نیاری عقل و دینم کی بری
با مقدم اولاً در ساز، پس ده را بتاز

قبله چون گم شد، جهة در اختیارِ دل بود
زین جهت کردیم در محرابِ ابرویش نماز

گر جنون کامل نه باشد با خرد شو آشنا
چون گواهِ دعویت سست است با قاضی بساز

آتشِ هجران محبت را کند پاکیزه تر
می نماید هر زر مغشوش را خالص گداز

چون بحکمِ شرع بخشد آب را تطهیر آب
جرمِ مَی خواران بشوید(۱) قطرهٔ اشکِ نیاز

دیدهٔ مور از غبارِ آسیا روشن شود
گردِ کلفت می نماید توتیا در چشم آز

سبحه و زنار عاشق را نمی آرد بدام (۲)
رشتهٔ پیوندِ محمود است با زلفِ ایاز

پیشِ مردمِ یار چون آئینه، در بر می کشد
کم کسی از عاشقان باشد چو "محسن" پاکباز

[م - نسخه ب ص ۳۱۷]

---

(۱) محک: ببخشد (۲) محک: نمي آید بکار

عالم تمام گشتم و در خانه ام هنوز
عمری بخویش بودم (۱) و بیگانه ام هنوز

یک نیزه موجِ مستی زسرِ من چو (۲) خم گذشت
زان چشمِ مست در پیٔ پیمانه ام هنوز

شاخم (۳) برنگ آه ثمر بر فلک نشاند
دارد خیالِ نشو و نما دانه ام هنوز

با آنکه شعله می کشدش مغزِ استخوان
دودی نجسته از پرِ پروانه ام هنوز

کوتاه گشت قصّهٔ زلفِ درازِ شب
باقی ست با خیالِ تو افسانه ام هنوز

هر چند تیره می گذرد روزگارِ من
شمعی ست آفتاب بکاشانه ام هنوز

چندین بهار از نظرم "محسنا" گذشت
شورِ جنون نه رفته زِ دیوانه ام هنوز

[م - نسخه ب ص ۳۱۸]

نخلِ ایمن رُست از خاکم پیٔ نورم هنوز
همچو موسیٰ در سراغِ جلوهٔ طورم هنوز

بسکه بُردم حسرتِ آن غنچه لب با خود بخاک
می کند گل شکوهایش از لبِ گورم هنوز

از خطِ پشتِ لبش شانِ سلیمانی شکست
چشم بر راهِ سوادِ لشکرِ مورم هنوز

از بُنِ هر مو نوایٔ (۴) نالهٔ عشّاق خاست
در مقامِ بیخودی محتاجِ طنبورم هنوز

---

(۱) محک: بخویش بردم (۲) محک: ز سرم همچو
(۳) محک: شاخش (۴) منتخب: از بُنِ هرمو سوادِ

لعل جانان بر سر داغم نمک دان‌ها شکست
غنچه می ریزد نمک بر زخم ناسورم هنوز
گرچه چون تیر از ضعیفی بر زمین خط می کشم
بر کمان رستم غم می رسد زورم هنوز
گرچه دارم "محسن" از تیر غمش معراج قرب
یک کمان وار (۱) از خم ابروی او دورم هنوز

ز سرو قامت او نیست سرو بستان سبز
که مد آه بهار است در گلستان سبز
نه کرد گریهٔ من نرم آن دل سنگین
نه گشت دانهٔ گوهر بآب باران سبز
کمال طفل هنرمند رونق پدر است
شود ز آب گهر بخت ابر نیسان سبز
ز یاد تیر نگاهت بآبیاری اشک
شده است در دل من غنچه های پیکان سبز
قدم شمرده بمیدان عشق نه "محسن"
کز آب آبله شد خار این بیابان سبز

فگنده یار برخ زلف مشکبار امروز — زده است جوش بگلشن سیه بهار امروز
لبش ز خط نمکی تازه کرد با گلشن — گذشت خندهٔ گل از بنفشه زار امروز
کدام شوخ سر غارت چمن دارد — بگوش می رسدم نالهٔ هزار امروز
ز جوش محشر گل عندلیب نالان را — قیامتی بچمن گشته آشکار امروز
ببین که جام بدستند لاله‌ها "محسن"
توان شکست بیاد کسی خمار امروز

---

(۱) منتخب : یک کماندار

خط آمد و رخِ تو بُوَد با صفا هنوز
مژگانِ شوخ چشمِ تو گرمِ جفا هنوز
بیگانه ام اگرچه ز خویشان و دوستان
دارم بدل خیالِ تو با آشنا هنوز
هر چند در ادا مژهات شوخ واقع است
نازی نمی شود ز نگاهت قضا هنوز

دلِ من کرده یادِ یار امروز میرسد در خزان بهار امروز
زلفِ او حلقه حلقه چون دام است مو بمو می‌شوم شکار امروز

ردیف س

چگونه بی تو بر آرد دلِ خراب نفس
که جز بگریه نمی خیزد از کباب نفس
سیاه کاریٔ زلفت چسان کنم تقریر
که شد گره بگلویم ز پیچ و تاب نفس
چگونه نالهٔ عشاقِ او بلند شود
که شد ز شعلهٔ خُویَش بسینه آب نفس
چو تارِ سبحه سراسر گره گره گردد
بدل کند چو جفایٔ ترا حساب نفس
بود سوادِ سخن "محسنا" ز من روشن
چو صبحِ می زنم از مهرِ بو تراب نفس

[م- نسخه الف ۲۰۳-۲]

ماتم سرایِ دهر مقامِ رضا شناس
دستی بسر مقابلِ بالِ هما شناس
چشمی که چون نگین همه بر (۱) دستِ مردم است
بی نور تر ز کاسهٔ چشمِ گدا شناس
گر ذرّه‌ای ز دردِ محبّت نصیبِ تست (۲)
شکری بگوی و دولتِ بی منتها شناس
هر معصیت کزو بندامت رسیده‌ای
فاضل تر از عبادتِ اهلِ ریا شناس
این گَردِ خواریٔ که به "محسن" نشسته است
در چشمِ امتیاز به از توتیا شناس

[م- نسخه الف ۳۰۲-۱]

خارِ صحرایٔ جنونم از بهارِ ما مپرس
ناتوانی‌ها نگر و از اعتبارِ ما مپرس
از کنارِ چشم افتادیم در دامانِ دشت
بی وطن (۳) چون طفلِ اشکیم از دیارِ ما مپرس
ضعفِ ما هم بر زبانِ حال دارد گفتگو
گردشِ رنگی ببین و (۴) حالِ زارِ ما مپرس
ساغرِ یادِ تو در (۵) میخانهٔ دل می زنیم
مستیٔ ما دیده باشی از خمارِ ما مپرس
شانه را از کارِ ما دستِ تصرّف کوته است
طرّهٔ موجیم "محسن" از قرارِ ما مپرس

[م- نسخه الف ۳۰۲-۲]

---

(۱) محک: نگین بکف (۲) اصل: نیست
(۳) محک: بی خبر (۴) محک: از حال (۵) محک: از

ای که می پرسی ز سروِ قامتش، از ما مپرس
خاکساران را خبر از عالم بالا مپرس
شرحِ شوخی‌های او مقدورِ اهلِ درد نیست
سطری از زخمش بخوان و ز تیغِ استغنا مپرس
اولاً بنگر که قانونِ شفا در دستِ کیست
دردِ عاشق را دوا از بو علی سینا مپرس
باعثِ جوش و خروشِ عارفِ روشن ضمیر
از دلِ دریا بپرس و از لبِ دریا مپرس
نیست "محسن" ناله ام بی خار خار گل رخی
باعثِ غوغای دل از بلبلِ شیدا مپرس
[م- نسخه ب ۲۰۵-۱]

مایهٔ آرامِ دل‌ها گردشِ جام ست و بس
حلقهٔ احباب بی مّی حلقهٔ دام ست و بس
گلشنِ میخانه هرگز خارِ تشویشی نه داشت
عیشِ عالم مُفت (۱) رندِ باده آشام ست و بس
گیردِ دل گشتن چه کمتر از طوافِ کعبه است
جامهٔ هستی چو کردی دور، احرام ست و بس
دوش بر بام آمد آن خورشید رو (۲) از بهرِ ماه
تا کنون جانِ جهانی بر لبِ بام ست و بس
گر نه زلفِ او نقابِ آفتابِ عارض است
صبح "محسن" از چه رو در پردهٔ شام ست و بس
[م- نسخه الف ۲۰۷-۱]

چو میس طلا کند اکسیر کتی نماید میس
کریم دادهٔ خود را نه گیرد از مفلس

(۱) اصل: سفت (۲) محک: حسن

بپوش چشم ز صورت نظر بمعنی کن
که نیست نورِ بصیرت یقین بدیدهٔ حس
بیا بچشمِ من و مردمی نما چو نگاه
که بی تو نور ندارد چو دیدهٔ نرگس
قدم برون مَنه از کُلبهٔ دلِ تنگم
نگارِ من نتوان بود شمعِ هر مجلس
براهِ عشقِ تو ام نیست غم زِ تنهائی
که ناله (۱) هم نفس و داغِ دل بود مونس
ستاده بر سرِ کویت چو سروِ آزادم
که تا بلطف بگوئی که "عِنْدَنا اجلس"
زغم فرو شدنِ "محسن" است ببحرِ بلا
همان (۲) حکایتِ ماهی ست و قصّهٔ یونس

گل عذاری گُزیده ام که مپرس بیهاری رسیده ام که مپرس
از نگاهِ کجِ سیه چشمی عشوهٔ چند دیده ام که مپرس
دهنی یافتم که هیچ مگو سخنی زو شنیده ام که مپرس
[م- نسخه الف ۲۰۶-۱]

در عالمِ غربت دلِ ما محملِ ما بس
بیت الشرفِ مهرِ علی منزلِ ما بس

---

(۱) اصل : تاکه (۲) اصل : اما

(ردیف ش)

شام، دودی شعلهٔ آهِ غریبانِ غمش
صبح، گردِ دامنِ صحرا نوردانِ غمش

در شهادت خانهٔ دل سیرِ گلشن کرده ام
صد چمن گل می کند از لاله کارانِ غمش

عشرت از عشرت کند قالب تهی مانندِ جام
گر کشد تـه جرعه‌ای با می گسارانِ غمش

کـّی غمِ غم می‌رود از چاشني گیرانِ غم
غم گسارا بگذر از الفت مزاجانِ غمش

بسترِ ضعفم بصحرایٔ دلِ مور افگنید
بسکه باریکم ز کاهش‌های سوهانِ غمش

مزرعِ دردم نه تابد بارِ احسانِ غمام
اشک و آه و ناله، رعد و برق و بارانِ غمش

ذلله‌بندِ نعمتِ شادی نـّیم همچون خسان
بسکه خوردم چاشنی از خوانِ الوانِ غمش

جودیٔ مقصود از هر سو نمایان شد چو موج
کشتیٔ دل تا که افگندم بطوفانِ غمش

شکرِ نعمت‌های ایزد شیوهٔ احسن بود
نیست "محسن" همچو من ممنونِ احسانِ غمش

ز حرفِ سخت، دلی را بـّیٔ شکست مباش
بشیشه سنگ مزن از غرور و مست مباش

بلند مرتبه‌گی مهر با بد و نیک است
بآفتاب نظر کن چو سایه پست مباش
چه غرقِ حرص بهفتاد سالگی شده‌ای
ز قدِّ خم شده ظالم بسانِ شست مباش
ز نازِ قحبهٔ دنیا چه هوش باخته‌ای
بیک کرشمهٔ زالی چنین ز دست مباش
دلت ز زینتِ ظاهر نیافت جمعیّت
دگر چو زلف پریشانِ بندوبست مباش
چو آفتاب گرت شوقِ سیرِ لاهوت است
ببند پیرهن و خانهٔ نشست مباش
رسید این سخن از برهمن مرا "محسن"
"که بت پرست توان بود و خود پرست مباش"

ای بدورِ ساغرِ چشمت یکی مدهوش هوش
وی ز شوقِ حرف در زیرت سراپا گوش، گوش
گر بخواهی بر درِ پیرِ مغان یکبار بار
ساغرِ عشرت ز دستِ ساقیٔ متّی نوش، نوش
غیر متّی نوشی نمی آید ز ما بیکار کار
درصلاحِ حالِ ما کم ای نصیحت کوش، کوش
تا نیفتد دیگت از جوشِ خرد، هشیار یار
عیبِ مردم را بذیلِ لطف چون سرپوش، پوش
کتّی زنی "محسن" بدلقِ زهد چون گلنار، نار
تا نیابی در دلِ خود چون خمِ پر جوش، جوش

با دل ای جان دوچار می زده باش نفسی با نگار می زده باش
ای که پامالِ حرصِ گنجِ زری پیچ و تابی چو مار می زده باش
متیٔ پر زور گر بداری چشم ساغر از چشمِ یار می زده باش
خاکِ گلزارِ فقر چون گشتی گلِ دولت بخار می زده باش
در بهار از فراقِ گل روئی نالهایٔ هزار می زده باش
تا که سامان گریه هست، چو برق خنده بر روزگار می زده باش
از شرارِ غمش بهشتی خویش آتشی چون چنار می زده باش
بمن افگن نگاه نه برقیب تیر را بر شکار می زده باش
مگذر از بیمِ جان ز گفتنِ راست حرفِ حق را بدار می زده باش
دلِ پُر داغ اگر بدست افتد طعنه بر لاله زار می زده باش
رهزنِ جان و دین و ایمانی که رهِ انتظار می زده باش
زخم زن بر من و نوازش کن زخمهٔ هم بتار می زده باش
چون بتاراجِ خاکسارانی کاروانی غبار مي زده باش
"محسن" از آه خویش اعدا را
بر دم ذوالفقار می زده باش

دلِ پُر داغِ من باغی ست و بلبل، نالهٔ زارش
خیابان چاک‌هایٔ سینه، سرو آهِ شرر بارش
هلاکِ شوخیٔ صیّادیٔ چشمی توانم شد
که تیرِ ناز(۱) در زهِ دارد ابرویٔ کمان دارش
گریبان چاکیٔ گل بر دماند صبحِ محشر را
اگر آرد صبا دامن کشان در سیرِ گلزارش
خجالت غنچه سازد در چمن گلهای خندان را
تبسّم گل کند گر از لبِ لعلِ شکر بارش
ندارد (۲) شکوه از پست و بلندِ دهر چون مردم
توان بخشید "محسن" را بطور و وضعِ هموارش
[م- نسخه الف ۹-۲-۲۰۲]

---

(۱) محک: که تیرِ غمزه (۲) اصل: بدارد

تا کشیدم بر دل خود صورت دلدار خویش
گشته فانوس خیالم سینهٔ افکار خویش

خانه بی سقفی برای نام دارم چون نگین
ورنه من آسوده ام در سایهٔ دیوار خویش

هم بجای خویشم و هم هرزه گرد عالمم
مرکز حیرانیم از وضع بی پرکار خویش

با قد خم گشته چوگان ستم داری بدست
ای سپهر بی مروّت شرم دار(۱) از کار خویش

گرد غم را، صاف دل "محسن" بهاری می کند
گلشن آئینه دارد سبزه از زنگار خویش (۲)

[م - نسخه الف ۲۱۰-۱]

بصحرا چون کمند افکن شود زلف گره گیرش
رمیدن دام دیگر سر دهد بر پای نخچیرش

کشد سر از بدخشان در لباس لعل پیکانی
اگر ناگه خورد بر سنگ خارائی سر تیرش

ز شوخی می رمد مانند تمثال از نگاه من
اگر بر صفحهٔ آئینه بندم نقش تصویرش

دلم زیر و زبر گر دیدهٔ تیر نگاهی شد
که چون مژگان بهم زد هر دو عالم چشم زه گیرش

بخون غلطیدهٔ تیغ (۳) تغافل پیشه ام "محسن"
که جوهر همچو ماهی می طپد در آب شمشیرش

[م - نسخه الف ۲۱۳-۲]

---

(۱) محک: کن (۲) محک: میدهد آئینه بیرون سبزه از زنگار خویش
(۳) محک: زخم

بتی کز دل بود بتخانه و از ناله ناقوسش
برنگ سُبحه دارم بر کمر ز نّار ناموسش
بغیر از یاد بالایش که سوزد پردهٔ دل را (۱)
کجا شمعی که از پرتو تواند سوخت فانوسش
معمّای دهانش بر دل تنگم نه شد روشن
سواد خط اگر باشد توان دیدن به قاموسش
دلم از یاد رنگین جلوهٔ گلدسته می بندد
که از رعنا خرامی نقش باشد چتر طاوسش
اگر آن سخت جان قاتل پشیمان میشد از قتلم
حنا می بست خون بسملم بر دست افسوسش
دل و جانم غبار درگه گردون پناهی شد
که می چیند گل خورشید صبح از آستان بوسش
امید بوسه دارد "محسن" و عمری ست حیران ست
غلامی خاص سرکار است نتوان کرد مایوسش
[م- نسخه الف ۲۲۳-۲]

به پرواز است رنگم از تمنای گل رویش
بهار تازه‌ای رو می دهد در گلشن کویش
چه شد دل باختم با (۲) دین ببین غالب حریفی را
که با من تیغ بازی می کند پیوسته ابرویش
بگلزار شهادت بلبلی همدرد می خواهم
که چون منقار باشد هم لب زخم آفرین گویش
[م- نسخه الف ۲۱۹-۲]

---

(۱) محک: بغیر از یاد بالایش که سوزد پردهائی دل
کجا شمعی ز رلگ پرتو خود سوخت فانوسش
(۲) محک: با

چو تیر راست شود بگذر از نشانهٔ خویش
بگیر یا چو کمان گوشه‌ای بخانهٔ خویش
درونِ تست فلک‌ها و ثابت و سیّار
تو شکوه می کنی از گردشِ زمانهٔ خویش
[م- نسخه الف ۲۲۰-۲]

نصیبم گر شود تیرِ نگاه از (۱) چشمِ شهلایش
ز شادی همچو مژگان می دهم بر چشمِ خود جایش
اگر از سینه ام دل می رباید غمزه اش سهل است
کشد از سنگ بیرون لعل را مژگانِ گیرایش
[م- نسخه الف ۲۱۱-۱]

چو دانه جمع شود در رضای دهقان باش
بهر طرف که پریشان کند پریشان باش (۲)
[م- نسخه الف ۲۱۲-۱]

(ردیف ص)

مصحفِ رویٔ او بمعنیٔ خاص	یک قلم هست سورة الاخلاص
خطّ او بر حواشیٔ خورشید	آیهٔ نور را نوشته خواص
قلزمِ عشق موجِ خون دارد	بدمِ تیغ می رود غوّاص
کشتهٔ تیغِ ناز را چه دیت	خستهٔ تیغِ غمزه را چه قصاص
سروِ آزادِ قامتِ دلبر	از غمِ طوبیم نموده خلاص
همچو "محسن" ز عشقِ خورشیدی
هست هر ذرّه در هوا رقّاص

---

(۱) محک : «از» ندارد (۲) اصل : این بیت ندارد

ردیف ض

آمد بهار سیر گل و گلعذار، فرض
ذکرِ شراب واجب و فکرِ خمار، فرض
بر من که کیسهٔ دلِ من پر ز داغ هاست
شد عزمِ طوفِ کعبهٔ کویِ نگار، فرض
از شکرِ نوبهار بگلشن چو عندلیب
کردم ادا بناله یکی از هزار، فرض
در وقتِ صبح، پیشِ صبوحی کشانِ عشق
بر شیشه سجده سنّت، و بر متّی گسار، فرض
"محسن" چه شکوه از لبِ خندانِ او کنی
حقّ ِ نمک بود بدلِ داغ دار، فرض

[م- نسخه الف ص- ۲۲۶-۱]

ردیف ط

شیخ و زاهد نیستم میخوارهٔ رندم فقط
پی خطِ بغداد دارم گریه‌ها مانندِ شط
بلبلِ مینا گلِ ساغر نمی دانم که چیست
درمیانِ عالمِ آبم روان مانندِ بط
موج خیزِ نشه ام را سر شود جامِ حباب
گر دهد ساقی قدح‌هایٔ لبالب زین نمط

چار باغِ زندگانی را نه بیند بلبلی
چار ابرو چون شود آن نونهال ازحسنِ خط

گر بقدر دردِ دل نالم ز شوخی‌های او
شب که آبستن بود(۱)حملش شود دردم سقط

دودِ حیرت از دماغِ بلبلان گردد بلند
گر شود گل پیکرِ من در چمن گرم سخط

کاتبِ قدرت میانِ ابرویت خالی نوشت
زان که بیتِ انتخابی را کند شاعر نقط

مصحفِ رویْ ترا خواندم گلِ باغ بهشت
کُند فهمم، بی سوادم، عفو کن، کردم غلط

شد سرِ من سوده از نقشِ سجودِ درگهت
این قلم را می زنم از تیغِ ابرویْ تو قط

رحم بر "محسن" کن ای خطِ عذارِ لاله رو
از تو بر فردِ دلش شد چند داغی دستخط

ردیف ظ

اگر شراب نه باشد ز نوبهار چه حظ
اگر نگارْ نه باشد ز لاله زار چه حظ

اگر وفایْ تو این، جور این جفا این ست
ز عمر خضر چه حاصل، ز انتظار چه حظ

نه بوسه و نه تبسّم نه حرف و نی دشنام
بگو ز لعلِ لبت دیگر ای نگار چه حظ

(۱) منتخب : شود

نه شد ز وصلِ تو جامی بکامِ دل بزنیم
دگر ز نشاءٔ چه فیض است و از خمار چه حظ
بدامنش نه نشستم چو از ادب "محسن"
گرفتم این که شدم در رهش غبار، چه حظ

[م- نسخهٔ الف ص- ۲۲۷-۱]

ردیف ع

اگر نه آتشِ عشقت شدی وسیلهٔ شمع
کجا جمالِ تو دریافتی جمیلهٔ شمع
ز رشکِ رویٔ تو از بسکه خاندان‌ها سوخت
نه دودمانِ چراغ ست و نه فتیلهٔ شمع
زبان درازی و گردن کشی بیار بدست
خوشم نیامده ... زان رزیلهٔ شمع
چه گریه‌ها که نه کرده زِ شام تا بسحر
برایٔ وصل تو نگذاشت هیچ حیلهٔ شمع
ز سوز هجرِ تو "محسن" چنان گداخته است
که شد دلش همه موم و نفس فتیلهٔ شمع

(ردیف ف)

تا که گشتم غبارِ راهِ نجف   عینِ گلشن شدم بشاهِ نجف
عرش یک کرسیش نمی گردد   یا رب این چیست پایگاهِ نجف
چشم دارد بخاکِ پایِ علی   نیست فردوس در نگاهِ نجف
گویِ دولت ربود از دستش   کعبه حیران ز دستگاهِ نجف
وه چه طوفانِ آبرو دارد   آمده نوح در پناهِ نجف
نیست موسیٰ و گر نه گل کرده   لَن ترانی ز هر گیاهِ نجف
وادیِ ایمن و سلام یکی ست   نورِ حق بین به جلوه گاهِ نجف
گر گرفته زمین عجب نه بود   روحِ پاکان بود سپاهِ نجف
فضلِ او ثابت است بر عالم   هست شاهِ نجف گواهِ نجف
قبّهٔ روضهٔ فرشته مطاف   بس بود افسر و کلاهِ نجف
رتبهٔ صاحبش چه خواهد بود   چون چنین است عز و جاهِ نجف

"محسنا" بار داده اند ترا
بر در عرش اشتباهِ نجف

(ردیف ق)

نیست دردِ جان گدازی بدتر از دردِ فراق
ای خدا بر هیچ کس ننشیند این گردِ فراق
من که لافِ سخت جانی می زدم در عاشقی
سوختم چندان که می گویم نیَم مَردِ فراق
کلکِ آهی گر بدست افتد مرکّب چون کنم
تا نویسم نامهٔ دردِ تو بر فردِ فراق

چون کشد تیغِ جدائی رستمِ اندوهِ عشق
کی سپرداری ز صبر آید بناوردِ فراق
بازیٔ جان باختن را کعبتینِ دیگر است
مهره در ششدر شدن بر دست در نردِ فراق
خیزد از هر شعلهٔ دوزخ شهیقِ الامان
گر دمَم در وی دمی از آتشِ سردِ فراق
جز سپر انداختن کاری نمی آید ازو
هر کجا دیدیم در میدان هم آوردِ فراق
عاقبت ای نوبهارِ حسن احوالم ببین
سیر دارد اشکِ گلگون بر رخِ زردِ فراق
دوزخی دیگر شمارد گلشنِ فردوس را
هر که باشد همچو "محسن" سایه پروردِ فراق

(ردیف ک)

سیرِ رخِ تو جانان بر عاشقان مبارک
عیدِ نظارهٔ گل بر بلبلان مبارک
ابر است و خندهٔ گل باغ است و صوتِ بلبل
ساقی و مطرب و مُل بر میکشان مبارک
قاصد رسید و آورد از خطّ او نشانی
پیغام نوبهاران ای بلبلان مبارک
در کار خیر هرگز تاخیر نیست جائز
گر فکر کشتنم هست ای دل ستان مبارک
تیرِ کمانِ ابرو در سینه می نشیند
یا رب قدومِ مهمان بر میزبان مبارک

اندازِ اولینت نگذاشته نشانم
ای نوجوان بدست تیر و کمان مبارک
از غنچهٔ لبِ او گل می کند تبسّم
تشریفِ سینه چاکی بر قدِّ جان مبارک
مائیم و کویٔ دلبر نظاره گاه گاهی
حور و قصور و غلمان بر زاهدان مبارک
پایٔ کرشمهٔ تو بر تختِ دل خجسته
فرقِ نیاز "محسن" بر آستان مبارک

(ردیف ل)

گدا دل، شاه دل، مشکل کشا دل
ز مضمونِ دو عالم مدّعا دل
چه خون ها خورده ام مانندِ گلزار(۱)
که تا چون غنچه کردم آشنا دل
توان آموخت درسِ عشق از من
که دارم نسخهٔ گیتی نما دل
رهِ هر پیچِ زلفش می سپردم
نمی دانم کجا گم شد مرا دل
چرا (۲) ویران نه سازد خانهٔ چشم
که کارِ گریه افتاده است با دل
باین شوخی اگر در جلوه آئی
کرا طاقت، کرا قدرت، کرا دل
بفکر آن دهن ای کاش "محسن"
باین تنگی نمی شد مبتلا دل

[م- نسخه الف ۲۳۱-۲]

---

(۱) محک: چه خونها خورده ام در گلشن دهر
(۲) منتخب: مرا

چه نشأه داشت ندانم شرابِ خندهٔ گل
که عالمی ست (۱) چو بلبل خرابِ خندهٔ گل
ز بادِ جلوه نشان سرو را بر آتش رشک
بیا بخاکِ چمن ریز آبِ خندهٔ گل
نه رنگ ماند و نه بو شاهدانِ گلشن را
گرفت لعلِ تو گویا گلابِ خندهٔ گل
مگر برازِ دهانِ تو هی برد بچمن
صبا ز غنچه کشاید کتابِ خندهٔ گل
نیاز کن اگر او ناز می کند "محسن"
که هست نالهٔ بلبل جوابِ خندهٔ گل

[م- نسخه الف ۲۳۲-۲]

دارم شکار افگن بتی شمشیرِ رخشان در بغل
زلفی و صد چین در گره، چینی و صد جان در بغل
بحرین و گلشن را کسی غارت باین خوبی نه کرد
آبِ گهر در آستین، رنگِ بهاران در بغل
تا دامِ زلفش دیده اند از دشتِ چین برمیده اند
از بیمِ او دزدیده اند نافه غزالان در بغل
از دولتِ بختِ جوان دارم کنون ای آسمان
جسمی و جانی درمیان جانی و جانان در بغل
چون بر جبین زد چین گره، از یک کمانش گشت ده
نظّاره آمد از مژه، یک دسته پیکان در بغل(۲)

---

(۱) محک: که عالم ست
(۲) محک: تا بر جبین زد چین گره از یک کمانش گشته ده
نظاره آمد از مژه یکدسته پیکان در بغل

بلبل بساطِ ناله چین، کان سرو قدّ ِ گل جبین
دارد ز دلهای حزین نالان هزاران در بغل
سازم چه روشن یافتی از مجمل احوالِ حشر (۱)
کو دفتر نعمت بکف من فرد کفرانِ در بغل
"محسن" چرا غمگین شوی از ظلمتِ روز سیاه
داری چو از مهرِ علی خورشیدِ تابان در بغل
[م- نسخه الف ۲۳۴-۱]

چه گویم از غمت چون می طپد دل بسان اشک در خون می طپد دل
فدایٔ چشمِ جادویٔ تو کردم بگو تا کی بافسون می طپد دل
سپندِ آتشِ عشقِ که گشتم که از گرمی شرر گون می طپد دل
پریٔ لیلی وشی صحرا نوردم که از یادش چو مجنون می طپد دل
مگر می آید آن آشوبِ جانم که امشب از حد افزون می طپد دل
ز بس دارد سرِ نظّارهٔ او چو اشک از دیده بیرون می طپد دل
بشوقِ غنچهٔ پیکانِ تیرش بباغِ سینه گلگون می طپد دل
تلاشِ مصرعِ قدّ ِ که دارد که همچو سروِ موزون می طپد دل
حنا نا بسته بر پایش نه دانم چه رنگین کرده مضمون می طپد دل
مرا "محسن" ازین مصراع جامی
"چو مرغِ غرقه در خون می طپد دل"

---

(۱) منتخب: احوال بشر

(ردیف م)

کَی در طریقِ عشق ز فریاد بس کنم
آنم که حرفِ ناله بکارِ جرس کنم
با رهبر از جنونِ رسا احتیاج نیست
شب گیرها به جادهٔ تارِ نفس کنم
در راهِ بیخودی چه ضرور است راحله
هر آهِ گرم خیز بجولان فرس کنم
عقلِ تنک مزاج نقابِ جنون نه شد
پنهان چگونه شعله بآغوشِ خس کنم
همراهِ اشک دامنِ صحرا گرفته است
مرغ دلِ رمیده چسان در قفس کنم
ساقی میٔ دو آتشه مجلس فروز شد
تا امتحانِ جوهرِ هر بوالهوس کنم
امداد های بیکسیم داد داد داد
"محسن" دگر چگونه امیدی بکس کنم

وحشت آموزِ غزالان از نگاهِ کیستم
صیدِ ناوک خوردهٔ مژگان سیاهِ کیستم (۱)
مشتِ خاکم سرمهٔ چشمِ محبّت گشته است
پائمالِ شوخیٔ الفت سپاه کیستم
همچو سوزن از پرندِ آسمان بیرون شدم (۲)
از کمانِ گوشهٔ دل تیرِ آهِ کیستم

---

(۱) محک: معنیٔ رم سطر مژگانِ سیاه کیستم
(۲) محک: صاف در رفتم ز سقفِ چرخِ چون پیکِ خیال

از غبارم کرده گل یک دشت چشمِ انتظار
همچو نقشِ پا نه دانم سر براهِ کیستم
گر نه "محسن" آن ستمگر بهر قتلم می رسد
از تن هر مو زبانِ عذر خواهِ کیستم
[م- نسخه الف ص ۲۶۳-۱]

بر رخِ دلدار جامِ مُل زدیم — آتشِ حسرت بجانِ گُل زدیم
با دلِ نالان سحرگه در چمن — کاروانِ نالهٔ بلبُل زدیم
چون نگشتیم از گران جانی نسیم — چاک گردیدیم و بر کاکُل زدیم
قل اعوذ و قل کفی ز اخلاصِ دل — خوانده و چون شیشه بر قُل قُل زدیم
زاهد از خشکی ز میخانه گریخت — طرفه کو شد غرق و ما بر پُل زدیم
چون ز دورِ چرخ سرگردان شدیم — یا علی گفتیم و جامِ مُل زدیم
تا زِ چشمش ساحری آموختیم — طعن‌ها بر ساحرِ بابُل زدیم
شد دو عالم صیدِ ما "محسن" چو دست
در رکابِ صاحبِ دلدُل زدیم

تا رنگِ گلِ حنا نه گشتیم — با پای توم آشنا نه گشتیم
چه ملکِ جنون چه کشورِ عقل — در عشقِ تو ما کجا نه گشتیم
از سرمهٔ فیضِ تیره بختی — منّت کشِ توتیا نه گشتیم
او بوسه کرم نمود و ما جان — شرمندهٔ دلربا نه گشتیم
تا دردِ تو دل نواز گردید — آفت زدهٔ دوا نه گشتیم
در دل گلِ مهرِ یار نشگفت — تا جامهٔ جان قبا نه گشتیم
ممنونِ جفای نازِ اوئیم — محروم ازین عطا نه گشتیم
از سلسلهٔ دو زلفِ آن شوخ — یک مو ز وفا جدا نه گشتیم
"محسن" بنشین بخاکساری
زین اسب گهی خطا نه گشتیم

نه شوخی‌های جانان می نویسم   برات ِ ناله ب جان می نویسم
کجا قاصد که من مکتوب چاکی   بدامان از گریبان می نویسم
خجالت نامهٔ طوفان ز اشکی   بنوک ِ کلک مژگان می نویسم
ز زلف آشفته ام بر من مگیرید   اگر حرف ِ پریشان می نویسم
ز خط ِ عارضش بر صفحهٔ گل   دو سطر از خط ِ ریحان می نویسم
خط ِ نسخی بکش یاقوت بر خود   ز لعلش وصف ِ مرجان می نویسم
تو کتّی دانی برو مانی نه مانی   ادای ناز ِ خوبان می نویسم
بیاد ِ دیدهٔ پد مست ِ ساقی   خط ِ ساغر بمستان می نویسم
بفتوای رخ و زلفش شب و روز   جواز ِ کفر و ایمان می نویسم
مداد از اشک، و کلک از آه سازم   عزیزان شرح ِ هجران می نویسم
بعلم عشق "محسن" بی نظیرم
جنون نامه به سامان می نویسم

عجب حرف ِ مستانه‌ای می نویسم   که چشم ِ تو می خانه‌ای می نویسم
بیا ساقیا کردم از توبه، توبه   که پیمان بپیمانه‌ای می نویسم
ز زنجیر سطری بتحریر ناله   بدیوان ِ دیوانه‌ای می نویسم
ز زلفت دلی نیست بی چاک چون گل   غلط گر همین شانه‌ای می نویسم
بسوز ِ جگر "محسن" از مهر ِ داغی
کتابت بپروانه‌ای می نویسم

از آب ِ اشک و خاک ِ وفا خانه ساختیم
ای درد ِ یار بهر ِ تو کاشانه ساختیم
کردیم پر ز داغ ِ فراقش دل ِ خراب
این گنج را دفینهٔ ویرانه ساختیم
زاهد تو هم غبار ِ دل ِ خود بمّی بشو
ما گرد ِ کینه ات گِل ِ پیمانه ساختیم

تا رویدادِ ما برساند بعرضِ او
رنگِ پریده قاصدِ جانانه ساختیم
برباد شمعِ رویِ گلِ آتشینِ دوست
پروا نه کرده خویش چو پروانه ساختیم
"محسن" بدست دل سرِ زلفش سپرده ایم
زنجیر را حوالهٔ دیوانه ساختم

چون صبا بر ناخنی گر دسترس می داشتم
غنچهٔ دل می کشودم تا نفس می داشتم
بی زبانی کرده دور از ناقهٔ لیلی مرا
کاشکی من هم زبانی چون جرس می داشتم
گر گواهِ سینه چاکی یار پرسیدی ز من
شانه شان آن زلف دستاویز بس می داشتم
دخترِ رز ریشِ قاضی کرد، ریشِ محتسب
من عبث اندیشهٔ ریشِ عسس می داشتم
بنده آزادی مکن صیاد صید آزاده ام
کافرم کافر، اگر غم از قفس می داشتم
آب گشتم عاقبت از حسرتِ چاهِ ذقن
منکه دائم بوسهٔ لعلش هوس می داشتم
آنکه چون وحشی ز صحرای دلم "محسن" گذشت
کاش او را بستهٔ تارِ نفس می داشتم

برنگ زلف بر دورِ خطِ دلدار می پیچم
چو خطِ مستدیر از گردشِ پرکار می پیچم
اگر دستی چو دستِ شانه می افتد بدستِ من
سبک دستانه دستِ خود بزلفِ یار می پیچم

مگر آن آتشین رخسار می آید ببالینم
که همچو موی آتش دیده، پر تکرار می پیچم
مگر سر رشتهٔ زلفِ سیاه او کنم پیدا
گهی تسبیح می گیرم گهی زنّار می پیچم
دلِ صد چاک و نالان هم گل و هم بلبلِ خویش است
نسیمِ صبح می گردم درین گلزار می پیچم
مده دردِ سرم ای شیخ تا دردِ سرت ندهم
صدائی می شوم در گنبدِ دستار می پیچم
پئیِ امیدِ خیری تا کجا شر بینم ای "محسن"
تو باش و من عنان از خیرِ این اشرار می پیچم

بنگاهِ کسی هلاک شدیم شکرِ ایزد حساب پاک شدیم
توتیا باد خاکِ مرقدِ ما کشتهٔ تیغِ سرمه ناک شدیم
داد از دستِ نا رسائی‌ها ره بکویش نه برده خاک شدیم
آن قدرها که چاره جو گشتیم آن قدر بیش درد ناک شدیم
زلفِ مشکینِ یار شانه زدیم گرچه از غصه سینه چاک شدیم
جایٔ امنی درین خرابه نه بود بی خطر در پناهِ تاک شدیم
"محسن" از مصرعِ "جلال اسیر"
"سوختیم آن قدر که خاک شدیم"

بلبلی را بچمن در قفسی یافته ام
ناله ای دل که دگر هم نفسی یافته ام
دلِ پر شور ز مجنونِ بیابان دیدم
یا که از ناقهٔ لیلی جرسی یافته ام
باغبان در منِ بی برگ و نوا خوار مبین
که بگلزارِ جهان بوی کسی یافته ام

می شود کام روا سفله ز زنبور فلک
شهد امید بکام مگسی یافته ام
اختلاط بت سرکش همه با بوالهوس است
شعله را گرمی الفت بخسی یافته ام
نیست ممکن که بگلزار میسّر گردد
آن فراغت که بکنج قفسی یافته ام
"محسن" این شوخی طبعم بود از فیض "اسیر"
"عمرها سوخته ام تا نفسی یافته ام"

رنگ خزان خودرا با خون نگار کردم — از دولت خدنگش آخر بهار کردم
زخمی ز تیر مژگان جانی که بر لبم بود — دیدم کمان ابرو، قربان یار کردم
بر یاد شمع روئی می سوزم و خموشم — همدرد نیست بلبل پروانه یار کردم
مشّاطه دست شانه آهسته زن بزلفش — من بس دل پریشان در وی شمار کردم
در وادی محبّت هر کس گرفته صیدی — من هم دل رمیده آن جا شکار کردم
عشق تو کی گذارد در خاک تیره روزم — داغ تو بعد مردن شمع مزار کردم
هر نیک، نیک "محسن" هر بد، بدم شمرده
خود را بپیش مردم آئینه وار کردم

گم بود دل چو جستم در زلف یار دیدم
این مهره محبت در کام مار دیدم
کنج شکسته بالی گلزار عافیت بود
تا بال و پر کشودم خودرا شکار دیدم
پای طلب فشردم در کوی عشق چندان
کز خون خود حنای دست نگار دیدم
سر مشق خاکساری ای دل بگیر کاکنون
بر صفحه جمالش خط غبار دیدم

سودای عشق خوبان یکسر زیان نه دارد
کین جنس را دوای در هر دیار دیدم
هر موج خار و خس را کمتر ز ساحلی نیست
کشتی مفلسان را دریا کنار دیدم
"محسن" درین گلستان کاری که کردم این ست
کز غیر روی آن گل هر چیز خاء دیدم

غبار هستی خود را چو گل نذر صبا کردم
چه خونها خورده ام(۱) تا غنچه لعل تو وا کردم
پریشان گشتم و سر رشته دانش ز کف دادم
بچین زلف مشکین تو دل بستم خطا کردم
چه غم گر استخوانم سوده شد از نا قبولی ها
سعادت بین که آخر سرمه چشم هما کردم
بحق حسن ظن من، مران از درگه خویشم
که من اینک بامید کرم رو بر قفا کردم
گره شد در گلویم گریه بر یاد شهیدانت (۲)
نفس را رشته تسبیح خاک کربلا کردم
مترسان ز آفتاب محشرم زاهد که من خود را
بزیر سایه مهر علی مرتضا کردم
کجا دارای محشر می کند رسوا مرا "محسن"
گنه را پرده پوش از دامن آل عبا کردم

[م - نسخه - الف ص ۱۳۱-۲-۲]

---

(۱) محک: بصد خون جگر (۲) محک: شهیدانش

در گلشنِ سودایِ تو گر خوار نشستیم
با داغِ تو چون مالکِ دینار نشستیم
تا چهره بخونِ دلِ خود رنگ نمودیم
چون نکتهٔ رنگین بدلِ یار نشستیم
بی چشمِ تر و خونِ جگر قطره ندارد
با شیشه درین می کده بسیار نشستم
با خونِ دل و چاکِ جگر، های پر ازخار
رفتیم ز گلزار و ببازار نشستیم
این خونِ جگر خوردنِ ما هم ثمری داشت
چون گل بسرِ گوشهٔ دستار نشستوم
چون سایه ز خورشید جدا ذرّه نه گشتیم
هر جا که نشستیم بدلدار نشستیم
شبنم چه کند دعویٔ هم چشمیٔ ما را
ما همچو عرق بر گلِ رخسار نشستیم
جوهر چه نمائیم که از کلفتِ دوران
هر لحظه چو شمشیر بزنگار نشستیم
چون بلبلِ تصویر درین گلشنِ حیرت
"محسن" ز ادب ناله بمنقار نشستیم

بشبِ فراقِ تو گریه را اگر از دو دیده رها کنم
چو حبابِ کشتیٔ آسمان کفِ موجِ بحرِ بلا کنم
تو ز دیده آمده‌اي درون، منِ ناتوان ز رهِ شگون
بجگر ندارم قطره خون که نثارِ های حنا کنم
بخیالِ گلشنِ کویٔ تو، بهوایٔ دیدن رویٔ تو
بکجاست فرصتم آن قدر که چوغنچه جامه قبا کنم
همه حاصلِ شجرِ امل برود بباد دمِ اجل
بریاضِ دهر غلط بود که خیالِ نشو و نما کنم

به میانهٔ من و تو کجا سخن کسی خلل افکند
نه تو ترکِ جور و جفا کنی و نه بنده ترکِ وفا کنم
ز شرارِ فکر گداختم که دگر چه خاک بسر کنم
مگر از غمِ تو چو آئینه ز دیارِ خویش جلا کنم
ز خیال‌های تو "محسنا" همه تن چو آئینه حیرتم
بکدام دیده بروی او مژهٔ تماشا وا کنم

بچشمِ خوش نگاهان تا بکارِ سرمه می آیم
سراپا همچو نرگس در بهارِ سرمه می آیم
قبای سرمئی پوش بتی کرده سیه مستم
که از یادش سراپا در حصارِ سرمه می آیم
نگاهِ سرمه آلودِ که یا رب کرد بیمارم
ز باریکی چو مژگان در قطارِ سرمه می آیم
اگر از تیره بختی در نگاهِ مردمان پیچم
بپیشِ اهلِ بینش در شمارِ سرمه می آیم
دلم شد توتیا از گردشِ چشمِ سیه مستی
که هر دم از نگاهش سنگسارِ سرمه می آیم
بخاکستر نشینی آن قدر کسبِ هنر کردم
که در چشمِ تو سنگین دل بکارِ سرمه می آیم
سیه مستم چنان از ساغرِ یادِ نگاهِ او
که تا از خویش رفتم در خمارِ سرمه می آیم
بچشمِ کم مبین ای شوخ هرگز اعتبارِ من
چو میلِ سرمه‌دانم از دیارِ سرمه می آیم
برنگِ دودم از یادِ نگاهِ گرمِ او "محسن"
تو گوئی چون شرار از کوهسارِ سرمه می آیم

تا باده نوش میکدهٔ چشم او شدیم
ساقی شدیم و جام شدیم و سبو شدیم
شد آب اشک خشک ز حیرت بچشم ما
آئینه وار تا برخش روبرو شدیم
در گلشنی که تازه بهارش بود خزان
چون غنچه حیف در گرو رنگ و بو شدیم
پروانه شمع می شود از شعله‌های شمع
تا سوختیم از غم او جمله او شدیم
ای زلف شاخشانه بما این قدر چراست (۱)
واقف ز شیوه‌های تو ما مو بمو شدیم
هرگز نه بود شیوهٔ ما صید کس شدن
"محسن" اسیر کاکل آن تندخو شدیم

[م- نسخهٔ الف ص- ۲۶۹-۲]

ما عاشق و رند و بت پرستیم زنار ز زلف یار بستیم
گشیتم غبار در هوایش تا از نم اشک خود نشستیم
این نشأهٔ ما ز جام کس نیست از ساغر چشم یار مستیم
بیمی ز رقیب نیست ما را در کوچهٔ عشق سر بدستیم
در حلقهٔ زلف تا فتادیم از دام که سپهر جستیم
ما جام و سبو نمی شناسیم سر مست ز بادهٔ آلستیم
از قید خودیٔ [شدیم] آزاد وز نیک و بد زمانه رستیم
از فیض نگاه مست ساقی بازار ریا بمی شکستیم
مستیم قلندریم "محسن"
هستیم دگر هر آنچه هستیم

---

(۱) محک: این قدر مکن

در ملک عشق یک دل بی غم نیافتیم
جام نشاط را بکف جم نیافتیم
در عرصه‌ای که فیل گریزد ز دست مور
زوری بدست و بازوی رستم نیافتیم
یاران رقم کنید بلوح مزار ما
رفتیم زین خرابه و همدم نیافتیم
از بسکه گرد کینه جهان را گرفته است
یک سینه بی غبار بعالم نیافتیم
گستاخ می چکد برخ نازنین گل
آب حیا بدیده شبنم نیافتیم
جستیم شکل دیو چو در عالم مثال
ابلیس جز بصورت آدم نیافتیم
زخم زبان چو زخم دهان به نمی شود
مردیم زین دو زخم که مرهم نیافتیم
در ملک فقر مالک دینار کس نه بود
اکنون بغیر مالک درهم نیافتیم
"محسن" اگر چه شکوه ز دور فلک کنی
بر راز گشت سینه و محرم نیافتیم

در بحر دل بیاد تو بر چشم تر زدیم
غوّاص معنی ایم بگنج گهر زدیم
گریان و زار و ناله و افغان کنان چو ابر
بس قطره در هوای تو بر بحر و بر زدیم
ما فارغیم از غم و شادی روزگار
دستی بسر زدیم اگر گل بسر زدیم
از باغ بی تو داغ سیه مستی خودیم
ساغر برنگ لاله ز خون جگر زدیم

چون نالهٔ ضعیف که تا گوش ره نه برد
سویٔ تو از طپیدنِ دل بال و پر زدیم
در راهِ انتظارِ تو سخت اوفتاده ایم
چون کوه گرچه دامنِ خود بر کمر زدیم
آهِ اثر نه داشته در سینه سوختیم
نخلِ ثمر نه بستهٔ خود را تبر زدیم
تا گِردِ خطّ یار چو پرّکار گشته ایم
مانندِ هاله حلقه بدورِ قمر زدیم
در هیچ کس چو سوزِ دلِ ما اثر نه کرد
خود را برون ز سنگ دلان چو شرر زدیم
بحثِ مطوّلِ تو بریش ست نه بزلف
ای شیخ با تو ما سخنِ مختصر زدیم
قطعِ امید کرده ز خیر و شرِ جهان
دستِ رجا بدامنِ خیرالبشر زدیم
از ظلمتِ عدم نه نهادیم پا برون
تا آن که دم ز مهرِ علی چون سحر زدیم
دستِ وفا ز دامنِ زّهرا نه داشتیم
پایٔ طلب براهِ شبیر و شبر زدیم
از دولتِ آئمهٔ معصوم همچو گنج
آخر ازین خرابه چو "محسن" بدر زدیم

ما نه از بادهٔ کس این همه سرشار شدیم
ساغر از چشمِ تو خوردیم که از کار شدیم (۱)
ما که از قیدِ خودی قمریٔ فارغ بالیم
سروِ آزاد تو دیدیم گرفتار شدیم

(۱) محک؛ من نه از بادهٔ کس اینهمه سرشار شدم
ساغرِ یادِ تو نوشیدم و از کار شدم

یوسف مصر ملاحت توئی ای جان عزیز
ما زلیخا صفتت گرمیٔ بازار شدیم (۱)
گر نه سودایٔ گل روئ تو در سر داریم
بگلستان هوایٔ تو چرا خوار شدیم
عاقبت در ره عشق صنم سنگین دل
برهمن وار کمر بستهٔ زنّار شدیم
"لن ترانی" "ارنی" را نه شنیدیم جواب
تا که از دیدهٔ دل طالب دیدار شدیم
نقد گنجینهٔ دل غیر گل داغ تو نیست
آخر از فیض غمت مالک دینار شدیم
اختیار دل خود را نه سپردیم بکس
تا که شیدایٔ رخ احمد مختار شدیم
شب ما را چو سحر بود بقسمت "محسن"
تا که از مهر علی قاسم انوار شدیم

[م- نسخه الف ۲۴۷-۱]

در یاد شمع روئ تو مسکن گرفته ایم
پروانه ایم ما، ره روشن گرفته ایم
غیر از دل خراب نشانی نه یافتیم
هر جا سراغ وادیٔ ایمن گرفته ایم
هرگز نه دوختیم نظر بر لباس کس
با رشته چشم تنگ چو سوزن گرفته ایم
از بس بدل ز آتش هجران گداختیم
چون اشک از مژه ره دامن گرفته ایم

(۱) محک: یوسف مصر ملاحت توئی ای جان عزیز
من زلیخا صفتت گرمیٔ بازار شدم

تا گردِ خجلت از رخِ سائل فرو شود
چون ابر ز انفعال چکیدن گرفته ایم

ما درسِ عشق را نه ز پروانه خوانده ایم
هر جا سبق ز صاحبِ این فن گرفته ایم

در قتلِ ما اشارهٔ ابرو قبول کن
ما حکمِ تیغِ ناز بگردن گرفته ایم

فرهادِ ما بگوشِ تو هرگز نمی رسد
هر چند گوشِ چرخ بشیون گرفته ایم

عنقا صفت مجوی بجز نامِ ما نشان
"محسن" به قافِ عشق نشیمن گرفته ایم

اشکِ غمش بچشمهٔ زمزم نمی دهم
این طفل را به عیسیٔ مریم نمی دهم

از بس متاعِ غم بدکانی دلی نماند
این جنس را بنقدِ دو عالم نمی دهم

ممنونِ باغ بانیٔ دردِ دلِ خودم
گل هایٔ زخم در کفِ مرهم نمی دهم

صرّافِ نقدِ داغ، چو من کم بهم رسد
یک حبّه را بباغ ارم کم نمی دهم

کسی سرمه را بخاک برابر نمی کند
گردِ رهش بسلطنتِ جم نمی دهم

در زیرِ بارِ منّتِ خشکی چرا شوم
خود را بدستِ همتِ حاتم نمی دهم

"محسن" اگرچه مالکِ دینار نیستم
خود را بنقشِ سکّه چو درهم نمی دهم

ز سیلِ جلوه ات مستانه رفتم ز خود تا منزلِ میخانه رفتم
نه دیدم جز تو کس معبودِ مطلق بسی از کعبه تا بت خانه رفتم
گره از سبحهٔ زهدم چو نکشود بپیشِ شیشه چون پیمانه رفتم
رقم سازید بر لوحِ مزارم که عاقل آمدم، دیوانه رفتم
گسستم رشتهٔ حب‌الوطن را بغربت فرد چون دردانه رفتم
بصد آشفتگی با سینهٔ چاک پیِ زلفش بچنگِ شانه رفتم
نگاهی کردی و از خود گذشتم بقربانِ تو گستاخانه رفتم
درین وحشت سرا کارِ من این‌ست که با خویش آمدم، بیگانه رفتم
به جوشِ آتش عشقِ تو بی تاب بگردِ شمع چون پروانه رفتم
ز دامِ زاهدِ سالوس "محسن"
بیک ساغر عجب رندانه رفتم

بهرِ نفعِ مردمان خود در گزند افتاده ایم
دور چشمِ بد، عجب مشتِ سپند افتاده ایم
گه بشهر و گه بصحرا گه بمسجد گه بدیر
رویِ خوبان دیده و در فکر چند افتاده ایم
نیست از زلف و زنخدانِ تو ما را مخلصی
تا شدیم از چاه بیرون در کمند افتاده ایم
یادِ بالایٔ که یا رب در دلِ ما می گذشت
همچو آه امشب بشبگیرِ بلند افتاده ایم
تا سرِ ما حلقهٔ فتراک را رنگین کند
در رکابِ نازت ای گلگون سمند افتاده ایم
نازِ ابروی تو ما را بر زمین افگند سخت
رحم کن بر ما که از طاقِ بلند افتاده ایم
ای صبا اجزایٔ ما بی طاقتان از هم مپاش
همچو نقشِ پا براهش پایٔ بند افتاده ایم

ای خدا از بوسهٔ او کام ما شیرین نما
همچو موران در پیٔ یک ذرهٔ قند افتاده ایم
چون صدایٔ سائل محتاج بر گوش کریم
شکر ایزد در دلش "محسن" پسند افتاده ایم

همچو صحرایم ز سر تا پا بدامان خودم
غنچهٔ باغ دلم سر در گریبان خودم
روزیٔ خود را مدام از پهلو خود می خورم
همچو ماهم در جهان سیر از لب نان خودم
وسعت دل را تماشا می کنم از هر طرف
تا نفس باقی ست در سیر بیابان خودم
دانه ام بی دام هرگز صید جمعیت نه گشت
رشتهٔ تسبیح زهدم کفر ایمان خودم

برهمن گشتم بهر جا شوخ هندو یافتم
سجده کردم هر کجا محراب ابرو یافتم
می بری و می کنی انکار ای ظالم چرا
من دل آشفته را در دام گیسو یافتم
شانهٔ دل چاک را با زلف گر چه الفت است
سرمه را ربطی دگر با چشم جادو یافتم
لشکر مژگان خون ریزت کم از چنگیز نیست
بارها ترکِ نگاهت را هلاکو یافتم
غنچهٔ پیکان نازت را که شد در سینه گم
در دل خود جستم و آخر بپهلو یافتم

درمیانِ مانی و من نقشِ تصویرِ تو بود
او کمر گم کرد و من از یک سرِ مو یافتم
بوی خون می آیدم از نافهٔ مشکِ تتاء
جعدِ مشکینِ ترا از بسکه خوشبو یافتم
از کمند زلفِ پُرچینت کشادی رو نه داد
فتح یابی خویش را از تیغِ ابرو یافتم
بسکه با روی گل و مل خوش بود در این چمن
"محسنِ" دیوانه را من یارِ نیکو یافتم

چشمِ مستش دیده در بزمِ شراب افتاده ایم
کشتیٔ می را شکستیم و بآب افتاده ایم
پهلوِ ما بسترِ آرام را بیند کجا
بی رخش چون طفلِ اشک از چشمِ خواب افتاده ایم
تا بکی دست و گریبان می شوی با زلفِ یار
شانه از دستِ تو آخر در عذاب افتاده ایم
تا قدم در دیدهٔ ما کی گذارد غمزه اش
همچو نقشِ پا براهِ او خراب افتاده ایم
خوش بیادِ بزمِ رندان ساقیٔ مستی نوشِ ما
بهرِ نقلِ محتسب ظالم کباب افتاده ایم
بر دلِ سنگینِ زاهد گر گرانی می کنیم
از سبکساری بروی می حباب افتاده ایم
گر نه بخشد بوسه‌ای شاید که دشنامی دهد
همچو سائل بر درش بهرِ جواب افتاده ایم
سرد مهریٔ فلک ما را کند سر گرمِ عشق
موسمِ سرما بروی آفتاب افتاده ایم

گرچه خاکیم و نه باشد قدرِ ما در پیشِ کس
بر درِ شاهنشه عالی جناب افتاده ایم
"محسن" از کینِ فلک بی داد کمتر کرده ایم
از ولایٔ مرتضیٰ تا کامیاب افتاده ایم

تو محبوبی بهر صورت ترا محبوب می دانم
اگر بد می کنی گر نیک با من خوب می دانم
ز اخوان کینه جوئی باعثِ غربت نه شد یوسف
جدائی را سبب مهرِ دلِ یعقوب می دانم
دلم از خوانِ رنگا رنگِ دنیا غیر غم خوردن
بهر چیزی که راغب گشت نا مرغوب می دانم
ندارد احتیاجِ قاصدی پیغامِ مشتاقان
پرد چون رنگ از رخ مرغ با مکتوب می‌دانم
گل از گلزار دردی چیدن و بوئی برون دادن
بگوشِ اهلِ معنی نالهٔ ایوب می دانم
اگر در پردهٔ قهر ست و گر بر صورتِ لطف است
ادایٔ نازِ خوبان را بهر اسلوب می دانم
همین فخر از طفیلِ نسبتِ شیرِ خدایم بس
که "محسن" با سگانش خویش را منسوب می دانم

آن قدر محو بتی آئینه‌رو گردیدم
که چو تمثال سراپا همه او گردیدم
بهرِ یک جرعهٔ مَیٔ از دل و جان چون ساغر
هایٔ خم بوسه زدم گردِ سبو گردیدم

تا مگر بخیه زنم چاکِ گریبانِ جنون
رشتهٔ عمر شدم، صرفِ رفو گردیدم
نقشِ تصویرِ میانش نه توانستم زد
گر چو مژگان بنظر خامهٔ مو گردیدم
غیر بی رنگیٔ او هیچ نه دیدم هر چند
در سرا پردهٔ هر غنچه چو بو گردیدم
بسکه مستم ز مستیٔ یادِ پری رو "محسن"
همچو مینا پر ازو تا بگلو گردیدم

ز گردِ خط نه تنها خاکسارم، خوار هم گشتم
ز شوقِ نرگسِ بیمارِ او، بیمار هم گشتم
بسودایٔ تو چندین سنگِ طفلانِ گردِ من جمع ست
چه گوئی کوچه گردم، دامنِ کهسار هم گشتم
ز دردِ حسرتِ یک بوسهٔ لعلِ مستی آلودش
نه تنها آب گشتم، ساغرِ سرشار هم گشتم
اگرچه از شکستِ رنگِ خود، برگِ خزان بودم
ز فیضِ غنچهٔ پیکانِ او، گلزار هم گشتم
بیٔ یوسف نژادی نه همین چشمم چو یعقوب ست
زلیخا وار در هر کوچه و بازار هم گشتم
نشد رازِ دهانش یکسرِ مو چون کمر کشفم
ز بی تابی بسی در عالمِ اسرار هم گشتم
زبانِ حالم ای نقاش قاصر نیست از ذکرت
چه شد از خامشی گر صورتِ دیوار هم گشتم
خریدم داغِ دل "محسن" اگر نقدِ روان دادم
باین سودای آخر مالکِ دنیار هم گشتم

دل را نموده صاف بدلبر سپرده ایم
آئینه را بدستِ سکندر سپرده ایم
گردن بزیر تیغ نهادیم بارها
ما راهِ عشق در قدمِ سر سپرده ایم (۱)
چرخِ ستم شعار نه گردد ز خوی٬ خویش
این سفله را بگردشِ ساغر سپرده ایم
بر آتشین عذارِ تو تا دیده ایم خال
مشتِ سپندِ خویش بمجمر سپرده ایم
دل را حواله٬ نگهِ شوخ کرده ایم
این شیشه را بدست ستمگر سپرده ایم
بر قتلِ ما دگر صفِ مژگان چه بسته‌ای
جان را بتیغِ نازِ تو یکسر سپرده ایم
فرد شمارِ داغ ترا خط کند حساب
این کار را بمنشی٬ دفتر سپرده ایم
پابندِ زر ز فیضِ علی نیستیم هیچ
راهِ وفای٬ شاه چو بوذر سپرده ایم
آفاتِ حرف، بیش ز آفاتِ خامشی ست
خود را عبث بطبعِ سخنور سپرده ایم
پرکالهای٬ دل مفگن بر زمین ز ناز
این مشتِ گل بدستِ تو بی زر سپرده ایم
هرگز کسی نه داد امانت که داده ایم
دل را مگر بغمزه٬ کافر سپرده ایم
مستیم "محسن" از اثرِ ناله٬ "صفی"
"ما شیشه را بساقی٬ کوثر سپرده ایم(۲)

[م ـ نسخه الف ص ـ ۲۶۸ ـ ۲]

---

(۱) محک: ما راهِ عیش با قدم سر سپرده ایم (۲) مصرعه٬ "صفی"

تا خونِ دیده از غم آبِ سبیل کردم
لختِ جگر بمهمان خوانِ خلیل کردم

یعقوب وار، رفته تا یوسفم سوی مصر
اشکی روانش از پی چون رودِ نیل کردم

چشمم همان سفید و اشکم همان روان ست
هر چند پی جمالش صبر جمیل کردم

گفتی بپیشِ قاضی رفتی بپیشِ شحنه
ای مدّعیٔ باطل حق را وکیل کردم

تا آن بهشتِ خوبی از دیده ام روان ست
این چشمه را روان تر از سلسبیل کردم

گه در خیالِ عزلت، گه در تلاشِ جاهم
زین فکرهایٔ فاسد، خود را علیل کردم

در هر قدم سری بود پامالِ تیغِ نازش
قطعِ رهِ شهادت تا چند میل کردم

در کشورِ محبّت تا رَه برد بکویش
بر کاروانِ ناله دل را دلیل کردم

قاصد چگونه گویم پیشِ تو رازِ خود را
پیغامِ خویش پنهان از جبرئیل کردم

بالین و بسترِ من گردیده سنگِ طفلان
در کوچهٔ ملامت خود را ذلیل کرد

بر کعبهٔ دلِ من از رشک چند تازی
حاسد ترا تصوّر اصحابِ فیل کرد

"محسن" رسیده از من تا دفترِ قیامت
طومارِ جرمِ خود را بحرِ طویل کردم

بی گلِ رویٔ او چمن چه کنم — بی عقیقِ لبش یمن چه کنم
دل ز جمعیتم پریشان شد — شانه بی زلفِ پر شکن چه کنم
یوسفی نورِ دیده می خواهم — چشم روشن بپیرهن چه کنم
از قدش قامتِ الف خَم شد — نسبتِ میم با دهن چه کنم
با تو گویم چه سوزِ دل ای شمع — بر تو فانوس را کفن چه کنم
حال را یار خوب می داند
"محسنا" من دگر سخن چه کنم

در کشورِ توحید بکاری نه رسیدیم
چون طالعِ منصور بداری نه رسیدیم
سرگشته شدیم از کفِ این زهد فروشان
چون مقریٔ سبحه بشماری نه رسیدیم
از غنچهٔ لعلِ تو گلِ بوسه نه چیدیم
از سبزهٔ خطت ببهاری نه رسیدیم
دیگر چه توان خاک بسر کرد درین راه
چون گرد شدیم و بسواری نه رسیدیم
هر چند شدیم از کف دوران همه تن خون
"محسن" چو حنا دستِ نگاری نه رسیدیم

اسیرم بزنجیرِ گیسو قسم — شهیدم بشمشیرِ ابرو قسم
شب و روز محوِ خیالِ تو ام — بآئینهٔ صاف زانو قسم
بسا دل شکستی صدائی نه خاست — بکم حرفیٔ لعلِ دل جو قسم
زدی زخم بر من تلف شد رقیب — بتیغِ تو و زورِ بازو قسم
ببهشت مه و مهر وزنی نه داشت — بکم سنجیٔ خالِ هندو قسم
نه سنجم بزلفت شبِ قدر را — بمیزانِ عدل و ترازو قسم

بترجیح حسن تو بر آفتاب مقرّم باین وجه نیکو قسم
غزالت پلنگ است در صید دل بترم خوردن دشت آهو قسم (۱)
دل "محسن" آئینهٔ حسن تست
بیاران دل صاف و یک رو قسم

مدتی شد چون خُم مَی ساکن میخانه ام
بر امید آن که آن جا پُر شود پیمانه ام
شوق زخم سنگ طفلان کوچه گردم کرده است
ورنه با مجنون بزنجیر جنون هم خانه ام
تا زمین بی نیازی را زراعت کرده ام
سبز می گردد ز ابروی عزّت دانه ام [؟]
کفر و ایمان را بزلفش در ترازو می کشم
تا شود معلوم سنگ کعبه و بت خانه ام
عاقلان بهر خدا زان زلف زنجیرم کنید
کس نمی فهمد مسلسل گوئی دیوانه ام
در دل صد جا خراب من گیل تعمیر نیست
میل یاد دوست معمار ست در ویرانه ام
تا بگلشن گل، بمحفل شمع مجلس می شود
من هم از شوقش گهی بلبل گهی پروانه ام
تیره روزم سینه چاکم لیک شرمم واجبست
بهر چشمش سرمه و از بهر زلفش شانه ام

---

(۱) محسن مصرعهٔ دوم این طور گفته بود: بترم خوردن خیل آهو قسم
"محمد علی گاذرونی اگرچه آمّی بود و سوادی نداشت ...... دخل بجا کرده گفت: خیل آهو مستعمل نیست، دشت آهو باید خواند، چنانچه موبی الیه [محسن] چنین درست ساخته"ـ (مقالات الشعرا ۳۵۰) [گو خیل آهو مستعمل نباشد ولی درین اصلاح، قلب اضافت "آهو دشت" هم مطبوع نیست زیرا که کلمه "دشت" حشو می شود — م- ح- ر-]

خویش را در وصف (۱) چون مضمون ز بس پیچیده ام
پیشِ این حرف آشنایان معنیٔ بیگانه ام
پیشِ دلبر پر مگو از من حکایت ها ندیم
تلخ سازد خوابِ او شیرینیٔ افسانه ام
بی تو ابرِ چشمِ من ساقی ترشح می کند
برق می لرزد بخود از نالهٔ مستانه ام
گوهرِ بی قیمتِ اشکم کجا جوهر شناس
تا دهد "محسن" بهایٔ این درِ یک دانه ام

[م - نسخه الف ص - ۲۳۳-۲]

گلی از دور دیده را مانم — بلبلی پر بریده را مانم
بی تو نشگفت خاطرِ تنگم — غنچه از شاخ چیده را مانم
شده جمعیتم پریشانی — زلفِ شانه کشیده را مانم
سوزِ هجرِ توسوخت بال وپرم — ناله در دل طپیده را مانم
جذبهٔ آفتاب می خواهم — شبنم از گل چکیده را مانم
در دلِ خویش جوش ها دارم — بادهٔ نا رسیده را مانم
پائمالِ حوادثِ دهرم — سبزه بر ره دمیده را مانم
پر غریبم بپیشِ اهلِ وطن — سخنِ نا رسیده را مانم
نوش داروی وصل می طلبم — زهرِ هجران چشیده را مانم
دامِ زلفِ کسی شکارم کرد — ورنه مرغِ پریده را مانم

"محسن" از فیضِ مصرعِ "مخلص"
"خاطرِ آرمیده را مانم"

---

(۱) محک: در لفظ

درین غمخانهٔ وحشت بنا، آن رندِ بی باکم
که گر عالم خورد برهم نجنبد ذرّهٔ خاکم
زنم در چار موجِ قلزمِ خون کشتیٔ گردون
اگر گرید بقدرِ شورشِ دل چشمِ نمناکم
شود از حلقهٔ فتراک طالع کوکبِ بختم
شده است از آفتابِ برج زین این رمز ادراکم
بزخم خنجرِ مژگان تنم را گر اتو سازی (۱)
نه ریزد همچو گل، خونابِ غم از سینهٔ چاکم
سگِ اصحابِ کهف از من نه باشد با وفا "محسن"
که کلبِ درگهِ شیرِ خدایم، شیعهٔ پاکم

[م- نسخه ص الف ۱ ۲-۲]

ابرو کمان که کشتهٔ چشمِ سیاهشم
قربان راست کیشیٔ تیر نگاهشم
هر بندِ من چو نی ز کفش ناله می کند
فریادیٔ نگاهِ ستم دستگاهشم
خاکم اگر بر اوجِ فلک جا کند بجا است
من پائمالِ شوخیٔ خیل سپاهشم
راهِ برون شدی نشد از وی مرا سفید
حیرانِ کوچه بندیٔ زلفِ سیاهشم
آزادیم بدفتر تجرید شد رقم
من بندهٔ شکستهٔ طرفِ کلاهشم
شرحِ خطش بحاشیهٔ گل نوشته ام
دانندهٔ رموزِ زبانِ گیاهشم
شب ها چراغِ خلوتِ من یادِ اوست و بس
ممنونِ مهربانیٔ رویٔ چو ماهشم

(۱) محک: بزخم خنجر مژگان تنم را گر دو تو سازی

آهو بدرس رم سبق از من گرفته است
الفت پذیر دیدهٔ وحشت پناهشم

تا پا نهد بدیدهٔ حیران نگاه من
"محسن" برنگ نقش قدم سرِبراهشم

خسرو عشقم و از داغ دل آمین بستم
فکر فرهاد شدم قصّهٔ شیرین بستم

گلشن حسنش ازان گشت ز تاراج ایمن
کز غبار خط او دیدهٔ گل چین بستم

شاخ گل شد بنظر رشتهٔ نظارهٔ من
از تماشای تو یک دستهٔ رنگین بستم

حسن ره سیل چه بندد من نادان ضعیف
راه بر جلوهٔ آن شوخ شلائین بستم

گرد راهش چمن آرای بهشت جان بود
دل خود را بعبث بر گل و نسرین بستم

کی گذارم که تماشا بکند غیر ترا
تو کشودی رخ و من دیدهٔ بدبین بستم

"محسن" آن روز پریشانی من رونق یافت
که لب شکوه ازان طرّهٔ پر چین بستم

شبی در خواب بودم (۱) زلف دلبر بود در دستم
سحر بیدار گشتم سنبل تر بود در دستم

بتکلیف نگاه چشم مخمور تو چون نرگس
بهر گلشن که گشتم سبز ساغر بود در دستم

---

(۱) محک: دیدم

صدف منّت ز نیسان می کشد، بیجا نمی داند
کفِ پُر آبله یک مشتِ گوهر بود در دستم
ثبوتِ دعوی ٔ دردِ محبّت پیشِ او کردم
ز هر لختِ جگر چون لاله محضر بود در دستم
سوادِ خط ندارد تا بخواند نسخه ٔ دردم
وگر نه از دلِ صد پاره دفتر بود در دستم
ز من "محسن" چه پرسی باعثِ جرمِ شهادت را
براهِ عشقِ او (۱) تا پا نهم سر بود در دستم
[م- نسخه الف ص ۲۶۹-۲]

چون صبح تا شگافِ جگر گشت چاره ام
خورشید می دمد ز گریبانِ پاره ام
از چشم خانه چون مژه صد جا کشیده سر
از بس بشوقِ روی ٔ تو جوشد نظاره ام
تا از لبِ تو بوسه بدشنام یافتم
معلوم گشت لذّتِ عمرِ دوباره ام
زاهد برو بکارِ خود از حالِ من مپرس
سر مست و رند و عاشقم و باده خواره ام
تسبیحِ اشک از کفِ مژگانِ من گسیخت
"محسن" هنوز در صددِ استخاره ام
[م- نسخه الف ص ۲۴۶-۲]

شب که از یادِ رخش صد خرمنِ گل داشتم
هر سرِ مو غنچه ٔ منقارِ بلبل داشتم
چون نساید، چون هلالم سر بگردون کز ازل
سجده گاهِ دل (۲) ز نقشِ نعلِ دلدل داشتم

---

(۱) براهِ عاشقی (۲) محک: سجده گاه خود

نیست یک مو التفاتِ سینه چاکانت بدل (۱)
ورنه من هم شانه‌ای از بهرِ کاکل داشتم
مُردَم و از دستِ من چاکِ گریبان گل نکرد
در کفِ خود دامنِ پاکِ توکل داشتم
دوش از بختِ پریشان زلفِ او دیدم بخواب
صبح "محسن" بر کفِ خود شاخِ سنبل داشتم
[م- نسخه الف ۲۳۵-۱]

لقبش برگ گل و لعل و شرابی کردم
بلبت نامِ خدا حرف حسابی کردم
ساغرِ حوصله و شیشهٔ دل بشکستم
دوش در می کدهٔ سینه خرابی کردم
بی تو ای نورِ نظر روشنی دیدهٔ جان
مردم دیدهٔ خود مردمِ آبی کردم
چه قدر خونِ جگر ریختم از دیدهٔ داغ
تا میٔ یادِ ترا اشک گلابی کردم
بی وفا بودی و دل را بتو بستم چکنم
حیف صد حیف درین کار شتابی کردم
چار ابرو بت من طرفه رباعی دارد
دیدم و گرم بمضمون سحابی کردم
غرقهٔ نیل چو نیلوفرم از بس "محسن"
سیر بر قامتِ او جامهٔ آبی کردم

---

(۱) محک: که ترا با سینه چاکی نیست یک مو التفات

فی الحقیقت من و معشوق خریدار ِ همیم
رونق ِ کار هم و گرمی ٔ بازار ِ همیم
در نسب سلسله ٔ اهل ِ جنون هست یکی
من و مجنون بفن عشق دو همکار ِ همیم
دوری ٔ خانه ٔ زنجیر چه باشد مجنون
همه همسایه ٔ دیوار بدیوار ِ همیم
تار هر شمع ز ِ تار ِ دگری می سوزد
همه در سوختن ِ خویش مددگار ِ همیم
کشش ِ سلسله ٔ عشق دو جانب باشد
آخر ای شوخ حذر کن که گرفتار ِ همیم
گر ز تمکین ِ تو سرگشته شدم باکی نیست
مرکز ِ دائره و گردش ِ پرکار ِ همیم
"محسنا" بسکه من و دوست بهم همرازیم
می توان گفت که آئینه ٔ اسرار ِ همیم

گر ساکن میخانه وگر تکیه نشستیم
زاهد تو و دین ِ تو و ما شاد بدینیم
گر غمزه ٔ شوخ ِ تو کمین ِ دل ِ ما کرد
بر جاست که ما نیز دعاگوی ٔ کمینیم
گفتی بجفا می کشم ارباب ِ وفا را
بالجزم بران باش که ما نیز برینیم
هر چند سیه بختی ٔ ما گشته جهانگیر
مقبول تر از خال ِ تو بر روی ٔ زمینیم
جولان ِ تو ما را برد از خاک با فلاک
چون گرد بلندی طلب ِ دامن ِ زینیم
بر دزدی ٔ یک بوسه چرا این همه خوف ست
خوش باش که ما زمره ٔ عشاق ِ امینیم
جز مهر چه آن ماه ِ کمان ابروی ٔ ما دید
کز هر مژه ٔ او هدف ِ ناوک ِ کینیم

ما در کرم پیر مغان شبهه نداریم
زاهد نکنی شک که ز ارباب یقینیم
در دیدهٔ ما باده بود نور نظرها
حیران رخ مغبچهٔ ماه جبینیم
گر باد و اگر سیل شوی ما خس و خاریم
هر جا که رَوِی از جهتی با تو قرینیم
آسوده دلان بی خبر از لذت دردند
مائیم کزین باغ بجز داغ نچینیم
مجنون ز ره عقل بصحرای جنون رفت
تا عشق کجا می بردش باز ببینیم

چو طفل اشک دامن پرور عشق جوان مردم
بفوج آه و افغان بادشاه کشور دردم
مگر خالش زند نقش مراد خاطرم ورنه
خلاص از ششدر زلفش نه گردد مُهرهٔ نردم
ز هجر سیم تن در آتشم اکنون خوشا روزی
که خالش بر محک می زد طلای چهرهٔ زردم
چو خورشید قیامت گرمیش آتش فگن گردد
بداغ ماه گر ریزد کسی خاکستر سردم
زمین گیرم چو نقش پا براهت شهسوار من
بجولانی رساند می توان بر آسمان گردم
مفصّل مجمل سرّ رموز شرح تجریدم
ز نُه جلد فلک چون صفحهٔ خورشید یک فردم
چو اشک حسرت از ملک ندامت می رسم "محسن"
بغیر از تحفهٔ خجلت نمی باشد ره آوردم

از خدنگِ غمزه اش نام و نشان گم کرده ام
تیر را گم کرده جانان، من کمان گم کرده ام
سینه ام پر داغ و لب را رخصتِ اظهار نیست
در محیطِ عشق چون ماهی زبان گم کرده ام
اشک و آه و ناله موجود است و دل در سینه نیست
ای عزیزان یوسفی در کاروان گم کرده ام
ناخنِ آهی که حلِ مشکلی می کرد، نیست
چون کنم یاران کلیدِ آسمان گم کرده ام
نالهٔ زاری که همدم بود می جویم ز دل
عندلیبی خوش نوا در آشیان گم کرده ام
عکسِ لعلش را بچشمِ تر نمی بینم عیان
گوهرِ شهوار در آبِ روان گم کرده ام
با وجودِ خویش از بیگانه می پرسم سراغ
هوش را "محسن" بفکرِ آن میان گم کرده ام

می رساند بر دلم هر دم ازو پیغام، غم
این قدر یادی نه باشد زان بت خود کام، کم
کی تواند شد شکارِ دام الفت پیشگان
آهوی چشمش که دارد از کمندِ رام، رم
معنیٔ پیچیدهٔ زلفش یقینِ کس نه شد
هست این جا نارسا سر رشتهٔ اوهام، هم
جرعه‌ای از ساغرِ چشمش گر آوردی بدست
پر ز خونِ خویشتن می دید چون گل جام، جم
گل کند تا نرگسش "محسن" بچشم مدّعی
از نگاهِ او فسون بر دیدهٔ بادام، دم

من آن مرغِ اسیرِ ناتوانِ پست اقبالم
که چون طاؤس روید حلقهٔ دام از پر و بالم
ز کنجِ آشیان بیرون نه رفتم آسمان سیرم
که در پرواز با سُرغِ نگاهِ خویش هم بالم
حنا از دستِ جورِ آسمان بیداد کمتر کن
چو خونِ کشتهٔ تیغِ بتان من نیز پامالم
بنقدِ داغ دارم استطاعت مِ کسبِ همت
طوافِ کعبهٔ کویِ تو واجب گشته امسالم
ز بس محوم بفکرِ او نه خواهی دیدنم "محسن"
مگر ز آئینهٔ زانو توانی یافت تمثالم
[م- نسخه الف ص- ۲۵۳-۱]

بدشمن آشتی با دوست آئینِ وفا دارم
که من با معنیٔ بیگانه حرفِ آشنا دارم
برنگِ سبزه ای کز ریشه جا در سنگ می سازد
بزورِ ناتوانی در دلِ سختِ تو جا دارم
کنید از سنگِ مقناطیس لوحِ تربتم یاران
بتی آهن دلی نا مهربانِ بی وفا دارم
کند کی باز پرسِ جرم از من داورِ محشر
شفاعت نامه‌ای با سُهرِ خاکِ کربلا دارم
ز تابِ آفتابِ حشر "محسن" ذرّه‌ام غم نیست(۱)
که بر سر سایهٔ مهرِ علیٔ مرتضیٰ دارم
[م- نسخه الف ص- ۲۵۳-۲]

---

(۱) محک: چو "محسن" سایهٔ بالِ هما هرگز نمی خواهم

صورتِ آن عارض و زلفِ چلیپا می کشم
بر حریرِ برگِ گل سنبل مثنا می کشم
گر چنین طوفانِ اشکم جوش دارد عنقریب
حلقهٔ گرداب را در گوشِ دریا می کشم
از برای رفعِ خشکی‌ها بلوحِ خشتِ چشم
شکلِ مه‌رو را بکلکِ موجِ صهبا می کشم (۱)
چشمِ ساقی خونِ چندین توبه‌ام بر خاک ریخت
انتقامِ خود کنون (۲) از جام و مینا می کشم
"محسن" آمد کوچهٔ رسوائی از دستم بتنگ
همچو مجنون پای در دامانِ صحرا می کشم

[م - نسخه الف ص ۲۵۶-۲]

گلِ چاکی برنگِ غنچه چیدن آرزو دارم
گریبان هم بکامِ دل دریدن آرزو دارم
ببیعِ بوسه دادم نقدِ جان سودا سری نگرفت
زرم قلب است و من یوسف خریدن آرزو دارم
دماغِ گریه می خواهم ز دردِ جان گدازِ او
چو اشکِ حسرت از مژگان چکیدن آرزو دارم
ببالِ بی خودی‌ها در هوای گلشنِ کوئی
بمرغِ رنگ پر در پر، پریدن آرزو دارم
نه دارم جوهرِ خود این قدر آن تیغِ ابرو کو
که از دنیا و ما فیها بریدن آرزو دارم

---

(۱) محک: از برای رفع خشکیها بلوحِ خشتِ خم
شکلِ زاهد را بکلکِ موج صهبا می کشم
(۲) محک: انتقام خویش را

نوایِ نالهٔ عشاق آهنگی دگر دارد
فغانِ دل بگوشِ خود شنیدن آرزو دارم
اگرچه خاک گشتم در رهش "محسن" چو نقشِ پا
کفِ پایش بچشمِ خویش دیدن آرزو دارم
[م- نسخه الف ص- ۲۵۸-۲]

پا بگل در گلشن کویِ تو ام وا رسته ام
نامِ آزادی برنگِ سرو بر خود بسته ام
بر سرِ راهی نشستم در خیالِ قامتش
گفت چون، گفتم بفکرِ مصرعِ برجسته ام
پیچ و تابِ خاطرم معنی شکار افتاده است
رشتهٔ پیچیدهٔ سر در گمِ گلدسته ام
گر کنم حلّ معمایِ دهانش دور نیست
واقفِ سرِّ رموزِ خندهٔ آهسته ام
خاکساری با دلِ آزاد جمع آید خوش است
گر غبارِ راهم، امّا بر دلی ننشسته ام
بسکه یادِ گردشِ چشمِ سیاهش کرده ام
توتیا شد استخوانِ "محسنِ" دلخسته ام

از یادِ کمان ابرویِ مژگانِ سیاهم
هر شب ز فلک می گذرد ناوکِ آهم
شاید (۱) که در آید ز درِ دیدهٔ امید
عمری ست که چون نقشِ قدم چشم براهم

(۱) محک: تا بو که

از بسکه گرده می خورد از کوتهی بخت
چون رشتهٔ تسبیح بود تار نگاهم
گر مضطربم طاقت دیدار تو دارم
چون آئینه، سیماب بود پشت پناهم
از فیض سجود در آن شاه چو خورشید
"محسن" ز فلک می گذرد طرف کلاهم
[م- نسخه الف ص ۲۶۱-۱]

بس آرزوی دل ز میٔ ناب شسته ایم (۱)
چندین نقوش غیر باین آب شسته ایم
چشم طمع که نیست کم از کاسهٔ گدا
با مشت خس چو کاسهٔ گرداب شسته ایم
این گرد هستی که حجاب ره دل است
از خود بآب دشنهٔ قصاب شسته ایم
از ما سبب مپرس که این گریه‌ها چرا ست
ما دست خود ز عالم اسباب شسته ایم
از جور یار صاف نمودیم سینه را (۲)
"محسن" کتان بچشمهٔ مهتاب شسته ایم
[م- نسخه الف ص ۲۶۳-۲]

شب که بی سرو قدش باده بمینا کردیم
نشأهٔ گریهٔ سرشار دوبالا کردیم
از خراش اثر نالهٔ زنجیر جنون
خار صحرا بدل آبلهٔ پا کردیم
راه بر قافلهٔ اشک چه بندی بنگاه
اصل این جنس خرید از پیٔ یغما کردیم

---

(۱) محک: صد آرزو ز دل بمیٔ ناب شسته ایم
(۲) محک: از جور یار صاف نمودیم لوح دل

در گلستانِ جهان از اثرِ نام علی
غنچهٔ دانهٔ تسبیح چو گل وا کردیم
نیست جرمِ من و "محسن" که چنین مست شدیم
تو کشودی رُخ (۱) و ما باده بمینا کردیم

[م- نسخه الف ص- ۲۶۵-۲]

دل را اسیرِ زلف سیه فام کرده ایم
صبح طرب حواله باین شام کرده ایم
چون لاله ما کجا مَیِ عشرت فزا کجا
خونِ دل ست بی تو که در جام کرده ایم
نه رحم و نه حیا نه مروت نه التفات
خود را عبث بعشقِ تو بدنام کرده ایم
بر عزمِ طوف کعبهٔ کویٔ تو مدّتی
دیبایٔ درد جامهٔ احرام کرده ایم
مُلا" بعلم و خواجه بزر شمخ هم بزهد
ما خاصه تکیه بر کرمِ عام کرده ایم

[م- نسخه الف ص- ۲۶۶-۲]

گر بی تو بباغ می نشینم چون لاله بداغ می نشینم
چون نقشِ قدم براهِ جانان عمری بسراغ می نشینم
ای زلف ز شوخیٔ تو تا کی آشفته دماغ می نشینم
چون سایه ز دستِ تیره روزی در پایٔ چراغ می نشهنم
چون شیشهٔ مَی ببزمِ مستان پهلویٔ ایاغ می نشینم
گل می کندم غمِ فراقش هر چند بباغ می نشینم
بر خاسته از سرِ دو عالم
"محسن" بفراغ می نشینم

---

(۱) محک؛ تو کشودی لب

بر دل خبری ز یار بردیم پیغامِ گلی بخار بردیم
از فیضِ سرشکِ ارغوانی آب از رخِ نوبهار بردیم
از داغِ تو بعدِ مرگ با خویش شمعی بسرِ مزار بردیم
از گلشنِ عشقِ لاله رویان داغی ست که یادگار بردیم
"محسن" بعدو دلیلِ قاطع
از تیغِ زبان بکار بردیم

[م- نسخه الف ص ۲۷۰-۲]

مگر می آید آن بی رحم یا رب بر سرِ جنگم
که مانندِ غبارِ راه از رخ می پرد رنگم
بگلزارِ وفا (۱) آن عندلیبِ غنچه منقارم
که از چاکِ جگر باشد(۲) کشادِ خاطرِ تنگم

[م- نسخه الف ص ۲۳۶-۱]

آیا بوَد که در خمِ زلفِ تو جا کنم
من هم بعشق سلسله‌ای را بپا کنم
خواهی بکوی مرده دلان "محسن" از وطن
خشتِ لحد بچینم و فکرِ بنا کنم

موریم و یادِ خالِ تو در خانه برده ایم
از خرمنِ جمالِ تو یک دانه برده ایم (۳)
پس عقده‌ها چو خوشهٔ انگور گشت حل (۴)
تا التجا بشیشه و پیمانه برده ایم

[م- نسخه الف ص ۲۷۱-۲]

---

(۱) محک: بگلزارِ خیال (۲) محک: که جز چاکِ جگر نبود
(۳) محک: از خرمن خیال چه خوش دانه برده ایم (۴) محک: گشته حل

گل رخان را خاکِ پا گردیده ام | کافرم کافر وفا گردیده ام
بر دمِ تیغِ زبان ره می روم | چون سخن جزوِ هوا گردیده ام
تا قبولی چون تو مقبولی شدم | استجابت را دعا گردیده ام

در نبردِ آرزوهائی که بر صف‌ها زدیم
تیغِ خون ریزِ تغافل بر سرِ دنیا زدیم

تا چو آئینه بی غبار شدیم | مظهرِ جلوهای یار شدیم

کو طاقتی که شکوه ز بیداد گر کنم
آبی ز دیده ریزم و خاکی بسر کنم (۱)
[م - نسخه الف ص ۲۳۵-۲]

تا دستِ خود ز دامنِ مطلب کشیده ام
در هر قدم بآرزوی دل رسیده ام (۲)
جنسِ غمِ ترا بکسی مفت چون دهم
داغِ ترا بنقدِ دل و جان خریده ام
[م - نسخه الف ص ۲۶۴-۲]

---

(۱) اصل نسخه این بیت ندارد
(۲) اصل نسخه این دو بیت ندارد

(ردیف ن)

مگر روزی توانم دست و پایِ او حنا کردن
باین بی‌دست پائی و بایدم یک دست و پا کردن
تو کز حالِ اسیرانِ کمندِ عشق می پرسی
ز تارِ زلفِ او باید سر این رشته وا کردن
[م- نسخه الف ص-۲۸۹-۲]

گه چاک بسینه چون گلم من — گه ناله بلب چو بلبلم من
آشفته دماغیت ز من چیست — ای گردِ سرِ تو کاکلم من
تیغی بسرم نیازمودی — قربانِ چنین تغافلم من
پرورده‌ٔ لطفِ زلفِ یارم — همسایه‌ٔ شاخِ سنبلم من
در عینِ محیطِ عالمِ آب — مانندِ حباب بر پلم من
از گردشِ چشمِ او خرابم — کی مست ز ساغرِ مُلم من
محرابِ عبادتم چه پرسی — در سجده‌ٔ نعلِ دلدلم من
ز اعجازِ سخن بکشورِ هند — باطل کنِ سحرِ بابلم من
تیغی بکمر چو کوه دارم — لیکن سبک از تحملم من
تاثیرِ ترقیٔ جنون است — با عقل که در تنزلم من
بر بی ادبان تسلطم هست — هرخر که خری کند جُلم من
"محسن" بمزاجِ این خنک ها
تلخم، تندم، قرنفلم من

ندانی سروِ طوبی قامتِ آن نونهال است این
نگوئی رو و ابرو، آفتاب ست این هلال ست این

گلِ خورشید یا آئینه یا رخسارِ جانان ست
بهارِ باغِ جنت یا شفق یا رنگِ آل ست این
گهی درخواب و گاهی در خیالش می توان دیدن
ولی گر راست می پرسی زمن خواب وخیال ست این
بچشمِ فکر چندانی که دیدم (۱) عالمِ هستی
ترا می بینم و دیگر نمی بینم چه حال ست این
سویدای دل و یا کوکبِ بختت بود "محسن"
سوادِ مردمک یا نقطهٔ کن یا که خال ست این

[م- نسخهٔ الف ص- ۲۸۰-۱]

نه دیده را گلِ اشکی بدامنِ ترَش ست این
نهالِ قدّ تو در دل نشاندم و برَش ست این

سوادِ دل مرا تا کرد روشن آفتابِ من
نمی گنجد بجز حرفِ محبّت در کتابِ من
ز بس از شعلهٔ شوقِ تو ذوقِ سوختن دارم
عجب دارم که درآتش کند ایزد عذابِ من
درین گلشن که امیدِ نسیمِ فیض مفقود است
مگر از چاک های دل کند گل فتحِ بابِ من
ز بس با نیک و بد پیوند الفت کرده ام محکم
توان زد بخیه بر چاکِ کتان از ماهتابِ من
بمحشر هر قدر پای حسابی درمیان آید
ولی "محسن" نه گردد پاک با جانان حسابِ من

[م- نسخه الف ص- ۲۸۳-۲]

---

(۱) محک: جستم

گهی (۱) گر آن بتِ گلگون قبا افتد بچنگِ من
بپای او حنا بندد پریدن‌های رنگِ من
ز آهِ گرمِ من گردون برنگِ دود می پیچد
کدامین شعله خونی می رسد یا رب بچنگِ من
بقربانش روم کز من نشانِ عافیت برداشت
جفا کیشی، کمان ابرو، بتی مژگان خدنگِ من
سبک تر گرچه چون اشکِ یتیمم پیشِ بی دردان
بمیزانِ نظر کمتر ز گوهر نیست سنگِ من
برنگِ آسیا در گردشم بر جای خود "محسن"
شتابی خون شود از حسرتِ سعی دورنگِ (۲) من

[م- نسخهٔ الف ص- ۲۸۵-۱]

درآ در جلوه ای خورشید رو فکرِ شبِ ما کن
جهان در چشمِ دل تاریک شد بندِ قبا وا کن
شهیدانِ محبت از تو زخمِ تازه می خواهند
نگه خنجر فروشِ چار سوی زخمِ دل‌ها کن
عجائب خوابگاهی دیده بی خواب می باشد
تو ای نورِ نظر یک ره بچشمِ مردمان جا کن
چرا در زیرِ بارِ گنبدِ دستار می باشی
برو شیخ این بلای آسمانی را ز سر وا کن
درین میخانه فکرِ جام و مینا تا بکی "محسن"
بیادِ سرو قدّی نشأ خود را دو بالا کن

[م- نسخه الف ص- ۲۹۳-۱]

---

(۱) محک: شبی (۲) محک: دو رنگ

تا کی از تشویش دنیا خار در بستر زدن
بر رگ خواب پریشان می توان نشتر زدن
نبض بیمار محبت را مسیحا دید، گفت
مرغ بسمل می طپد در انتظار پر زدن
شعلهٔ آه ندامت گر اثر پیدا کند
برق عبرت می توان در عرصهٔ محشر زدن

مست ناز مرا تماشا کن　　تو نیاز مرا تماشا کن
کارم از یک نگاه ساخته است　　کارساز مرا تماشا کن
مرغ جانم بنوک مژگان برد　　شاه باز مرا تماشا کن
طاقت جلوه گر بود قمری　　سرو ناز مرا تماشا کن
نگهش زد بهم صف دل‌ها　　یکه تاز مرا تماشا کن
صحبتش گرم با رقیبان است　　جان گداز مرا تماشا کن
مهرهٔ دل برد بششدر زلف　　نرد باز مرا تماشا کن
هر رگم نالهٔ جدا دارد　　تار ساز مرا تماشا کن
می درد پرده های دل "محسن"
نَی نواز مرا تماشا کن

دارم بتی بعربده آئینه آب کن
از سیل جلوه خانهٔ حیرت خراب کن
گاهی بتیغ پیکر من ذرّه ذرّه ساز
گاهی بمهر ذرّهٔ من آفتاب کن
در صلح چون نگاه تغافل، درنگ خیز
در جنگ همچو غمزهٔ ظالم شتاب کن
در بزم باده از دل مستان کباب گیر
در وقت خنده مشت نمک در شراب کن

بر فرقِ شانه از سرِ بی داد آره کش
بر بندوبستِ خویش چو زلف اضطراب کن
از تیغِ ناز زخم زن و کار سازِ خلق
وز غمزه عالمی کُش و قصدِ ثواب کن
چینی بزلفِ خود نیه و دامی بزلف گیر
از خونِ آهوان دو جهان مشک ناب کن
گاهِ جفا ز ننگِ وفا روی کس نه بین
گاهِ وفا ز روی جفا هم حجاب کن
از چینِ جبینِ محدثِ لا سیف گوی ساز
و ز خالِ خط مفسرِ امّ الکتاب کن
از خونِ من برنگ حنا پا نگار بند
از چشمِ من بگاهِ سواری رکاب کن
بی منتِ کمان دلِ "محسن" بتیر دوز
پیش از سوالِ بوسه بعاشق جواب کن

[م- نسخه الف ص ۲۹۱-۲]

در گلستانِ نظر آن سرو قامت را ببین
از خرامی می برد دل ها قیامت را ببین
محشرِ ما از بیاض گردن مینا دمید
ساقیا بیدار شو صبحِ قیامت را ببین
بالِ پروازِ تو ای مرغِ چمن دامِ بلاست
در قفس شو کوچهٔ تنگِ سلامت را ببین
صحنِ گلشن دشتِ محشر شد زشورِ بلبلان
گر قیامت نیستی ای گل علامت را ببین

ای که‌خواهی رتبهٔ منصور، بیمِ جان چراست
بر فرازِ دار معراجِ کرامت را ببین
از شکستی نیست خالی شیشهٔ ناموسِ ما
با دلِ ما الفتِ سنگِ ملامت را ببین
ای خیالِ یار در چشمم نگیری گر قرار
در غم آبادِ دلم جایِ اقامت را ببین
ای که آزادی ز فکرِ ما اسیران همچو سرو
"محسنِ" دل خسته‌ات یعنی غلامت را ببین

بر افگن پرده از رخ ای پری‌رو خود نمائی کن
بعرشِ اعظمِ دل جلوهٔ فرما و خدائی کن
بما گر شیوهٔ انصاف را مرعی نمی داری
بحقِّ هندویِ زلف که کافر ماجرائی کن
دلم چون دانهٔ تسبیح، سوراخ و پریشان ست
بکش در رشتهٔ سلکِ شهیدان کربلائی کن
خطِ زخمِ تو دارد یک قلم اجزایِ جسمِ من
رخم چون صفحهٔ خورشید سر لوحِ طلائی کن
شهیدانِ ترا رنگی بروی کار می باید
بخونِ عاشقان ظالم کف و دستی حنائی کن
تو کز تارِ نظر های غزالانِ حرم بستی
بصیدِ لاغرِ من نیز شمشیر آزمائی کن
درِ میر و وزیر ای دل چه گردی شرم کن آخر
چو"محسن"هرچه خواهی از درِ دلها گدائی کن

[م- نسخه الف ۲۹۴-۱]

دل اگر از عهدهٔ چشمِ پر آب آید برون
کشتی ام سالم ز دریا چون حباب آید برون
تا خیالاتِ هوس باقی‌ست مطلب غائب است
چون کواکب محو گردد آفتاب آید برون
رخصتِ چینی بابرو گر دهد زلفِ کجش
از غلافِ فتنه شمشیرِ عتاب آید برون
گفتگویٔ عشق را فهمد نزاکت پیشه‌ای
کز سوالِ غمزهٔ حاضر جواب آید برون
هر چه جستم آخر از دلهایٔ ویران یافتم
گنج می گویند "محسن" ازخراب آید برون

پیشت فتد چو دشمنِ پُر کینه بر زمین
غافل مشو که مار رود سینه بر زمین(۱)
از جلوه ریزیٔ تو عجب نیست گر شود
هر نقشِ پا براهِ تو آئینه بر زمین
بر منبرِ یقین نه توانی بر آمدن
واعظ اگر بلند کنی زینه بر زمین
تابِ نگاهِ خویش نه دارد نگارِ من
بیند چو رویٔ خود زند آئینه بر زمین
از خاکساریم نه گرفتی گهی حساب
افگندیم چو دفترِ پارینه بر زمین

---

(۱) این غزل در جواب غزل محمد مکرم دکنی که خود را نبیرهٔ تانا شاه می گفت، گفته . مطلع غزل مکرم این است:

صد نقشِ سجده از دلِ بی کینه بر زمین
دارد نشانِ طاعت دیرینه بر زمین

پسر محسن، غلام علی مدّاح و علی شیر قانع نیز درین زمینه غزل ها سروده اند
(رک مقالات الشعرا ص ۷۷۲)

زاهد ز سرِّ باده اگر مطّلع شوی
ننهی پیاله را شبِ آدینه بر زمین
این تازه عاشقان همه بدنامِ شهرت اند
"محسن" کجا ست عاشقِ دیرینه بر زمین

مهرت افروخت چراغِ دلِ من مَه بود پنبهٔ داغِ دلِ من
خاکِ نعلینِ تو تا بو کردم رفته بر عرش دماغِ دلِ من
تا که خم خانهٔ گردون برپا ست بادهٔ حسن و اباغِ دلِ من
گلِ داغم ببهار آمده است سیر کن سیر بباغِ دلِ من
"محسن" از گم شده ام هیچ مپرس
گردِ عنقا ست سراغِ دلِ من

مهین نتیجهٔ صنعِ خدا امام حسین
بهین دُری صدف انبیا امام حسین
دل نبی جگرِ مرتضی تنِ زهرا
برادرِ حسنِ مجتبیٰ امام حسین
گرفت هر دو جهان در رکابِ خویش چو شد
سوارِ دوشِ رسولِ خدا امام حسین
صفای مروهٔ دل، آبروی زمزمِ جان
رواج بخشِ ستایٔ هُدا امام حسین
سزد ز خادمیش جبرئیل فخر کند
که هست شاهِ ملایک گدا امام حسین
چرا کند نکند ناز گرم بازاری
که مشتری ست بروزِ جزا امام حسین

سحابِ جود و سخا، تشنه لب محیطِ کرم
بهارِ گلشنِ کرب و بلا امام حسین
بیک اشارهٔ ابرو چو شیشه بر شیشه
زند بیک دگر ارض و سما امام حسین
قبول کرد سهادت پئیٔ شفاعتِ ما
وگر نه کیست یزید و کجا امام حسین
چرا نه غنچهٔ دلهایٔ ما شگفته شود
جهان ریاض و نسیمِ صبا امام حسین
ز نخلِ دشمنِ او بر دمد گلِ آتش
رسد بحشر چو گلگون قبا امام حسین
ترا بهر دو جهان "محسنا" چه غم باشد
که هست وردِ زبانِ تو یا امام حسین

بهر ما زلف را بتاب مکن
عالمی موجِ اضطراب مکن
طفلِ اشکم بشورش ست، بیا
خانهٔ مردمان خراب مکن
آب از سر گذشت مستان را
چشم را ساقیٔ شراب مکن
ساحلِ عافیت بگرداب است
خلق طوفانیٔ عتاب مکن
عشوهٔ مست را عنان مسپار
پایٔ بیداد در رکاب مکن
خجلتش در چهٔ کسوف انداخت
غمزه در کارِ آفتاب مکن
زد و افگند و بست و بُرد دلم
ستمِ زلفِ او حساب مکن
حرف از لعلِ دلفریب مگو
بوسه را بر لبِ من آب مکن
شوخیٔ ناوکِ نگاه ببین
سخنِ چشمِ نیم خواب مکن
"محسنا" رویٔ دل بهر دو سرا
جز بدرگاهِ بو تراب مکن

ز داغ می شگفد لاله زارِ سوختگان
چو شمع شعله دماند بهارِ سوختگان
گهی چو سرمه بچشم و گهی چو گرد بزلف
بچشمِ کم منگر اعتبارِ سوختگان
زبانِ شمع بپروانه این سخن دارد
بیا که سوختگانند یارِ سوختگان
ز لالهٔ سرِ فرهاد می شود روشن
که هست داغ چراغِ مزارِ سوختگان
ز عندلیب چه جوئید سوزِ پروانه
فسرده دل نبرد پی بکارِ سوختگان
خلیل را نه بود بیمِ گرمیٔ آتش
دمد ز شعلهٔ دوزخ بهارِ سوختگان
سپند را طپش و ناله "محسن" از خامی ست
وگرنه دود نه دارد شرارِ سوختگان

خوش بود بهرِ تو جانان سر و سامان دادن
دیدنِ سیرِ گلِ رویٔ تو و جان دادن
جوهرش حلقهٔ گرداب شد از یک نکهت
خانهٔ آئینه تا چند بطوفان دادن
کم ز نیسان نتوان کرد تلافی گشتن
قطرهٔ آب گرفتن دُرِ غلطان دادن
بارها دل بدو چشمِ تو سپردم بشکست
شیشه تا چند توان در کفِ مستان دادن
تازه گردد چمنِ عشق ز سیلابِ سرشک
گریه‌ای کردن و آبی بگلستان دادن

لشکرِ خط اگرش صفحهٔ میدان گیرد
شوکتِ مور توان یادِ سلیمان دادن
"محسنا" گر عوضِ بوسه دهی جان خوب است
این گهر نیست بهر قیمتِ ارزان دادن

زلف بکشا، سورهٔ و اللّیل را تفسیر کن
روی بنما، معنیٔ و الشّمس را تقریر کن
پشت بر دیوارِ حیرت، منتظر استاده ایم
یک زمان ای شوخ سیرِ عالمِ تصویر کن
شهسوارِ من پیٔ هر صید در صحرا متاز
مرغِ دل بستان و شاهینِ نگه را سیر کن
بس بود ابرو، نگه را تند در قتلم مساز
صاحبِ تیری نه باشد دست بر شمشیر کن
وسعتِ صحرای امکان را دلم آورده تنگ
زلف را فرما که این دیوانه را زنجیر کن
واعظ از عشقِ بتان تا چند منعم می کنی
ترک این بیهوده گوئی ها بعشق پیر کن
رشتهٔ تدبیر کوتاه است از دستِ خرد
کارهایٔ خویشتن وابستهٔ تقدیر کن
ای طبیبِ دردِ دل یکدم ببالینم بیا
شربتِ عنابِ لب در کامِ این دلگیر کن
کوهکن شد، وقتِ شیرین کاری ای "محسن" زتست
تیشهٔ کیلکی بگیر و صفحه جویٔ شیر کن

از رقیبِ سنگ دل ای کوهکن پرهیز کن
تیشهٔ خود را بکارِ خسروِ پرویز کن
بادهٔ چشمِ ترا کم کم کشیدن خوب نیست
هر چه بادا باد ساقی ساغرم لبریز کن
ما سرِ خود از ازل پامالِ شوخی دیده ایم
گر دلت خواهد سمندِ ناز را مُهمیز کن
ای صبا مشتِ غباری از رهِ جانان بیار
مغزِ جانِ خاکساران را عبیر آمیز کن
بی تو از آشفتگی تا چند گردد در بدر
این دلِ آواره را در زلفِ عنبر بیز کن
می رسد آن شوخ آتشباز امشب چون برآت
بهرِ او ای دیده اشکِ گرم را گلریز کن
می روی، همچون گهر اشکم بمژگان زد گره
لحظه‌ای بنشین و سیرِ بحرِ گوهر خیز کن
سینه چاکی را دلیل ای دل پریشانی بس ست
کاکلِ مشکینِ او چون شانه دستاویز کن
سرد مهری می نشاند شعلهٔ شوقِ مرا
گرمیِ الفت بفرما آتشِ دل تیز کن
از نگاهش شد چو مژگان عالمی زیر و زبر
ای دلِ "محسن" حذر زان خنجرِ خون ریز کن

پس از عمری مرا این نکته با تکرار شد روشن
که شمع از شمع و یار از یار و کار از کار شد روشن
سوادِ حلقهٔ زلفِ بتان تا کرده ام پیدا
مرا هر معنیٔ پیچیدهٔ زنّار شد روشن

دل از بی دادِ جانان زندهٔ جاوید می گردد
چراغِ من ز بادِ دامنِ دلدار شد روشن
جهد بر شربتِ خونِ دو عالم چشمِ بیمارش
مرا از جنبشِ نبضِ سقیم آزار شد روشن
بود از آتشِ بیداد روشن خانهٔ ظالم
ز خونِ ناحقِ منصور شمعِ دار شد روشن
مشو گمراهِ دشتِ حیرت ای زاهد بیا با من
ز نورِ باده راهِ خانهٔ خمار شد روشن
ز پامالِ ضعیفان نیست کس را صرفه‌ای هرگز
مرا این نکته آخر از زبانِ خار شد روشن
سوادِ دیدهٔ دلهای مشتاق از نگاهِ او
چو چشمِ میکشان از ساغرِ سرشار شد روشن
شبی کان گل بدن در گلشنِ جان جلوه ریز آمد
چراغان شد ز چشمِ بلبل و گلزار شد روشن
مکدّر کی کند گردِ حوادث تا ابد "محسن"
دلی کز دوستیٔ حیدرِ کرّار شد روشن

زاهدِ بی عشق را معذور باید داشتن
درمیانِ راهِ پاسِ کور باید داشتن
بوسه را از ما ضعیفان زیرِ لب پنهان مکن
چند شکّر را نهان از مور باید داشتن
بی تماشایٔ رخت تا چند باشد دل خراب
خانهٔ آئینهٔ را معمور باید داشتن
این قدر پیچیدنت با زلفِ جانان خوب نیست
آخر ای دل رویٔ او منظور باید داشتن
باوجودِ چشمِ مستش باده بی کیفیت است
نشه در سر از مئیٔ پُر زور باید داشتن

ای که از سنگِ قناعت کاسه‌ای داری چرا
فکرِ چینی خانهٔ فغفور باید داشتن
پنبه را از ریشِ هر حلاّج نتوان چید، لیک
غم ز خونِ ناحقِ منصور باید داشتن
از فشارِ تنگیِٔ دل مُرده‌ام ای جان تا بکی
خویش را از زندگی در گور باید داشتن
تخمِ نیکی را بیفشان بر بدان هم گر ترا
چشمِ حاصل از زمینِ شور باید داشتن
هر کجا بینی دلِ پر سوز خاکش توتیا ست
چند چشمِ سرمه‌ای از طور باید داشتن
قربِ او بُعد از خود ست و وصلِ او قطع از همه
خویش را "محسن" چرا مهجور باید داشتن

سزد ای کمانِ ابرو رهِ عشوه ساز کردن
دلِ عالمی مُشبّک بخدنگِ تاز کردن
بنگاهِ چشمِ جادو دل و دینِ ما ربودی
دگر از چه دستِ مژگان سوی ما دراز کردن
گلِ گلشنِ شهادت شگفد برنگِ دیگر
بکلیدِ (۱) تیغ این جا درِ غنچه باز کردن
بخیالِ زهد و تقوی بخوری فریب زاهد
بگناهِ ما نیرزد بریا نماز کردن
چه خوش است حالِ رندی که نه گشته فوت ازوی
همه روز باده خوردن همه شب نیاز کردن
بگلِ عذارِ جانان اگرم صبا رساند
نفسی توان چو بلبل لبِ شکوه باز کردن

---

(۱) محک: ز کلید

مژه را اگر چه بستم ز نگاهِ ساده رویان
درِ دل بروی‌ٔ ایشان نتوان فراز کردن

مگذر ز حق مصوّر کمرش کجا و موئی
بمیانِ هر دو باید بدل امتیاز کردن

غزلی جواب "خسرو" چو نمود(۱) نظم "محسن"(۲)
سزدش بآفرینی ز تو سرفراز کردن

[م- نسخه الف ص ۲۹۲-۲]

(ردیف و)

ز راهِ جور نمانیم هیچ باز است تو
بجانِ خویش روان می کشیم ناز از تو

بغارتم چه ضرور است لشکرِ مژگان
دل از تو جان و تنم از تو سوز و ساز از تو

بآزمایشِ من گر بدل ترا میل است
طلا شدن ز من و بوته‌ٔ گداز از تو

چو بوالهوس نشاسی مرا که در رهِ عشق
ز من سپردنِ جان ست و امتیاز از تو

---

(۱) محک: نموده

(۲) مطلع غزل خسرو:

چه بلا ست از دو چشمت نگهی بناز کردن
مژه را کشاد دادن درِ فتنه باز کردن

تونی که در چمن از شوخیت نمی گنجد
پرده های دلِ غنچه بوی راز از تو
ز باده خانهٔ لطفِ تو عالمی مست است
غرور و زهد ز تو، رندی و نیاز از تو
بغیرِ عشقِ تو ایمان کجا قبول شود
که روزه از تو و حج از تو و نماز از تو
بتارِ نالهٔ عشاق بستهٔ قانون
رهِ عراق ز تو پردهٔ حجاز از تو
اگر ز دیدهٔ بد بین حجاب بر خیزد
بود محبتِ محمود با ایاز از تو
اسیرِ زلفِ تو "محسن" شود ز طولِ امل
که هست در دلِ او آرزو و راز از تو

حسبِ حالِ من اگر دلدار پرسد هوبهو
صورتِ حیرانیم آئینه گوید روبرو
نازهایٔ ابروش را وسمه فهمد چین بچین
شیوهای زلفِ او را شانه داند موبمو
از تمنایٔ قدم بوسش چو خاکم دربدر
و ز هوایٔ شوق پیغامش چو بادم کوبکو
قلزمِ هستی نه تنها دل بهم زد سر بسر
جسته اشکم آن گهر دریا بدریا جوبجو
گر نه آن محراب ابرو جلوه کردی جابجا
قبلهٔ عشاق کی می شد معین سوبسو
بسکه با جانان نمودم اتحادِ دل بدل
می کنم "محسن" دعائی از دهانِ او باو

ساقیٔ من کجا و مطرب کو — که سخن‌ها مراست از لبِ او
بخیالم نمی رسد گاهی — بر زدم سر بکاسهٔ زانو
گر ببزمِ چمن رود سروش — بیضهٔ قمریان کند کو کو
ذکرِ سروش بحلقهٔ قمری — سخنی تازه داشت بر لبِ جو
تلخیٔ باده ناگوارا نیست — نمکِ دلبری ست تندیٔ خو
از خیالِ جمالِ سیم بران — داده خوش دولتی آئینه رو
نگهِ او بدلبری سحر است — دیدم اعجازِ نرگسِ جادو
از میان دست را بکش نقّاش — خامه را نیست تابِ یکسرِ مو
مومنان داد از نگاهِ کجش — هست کارِ فرنگ این چاقو
چون کبوتر بگردِ این حرمم — ذکرِ توحید می کند (۱) یاهو
عاشقی معتکف بمحراب ست — نیست خالش بگوشهٔ ابرو

بخطش زلف خوش تماشائی ست
"محسنا" در بنفشه بین شبّو

[م- نسخه الف ص- ۳۰۳-۱]

آتشین روئی که شد دل در برم خوناب ازو
مردمِ چشمِ تحیّر تا کمر در آب ازو
در نظر دارم تماشائی که در چشمِ ترم
صرفِ حیرت گشت چون آئینه یکسر خواب ازو
حسنِ یکتایش ز بس کثرت گداز افتاده است
شد کمندِ وحدتِ من حلقهٔ گرداب ازو
عکسِ رخسارش چسان بیند دلِ من بی حجاب
در پسِ آئینه پنهان می شود سیماب ازو
آن که دارد تازه باغِ کائنات از یک نظر
مزرعِ امیدِ "محسن" می شود سیراب ازو

[م- نسخه الف ص- ۲۹۶-۱]

---

(۱) محک: می کنم

چو چشمِ کور بُوَد شمعِ انجمن بی تو
چراغِ کشته بود روح در بدن بی تو
بعید نیست که از آتش فراق بخاک
چو داغِ لاله زنم شعله در کفن بی تو
نه مَی ز محتسب و نه گل از خزان گیرد (۱)
هر آنچه دید دلِ ناتوانِ من بی تو
اگر ز نظم بیفتد کلامِ من چه عجب
گم از زبان شده سر رشتهٔ سخن بی تو
بنالهای رسا عندلیب عرض کند
به "محسن" آنچه گذشت ست درچمن بی تو

[م- نسخه الف ۱-۳۰۱]

ندارم با تو بحث ای مدعی از من سخن بشنو
تو گر بیگانه حرفِ آشنا خواهی ز من بشنو
نهالِ قامتِ او میوهٔ دل بار می آرد
تو بی حاصل چه گردن می کشی سروِ چمن بشنو
زبانِ تیشه دارد شکوه از سنگین دلهایت (۲)
اگر باور نیاید از مَنَت از کوهکن بشنو
نسیمِ مصر دارد نوبهارِ گلشنِ کویش (۳)
ز هر برگِ گلی یعقوب بوی پیرهن بشنو
چرا حالِ دلِ مهجورِ من از دیگران پرسی
تو از "محسن" حدیثِ ساکنِ بیت‌الحزن بشنو

[م- نسخه الف ۱-۳۰۱]

---

(۱) محک: خزان بیند (۲) دلهایش (۳) بویش

از ناله نرم شد دلِ نا مهربانِ تو
آخر بزورِ عجز کشیدم کمانِ تو
یک مو نیافتیم نشان از میانِ تو
حرفی شنیده ایم همین از دهانِ تو
تسخیر کرد کشورِ دلها بیک ادا
نصرت نصیب غمزهٔ صاحب قرانِ تو
دشنام را بمن عوض بوسه می دهی (۱)
تلخ است عیشم از لبِ شکّر فشانِ تو
از "محسن" تو طرفه معافی بیان شود
گر لفظِ آفرین گذرد بر زبانِ تو

[م- نسخه الف ص ۳۰۲-۱]

می دمد جان در تنِ عاشق صریرِ تیرِ او
نیست کمتر از دمِ عیسیٰ دمِ شمشیرِ او
چون نه بخشد زخمِ او دل را حیاتِ تازه‌ای
هست جانِ عالمی در قبضهٔ شمشیرِ او
طرفة العینی چون مژگان عالمی برهم زند
فتنهٔ خوابیده یعنی دیدهٔ زه گیرِ او
گر شود وصلش نصیبِ من ندانم چون کنم
منکه از خود رفته ام از شوخیٔ تصویرِ او
شانه می باید گره از زلفِ دلبر وا کند
در کفِ هر کس نه باشد ناخنِ تدبیرِ او

---

(۱) محک: می دهد

رفتن میخانه آسان بود و بر گشتن محال
الحذر ای زاهدان از خاکِ دامن گیرِ او
بلبلان را نغمهٔ تحسین بشعرِ "محسن" است
سیر داود نوبهارِ گلشنِ تقریرِ او

[م- نسخه الف ص ۳۰۲-۱]

چه سحر است این که دارد لعلِ معجز آفرینِ او
بدل بردن یدِ بیضا بود در آستینِ او
تجرّد پیشه می باید زند لافِ سلیمانی
که باشد کندنِ دل از جهان نقشِ نگینِ او
بتی دیر آشنائی زود رنجی کرده ام پیدا
که کم از تیغِ ابرو نیست هر چینِ جبینِ او
چنان تخمِ محبّت کِشته اند در گلشنِ کویش
که جایِ سبزهٔ دل می دمد، از گل زمینِ او
ز بس دل های پر خون در رکابش گرمِ جولان ست
برنگِ دامنِ گلچینِ بود دامانِ زینِ او
اسیرِ دام الفت را حیاتِ تازه می بخشد
که موجِ آبِ حیوان ست زلفِ عنبرینِ او
بجایِ بوسه دشنامِ لبت تسکین به "محسن" داد
تسلّی شد بهیچ آخر دلِ محنت گزینِ او

[م- نسخه الف ص ۳۱۲-۲]

شوخی که از جان می کشم هر لحظه صد بیداد ازو
در سینه مانندِ جرس دل می کند فریاد ازو
جز خانهٔ زین کاندرو هر لحظه گردد جلوه گر
در کشورِ هستی نه شد یک خانهٔ آباد ازو

گر دل ز یادِ آن مژه در سینه خون گردد چه دور
جوهر چو بسمل می طپد در بیضهٔ فولاد ازو
هم جلوه‌های گل ازو هم نالهٔ بلبل ازو
هم جام ازو هم مل ازو هم دل ازو هم داد ازو
ابرو کمانی را که من قربانِ نازش می روم
خیزد، ز هر شستِ مژه صد ناوکِ بیداد ازو
آیا نسیمِ جلوه اش دیگر چه نیرنگ آورد
شد برگ و بارِ هستیم چون بوی گل برباد ازو
"محسن" بزندانِ جنون می رفت و می خواند از "اسیر" (۱)
"شاید که روزی بشنود حرفی مبارک باد ازو"

[م- نسخه الف ص ۳۰۶-۱]

اگرچه گشته قدم حلقه چون کمان بی تو
خدنگِ ناله نه رفته است تا نشان بی تو
کنون چو نی نتوانم لب از فغان بندم (۲)
که شد بناله بدل مغزِ استخوان بی تو
بکس حکایتِ هجرِ تو چون کنم که مرا
شراره می جهد از شعلهٔ زبان بی تو
بشوقِ دیدنت ای نورِ دیده نبود دور
که خیزد از جگرِ مردمک فغان بی تو
بجستجوی تو "محسن" ز پای ننشیند
همیشه اشک کند هر طرف روان بی تو

[م- نسخه الف ص ۳۰۶-۲]

---

(۱) شعر اسیر: هر دم لباسِ تازه‌ای از داغ در بر میکنم
شاید که روزی بشنوم حرفی مبارکباد ازو

(۲) محک: فغان بستن

نگه از زلفِ مشکینِ تو شُد دامِ رمِ آهو
"سیه چشمی ز هند آورد پیغامِ رمِ آهو" (۱)
باین وحشت نگاهی چشمِ الفت از تو پر دور است
بود آغازِ رمهای تو انجامِ رمِ آهو
نشانِ وحشت از خاطر نه گردد محو مجنون را
چسان از لوحِ صحرا حک شود نامِ رمِ آهو
چه افسونِ محبت خواند یا رب وحشی چشمش
که شد آهوِ آهو گیرِ ما رامِ رمِ آهو
زمین را چشمِ حیرت باز شد بهرِ تماشایش
بصحرا نقشِ پا ننشسته از گامِ رمِ آهو
بزه پیوست تیرِ ناز تا ابرو کمانِ من
طپیدن های دل شد نبض در دامِ رمِ آهو
پی وحشی نگاهی دل ربائی چشم گیرائی
چو "محسن" سخت افتادیم در دامِ رمِ آهو

گهی گر گوشه‌ای گیرم ز تیرِ آن کمان ابرو
بصد انگشتِ مژگان می دهد او زان نشان ابرو
چنین گر مائلِ خون ریز باشد چشمِ او شاید
که تیغِ خویش آویزد ز طاقِ آسمان ابرو

---

(۱) "وقتی از حضور جنت مکان میان نور محمد والی سند این مصرع:
سیه چشمی ز هند آورد پیغامِ رمِ آهو
بطرف شیخ شکرالله ناظم بلده رسیده، تا در شهر از شعرا پیش مصرعش درست کنانند.
معزي اليه با شکرالله غزلی درست کردند". (مقالات‌الشعرا ص ۲۱۹)

چو خیزد از کمانِ نازِ شهبازِ خدنگ او
روان در نیمه ره بوسد تذروِ روح چنگِ او
بطبعم جورِ جانان بیش تر از لطف می سازد
شکستِ شیشه ام را مومیائی گشت سنگِ او

چه خورم ببزمِ عشرت قدحِ شراب بی تو
که گره چو گریه گردد بگلویم آب بی تو
[م- نسخه الف ص- ۲۹۹-۱]

(ردیف ه)

از دل چه اشک ها که بچشمِ تر آمده
تا نخلِ قامتِ تو مرا دربر آمده
فریاد و ناله صف زده در مسجدِ الم
یا رب خطیبِ نازِ که بر منبر آمده
بر نقدِ داغ و جنسِ غمت می زند نخست
ای دل فغان که آن بتِ غارت آمده
هر تخمِ اشک کز جگر افشاندم از غمش
شد لاله و ز دامنِ صحرا بر آمده
ای من اسیرِ زلفِ تو آشفتگی مکن
گر حرفِ من ز زلف پریشان تر آمده
از بهرِ کشتنم نگهت در صفِ مژه
مانند ترکِ مست بصد خنجر آمده
"محسن" ز اژدهای فلک اضطراب چیست
چون تکیهٔ کلام تو یا حیدر آمده

نظر نه کردن و آرزدن ای خدای که چه
تو شاهِ حُسنی و رنجهدن از گدای که چه
حنا بستن (۱) و بر شانه دست نا بردن
بخونِ چاک دلان این همه جفای که چه
چو مغز جای بهر استخوانِ من کرده (۲)
دگر ز ناوکِ مژگان مپرس های که چه
معاف دار که این حرف با تو گستاخی ست
نه داده بوسه و دشنام جا بجای که چه
برنگِ شیشهٔ می مست نیستی "محسن"
بعین خنده کنی گریه های های که چه

[م- نسخه الف ص-۳۱۴-۲]

رویت گلی ست کز (۳) چمنِ جان بر آمده
خطِ تو خار گردِ گلستان بر آمده
از بسکه خون گریستم از دستِ آن نگار
مژگان برنگِ پنجهٔ مرجان بر آمده
سروش هنوز در چمنِ ناز خفته بود
کز قمریان خروش به کیوان بر آمده
هر پارهٔ جگر که بکویش (۴) فشانده ام
با طفلِ اشک دست و گریبان بر آمده
از سوزِ سینه ام شرری جست و چرخ سوخت
"محسن" ازین تنور چه طوفان بر آمده

[م- نسخه الف ص-۳۱۶-۲]

---

(۱) محک: حنا نه بستن (۲) محک: کرده است
(۳) محک: از (۴) محک: بکویت

گرفتم از رخش بندِ نقاب آهسته آهسته
شدم چو ذرّه محوِ آفتاب آهسته آهسته
باندک وصل عاشق شیوهٔ معشوق می گیرد
که آب ازصحبتِ گل شد گلاب آهسته آهسته
بتدریج از میان بر می گرفتم پردهٔ هستی
که تا کردم کتان را ماهتاب آهسته آهسته
همین حرف ست در بزمِ حریفانُ بر لبِ ساغر
که از لعلش توان شد کامیاب آهسته آهسته
بفرصت می توان سامان نمودن کارها "محسن"
که گردد سنگ هم لعلِ مُذاب آهسته آهسته

[م- نسخهٔ الف ص-۲۱۷-۲]

از لختِ دل فشاندم تخمی بنهر کناره
تا از بهارِ حسنش چیدم گلِ نظاره
برقِ نگاهِ شوخش از بسکه خرمنم سوخت
شد سرمه دودِ آهم در دیدهٔ ستاره
در باغِ سینه بشکفت از آبیاریٔ اشک
گل هایٔ داغ هر سو چون لالهٔ هزاره

شوخ بد مست و دلربا شدهٔ[ای] چه بگویم دگر چها شدهٔ[ای](۱)
نورِ چشمم خوش آمدی بنظر مردمِ دیدهٔ وفا شدهٔ[ای]
می چکد از گلت گلاب بگو با نگاهِ که آشنا شدهٔ[ای]
از غبارم چو باد می گذری این قدر بی وفا چرا شدهٔ[ای]

---

(۱) محک: چقدر شوخ و با ادا شده[ای] گاه بت که خدا نما شده[ای]

دست از دامنت نمی دارم گرچه از من گریز پا شده[ای](۱)
تا قد افراختی شهید شدیم سرو بستان کربلا شده[ای]
سخت می پیچی ای نسیم سحر مگر از زلف او جدا شده[ای]
مشت خاکی بباد نسیان ده ای که پرسان حال ما شده[ای]
"محسن" از ساغر کیه می خوردی
این قدر مست از کجا شده[ای]

[م- نسخه الف ص ۳۰۸-۲]

خوردم ز عشق زخم نمایان تازه[ای]
کردم بهار چاک گریبان تازه[ای]
شوریده مغزم از شکر بوسه کسی
کردم نمک چشمی ز نمکدان تازه[ای]
زنار من برشته تسبیح تاب خورد
دارم بکفر زلف تو ایمان تازه[ای]
ای دل بسینه گر نه بود جا برون خرام
مجنون تازه[ای] و بیابان تازه[ای]
چون غنچه دل ازین چمنم وا نمی شود
دارم هوای سیر گلستان تازه[ای]
هر چند می کشد دم تیغ نگاه تو
لعل تو باز می دهدم جان تازه[ای]
افسرده شد حرارت شوق ای نغم نگار
بر آتش دلم دو سه دامان تازه[ای]
سامان و سر اگر برهش باختم چه شد
هم او دهد مرا سر و سامان تازه[ای]
رنگین صفیریت دل "محسن" ربوده است
ای عندلیب نغمه بدستان تازه[ای]

[م- نسخه الف ص ۳۰۸-۱]

---

(۱) محک: دست از دامنت نمی داریم گر چه از ما گریز پا شده[ای]

(ردیف ی)

دیده ام ماه رخی بر فلکِ نیکوئی
ختم خورشید وشی، طاق هلال ابروئی
چهره رومی و خطش هندی و زلفش زنگی
خالِ مشکین ختنی چشمِ سیه آهوئی
می توان حاکمِ بحرین و بدخشانش گفت
رنگِ لب لعلی و آبِ عرقش لولوئی
بسکه از دستِ حنائی یدِ بیضا دارد
تافته پنجهٔ خورشید بآتش خوئی
"محسنا" در چمنِ حسن نه دیدم سروی
با چنین گل بدنی غنچه لبی خوشگوئی

تا که دستِ شانه بر گیسویٔ عنبرسا زدی
دل ز دستِ عالمی بردی و بر جانها زدی
با قدِ دلجو که پیشش سدره را هم بار نیست
نخلِ طوبیٰ را بخاک از عالم بالا زدی
بلبلان صحنِ چمن را دشتِ محشر کرده اند
تا که راهِ کاروانِ خندهٔ گلها زدی

تا سیرِ لاله در چمنِ دل کند کسی
بهرِ چه رو بباغ ز منزل کند کسی
گر عشوه خانه سوز نه تعمیرِ دل کند
تا کی باشک خاک زمین گل کند کسی

کشتی حریفِ موجهٔ طوفانِ گریه نیست
بهتر که سیرِ بحر بساحل کند کسی
گر تیغ بارد از نگهِ جنگجویٔ تو
قطعِ نظر ز رویٔ تو مشکل کند کسی
کشتی مرا و بال تکاندن نمی دهی
منعِ طپش چگونه ز بسمل کند کسی
گشتم غبار و از سرِ خاکم نمی رود
دیگر چه شکوه از دلِ قاتل کند کسی
"محسن" دل تو با دلِ او روبرو شود
گر شیشه را بسنگ مقابل کند کسی

در غمت ای جان چو شمع، گو که گدازد کسی
چون تو نه سازی بکس با تو چه سازد کسی
شمع ز خجلت گداخت سرو ز پا اوفتاد
پیش تو ای سروِ ناز قد چه فرازد کسی
آن بدمی پائمال وین بغمی در زوال
بر سرِ مال و جمالِ به که نه نازد کسی
منکه و موسی و طور بی خود و بی جا شده
نیست که از جلوهات رنگ نه بازد کسی
سایهٔ موری درو شیرِ ستم خفته است
به که بمیدانِ عشق اسب نه تازد کسی
همچو جرس در دهان باید از آهن زبان
تا ز غمش داستان خوب طرازد کسی
سایهٔ مهرِ علی از سرِ او کم مباد
"محسنِ" بیچاره را گو ننوازد کسی

دل داده ام بطفلی بی مدعا بجنگی
چون مست زود رنجی چون باده شوخ و شنگی

برهم زن دیاری آشوب روزگاری
سنگین دلی نگاری کافر بت فرنگی

می نوش خود پرستی چون چشم خویش مستی
ابرو کمان بدستی تیر مژه خدنگی

لاغر میان موری از راه رحم دوری
شیرین لبی و شوری گلگون و سبز رنگی

شوخی خرد فریبی جز جور ناشکیبی
جویان چاک جیبی سوزان نام و ننگی

یاری ستم ظریفی ساغر کش حریفی
عیّار و بس لطیفی رندی هزار رنگی

مستی همه عتابی مغرور بی حسابی
در جنگ پر شتابی در صلح پر درنگی

بالا بلند سروی نازک بدن تذروی
بر قلبها شکستی بر شیشه خانه سنگی

چشمان پر خمارش در دلبری بلائی
مژگان جان شکارش شاهین تیز چنگی

آن سبز گلعذارم کز وی چو خار خوارم
بر روی روزگارم نگذاشت هیچ رنگی

سوز فراق جانان دود از دلم بر آورد
ای آه سینه سوزي وی خون دیده رنگی

از بسکه داغ گشتم زان لالهٔ محبت
در کوهسار دردش گردیده ام پلنگی

دست خوش نگاهش گشتم ز ناتوانی
آخر کفِ سلیمان بگرفته مور لنگی
دنبالِ حالِ "محسن" افتاده است نازش
مانندِ شاهبازی کافتد پیٔ کلنگی

داد از دستِ بتی سنگ دلی مدهوشی
شیشهٔ دل شکنی ساغرِ صهبا نوشی
صبر تاراج کنی خرمنِ جانها سوزی
سخت بیگانه وشی با دلِ کس کم کوشی
سبز رنگی صنمی غنچه لبِ نرگس چشم
نو خطی گلبدنی سرو قدی گل پوشی
گرم بازار کنی سود و زیان نشناسی
شکرِ بوسه بنقدِ دو جهان نفروشی
شوخ و بد مست و شلائین و ستم گار و ظریف
رند و عیّار و حریفی و سراپا هوشی
پیشِ طرّاریٔ او عقلِ فلاطون دنگی
پیشِ مکّاریٔ او گربهٔ زاهد موشی
می رسد از پیٔ تاراجِ دل و دین و خرد
ناله از سینهٔ من خاست حریفان کوشی
ناوک انداز نگاری که بشوقِ تیرش
می توان شد همه تن همچو کمان آغوشی
گر دهد دست بمیخانهٔ عشقش "محسن"
همچو من رند و غزل خوان و سبو بر دوشی

گر بزلفش نه کند چشم سیاهی گاهی
نه تَنَد مردمکم تارِ نگاهی گاهی
بیمِ جان چند دلا از نگهِ شوخ مترس
بَر دمِ تیغ گرفتن سرِ راهی گاهی
گر دران چاهِ زنخدان دلم افتد چه عجب
یوسفِ مصر فتد نیز بچاهی گاهی
تاجِ خورشید ز خجلت بزمین می افتد
ماهِ من گر شکند طرفِ کلاهی گاهی
شرر افشان رود از چرخ چو فوّارهٔ خون
گر ز دردِ تو کشم از جگر آهی گاهی
شانه آویز بزلفِ تو کند بی گنهم
قاضیٔ عشق نه پرسید گواهی گاهی
رحم کن ای بتِ شیرین دهن جادو چشم
بوسه‌ای گر نکنی لطف نگاهی گاهی
گفتم ای جان بدلت رحم گهی می گذرد
گفت "محسن" بچنین حالِ تو گاهی گاهی

ای صبحِ عید رویت مرآتِ غمزدائی
ابرویٔ چون هلالت مفتاحِ دل کشائی
اقبال هم عنانت دولت ز چاکرانت
نصرت بر آستانت سرگرمِ جبهه سائی
گر بشگفد زخلقت هر غنچه دل عجب نیست
در گلشن تصوّر یادت کند صبائی
از فیضِ ابرِ دستت کشتِ امید سر سبز
زان سان که می کند گل خارِ برهنه پائی

دشمن ز برقِ تیغت حکمِ سحاب دارد
رخ تیره، چشم گریان، دل آب و تن هوائی

الفاظِ جود و احسان بی معنی اوفتادی
با وی اگر نه کردی مضمونت آشنائی

از سرد مهریٔ چرخ، غم نیست در زمستان
چون آفتابِ جودت بر ما کند قبائی

در وصفِ چینِ زلفت هر لحظه نافه افگند
کلکم بدشتِ کاغذ چون آهویٔ خطائی

تا رسمِ روزه و عید باشد بدهر، باشد
عمرت به خضر توام عیشت بدل کشائی

"محسن" چو عندلیبان در گلشنِ مدیحت
یا رب کند همیشه مشق غزل سرائی

باین جهل هم چشمِ دل گر کشائی ز هر ذرّه بینی ظهورِ خدائی
فلکها همه در تو، غوری بفرما چو فکرِ منجّم ببالِ رسائی
دلِ تو محیطِ بسیط و مرکّب تو همچون جمادات بی حس چرائی
درین بحر غوّاصی کن بیابی دُرِ لایقِ مسندِ کبریائی
درین باغ سیری نما تا ز هر گل بری بوی آن لا مکان جا بجائی
بدل آشنا شو بکن از دو عالم جدائی جدائی جدائی جدائی
چه صورت که آئینه ات می پزیرد گر از خاکساری بگیری صفائی
اگر خار خارِ هوس دور سازی چه گل ها که چینی ز بی دست و پائی
بود عجز ادراک مقصودِ سالک قدم نِه درین راه گر یارِ مائی
ز راهِ نفس رو بکویٔ محبّت جنون پیش پیش از پیٔ رهنمائی
نه خود را شناسی نه حق را نه دل را ز هر غافل جاهل نا رسائی
ترا بهرِ عرفانِ خود آفریده تو معروف در کرخِ جهل آزمائی

ز مسواک و تسبیح و دلقت چه حاصل
چو دل تیره کردی ز زهد ریائی
بیا راهِ میخانهٔ عشق بر گیر
کزین هوشِ بی هوش یابی رهائی
خوشا رندی و ورع در مسجدِ دل
خوشا شاهی و هم لباسِ گدائی
بکش دلقِ شیدی ز فرق غرورت
بکن از حریرِ ملامت قبائی
در آ در صفِ اهلِ دل بی تامّل
ببین شان و شوکت ببین کبریائی
بهر گوشه بنگر دلی پر ز مهری
یکی را نصیری یکی را خدائی
عجب با وفا دارد آن ساقیٔ ما
که در دل فرو زد چراغِ هدائی

بجز مهرِ او "محسن" از آفتابی
نه بینی بدل ذرّهٔ روشنائی

خورشیدِ اوجِ کون و مکان مرتضیٰ علی
روشن کنِ زمین و زمان مرتضیٰ علی
هر دانه‌ای ز سبحه بدستِ تو گل کند
سازی اگر تو وردِ زبان مرتضیٰ علی
در گلشنِ قیامتِ کبریٰ نه گشت خوار
آن را که داد عزت و شان مرتضیٰ علی
مهرش کدام غنچهٔ دل وا نه کرده است
حلّالِ مشکلاتِ جهان مرتضیٰ علی
هفتاد بار مرده نصیری و زنده شد
دارد بدست رشتهٔ جان مرتضیٰ علی
از بهرِ دشمنان و پیِ دوستانِ خویش
قسمت کنِ جحیم و جنان مرتضیٰ علی
دُر خیز گشت دشتِ نجف از قدومِ او
سرمایه بخشِ قلزم و کان مرتضیٰ علی
شیرِ خدا، وصیٔ نبی، زوجِ فاطمه
کرسی نشین و عرش نشان مرتضیٰ علی
"محسن" ز حادثاتِ فلک هیچ باک نیست
ما را چو داد امن و امان مرتضیٰ علی

در حلقه‌های زلفِ تو تا جا کند کسی
دیگر کدام سلسله برپا کند کسی
گیرم که عمرِ خضر دهد بی تو روزگار
بهرِ کدام عیش تمنّا کند کسی
پندِ تو زاهدا بدلِ من اثر نه کرد
بیمارِ عشق را چه مداوا کند کسی
ای غنچه از شمال کشائش طمع مدار
کو آن قدر نسیم که دل وا کند کسی
دورِ سپهر از مئ انصاف پُر تهی است
جز خونِ دل چه باده بمینا کند کسی
آخر فتاد کشتئ مردم بچار موج
تا کی شنا باشک چو دریا کند کسی
گر از بهار، قطعهٔ فردوس شد زمین
بی گلشنِ رخش چه تماشا کند کسی
"محسن" ز ننگ و نام گذشتم نه گشت رام
خود را دگر برائ چه رسوا کند کسی

[م- نسخه الف ۳۳۰-۱]

چو شدی غبارِ گلشنِ بصبا رسیده باشی
ز خودی چو در گذشتی بخدا رسیده باشی
بگذر ز ناله ای دل چه کند طبیبِ کامل
همه درد چونکه گشتی بدوا رسیده باشی
اگر از غمِ زمانه بخیالِ دوست رفتی
ز کجا گذشته باشی بکجا رسیده باشی

تو که جمله تن‌شدی خون ز کمالِ سبز بختی
بکفِ نگار روزی چو حنا رسیده باشی
نه روی بسعیٔ مروه اگر از یقینِ کامل
ز طوافِ کعبهٔ دل بصفا رسیده باشی
سر و برگِ ناله چون نی چه کم‌ست مفلسان را
ز شکر چو باز ماندی بنوا رسیده باشی
بخیالِ زخمِ دیگر شده ایم خاک یکسر
بمزارِ ما شهیدان ز وفا رسیده باشی
دگر از شکسته بالی ز قضایٔ حق ننالی
چو ز مشهدِ توکّل به رضا رسیده باشی
ز بلا چه شکوه داری بگذر ز آه و زاری
تو که در الست "محسن" ببلا رسیده باشی

طفلِ اشکم از نظر انداختی قدرِ مردم آدمی نشناختی
نردِ عجز از پاک بازان کس نه برد زین حریفان هر چه بُردی باختی
شد غبارم سرمهٔ چشم رکاب بسکه اسبِ ناز بر من تاختی
شمع شد پروانه گل شد عندلیب طرفه نیرنگِ دگر پرداختی
چار تارِ زندگی ناساز بود لطف کردی از کرم بنواختی
از نگاهِ گرم "محسن" را چو شمع
تا بمغزِ استخوان بگداختی

دلم را برد شوخی خورد سالی پسر هندو بتی ابرو هلالی
نگارِ مست و هولی باز و رنگین (۱) که ریزد خون دلها بی ملالی

---

(۱) منتخب: نگاری مست هولی یار رنگین

به پیچکاری مگر رنگِ رخم بود — که زردی می زند بر رنگ آلی
عبیر آلود زلفِ عنبرینش — سیه ماری ز گرد آشفته حالی
پری رو دلبری بی رحم و شوخی — بتی سنگین دلی نازک نهالی
ز هولی بازیش افسوس "محسن"
نصیبِ ما نه شد مشتِ گلالی

خاکِ راهم بانتظارِ کسی — نقشِ پایم پرهگذارِ کسی
نیست روشن سوادیَم بی وجه — خوانده ام من خطِ غبارِ کسی
زاهد این نشأه ام ز ساغر نیست — مستم از چشمِ پرخمارِ کسی
دل ز من می رمد، نمی داند — که شود نا گهان شکارِ کسی
داد جمعیّتم پریشانی — در خمِ زلفِ تابدارِ کسی
بی تو داغ ست عالمی را دل — سیر کن گاه لاله زارِ کسی
پَر زند از لحد چو پروانه — گر شوی شمع بر مزارِ کسی
جز جمالت گمان مبر ای جان — کاید این زندگی بکارِ کسی
با چنین تیره روزیَم "محسن"
سرمهٔ چشمِ اعتبارِ کسی

غیری ز چه هم شراب سازی — تا چند دلم کباب سازی
ای عشق کتان طاقت من — پاشیدهٔ ماهتاب سازی
از مطلعِ مهر اگر بر آئی — هر ذرّه ام آفتاب سازی
پایٔ تو ز خون نگار بندد — گر چشمِ مرا رکاب سازی
سیلی تو که در قلمروِ دل — هر جا که رسی خراب سازی
چاهِ ذقنت نمی شود پُر — گر بوسه ز حسرت آب سازی
خورشید ز دفترِ جمالت — فردی ست که انتخاب سازی
هم رنگِ گلی ولی بگلشن — گلها بنگه گلاب سازی

در دعویٔ حسن صد چو یوسف از غمزه‌ای لاجواب سازی
بیداریٔ من نه ساخت کاری ای دیده مگر بخواب سازی
ای خط تو بخال شرح منویس از نقطه چرا کتاب سازی
این مشتِ غبارِ خویش "محسن"
خاکِ درِ بو تراب سازی

دلم شد زخمیٔ مژگان خدنگ ابرو کمان داری
نشانِ عافیت را محو سازی، چشم بیماری
ببازارش دکان را تخته سازد یوسفِ مصری
متاعِ غمزه ارزان کن بتی عاشق خریداری
بچشمِ مردمیها شرم گینی عین تمکینی
ببزمِ مَی کشی ها دلبری از خویش هشیاري
شلائینی کج اندیشی نمک بر زخمِ دل ریشی
بتیرِ ناز هم کیشی بتیغِ غمزه هم کاری
سیه مستی همه هوشی چو می خاموش و در جوشی
قدح نوشی جفا کوشی حریفی طرفه عیّاری
بلایٔ جان دل آرامی، خود آرا شوخ خود کامی
بگاه بوسه دشنامی بجایٔ رحم آزاری
نگه آهو، میان موری، کمانِ حسن را زوری
ملیحی یک جهان شوری، شکر لب تلخ گفتاری
بیک جا برد در تاراجِ گلشن نوبهارِ من
ز گل رنگ و ز بلبل ناله و از من دلِ زاری
هزاران آفرین "محسن" به "اسلم" کن که می گوید
"دلم شد صید هندو زاده‌ای آئینه رخساری"

نمی گویم جهان تسخیر کن تا پیشوا گردی
سلیمانِ زمانی گر بموری آشنا گردی
خیالاتِ کله داری حباب آسا بنه از سر
کزین سودای هیچ و پوچ بربادِ فنا گردی
بغم خوردن اگر قانع شوی در (۱) نعمتِ دنیا
دگر از لقمهٔ چربِ کسان بی اشتها گردی
ذبیح الله نه خواهی گشت ای دلبستهٔ دنیا
برای گوسفندی گرچه قربانِ خدا گردی (۲)
مشو مورِ حریصِ خرمنِ دون همتان "محسن"
مباد از گردشِ چشمِ خسیسان توتیا گردی

[م- نسخه الف ص ۳۲۰-۱]

شیشهٔ دل در کف سنگین دلی افتاد هی
هی شکستن، ناله هی، هی بیکسی، فریاد هی
باز دستِ کافرِ زلفش بغارت شد دراز
هی ستم، هی ظلم، هی فریاد، هی بیداد هی
نشترِ مژگان رگِ جانم بچنگ آورده است
موجِ خونِ من ز سر بگذشت هی فصّاد هی
سرمه گون چشمی، گلوی ناله‌ام افشرده تنگ
تیره بختی هی صدائی بی زبانی داد هی (۳)
کارِ "محسن" با بتانِ سنگ دل افتاده است
سخت جانی همتی، نازک دلی امداد هی

[م- نسخه الف ص ۳۲۷-۱]

---

(۱) محک: از (۲) در اصل مخطوطهٔ دیوان مصرعهٔ دوم مقطع را این جا مکرر نوشته است از محک کمال تصحیح شد (۳) محک: هی سیه بختی صدای بی زبانی داد هی

همچو نرگس نگرانم بتمنّای کسی
هست خالی بسر و دیدهٔ من جای کسی
شد پریشان چو دلِ غنچه در آخر مغزم
بسکه پر گشته سرم از گلِ سودای کسی (۱)
قمریان گردِ سرم حلقهٔ ماتم زده اند
جان فدا می کنم امروز ببالای کسی
همچو آن زنگلهٔ پای که خوبان دارند (۲)
تا قیامت سر پر شور من و پای کسی
مجلس ناز و نیاز است ببین ای ساقی
دلِ پر خونِ من و ساغرِ صهبای کسی
زاهد این مستیم از بادهٔ انگوری نیست
بیخودم کرده چنین نرگس شهلای کسی
بس خبردار شدم کار بجائی نه رسید
مگر از خویش روم بهرِ تماشای کسی
ای که می پرسی از احوالِ دلِ "محسنِ" زار
خبری هست که آخر شده رسوای کسی
[م- نسخه الف ص ۳۲۷-۲]

بغیر از خامهٔ موئی (۳) که دارد درمیان حرفی
نه دیدم موشگافی را که گوید زان دهان حرفی
بگلشن داستانها از شکر خندِ تو گل کرده
بیا از بلبلان حرفی شنو از طوطیان حرفی

---

(۱) مخطوطهٔ دیوان این شعر ندارد، از محک کمال نقل کرده شد- منتخب دیوان هم این شعر ندارد (۲) محک: خوبان بندند
(۳) اصل و منتخب: بغیرِ خانهٔ موري که دارد درمیان حرفی

ازین سرگوشیٔ زلفِ تو ظالم بسُر پریشانم (۱)
که دارد این سخن چین بهرِ آشوب جهان حرفی
نمی دانم نشان از گردِ هستیٔ که بر خیزد
ولی دیدم که تیرش گفت در گوشِ کمان حرفی
ز لافِ موشکافی شانه شرمی تا رسائی بین
نمی گوید بوصفِ زلفِ او با صد زبان حرفی
ز بس مشقِ خموشی کرده ام در محفلِ خوبان
چو شمع از سر رود "محسن" نیارم بر زبان حرفی

[م- نسخه الف ص- ۳۲۸-۲]

ای صبر از دلم ز چه آواره نیستی
وی جیبِ جان ز غم تو چرا پاره نیستی
پایم بگل فرو شد و آبم ز سر گذشت
ای چشمِ اشک بار تو فوّاره نیستی
از بی قراریٔ دلم آسوده‌ای چرا
طفلی عجب که مائلِ گهواره نیستی
زاهد نه خورده مَیِ دلِ مردم چه می خوری
ظالم تو پورِ هندِ جگر خواره نیستی
ای چاره سازِ خلق ندانم که از چه راه
هرگز بفکرِ "محسن" بی چاره نیستی

[م- نسخه الف ص- ۳۲۹-۱]

از کفِ کج منشان تا نه خوری دستِ ردی
چون ساده نگین نقش نه بندد به قبولت سندی(۲)
همچو مژگان بسرِ چشمِ ترش جا دادیم
بر لبِ جو بنشاندیم عجب سرو قدی

(۱) محک: پشیمانم (۲) کذا ــ همچو آن ساده لگین نقش نه بندد سندي ؟

همتِ پیرِ مغان گر نه مدد فرماید
چه دهد دست سبو ساغر کوه آحدی
یا علی سخت ز پا مانده ام از گردشِ چرخ
خواهم از قوّتِ بازوئ تو دستِ مددی
"محسن" از دستِ ولایت چو سکندر آخر
بهرِ یاجوجِ حوادث چه نکو بست سدی

گر بگلشن چنین خرام کنی سروِ آزاد هم غلام کنی
می کشی سرمه تا بتیغِ نگاه کارِ عشّاق را تمام کنی
بی وفا شوخ و ظالمی مشهور خویش را تا دگر چه نام کنی
گر بعارض کنی پریشان زلف صبحِ عاشق بدل بشام کنی
گر نمائی بکس چو آئینه رو خواب بر چشمِ او حرام کنی
ناوکِ ناز گر بزه بندی صید در مسجد الحرام کنی
"محسن" از دستِ چرخِ مینائی
تا بکی خونِ دل بجام کنی

از لبِ عیسیٰ نفس، معجز نمائی می کنی
می کُشی و زنده می سازی خدائی می کنی
ای خطِ دلدار خضرِ چشمهٔ حیوان توئی
تا لبِ چاهِ زنخدان رهنمائی می کنی
پنجهٔ خورشید می تابی بزورِ شعشعه
گر ز خونِ عاشقان دستِ حنائی می کنی
چون نه باشی بادشاهِ کشورِ آزادگی
بر درِ شاهِ نجف "محسن" گدائی می کنی

دل ز من می بری و باز بمن در جنگی
طرفه این ست که هم دزدی و هم سرهنگی
تن نازک بدل سخت چه نسبت دارد
این چه شوخی‌ست که هم شیشه‌ای وهم سنگی
لاف آزادگیت همچو نگین نتوان زد
تو که دل بستهٔ نامی و اسیر ننگی
راه در کوچهٔ مذهب چه نداری "محسن"
دیگر از وسعت مشرب ز چه رو دل تنگی

بزور از مردمک بستاند نقد اشک سیمابی
گرفت آن شاه خوبان باج را از مردم آبی
نگه می جوشد از چشم ترم مانند نیلوفر
ترا تا دیده ام چون مردمک در جامهٔ آبی(۱)
برای دیدن روی تو ای نور نظر تا کی
نگه در موج خیز گریه ام باشد چو مرغابی
پیٔ نشو و نمای خویشتن ای دل چه میگردی
کرا کشت تمنّا سبز شد زین چرخ دولابی
عجب گر شور محشر می کند بیدارم از غفلت
مگر از اشک خود ریزم نمک در چشم بی خوابی
اگر گاهی خیال جلوه اش مدّ نظر گردد
چو ماهی مردم چشمم طپد در عین بی تابی
از انم پشت طاقت خم بود "محسن" که چون مژگان
برای سجده دارم در نظر ابروی محرابی

---

(۱) منتخب : دیدهٔ آبی

ای شوخ، چشم و زلفت در ملکِ دلستانی
شاهِ جهانِ اوّل صاحب قرانِ ثانی
دارا شکوه خطّت، اورنگ زیب عارض
ابرو بسانِ افسر سرگرمِ سائبانی
در لشکرِ کرشمه خالِ تو فیل باشد
مژگان چو راجپوتان صف صف بپاسبانی
روزي که سکّهٔ داغ بر قلبِ ما نشاندی
حکمت چو اشکِ ما یافت درشش جهت روانی
دارالخلافهٔ دل چون شد مسخّرِ تو
بنشین بدادِ "محسن" بر تختِ حکمرانی

کیم من دل بغارت دادهٔ تُرکِ جفا جوئی
شهیدِ خنجرِ نازی اسیرِ دام گیسوئی
توان یک عمر سر در سجده چون مژگان فرو بردن
اگر دائم بود مدِّ نظر محرابِ ابروئی
[م- نسخه الف ص ۳۲۲-۱]

یک دم اگر بآئینهٔ سینه رو کنی
بر عکس خویش جمله تماشای او کنی
داغِ ریا ز خرقهٔ سالوس کی رَود
جز می بآبِ زمزمش ار شست و شو کنی
خود را ز دُردِ کینه اگر صاف می کنی
چون مئی بهتر مزاج تصرّف چو خو کنی

گیرد اگر نه خارِ گمان دامنِ دلت
از هر حدیقه‌ای گلِ تحقیق بو کنی
"محسن" ترازوی نگهِ مردمان کج است
خود را گران تر از گهرِ آبرو کنی

چه طلب می کنی از مردمِ دنیا سخنی
نشنیده است کس از صورتِ دیبا سخنی
نیست گوهر که به دُر پاشیِ ابرِ کرمت
هست در گوشِ صدف از لبِ دریا سخنی

ندیده ایم چو آئینه از کسی روئی
مگر شدیم سراپای صورتِ آوئی
گلِ نشاط که خوش رنگیش مثل زده اند (۱)
نبرده ایم بباغِ زمانه زو بوئی

نه بردی ای دلم بُردی و جانم باختی رفتی
تنم در ششدرِ زلفِ سیه انداختی رفتی
عجائب کارسازِ عالمی، تیغِ تو بُرّان باد
بیک زخمِ نگاهِ تند کارم ساختی رفتی

تو بهارِ دلستانی بچمن چه کار داری
قدِ سرو و روی گلگون چه کم از بهار داري
بمنِ ضعیف نالان چه توجهی کنی گل
که چو عندلیب هر سو بچمن هزار داری

---

(۱) منتخب : گل نشاط که خوش رنگیش قلم زده اند

نه کنی ز خارِ هجران لبِ شکوه بازای دل
چو ز گلشنِ وصالش گلِ انتظار داری
بتو حالِ خاکساران سرِ موی نیست مخفی
که صحیفهٔ محبّت بخطِ غبار داری
نه هوایٔ ابر خواهی نه بهارِ لاله "محسن"
تو که چشمِ اشکبار و دلِ داغدار داری

تمت غزلیات محسن تتوی

حصه دوم

قصائد و مناقب وغیره

بسم الله الرحمٰن الرحیم و نستعین به

۱ــ قصیده

[در نعت]

یونس مهر چو از حوت در آید بحَمَل
عقدهٔ امتِ گلزار صبا سازد حل

گل زند تختِ زمرّد چو سلیمان بهوا
ابر سازد بسرش سایه چو مرغان بمثل

چون زبوری که بترتیل بخواند داوُد
خواند از نسخهٔ گل بلبلِ خوش نغمه غزَل

نکهتِ پیرهنِ یوسفِ گل چون یعقوب
دیدهٔ نرگسِ بیمار نماید مُکحَل

همچو موسی که لبِ رود کند منزلِ خویش
سروِ آزاد باستد بکنارِ جدول

زان یَدِ گل همه تن دست شود شاخِ چنار
که زند دست بدامانِ نبی مرسل

سبزه لافد بزبانِ نمکین چون گردد
آیهٔ رحمتِ بارانِ بهارِ منزَل

کعبهٔ باغ که طاعت گهِ مستان باشد
حجرالاسودِ سوسن چو در آرد ببغل

زاهدان روی بمیخانه کنند از مسجد
از مقدس به حرم قبله نمایند بدَل

جا کند بلبلِ شوریده بگلدستهٔ شاخ
چون بلالی که بگلبانگ در آید بمحل

زنبق آید بعصا بر سرِ منبر چو خطیب
چون شعیبی که پیِ خطبه بر آید بر تَل

گل امامت کند و فوجِ ریاحین ماموم
زان که یک شرطِ امام ست که باشد افضل

یاسمین روی بشوید بزلالِ ایمان
زان چو سلمان برخش نور فروزد مشعل

لاله از صاف دلانِ چمن از داغِ درون
کفر مخفی بکند همچو منافق بحیَل

یا رب این رشکِ جنان باغ تماشا گهِ کیست
که رود خضر پیِ دیدنِ او مستعجَل

خار را بار درین یثربِ گلشن نه دهند
همچو مروانِ شقی راندهٔ آن شاهِ آجَل

شاهِ شاهان، شرفِ دودهٔ امکان که ازوست
گلشنِ دولت و دین تازه چو از علم و عمل

خاتمِ دستِ خدا تختِ نشینِ لولاک
که بغیر از مددش دستِ قضا باشد شل

رحمتِ حق سببِ خلقتِ افرادِ بشر
شافعِ روزِ جزا ناسخِ ادیان و ملل

یکّه تازی که بیک جنبشِ مژگان چو نگاه
عرصهٔ عرش شود از قدمش مستعمَل
گر نه از خاکِ درش صیقلِ امّید زند
جِرمِ خورشید سیه تر شود از جرمِ زُحَل
گر صبا بویِ بهارِ گلِ خلقش نبرد
مغزِ گلزار چو سَودا زده گردد مُختَل
عرش را نامِ شریفش سببِ استقرار
آسمان را بیغل مصحفِ مهرش هیکل
گر زند همتِ او بر صفِ اعدا از قهر
ور کشد جرأت او تیغِ شجاعت بجدل
چرخِ اوّل ز نَهَم بگذرد از راهِ گریز
فرقدِ مریخ دَرَد تا بگریبانِ زُحَل
گر نه بر دائرهٔ دهر زدی دستِ کرم
روح از چشم رمیدی چو صدا از مندَل
گر نه نعتش سببِ نظمِ خیالات شود
معنی از لفظ گریزد چو مسلمان ز هُبَل
گر ابو جهل شود منکرِ قدرش چه زیان
منکرِ اهلِ معانی نه شود جز آجهَل
دیده‌ای را که نظر بر کرمِ او نبود
گر بود دیدهٔ خورشید که پوشیده سَبَل
دشمنش را که سراپا ست چو خون فاسد
گر بقیفال کنی فصد کشاید اکحَل
شرعِ او شارعِ فردوس شناسد بشعور
هر کرا داده خدا راه بتوفیقِ ازل
سیّدا، بادشها، قبلهٔ حاجات دلا
ای که جز حبِّ تو هیچ است همه علم و عمَل

گر ممیّز نه شدی ذاتِ شریفت بمیان
هیچ کس فرق نمی کرد خدا را ز هُبَل
گرچه آن سنگ دلان از سبکی سنگ زدند
بر دُرّ و لعل. تو در جنگ بدامانِ جبل
از گران سنگیِ حلمت نه شده حبه‌ای کم
ای ترازوی الهی محکِ هر غش و غل
با همه تلخی و تندی که نمودند قریش
روز فتحت همه کس یافته شرین چو عسل
خاکِ درگاهِ تو شد چهره پی از روی نیاز
بسکه سودند جبین ها بدرت چون صندل
دفترِ دهر پر از وصفِ تو و آلِ تو است
گرچه قدرت همه تفصیل نماید مجمل
چه دهم شرح ز احوالِ خود و جورِ حسود
پیشِ علمت چو همه حال بود مستقبل
منم آن گم شدهٔ دشتِ خطا کاری ها
که گرفتار شود در کفِ غولانِ دغل
بسکه میلِ بتِ دنیا بدلم جا کرده
گشته زنّار رگِ گردنم از طولِ امل
گم شدم رهبریِ کفر شدم ایمانی
ای ز گیسوی رخت بافته عالم منهل
گرچه رفتم بره طاعتِ حق سست قدم
لیک بر راهِ ولای تو نرفتم بکسل
مهرِ آلِ تو چنان از دلِ من [شد] رخشان
که شود خیره ازو چشمِ حسودِ احول
چشم دارم که حسودانِ مرا در نظرم
سرمه سان روسیهٔ خورد نمائی بعلل

گر چه رو و دلِ شان تیره تر ست از انکشت
لیک خواهم که بر افروزیْ شان در منقل

با چنین قومِ شتر کینه و بزدل، دلِ من
همچو عمّار در افتاده باصحابِ جمل

"محسنا" ترکِ فضیلت کن و در فضل آویز
همچو فضلش نه بود هیچ فضیلت افضل

چشم داری و ببین نیک و بدِ عالم را
علم داری و بزن دست بدامانِ عمل

از زبان آوری و مدح و هجایْ مردم
بهتر است این که ز اعلیٰ نروی در اسفل

تا بود محو ز ادوارِ سپهرِ هستی
مرکزِ میمِ تو ای مهرِ نجومِ مرسَل

آن که با "محسن" تو چشمِ ترحّم دارد
باد در سایهٔ لطفِ تو باقبال مثَل

۲- قصیده

[در منقبت علی مرتضیٰ]

در دلِ الفت پرستم یادِ یارِ بی وفا
معنیْ بیگانه‌ای باشد بلفظِ آشنا

غنچهٔ دلهایْ یک عالم چو گل خندان شود
گر کشاید چون سحر آن مهربان بندِ قبا

لیکن این معنی ازان بی رحم پُر دورست دور
آتشِ جان سوز کَتی بخشد بکس آبِ بقا

آسیای چرخ سرگردان برای دانه گشت
بسکه شد از گردشِ آن چشمِ دلها توتیا

کَتی بکافر ماجرائی ها نگاهش می رسد
زلف اگر بندد ز هر مو رشتهٔ زنّار ها

از شکارِ لاغر این رنگِ رسائی بس بود
خونِ من بر پنجهٔ شاهینِ مژگان شد حنا

من هم از دستش چو مجنون سر بصحرا می دهم
رشتهٔ زلفش نمی گردید اگر زنجیرِ پا

کشتنِ سیماب گردد مایهٔ آرامِ او
بی قراری ها نه شد از من بکشتن هم جدا

شکوهٔ بیجا مرا بر بسترِ ملواسه زد
ورنه از دردش گله کفر است در کیشِ وفا

دردِ عشق ست این نه دردِ چشم و گوش ای بی بصر
جز طبیبِ چشمِ بیمارش نمی داند دوا

گر چو من تجرید خوانِ درد می شد بو علی
ز آبِ اشک از لوحِ دل می شست قانونِ شفا

گر نه دردِ جان گدازش از دواها بهتر است
پس حکیم آخر دواءالکَیّ می گوید چرا

لب ببند ای دل که همدردت درین بازار نیست
این بسودای زر و آن در خیالِ اشتها

آن نه چشم و گوش پنداري که دارد این گروه
چشمِ نرگس کی ببیند گوشِ گل شنود کجا

گر بسر جنبانیٔ این قوم راضی می شوي
پس بُزِ آخفش بود کامل ترینِ اولیا

صمٌ و بکم و عمی و هم لایعقلون از بهرِ چیست
گر بود گوش و زبان و چشم و عقل این فرقه را

گوشِ شان‌از گوشِ خر کم نیست‌اندر طول و عرض
لیک خرگوشند این شیران بفهمِ مدعا

چرب و نرمیِٔ زبانِ شان نه دارد هیچ شمع
شعلهٔ حرفش ولی خاموش از نورِ ضیا

دیده‌ای کز نورِ دیدارش ندارد پرتوي
چشمِ بادامش بگویا حلقهٔ دامِ بلا

عقل اگر تحصیلِ اسبابِ معاشِ دنیوي ست
پس بود فرعونِ دون، عاقل تر از موسیٔ ما

یا اگر خواب و جماع و خوردن و آسودن ست
بس بود هر گاو خر صد بو علی را اوستا

این نه باشد عقل ای عاقل بیا دیوانه شو
نو بهار ست و گلِ سودا شگفته جابجا

گلشنِ امکان پري خانست و گلها چون پری
بلبلان از هر طرف در شور چون دیوانها

گر درین موسم نه شد دیوانه کس پس کَی شود
هم میٔ گلگون مهیّا، هم درِ میخانه وا

دور باش و توبه کن از توبه جامِ مَی بگیر
که نه باشد بر دلِ تو مهرِ خذلانِ خدا

پنبهٔ غفلت چو مینا دور کن از گوشِ هوش
بر رخِ ساقی چو ساغر دیدهٔ دل بر کشا

ساقیٔ کوثر وصیٔ مصطفیٰ شیرِ خدا
سرورِ مردان، شهِ شاهان، علئ مرتضیٰ

آن که بی مهرِ ولایش حکم ایمان بی سند
آن که جز خطِ غلامیٔ درش طاعت هبا
والدِ سبطین و اخِ احمد و زَوجِ بتول
درّةُ التّاجِ امامت، بهترینِ اوصیا
خانزادِ حق اگر جوئی نیابی هیچ کس
جز سریر آرایِ تختِ عرش، فرِّ قل کفا
کتی حریمِ کعبه می شد سجده گاهِ عالمی
گر نبودی مولدِ آن قبلهٔ اهلِ صفا
دور بینیٔ خلیل‌الله بین کامد ز شام
تا برایِ مولدِ او ریخت رنگِ این بنا
کعبه باشد شاه بیتِ مطلعِ دیوانِ فخر
معنیٔ بر جستهٔ آن بیت شاهِ اولیا
هیچ دانی کعبه بر خود چون سیه پوشیده است
از برایٔ آن که شد از مقدمِ پاکش جدا
چاهِ زمزم چشمِ پر آب ست از هجرانِ او
لاجرم آب اندکی شورش بود چون اشکِ ما
غیر ذی ذرع ست گر صحرایٔ مکّه باک نیست
این نهالِ نوبَرَش گلزارِ عالم را بها
آنچه اول دید حیدر رویٔ خورشید نبی است
و آنچه پیش از شیر خورد آبِ دهان مصطفیٰ
هیچ کس نبود، وگر باشد بگو منکر که او
در شکم می کرد شاهِ انبیا را اقتدا
جراتِ فکرم بمیزانِ شجاعت می برد
تا دهم عرض قشونِ همتش بهرِ وغا
جراتی زین بیش تر نبود که در مهدِ صغر
بر دمد از پنجهٔ شیرانه کامِ اژدها

ذوالفقارِ کفر سوزش همچو مقراضِ اجل
بر تنِ هستی بریدی جامهٔ تنگِ فنا
گر گُلِ زخمش فتد در دامنِ صحرای حشر
از زمین رویند با چاکِ گریبان مردها
از تنورِ حرب اگر جوشد ازو طوفانِ آب
کشتیٔ نُه آسمان افتد بگردابِ بلا
حلقهای جوهرش زنجیرِ پایٔ خصم شد
تا بآسانی شود از جسم شومش سر رها
هر چه می آمد بپیشِ او بدم در می کشید
چون عصایٔ موسوی آن اژدهایٔ شعله را
از کلامِ حق بخوان فحواي انزلنا الحدید
تا بتو باس شدیدِ او شود جوهر نما
چون نه گوید وصفِ او لا سیف جبریلِ امین
دستیار او بود دستِ سوارِ لا فتیٰ
عمر کاهِ عمرو برقِ خرمنِ جانِ ولید
آهنین دروازه کَن مرحب کُش خیبر کشا
آنکه از بازویٔ او دستِ شجاعت شد قوی
سیفِ مسلولِ پیمبر حامیٔ دینِ خدا
طاعتِ جنِ و بشر یک ضربتش را اجر نیست
تا بدانی در قیامت اجرِ او باشد چها
در شبِ هجرت چو دید آن جاننثاریهای او
در همان شب جانشینش ساخت شاهِ انبیا
گر خلیل‌الله بتانِ چند را نابود کرد
کرد حیدر هم بتان، هم بت پرستان را فنا
چونکه بر دوشِ نبی پا می گذارد از شرف
پس بود همدوشِ او در عالمِ امکان کجا

ظاهرا مهرِ نبوت چون نگینِ ساده بود
کز کفِ پایِ شریفِ او گرفته نقشِ پا
از محمد تا علی فرقی نمی بیند خرد
زان که جان از تن، تن از جان کی کسی بیند جدا
قل تعالو ادع تاویلی نمی خواهد دگر
آن که نفسِ او بود نفسِ رسولِ رهنما
هر که مست از بادهٔ خمِ غدیرش می شود
کی کشد خمیازهٔ دردِ سرِ روزِ جزا
ذوقِ این مستی گر شناسد زاهدِ شوریده مغز
می فروشد شانه و تسبیح و مسواک و ردا
وارثِ علمِ نبی پس کیست جز شاهِ نجف
گر کنی نفی وراثت‌های دنیا شیخنا
شهرِ علمِ مصطفیٰ را باب بی‌شک مرتضیٰ است
گر تو دزد علم و حکمت نیستی این در درا
والیٔ ملکِ ولایت بر کسی پوشیده نیست
آفتابِ انّما هرگز کجا دارد خفا
صاحبِ علمِ لدّنی را به بو جهلی مسنج
دُرِّ درجِ هل اتی را در مکش با کهربا
چهرهٔ مصدوقه لایستوی الاعمی ببین
کور و بینا را مدان یکسان بفرمانِ خدا
گر تو از انصاف داری بهره‌ای این هم بس است
ورنه من گوهر چرا ریزم برو، ای بی حیا
یا امیرالمومنین "محسن" ز مدّاحانِ تست
روز و شب در گلشنِ مدحِ تو دارد نغمه‌ها
این تغافل ها بحالش از غلامانِ تو دور
ای سراپا عفو و بخشش وی همه جود و سخا

چون تو می دانی زبانِ حالِ او پس بهتر آنکه
عرضِ مطلب با زبانِ خاموشی سازد ادا
ختم سازد این قصیده بر دعائی کز فلک
نغمهٔ آمین رسد در گوشِ جانِ مدّعا
تا گلِ خورشید می روید ببستانِ فلک
از نسیمِ آبیاری های صبحِ با صفا
از گلِ مهرت بود داغِ دل پر حسرتم
هر سحر از نو بهارِ تازهٔ عشرت فزا

۳ـ قصیده

[در منقبت علی مرتضیٰ]

ز نام آنکه در دهر خرّم نشیند
سیه رو تر از نقشِ خاتم نشیند
گهی شهره گردد بگمنامیٔ خود
که مخفی تر از اسمِ اعظم نشیند
نخیزد چو از دل شکستش صدائی
بفرقش گر این سقف درهم نشیند
ز راهِ سلامت قدم بر ندارد
اگر در خطرهایٔ عالم نشیند
نه از عشوه اش زالِ دنیا فریبد
نه در خاطرش نقشِ درهم نشیند
کجا زالِ دنیا فریبد یلی را
که از صدمتش صیتِ رستم نشیند
گهی با غزالانِ قدسی خرامد
گهی با هژبران چو ضیغم نشیند
گهی همچو آهِ فلک تاز خیزد
گهی همچو اشکِ دما دم نشیند
بهر حال رنگِ تغیر نه گیرد
اگر مبتهج ور مؤلم نشیند
بزورِ یدالحق شکوهِ بزرگی
که بر مسندِ دل مسلّم نشیند

خبر چون دهد قدسیان را ز اسما ز صفوت برابر به آدم نشیند
هم از پاکیٔ نسبتش شیث خواهد که بازوچهٔ حور محرم نشیند
ازو کشتیٔ نوح ایمن بگردد برنگِ حبابی که بَرِ یَم نشیند
خلیل‌الله آسا چو آید در آتش بپایش گل و لاله برهم نشیند
ز اعجازِ آن چشمهٔ فیض باشد که هاجر لبِ چاهِ زمزم نشیند
وگرنه کجا اسمعیل و کمالش که آسوده درقومِ جرهم نشیند
چو سروش ببستانِ کنعان درآید بگل چهرهٔ یوسفی نم نشیند
بمیقاتِ طورِ کمالات ذاتش کلیم‌الله با نطق ابکم نشیند
هم از فیضِ نامش چو یونس نبیٔ میانِ دلِ حوت اسلم نشیند
ز هر سنگ صد ناقه بیرون خرامد چو صالح گر امرش مصمم نشیند
چو با زمزمه چار دفتر بخواند ز الحان به داؤد همدم نشیند
سلیمان که برباد می رفت تختش بسلمانیش شاد و خرّم نشیند
عبادات یحیی که بیش ازشمار است بپاسنگِ تقوایٔ او کم نشیند
مزد آنکه چون مرده را زنده سازد بجنّت مسیحایٔ مریم نشیند
ز بس اتحاد آن نهالِ کرامت به احمد چو بادامِ توام نشیند
زهی رتبه کاندرصفِ خیلِ مرسل چو نفسِ محمّد مقدّم نشیند
زبان جرات اندیش می‌خواهد از دل که با نامِ نامیش ملهم نشیند
بتصریحِ نامِ شریفش گرایم که گردِ شک ازلوح عالم نشیند
علیّ عظیم آنکه بر کرسیٔ دل شکوهش چو عرشِ معظم نشیند
وصیٔ نبی شهریارِ ولایت که ازجودِ او صیتِ حاتم نشیند
ز آبِ دمِ تیغِ آتش فشانش غبارِ ضلالت بیک دم نشیند
بقدرت چو تیغِ ولایت برآرد بهرگل زمین خون چو شبنم نشیند
جز او کس نبودت در محفلِ دین که بر صدرِ اسلام اقدم نشیند
کسی را که مهرش حیاتی نه بخشد بدل مردگی‌ها بماتم نشیند
بمعراجِ دوشِ پیمبر برآید چوخواهد که بر هفت‌طارم نشیند

شها گرچه خصمت ز روباه بازی
بجایٔ تو چون کلب معلّم نشیند

تو شیرِ خدائی و نقصی ندارد
بسر پنجه ات در جهنم نشیند

به تقلیب شادی و با حیله سازی
کجا دیو در پهلویٔ جم نشیند

ز خر طبعی از حبِّ گوسالهٔ زر
بدل های تاریک و مظلّم نشیند

بنورِ هدایت گروهِ دگر را
کجا نقشِ آن زر مصمم نشیند

تو هارون مقامی اگر سامری را
بدل نخلِ بغضِ تو محکم نشیند

دهد لا مساسش چنان گوشمالی
که تا حشر در آتشِ غم نشیند

بجایٔ پیمبر سزا وار باشد
که مثلِ تو مولایٔ اعلم نشیند

نه آن جهل پرور شقاوت سرشتی
که از هرزن و مرد ملزَم نشیند

ازین وادی آن به که گیرم گریزی
روا نیست آهو که بی رَم نشیند

بمیدانِ رزمی کز آتش عنانی
غبارِ تو بر زلفِ پرچم نشیند

بپایٔ علی ریزد از خصم سرها
برنگِ کلوخی که برهم نشیند

اگر بهرِ مدحت دبیرِ خرد را
عبارات عالم فراهم نشیند

به یزدان که از عهده بیرون نیاید
بجز آن که با عجز منضم نشیند

بجزم این سخن چون بدل گشت نصبت
چرا فکر سر پیش چون ضم نشیند

همان به که راهِ دعائی بگیرم
بسان گدائی که مبرم نشیند

الٰهی باعزازِ شاهِ ولایت
که پیشِ تو عرضش مسلّم نشیند

بحفظِ علی او ظفر یاب بادا
که "محسن" بپیشش مکرّم نشیند

۴ـ قصیده

[در منقبت علی مرتضی]

وقت آن آمد که گیرد پرده از رخسار گل
نغمهٔ بلبل کند از غنچهٔ منقار گل
لاله بیرون از بغل آرد محک صرّاف وار
تا بگیرد نقدِ خود را در چمن معیار گل
طرفه نبود گر نسیمِ شوق ابرِ نوبهار
جیبِ گلشن بر درد تا دامنِ کهسار گل
بسکه اسرارِ نهان می جوشد از خاکِ چمن
غنچه را رازِ درون شد بر لبِ اظهار گل
تا فراموشی نه سازد محو درس دلبری
در دبستان گلستان می کند تکرار گل
این چه جوشِ گل بود یارب که یکسر گشته است
شهر گل، کو گل، زمین گل، سقف گل، دیوار گل
طبعِ نازک بر نه تابد شوخیٔ باد صبا
از نسیمِ بی مروت می کشد آزار گل
بزمِ مستان پر شد از رنگین نوایٔ عندلیب
بسته است تر دستیٔ مطرب مگر بر تار گل
چون نه بخشد دیدهٔ بینا بنرگس در چمن
هست منظورِ نظرهایٔ اولوالابصار گل
بسکه صف بستند پیرامونِ گلشن بلبلان
می نماید در نظر چون مرکزِ پرکار گل
بر سرش بافند پر در پر اگر مرغان چه دور
در هوا تختِ زمرّد زد سلیمان وار گل

رتبهٔ اربابِ معنی بس بلند افتاده است
می سزد گر جا کند بر گوشهٔ دستار گل

کم مبادا از سرِ او سایهٔ ابرِ بهار
زان که دارد رنگِ آلِ احمدِ مختار گل

می توان کردن همان بر دامنِ پاکش نماز
می دهد بوی ولایِ عترتِ اطهار گل

خاصه رنگ و بویِ شاهنشاهِ ملکِ انّما
گر نسیمِ فیضِ او بر می دمد از خار گل

جانشینِ احمدِ مرسل که از ابرِ کفش
می برد بر جای شبنم گوهرِ شهوار گل

زورِ بازوی یدِ اللّهی که از تیغ دو سر
کرده از خونِ خسیسان عرصهٔ پیکار گل

نخل بندِ گلشنِ ایمان که از گردِ رهش
می کند جنّات تجری تحتها الانهار گل

نه همین شد بت شکن تنها بدوشِ مصطفیٰ
بارها همچون خلیل الله دماند از نار گل

از هوا دارانِ خدّامِ درش تا گشته است
می خرامد سرخ رو در کوچه و بازار گل

می کشاید عقدهٔ خاطر بنامِ مرتضیٰ
کارِ آسان را نمی سازد بخود دشوار گل

خردهٔ زر در بغل بر رهگذار استاده است
تا کند بر خاکِ پایِ زائرش ایثار گل

چون گلِ خورشید از فیضِ سجودِ درگهش
نورِ ایمان می کند از جبههٔ زوّار گل

گر نسازد تازه ایمان را ز جویِ لطفِ او
بندد از هر رگ بگلشن بر میان زنّار گل

محورِ ادوارِ هستی گر نه باشد مهرِ او
محو چون شبنم بود از صفحهٔ گلزار گل
تا دم از خُلقِ کریمش می زند بادِ بهار
می کشاید در گلستان طبلهٔ عطّار گل
در خطابش مطلعی از طبعِ رنگینم شگفت
کز فروغش یک قلم شد مطلع الانوار گل

ای براهت نقش پا با دیدهٔ بیدار گل
وی بگردِ گلشنِ کویت چو مژگان خار گل
ساقیٔ کوثر توئی کز بهرِ ما لب تشنگان
بر کفِ دستِ تو گردد ساغرِ سرشار گل
گر نه از دارالشفایٔ لطف می بخشی دوا
از کجا مرهم نهد بر سینهٔ افگار گل
گر صبا بوئی برد از گیسویٔ مشکینِ تو
غنچه بفروشد بجایٔ نافهٔ تاتار گل
چشمِ گلشن را شود گر توتیا خاکِ درت
لافِ هم چشمی زند با نرگسِ بیمار گل
"محسن" از نور ولایت یافت تشریفِ قبول
کز فروغِ مهر پوشد خلعتِ زر تار گل
از برایٔ اینکه دادِ منقبت خوانی دهد
کرده طبعِ نازکش در گلشنِ اشعار گل
چشمِ احسان بر کرم های تو دارد گر کَفَت
در مزاجِ مفلسان شد شربتِ دینار گل
ختم سازم بر دعایٔ دوستانت نظم را
تا نماید حرفِ آمین بر لبِ گفتار گل

تا گل خورشید تابان با هزاران آب و تاب
هر سحر گه می کند زین سطح مینا کار گل
دوستانت را بود در سایهٔ گل بزم عیش
دشمنانت را کند در دیده مشت خار گل

۵ــ قصیده

[در منقبت علی مرتضیٰ]

ای گل خود رویٔ من چون نه شوم بی تو خار
همچو تو ام نیست کس، همچو منت صد هزار
چشم امیدم بتست کن نظری سویٔ من
کرده مرا توتیا گردش لیل و نهار
غم بدلم چیره شد چشم دلم خیره شد
بی نظرت تیره شد روز من و روزگار
جیب دلم چاک شد ناله بر افلاک شد
سوخت تن و خاک شد مانده نفس بی قرار
گریه ز دل تاب برد، هوش بگرداب برد
صبر و سکون آب برد، رفته فغان بر کنار
خود شده ام بار خویش مانده بکردار خویش
از خود و از کار خویش بسکه شدم شرم سار
گرد بلا بیختم، بر سر خود ریختم
گریه بر آمیختم با نفس شعله بار

از غمت ای جان چو شمع ریخته از دیده دمع
سوخته ام پیش جمع در دلِ شب‌های تار
این همه جور و جفا این همه درد و بلا
این همه رنج و عنا تا بکی ای گل عذار
رحم نما ورنه من چاک زده پیرهن
شکوه کنم بی سخن پیشِ شهِ نامدار،
شاهِ شهان مرتضی، جان و دلِ مصطفی
قاضیٔ دینِ خدا اولِ هشت و چهار
آنکه بجز مهرِ او ذرّه نه بخشد فروغ
نیّر گیتی فروز یا مهِ شب زنده دار
گر گذرد نامِ او بر لبِ دریا، شود
در صدفِ هر حباب قطره دُرِ شاهوار
بسکه دُر و لعل ریخت دستِ سخا پیشه اش
از دلِ دریا شکست تا کمرِ کوهسار
دستِ قوی پنجه اش پنجهٔ خورشید را
بر سرِ میدانِ چرخ تافته است چند بار
چون نه کند فتحِ باب زورِ یداللّهیش
آن که هر انگشتِ او بود کلیدِ حصار
رفته زمین در زمین تا فشرد پایٔ عزم
خورده فلک بر فلک تا بکشد ذوالفقار
شعلهٔ تیغش زند تا بدلِ خصم برق
دشمنِ بیر کینِ او پوست دَرَد چون انار
خاکِ کفِ پایٔ او آبِ رخِ گوهر است
گَردِ سُمِ دلدلش مایهٔ ابرِ بهار
باغِ نبوت نه داشت مثلِ نبی باغبان
شهرِ ولایت نیافت همچو علی شهریار

عالمِ بود و نبود مالکِ ملکِ وجود
صاحبِ اعطا وجود نائبِ پروردگار

معنیٔ بیتِ خدا ما صدق انّما
ممکنِ واجب نما قاسمِ فردوس و نار

سرورِ خیلِ ملوک حاکمِ روز تبوک
سالکِ سیرِ سلوک راهبر و راهدار

صفدرِ لشکر شکن سرورِ اهلِ زمن
بابِ حسین و حسن حیدرِ دلدل سوار

یا علیٔ مرتضیٰ، یا وصیٔ مصطفیٰ
یا شهِ مشکل کشا، یا ولیٔ کردگار

اول و آخر توئی باطن و ظاهر توئی
راحم و قاهر توئی بر تو نهان آشکار

سید و سرور توئی اخِ پیمبر توئی
وارثِ منبر توئی شاهِ ذوي الاقتدار

انت ولی النّعم انت نصیب النّقم
حبّک دار السّلام بغضک دارالبوار

هم بتولاي تو هم بتمنایٔ تو
شهرهٔ شهرِ خودم رنج کشِ انتظار

دشمنِ من جاهل است حیله گرِ کامل است
مایهٔ دردِ دل ست زود کنش خوار زار

دستِ من و دامنت تا بگریبانِ گور
پایٔ من و راهِ تو تا درِ دارالقرار

عاجز و بیچاره ام بی کس و آواره ام
از سرِ "محسن" شها چشمِ کرم بر مدار

۶ـ قصیده

[در منقبت علی مرتضیٰ]

بهار اجازت بود گر امیرا　　گل افشان کنم نخل کلک جلی را
گهرهای معنی بوصفت بریزم　　کنم گرم بازار هر جوهری را
مگر یابم از لطف عام تو شاها　　بخاک درت منصب قنبری را
خرد کرد اذعان که هستی‌تو بی‌شک　　ولیٔ خدا و وصیٔ نبی را
شکوه تو از بیم در خاک برده　　چو قارون بسی کافر تابلی را
کنی رستم و سام بی دم بیک دم　　بر آری اگر نعرهٔ حیدری را
بزور یداللّٰهی از برق تیغی　　گذاری بسر مغز هر خیبری را
در آهنین زان بانگشت کندی　　که هستی عَلی کُلِ شیٔ قدیرا
بروز احد لا فتیٰ گفت ایزد　　بشان تو ای شاه مُلکاً کَبیرا
بجز تو مدد خواستن ننگ و عاراست　　توئی در دو عالم وَلیاً نَصیرا
بتو راز پوشیده آئینه وار است　　بذات صُدوری علیماً خبیرا
ز دل عقدهٔ غم بمهرت کشاید　　بلی کار مشکل علیکم یَسیرا
دلم شد ز مهرت بهشتی که در وی　　نه بینند شَمساً و لا زَمْهَریرا
چه غم پیروت را ز هول قیامت　　اگرچه بود شَرُّهٗ مُستَطیرا
بود دوستانت بَجنّاتِ عَدْنٍ　　رود دشمنت فی عذاب سَعیرا
یکی را ولایٔ تو دارالسلام است　　یکی را ز بغض تو بِئسَ الْمَصیرا
ترا می توان نائب مصطفی گفت　　که هستی بهر کس سمیعٌ بَصیرا
ز بند و کمند اهل دین و دغا را　　شب و روز گشتی بَشیراً نَذیرا
بود ربع قرآن بشان کمالت　　چسان کس شمارد ازان مجملی را

به قرآن که نفسِ رسولت شناسد — کند دور دشمن اگر احولی را
بغیر از پیمبر کرا حد* و طاقت — کند با تو اندیشهٔ* همسری را
فدایت شوم حیله* سخت باشد — که بر تو گزیند کسی سروری را
و گر نه کجا دیو گردد سلیمان — چو موسیٰ نداند کسی سامری را
به نصّ* غدیر و به تنزیل بلّغ — تو باشی سزاوار چترِ شهی را
خدا خاتمِ انّمایت عطا کرد — چو دادی ز انگشت انگشتری را
شبِ هجرت آن جان نثاری که کردی — سپرد ایزدت جای* پیغمبری را
بگرداند ایزد برایت دوباره — ز چرخِ چهارم خورِ خاوری را
ز بیمِ حسامت بجنگِ سلاسل — فتد لرزه چون بید دیو و پری را
نُصیری شود بی گمان هر که شنود — حکایاتِ دشت ارژن و بربری را
بمیدانِ مدحت سمندِ خیالم — یکایک چنان خورده اسکندری را
که کلکم نگون گشت و بر دشتِ کاغذ — فرو ریخته اشکِ خاکستری را
سجودی ز دل بر سرِ کلک بندم — که ریزم بزیرِ قدومت امیرا
کنون "محسن" ای بلبلِ منقبت‌خوان — بکن بر دعا ختم این داوری را
کند تا شهنشاهِ افلاک منزل — ز خود روشن این تختِ نیلوفری را
بذرّاتِ عالم ز روی* ترحّم — بهر صبح بخشد زرِ جعفری را

دلِ دوستت باد چون روز روشن
رخِ دشمنت نذرِ رنگ شبی را

---

۷ — قصیده

[در منقبت علی مرتضی]

آنان که آرزوی بعز و شرف کنند
روی دل از دو کون بشاه نجف کنند

شاهی که بهرِ دلدلِ گردون نوردِ او
این هفت کشتِ سبز برای علف کنند

گر پا نهد بمُهرِ نبوّت عجب مدار
در دانهٔ که کعبه برایش صدف کنند

عرفان او رسید بجایٔ که قدسیان
وردِ زبانِ عجز دمِ ما عرّف کنند

در بحرِ عشق توچو گهر هر که غرق نیست
با لطمه های موج برونش چو کف کنند

مهرش سیاه نامهٔ ما می کند سفید
با آفتاب ظلمتِ شب را تلف کنند

در علم وحلم و پردلی و جود وعدل وفضل
جز مصطفی ا کجا ست که با اوطرف کنند

مهرش گواهِ عدل بپاکیزه گوهری ست
این نکته را حدیث خلاف از سلف کنند

جفّ القلم بما هو کائن ز حکمِ او
تر می کشدا گرچه دوصد بار جف کنند

ساقیٔ کوثری که ببزمش ز رویٔ قدر
ناهید را بدست ز خورشید دف کنند

مفتاحِ حادثاتِ قضا و قدر ترا
از نسبتِ غلامیٔ قنبر بکف کنند

خورشید هم نشین چو به صفّین کشد علم
مرّیخ را ملازمِ آشتر بصف کنند

الفت دهندگانِ دوصد همچو روح و تن
با رشتهٔ محبّت او نشر لف کنند

آن ها که رویٔ خویش ازان قبله تافتند
یا رب رخِ سیه بکدامین طرف کنند

ای آنکه گاهِ حادثه اجرامِ نه فلک
خود را زظلّ عاطفتت در کنف کنند

یابند اگر غبارِ کفِ پایٔ قنبرت
از بهرِ رویٔ ماه دوایٔ کلف کنند

کتّی گوهرِ یقینِ تو یابند قدسیان
در بحرِ لو کشف همه خود را کشف کنند

ابلیس وار خصمِ تو گر بر فلک رود
با ناوکِ شهاب تنش را هدف کنند

آن را چه غم که زیرِ لوایٔ توجا گرفت
هر چند آفتابِ قیامت بتف کنند

دارالامانِ حبّ تو حصنی ست کاندرو
کافرا اگر رود ملکش لاتخف کنند

از بیّنات نام تو ایمان شود درست
گو منکران مقابل گوهر خزف کنند
هر ابلهی که گرد خلاف تو گشته است
نامش بدودمان خرد نا خلف کنند
"محسن" امیدوار شفاعت ز آل تو ست
روزی که آسمان و زمین بر طرف کنند

۸– قصیده

[در منقبت علی مرتضیٰ]

زهد در چشم خوار می آید
باده نوشان بهار می آید
سبز گردیده است چوب قفس
قاصد گلعذار می آید
گلشن دهر گشته بو قلمون
زاغ طاوس وار می آید
بطک باده در چنین موسم
از هما سازگار می آید
از برای عبور لشکر غم
کشتیٔ مَی بکار می آید
بسحر جام مَی چو مهر زدم
ناشتا خوشگوار می آید
رفتم از خویش در چمن رفتم
یعنی از مست کار می آید
همچو ساغر شدم سراپا چشم
دیدم آن مَی گسار می آید
از گل روی آتشین گوئی
برق جان هزار می آید
از مژه، ترک دست بر خنجر
و ز نگه، تیر بار می آید
زلفش از بهر غارت دل ها
تا بپا بی قرار می آید
بتبسّم ملاحتش می گفت
نمک روزگار می آید
نیزه بازان غمزه می گفتند
مست در کار زار می آید
سرو از بیم گشت قامت دزد
که قیامت سوار می آید
گل طبق پر زری گرفت بکف
که بکار نثار می آید
نرگس آمد عصا گرفته و گفت
چه دگر زین نزار می آید
بید از شرم سر بزیر افگند
که ز مفلس چه کار می آید

بجنون زد چو من شده مجنون
که جنون هم بکار می آید

آمد القصّه بر سرِ وقتم
همچو جان بر مزار می آید

آمد او، رفت هوش از سرِ من
شد خزان چون بهار می آید

شد بابرو اشاره سوی ناز
کز چه خاک این غبار می آید

گفت از خاک گلشنِ عشقت
با صبا این بخار می آید

چین شکست آستین ابرویش
کز برای چکار می آید

گفتم ای نوش لب عتاب مکن
پیشِ گل بین که خار می آید

آخر از کشتگانِ نازِ تو ام
کشتنِ کشته عار می آید

از جفاهای بی شمارِ تو چند
تنفّسم در شمار می آید

مهرِ عاشق نواز طالع شد
نخلِ غم هم ببار می آید

گفت ای نیم بسملِ نازم
شعله در پنبه زار می آید

پس چنان تنگ در برم آمد
که بدل یادِ یار می آید

خواستم بوسه گفت هی خاموش
از که بوس و کنار می آید

این چنین آرزوی نا پخته
از تونی خامکار می آید

پس خرامان روانه شد گفتم
باز کَی این بهار می آید

از نگاهِ تسلّیم می کرد
که پس از انتظار می آید

چه قدر هرزه تاز گردیدم
دل ز جان شرمسار می آید

از چنین دل که خونِ من خورده
گریه ام زار زار می آید

فکر اصلاح این چنین بد مست
از شهِ نامدار می آید

شاهِ شاهان علي ولی الله
که بدل غم گسار می آید

خاکِ درگاهِ او بچشم خرد
از صفا سرمه وار می آید

بي ولایش ملک بنفسِ رسول
دیو، روز شمار می آید

دل بجز حبِّ او توان بشکست
شیشه بی مَی چه کار مي آید

بی دمِ حیدري نفس ز گلو
همچو ماري ز غار می آید

بي ثنایش زبان بکنجِ دهان
بدتر از سوسمار مي آید

بي توسّل بدامنش از دست
کارِ دستِ چنار می آید

بی سپردن طریقِ بندگیش / پای تا پائیدار می آید
بی تماشایِ گلشنِ رویش / مژه در چشم خار می آید
بی خیالش سبک سری بنظر / خوشهٔ کوکنار می آید
شوم عضوی که نیست در کارش / قطع را ساز وار می آید
ساقیِ کوثرا، شفایِ دلا / ای ز تو نور نار می آید
دوجهان آرزو ز دل تا لب / چون صدائی بتار می آید
گرچه اظهار محض بی ادبی است / لیک بی اختیار می آید
اولاً با نواب عالی شان / که بدین استوار می آید
باد لطفِ تو شاملِ همه حال / تا که لیل و نهار می آید
دگر این بنده "محسنت" که ز جان / برهِ هشت و چار می آید
باد از مدحِ تو چو بلبلِ مست / تا خزان و بهار می آید

—

۹ — قصیده

[در منقبت علي مرتضي و مدح تقي محمد خان]

بهار آمد و گلها بچهره آرائی / خبر دهید بهر عندلیبِ سودائی
کشید شعلهٔ یاقوتِ گل زبرجد شاخ / چنانکه در چمنِ طور نخلِ موسائی
محک بجیب دمیده است لاله می گیرد / عیارِ سوخته قلبی بنقد دانائی

بسبزه قطرهٔ شبنم چنان نمودار ست
که بر بساطِ زمرد گهر برعنائی
مگو بشاهدِ گل هرزه خند بازاری ست
شگفته روست سراپا و بی تماشائی
بتار و پود شعاعِ سپهر می بافد
برای خسروِ گل جامهای دارائی
ز رشکِ رویِ سمن زار میخزد خورشید
بچار اطلسِ گردون ز فرطِ رسوائی
دلیلِ کوریِ نرگس عصا بکف این بس
نه کرده خاکِ چمن توتیای بینائی
فتاده کاکلِ سنبل چنان بعارضِ گل
که زلف بر رخِ حورا بزینت آرائی
ز جامِ لالهٔ مینایِ سرو آزادند
سبوکشانِ شگوفه بباده پیمائی
ز جوشِ حشرِ گل کو کنار فریاد است
بنیزه کرده سری مهر در شرر زائی
ز اعتدالِ هوایِ بهار نیست عجب
که گل کند سرِ شاخِ غزال صحرائی
مگر بتختِ حمل کرده شاهِ انجم جا
که حق بمرکزِ خود یافت پایِ برجائی
کدام حق، حقِ شاهِ قلمروِ ایمان
دُرِ محیطِ کرم ماهِ برجِ یکتائی
گلِ ریاض سخا، مرتضیٰ، امام بحق
که کمترینِ گدایش چو حاتمِ طائی
شهِ سریرِ امامت که بر درش خورشید
ز بهرِ کسبِ سعادت کند جبین سائی

عدو شکار هزبری که بیم ِ پنجهٔ او
پلنگ ساخته دشتی، نهنگ دریائی
اگر رسد دم ِ الله اکبرش به فرنگ
پرَد ز کلهٔ ناقوس بانگ ِ ترسائی
بجنگ ِ بدر چنان تیغ ِ مهر آسا زد
که شد هلاک سر انگشت منت آرائی
دلیر صف شکنی کو به ذوالفقار ِ دو سر
شکسته لشکر ِ کوه ِ احد بتنهائی
خبر ز دل شدهٔ خندق گریز مجوی
ز عَمر و پُرس که او دید مرد ِ هیجائی
کلید ِ ناطقه در باب ِ خیبرم گم شد
شها مگر تو درین باب، باب بکشائی
سخن چو وحشی رم خورده از سواد گریخت
بوصف سرعت ِ دلدل ز باد پیمائی
سبک تگ ِ که بیک جست زیر ِ کام کشد
چو پیک ِ آه ِ غریبان سپهر ِ مینائی
سپهر چیست غلط کرده ام که سرعت ِ او
عنان ِ هوش ربوده است از شکیبائی
ز ابتدای ازل تا بانتهای ابَد
هزار [بار] رود در دم از سبک پائی
طراز بخش ِ امامت، شها، نبی شانا!
توئی که خاک ِ در ِ تست تاج ِ کسرائی
غلام ِ قنبر ِ تو یعنی آفتاب غلام
مدار ِ مرکز ِ افلاک ِ علم و دانائی
شگفته جبههٔ صبح ِ کرم، فروغ سخا
طلوع ِ دولت ِ دینی، شکوه ِ دنیائی

دلِ شجاعت و جانِ حیا سرِ خوبی
تنِ مروّت و چشمِ و چراغِ بینائی
کمالِ جمله مکارم "تقی محمد خان"
که از دمِ تو دمش می کند مسیحائی
همیشه باد بظلِّ عنایتِ مِهرت
چو آفتاب بآغوشِ چرخِ مینائی
مدام تا که فلک رسمِ مهر و کین ورزد
عدوش کم کنی و دوستش بافزائی
ز حال "محسن" خود هم نظر دریغ مدار
که جز تو نیست کسی دستگیر مولائی

---

۱۰ — قصیده

[د. مدح میرک محمد احسن پورانی و منقبت]

گر بَرَد باد صبا خُلقِ تو در صحنِ چمن
گل کند از لبِ هر غنچه که احسن احسن
شرح اوصافِ جمیلِ تو بگلزارِ جهان
بوی گل نقل نماید بزبانِ سوسن
شاهدِ مدحِ تو محتاجِ بیان نیست که هست
وصفِ خورشیدِ جهان تاب بعالم روشن
شیخ اسلام پدر بر پدری گرچه فتاد
خاتم از دستِ سلیمان بکفِ اهریمن

حاسدِ کور درون، قدرِ ترا کَی داند
بو لهب قدرِ نبی را نتواند دیدن

از حیا و کرم و حلم و جوانمردیٔ تو
روشن است این که توئی روحِ نجابت را تن

شاخ و برگِ شجرِ طیّبهٔ اهل البیت
میوهٔ پیش رسِ چون تو نه دارد بچمن

پورِ افضل توئی از سلسلهٔ پورانی
نام احسن صفتِ احسن و خلقت احسن

گوش گل پر کند از گوهرِ رنگین چو صدف
بلبلِ باغِ مدیحت چو شود دستان زن

متّصل سلسلهٔ نسبتِ تو تا به نبی
منشعب ذاتِ تو از شاهِ درِ خیبر کن

آن که بی واسطهٔ وحی ز معراجِ رسول
پیش ازانی که بپرسند در آمد بسخن

شیرِ حق سرورِ مردان، علیٔ عمرانی
که بود یک لقبش صف شکن و شیر افگن

قایلِ لَو کشف و عالمِ ربّانی او ست
غیر او را نه رسد حرفِ سلونی گفتن

فاتحِ بابِ ولایت که سعادت داند
پیشِ او کشتهٔ شمشیر شدن ویس قرن

بی ولایش نتوان گشت ولی معلوم ست
ماه بی شعشعهٔ مهر نگردد روشن

هر که بی حبّ علی دم ز ولایت زده است
بی گمان نامِ ولایت بخود او بسته بفن

کَی سر از شستِ کمندش بکشد خصمِ جهول
همچو ماهی اگر از بیم بپوشد جوشن

نسبتِ او به نبی موسیٰ و هارون باشد
مدعی گر کند انکار سرش را بشکن
معنیٔ انفسنا هر که بفهمد، فهمد
که علی جانِ نبی بود به از اهلِ زمن
منکرش منکرِ پیغمبر و بل منکرِ حق
تابعش تابعِ پیغمبر و احکام و سنن
آیهٔ شاهدِ یتلو چه دلیل است ببین
بر سرِ عصمتِ آن شاه بر اهلِ فطن
زان که در آیه خداوند گزیده است ز خلق
شاهدِ دعویٔ اثباتِ نبوّت یک تن
در گواهی دو گواهند ضرور و این جا
یک گواه ست که معصوم تواند بودن
بهرِ تائید دگر آیهٔ تطهیر بس است
آری آری بیقین در شرفِ شاه چه ظن
اختصاصی که علی را به نبی بود، نبود
دیگران را که شمارند به از بابِ حسن
دو پسر عمِّ بهم، هر دو برادر باهم
آن یکی نورِ زمین آن دگری نورِ زمن
هر دو یک نور، دوتا دیدهٔ احوَل بیند
که چو بادامِ دو مغزند بیک پیراهن
ناکسانی که بتفضیلِ دگر حرف زنند
قدرِ خرمهره شناسند به از دُرِّ عدن
ای امیری که بود لشکرِ تو خیلِ مَلَک
وی وزیری که ترا شاه، رسولِ ذوالمن
زورِ بازویٔ ید الله ازان سلمان را
از کفِ شیر رهاندی تو بدشتِ ارژن

هل اتی بر سخنم حجتِ ناطق باشد
چون تو صاحب کرسی نیست درین دیرِ کهن
که سر، و گاه قطارِ شتران بخشیدی
گاه انگشتر و گه مزرع و گاهی خرمن
مفلسم خسته جگر از تو سوالی دارم
چشم دارم که دگر رد نه کنی حاجتِ من
اولا احسنِ اخلاق کز اولادِ تو است
باد در سایهٔ لطفت ز حوادث ایمن
روزگارش خوش و روزش خوش و اوقاتش خوش
دین و دنیاش بالطاف کنی مستحسن
دگر این کلبِ درت "محسنِ" پر جرم و گناه
که جز احسان و عطائی تو ندارد مامن
باد در گلشنِ مدحِ تو چو بلبل ز نشاط
دوست کام و خوش و آزاد برغمِ دشمن

---

۱۱ — قصیده

[در منقبت علی مرتضی]

[۱]

سمِ معظّم علی ست
گوش کن و دم مزن
نورِ مجسّم علی ست
گوش کن و دم مزن

---

[۲]

روحِ خلافت علی ست
عینِ امامت علی ست
بابِ رسالت علی ست
گوش کن و دم مزن

---

[۳]
لایقِ تحسین علی‌ست
جان و دل و دین علی‌ست
عقلِ نخستین علی‌ست
گوش کن و دم مزن

[۴]
مایهٔ ایمان علی ست
زندگیٔ جان علی ست
معنیٔ قرآن علی ست
گوش کن و دم مزن

[۵]
خواجهٔ قنبر علی ست
فاتحِ خیبر علی ست
وارثِ منبر علی ست
گوش کن و دم مزن

[۶]
بیش ز آدم علی ست
خویش بخاتم علی ست
جام علی جم علی ست
گوش کن و دم مزن

[۷]
باغ علی گل علی ست
جام علی مل علی ست
جزو علی کل علی ست
گوش کن و دم مزن

[۸]
سرورِ غالب علی ست
روح بقالب علی ست
مطلب طالب علی ست
گوش کن و دم مزن

[۹]
رهبرِ حق جو علی ست
واعظِ حق گو علی‌ست
شاهدِ یتلو علی ست
گوش کن و دم مزن

[۱۰]
مرشدِ کامل علی ست
واقفِ منزل علی ست
کاشفِ مشکل علی‌ست
گوش کن و دم مزن

[۱۱]
راهِ شریعت علی ست
اصلِ طریقت علی ست
سرِّ حقیقت علی ست
گوش کن و دم مزن

[۱۲]
چرخ غلامِ علی ست
عرش مقامِ علی ست
وحی کلامِ علی ست
گوش کن و دم مزن

[۱۳]
ماه شعاع علی ست
مهر مطاع علی ست
کفر نزاع علی ست
گوش کن و دم مزن

[۱۴]
خیر خلایق علی ست
بر همه فایق علی ست
مصحف ناطق علی ست
گوش کن و دم مزن

[۱۵]
بازوی احمد علی ست
قاتل مرتد علی ست
نفس محمد علی ست
گوش کن و دم مزن

[۱۶]
محرم اسرای علی ست
همدم نجوای علی ست
آیت کبرای علی ست
گوش کن و دم مزن

[۱۷]
ظاهر و باطن علی ست
ملجاء مومن علی ست
صاحب "محسن" علی ست
گوش کن و دم مزن

۱۳ — قصیده

[در هجو زاهد پلاس پوش و منقبت سید الشهدا]

اگرچه دست درازم بارتکاب گناه
نیَم چو دست درازان آستین کوتاه
برغم رشتهٔ تسبیح زاهدان ریا
سزد که دانهٔ اشکی کشم برشتهٔ آه

بود دراز شود ذکرِ شیخ از پسِ او
بشمله داده درازی چو دُنبه از دمگاه

بجز مطوّلِ ریش و بروتِ مختصرش
نه شد که صرف کند ساعتی به قال‌الله

فریبِ گریهٔ زاهد پلاس پوش مخور
چو برق حیلهٔ این ابر بین بدلقِ سیاه

ز بس مراقبهٔ مکر گردنش خم شد
بلی ترقّئی معکوس کرده این گمراه

صفای ظاهریش بسکه شد چو آئینه
ز عکسِ تیرگیٔ دل شود رداش سیاه

بزخمِ واقعهٔ کربلاش پروا نیست
ولی بلعنِ یزیدش بر آید از دل آه

گهی بتوبه نماید ثبوتِ اسلامش
گهی شماردش از اهلِ قبله و آگاه

پس از شهادتِ سبطِ نبی نمی دانم
که چون قبول شده توبه اش دران درگاه

کجا ست حکمِ عمومِ معاذ این آیه
که هر که قتل کند عمد مومنی فجزاه

غرض چه شرح بکلپترهای پوچ دهم
باین طریق نموده عوام را گمراه

وکالتی که ازو سر زند ز بهرِ یزید
نمی شود که کند شمر یا عبیدالله

ایا بشجرهٔ ملعونه تازگی داده
چو نخلِ عمرِ تو سازد خزانِ مرگ تباه

بغیرِ خارِ گناه و شکوفهٔ لعنت
چه حاصلی که بری برگِ راهِ محشر گاه

بپرده دشمنیِ اهلِ بیت نغمهٔ تست
سرودِ تست اگر لا اله الا الله

ز خفتنی که رسانی بدوستدارِ علی
چه فخرها که کنی درمیانهٔ اشباه

بترس از غمِ روزی که بر جفایِ آمور
خدا ست قاضی و پیغمبر و علی ست گواه

بهرزه پند مده "محسنا" بتیره دلی
که هیچ باز نداند ثواب را ز گناه

اگرچه حرفِ تو یاقوتیِ دماغ و دل ست
ولی بحیز دوائی نداده قوتِ باه

بچشمِ او ست سنانِ انس چو نورِ نظر
کجا کند بشهِ کربلا ز درد نگاه

شهِ سریرِ سخا و کرم امام حسین
که دستِ بحر نوالش کند گدا را شاه

شهیدِ تشنه لبی کز نمِ محیطِ کفش
ریاضِ خلد شود تازه چون ز ابر گیاه

گلِ ریاضِ نبی نونهالِ باغ بتول
بهارِ گلشنِ فیض علی ولی الله

شکوهِ حملهٔ او گر بر آسمان افتد
رود ببادِ فنا چون ز صرصری پرِ کاه

صفوفِ نیزه ورِ شامیان چنان بشکست
که بشکند صفِ مژگان ز یکّه‌تازِ نگاه

ز شعلهٔ غضبش گر شراره‌ای جستی
شدی کباب وجودِ عدو بتابهٔ ماه

سحابِ جراتِ او گر بقهر جوش زدی
ز برقِ تیغ دو عالم بسوختی چو گیاه

اگر نه مصلحت اندیش شد شهادتِ او
شدی بپشتِ پدر نطفهٔ عدوش سیاه
اگر [ز] خاکِ شفا ذرّه اش نصیب شود
چو آفتاب درخشد کلف بچهرهٔ ماه
ز انفعال چو شبنم چکد بعارضِ گل
دلِ بهار ز خویش اگر شود آگاه
چه رهنما و چه رهدان چه راهبر بخدا
که نقشِ پایٔ کفِ مورِ اوست خضر براه
امامِ مفترضِ الطّاعتا، قضا قدرا!
دلیلِ عصمتِ تو انّما یرید الله
اگر نه دوستی ات ضامنِ نجات شدی
که سر ز خاکِ خجالت بر آورد ز گناه
بسی نزار بشوقِ زیارتت شده ام
ز کهربایٔ کرم کش بسویٔ خود این کاه
مرا که از ستمِ چرخِ سفله می ترسم
به کربلای معلّیٰ در آوری به پناه
نه یک ثواب ز دستم بر آمد است از سهو
نه فوت گشته گناهم بطوع یا اکراه
اگرچه غرقهٔ طوفانِ معصیت شده ام
چه غم که مثلِ تو نوحم بود شفاعت خواه
ز فیضِ عامِ تو چشمِ شفاعتی دارم
در آن زمان که کنم در سیاه نامه نگاه
همیشه در چمنِ چرخِ تا دمد گلِ مهر
دلم ز مهرِ تو لبریز باد همچون ماه

۱۳ــ قصیده

[در منقبت سید الشهدا امام حسین]

یا ولی الله ز دستِ آسمان فریاد و داد
کو غبارِ پر ملالِ هستیم برباد داد
بابِ عشرت را بروی خاطرم مسدود کرد
از غم و اندوه و محنت بر دلم درها کشاد
غنچه سان تنگ است احوالم درین بستان سرا
قسمتم لختِ جگر از نعمتِ دنیا فتاد
خانه ام زندان و افغان گرگ یوسف حالتم
آسمان از کهکشان زنجیر بر پایم نهاد
نه همین تنها ز جورِ چرخ نالان گشته ام
ناله دارم از زمین چون بحر از افراطِ باد
مهربانی می کند مادر بفرزندانِ خویش
مهربانی از زمین هرگز نمی دارم بیاد
مهرِ او محصور می بینم بحالِ دختران
من ز مردی گشته ام از مهرِ مادر نامراد
وه چه گفتم عرض همت بی محابا برده ام
نا خلف چون من گهی از مادرِ گیتی نزاد
منکه دارم گنج ها از مهرِ شاهِ کربلا
زشت باشد شکوهٔ من از سپهرِ پر عناد
میرِ مظلومان، امامِ تشنه گان، شاه حسین
آنکه از نامش دو چشمم چشمهٔ جیحون کشاد

شهسوارِ دوشِ پیغمبر که باشد بر درش
همچو نقشِ پا کلاهِ قیصر و تختِ قُباد
دوستش با فسق هم بهتر بود از قدسیان
دشمنش با زهد و تقوی بدتر از شدّاد و عاد
نو بهارِ گلشنِ زَهرا که باشد میوه اش
نُه امامِ پاک دین معصوم از رجس و فساد
نورِ چشمِ مرتضی کز اشعهٔ انوارِ او
می توان گم گشتگان را برد بر راهِ رَشاد
مونسِ جانِ حسن گر خویِ مشکین بویِ او
نافهٔ آهو برد عطرِ بهارِ دین و داد
ای شهِ تختِ امامت، مقتدای اهلِ دین
دُرِّ درج طا و ها و بدرِ بُرجِ قاف و صاد
سیّدِ اهلِ جنان، فرمان روای انس و جان
دافعِ درد و بلا ها، شافعِ روزِ معاد
رونقِ شرعِ مبین، خورشیدِ برجِ یا و سین
غنچهٔ باغِ نبی، زَهرا نسب، حیدَر نژاد
کعبهٔ اربابِ ایمان، قاتلِ اصحابِ کفر
رنگِ رویِ مومنان و ناوکِ چشم زیاد
شمسهٔ ایوان عزت، مطلعِ انوارِ علم
مجمع البحرین معنی، شاهِ بیتِ عدل و داد
گوهر دریای همّت، آبروی شخصِ عقل
حاتمِ ملکِ مروّت، خاتمِ دستِ زهاد
خازنِ اسرارِ ایزد منبعِ احسان و جود
چشمهٔ فیضِ الهی، والدِ زین العباد

قامع بنیان بدعت، رافع رایات حق
کوه حلم و کان فضل و مهر دین شاه بلاد
مو بمو غرق محیط معصیت گردیده ام
جز ولایت دستگیرم نیست در روز معاد
نقد جان پیش سگانت می کند "محسن" نثار
هدیهٔ موری بنزد جم بود پای جراد

۱۴ــ سلام

[به سید الشهدا]

ای امام هدا سلام علیک — وی سراپا وفا سلام علیک
بر زمین شاه و بر فلک ماهی — نور ارض و سما سلام علیک
خادمت جبرئیل و میکائیل — مرکبت مصطفی سلام علیک
عاصیان را امیدگاه توئی — شاه روز جزا سلام علیک
جگر مرتضی ولی خدا — جان خیرالنسا سلام علیک
کشتیٔ نوح بردبار توئی — نا خدایت خدا سلام علیک
بلبل و قمریٔ تو حور و ملک — سرو گلگون قبا سلام علیک
گلشن آرزو ز فیض تو سبز — موج بحر عطا سلام علیک
مستیٔ این هفت خم بدور تو عام — جام گیتی نما سلام علیک
توبهٔ آدم از تو یافت قبول — اثر هر دعا سلام علیک
چمن آرای مدحت ابراهیم — اسمعیلت فدا سلام علیک

پدر نُه امامِ پاکِ توئی — سبعِ اولیا سلام علیک
پرتوِ مهرِ تست مشعلِ مهر — ماه اوجِ سخا سلام علیک
مرهمِ جانِ خستهٔ "محسن" — دردِ دل را دوا سلام علیک

---

۱۵ – قصیده

[در شهادت سید الشهدا امام حسین]

می رود فردا بمیدان نور چشمِ بوالحسن
ای سحر شرمی بکن تا روزِ محشر دم مزن
می رود فردا بمیدان راکبِ دوشِ رسول
بر قتالِ شامیان چون آفتابِ تیغ زن
می رود فردا بمیدان از جفایٔ کوفیان
نو گلِ بستانِ زهرا سروِ همدوشِ حسن
می رود فردا بمیدان والدِ زین العباد
بالشِ بیمار گردد داغِ دل، بستر محن
می رود فردا بمیدان حامیٔ آلِ رسول
زینب و کلثوم حیران فاطمه فریاد زن
می رود فردا بمیدان سرورِ لب تشنگان
آب پیکانِ ستم اصغر بنوشد چون لبن
می رود فردا بمیدان سیّدِ اهلِ جنان
نالهٔ رضوان کند خلدِ برین بیت‌الحزن
پس مدم ای صبح گر در دعویٔ خود صادقی
در ولایٔ آفتابِ مغربِ کرب و محن

ورنه از دستِ جفایِ شامیانِ کذب کیش
چاک خواهی زد گریبانِ جهان چون خویشتن
هست منقول از صداقت پیشگانِ راست گو
کز قضا چون صبح بر خود پاره کرده پیرهن
تیغ بر کف آفتابِ یثرب و بطحا، حسین
بر دمید و شد بمیدانِ بلا پرتو فکن
از سحر گه تا زوال، آن نیّرِ اوجِ قتال
تیغ می زد بر صفِ کافر دلانِ دل شکن
شامیان را غوطه در خون داد مانندِ شفق
کوفیان را کوفت بر سر ذوالفقارِ برق فن
یک هزار و نُه صد و پنجاه کافر را بکُشت
یک هزار و نُه صد و پنجاه ضربت بر بدن
بسکه سیلِ موجِ خون زان کوهِ تمکین ریخت برد
طاقتِ جولان بمیدانِ نبرد از دست تن
ناگهان آن سروِ گلزارِ کنارِ مصطفیٰ
از سرا بستانِ زین افتاد چون برگِ سمن
ناله اش رنگِ مصیبت ریخت آن دم بر زمین
نوحه اش انداخت آشوبِ قیامت بر زمن
جبرئیل از سدره نالان شد که هی شمعِ هُدا
کشته شد از تند بادِ صرصرِ قهرِ فتن
شد هجومِ ظلم کیشان چون مگس‌ها بر عسل
بر سرِ نو بادهٔ یعسوبِ دینِ ذوالمنن
تیرِ بی‌داد و سنانِ مبغض و سیفِ نفاق
چار سو می ریخت بر جانِ رسولِ مؤتمن
اندرین حالت نظر افگند بر دشتِ بلا
کودکِ شش سالهٔ معصوم فرزندِ حسن

دید عمّ پاکِ خود را درمیانِ شامیان
همچو خورشیدی که دورش میغ باشد برق زن
بی تحاشی ناله از سوزِ جگر زد چون سپند
و ز حرم آمد دوان نزدیکِ عمّ خویشتن
گفت یا عمّا چرا شد سروِ بالایت نگون
چاک چاکت از جفای کیست چون گل پیرهن
ای بقربانِ تو من، زین موی مشکین بوی تو
سوختم چندان که خون شد نافِ آهو درختن
بر لب کودک هنوز این حرف، کز قومِ جفا
دست و تیغی شد بلند از خارجی شوم تن
خواست تا زخمی زند بر شه که کودک زد فغان
کای لعین رحمی بکن بر حالِ زارِ عمِّ من
این بگفت و دستِ خود را چون سپر بر شه گرفت
تا مگر دستِ جفا را وا کشد دیوِ محن
لیکن آن بی رحم ظالم سنگ دل پوشیده چشم
تیغ بازو را فرود آورد بر شاهِ زمن
شد قلم دستِ صغیرِ بی گنه چون شاخِ گل
غنچه سان پیچیده بر خود نو گلِ باغِ حسن
از دلِ پر درد آهی زد که وا جدّا ببین
حالِ طفلِ خویش را و صحبتِ این اهرمن
شاهِ مظلومان چو دید احوالِ کودک را چنین
شد دلش از رقت آب و چشمِ حسرت قطره زن
با همه ضعفِ بدن چون جان در آغوشش گرفت
لیک بسته در گلویش گریه شهراهِ سخن
با کمالِ شدّتش این حرف آمد بر زبان
کای پسر، وی جان عم، وی مبتلا در صغر سن(۱)

---

(۱) کذا ــ قافیه ؟

صبر کن یک آنِ دیگر بر چنین جور و جفا
تا شوی هم صحبتِ اجداد در خلدِ عدن
این سخن را سرورِ لب تشنگان نا کرده ختم
کز کمان بغض شد سنگین دلی ناوک فگن
جسته ناوک چون شرار از سینهٔ طفلِ صغیر
کرده در دامان اقدس مرغِ بسمل پر زدن
مرغِ روحِ اطهرش زین دام گاهِ اعتبار
بالِ همت بر کشود و کرد بر طو بیٰ وطن
چرخ در چرخ آمد و بی دادها زد زین جفا
مهر شد لرزان و سوزان ماه شد داغِ کهن
چون نگاهِ سرورِ لب تشنگان این حال دید
جیبِ طاقت چاک زد با نعرهٔ افلاک کَن
گفت کای نو بادهٔ باغِ حسن نا دیده کام
داغِ هجران توعمّ چون لاله سازد جزو تن
این که ای طفلِ بلا کش جان فدایٔ عمّ ِ زار
می رسم با پایٔ سر در پی میانِ انجمن
از منِ بی کس سلامی عرض کن ای جانِ عمّ
بر نبی و بر علی و بر بتول و بر حسن
این سخن راگفت وزضعفِ بدن [بی] هوش وار
بر زمین غلطید عرشِ با وقارِ ذوالمنن
بیشترگر شرحِ ظلمِ شمرِ ذی الجوشن دهم
آتشِ غم شمع سان سوزد زبانم در دَهَن
چون لعینانِ ستمگر از جدل پرداختند
ریخت رنگِ ظلمِ نو در خاطر شان اهرمن
بهرِ تاراجِ حرم یکسر سمند انگیختند
تا شود کفر و نفاقِ شان بعالم مبرهن

آتش [غم] (۱) آن قدر شد شعله ورکز دود آن
آسمان پوشید با اختر بتبّر نیلی کفن
بعد غارت خیمه گاه عصمت آرایان قدس
سوختند از آتش کین مرتدان بغض فن
آنچه شد زان کلمه گویان در حق آل رسول
با لله ار کافر کند با خصم جان خویشتن
ای دریغا چون بر اشترها نشاندند از ستم
بانوان بیت عصمت را بدینسان در عَلَن
ای دریغا هر دو دست عابد بیمار را
بر قفا بستند از بغض و عداوت با رسن
ای دریغا راس پاک شاه شد در کربلا
بر سر شاخ سنان چون گل نمایان در چمن
ای دریغا با چنین احوال از دشت بلا
سوی کوفه شد ذهاب کاروان پُر محَن
ای دریغا در عداوت خانهٔ ابن زیاد
اهل بیت احمدی را چون اسیران شد وطن
آه واویلا کجا باشد روا کآل نبی
پیش ملعون ایستد از دور چون عقد پرن
آه واویلا روا باشد که بیند شوخ چشم
در کبوتر های خیل قدس چون زاغ و زغن
آه واویلا روا باشد که بر طشت طلا
راس پاک شاه دین باشد چو شمع اندر لگن
آه واویلا روا باشد که بر لعل حسین
بی ادب مرتد بکوبد چوبهٔ دندان شکن
آه واویلا روا باشد که این حرمت بود
بوسه گاه احمدی را درمیان مرد و زن

(۱) اصل: لفظ محکوک است

بیش ازین طاقت نه دارم تا بیارم در بیان
ظلمِ مادر بی نکاحانی بچندین پشت، من
یا الٰهی حرمتِ خونِ شهیدِ کربلا
آن که در گردابِ خون بنشست تا چاهِ ذقن
سرخرو کن مومنانِ مخلصِ یکرنگ را
در دو عالم همچو من گل بانگ و بوی جود من
خاصه "محسن" را که باشد منقبت‌خوانِ حسین
بر عدویؐ او زند تیرِ تبرّا در علن
عفو کن تقصیرِ او در حشر از وی در گذر
بالنّبی و بالوصی و بالحسین و بالحسن

۱۶- مرثیه

[سید الشهدا امام حسین]

دلها نه گشته آب ازین ماجرا دریغ
لب تشنه شد شهید، شهِ کربلا دریغ
تا کشتیؐ حسین بگردابِ خون نشست
طوفانِ گریه جوش زد از دیدها دریغ
از خارِ نیزهایؐ مخالف درین چمن
چون گل دریده شد جگرِ مصطفیٰ دریغ
از قحطِ آب با همه طغیانِ موجِ خون
پژمرده شد گلِ چمنِ مرتضیٰ دریغ

شد بارشِ خدنگ ز آبرِ کمانِ ظلم
بر نونهالِ گلشنِ خیر النسا دریغ
زهرِ غمِ حسین ترقی چنان نمود
کز وی شهید شد حسنِ مجتبیٰ دریغ
نیلی شد از طپانچهٔ بیدادِ کوفیان
گلگون عذارِ حضرتِ زین العبا دریغ
بر نوجوانِ حضرتِ اکبر هزار آه
بر پاره پارهٔ تنِ پُر زخمها دریغ
گر دید خشک شیر بپستان ز تشنگی
تر شد گلویٔ طفل ز تیرِ جفا دریغ
از شیونِ عروس پیٔ قاسمِ شهید
گردید حجله، خانهٔ ماتم سرا دریغ
از پشتِ زین فتاد چو عباسِ تشنه لب
شد سرنگون ز غم، علم کبریا دریغ
از دستبردِ زمرهٔ کفارِ نا بکار
تاراج گشت خیمهٔ آلِ عبا دریغ
از نالهٔ سکینه و فریادِ اهلِ بیت
شد گنبدِ سپهرِ برین پُر صدا دریغ
از تند بادِ ظلمِ سیه باطنانِ شام
شد کشته شمعِ دینِ رسولِ خدا دریغ
چون مهر رفته آن سر پر نور بر سنان
چون سایه ماند آن تنِ نازک بجا، دریغ
از بی کسیٔ آلِ پیمبر هزار حیف
وز آه و زاریٔ حرمِ کبریا دریغ
ای کاش آن زمان همه آتش شدی جهان
افتاده انتقام بروزِ جزا دریغ

آن دم که سیل ِ اشک فرو ریخت فاطمه
عالم چرا خراب نه شد ای خدا دریغ
جز اشک ِ لاله گون که برون جوشد از جگر
این درد ِ جان گداز ندارد دوا دریغ
ای مومنان چو "محسن ِ" خونین جگر ز غم
هر لحظه وا حسین بگوئید وا دریغ

۱۷ــ قصاید

[مرثیه سید الشهدا]

کشتیٔ آل ِ مصطفیٰ غرقه بخون ِ ناب شد
از ستم ِ مخالفان خانهٔ دین خراب شد
شمع ِ رسول کُشته شد از دم ِ باد ِ کوفیان
ابر ِ سیاه کفر ِ کین رهزن ِ آفتاب شد
خنجر ِ ظلم تا رسید بر دم حلق ِ تشنه اش
موجهٔ خون ز چرخ رفت چشم ِ مَلَک پر آب شد
بسکه فغان ِ العطش ز اهل ِ حرم بلند گشت
از جگر ِ مخالفان تا دل ِ سنگ آب شد
آه چه گفت فاطمه کو حسنم حسین کو
اصغر ِ نور ِ دیده ام تشنه مگر بخواب شد

آه کجا ست حیدرم تا که ببیند از کرم
گرچه علیٔ اکبرم کشته باین شتاب شد
آه کجا حسن که تا نعره زنان بگوید آه
جامهٔ قاسم از چه راه در خم ِ خون خضاب شد
آه سکینه ام چرا راحت ِ سینه ام چرا
لعل ِ خزینه ام چرا در رسن ِ عتاب شد
آه چرا دُر ِ ثمین، حضرت ِ زین ِ عابدین
از غل و پالهنگ ِ کین قید ِ خم طناب شد
آه چرا بخیمه گاه آتش ِ بغض در زدند
دود ِ دل ِ بلا کشان برق فشان سحاب شد
آه چرا حسین ِ من روشنیٔ چو عین ِ من
مهوش یر زشین من در حجب ِ نقاب شد
قطعهٔ دشت از تنش مقطع نظم ِ ناله گشت
مصرع ِ نیزه از سرش مطلع ِ انتخاب شد
آه ازان زمان که باز اهل ِ حرم بسوز و ساز
بر شتران ِ بی جهاز قافله در شتاب شد
نالهٔ وا محمّداه، بست جرس بمهر و ماه
بختیٔ چرخ همچو آه، محمل ِ اضطراب شد
بسکه ز چشم ِ قدسیان سیل ِ سرشک شد روان
قبّهٔ هفت آسمان بر سر ِ آن حباب شد
حوریه کَنَد مویٔ سر، مویه کنان و چشم تر
گفت جناب ِ حق مگر در صدد حساب شد
گرد ِ زمین فلک گرفت، رنگ ِ فلک مَلَک گرفت
اشک ِ ملک سمک گرفت، آه چه انقلاب شد
آه چه ماتم است این ماتم ِ پر غم است این
شادیٔ قاسم است این ناله درو ثواب شد

نغمهٔ وا مصیبتا، ساز رو حجاز کرد
پردگیان قدس را زمزمهٔ خطاب شد
از غم شاه تشنگان گریه کنید مومنان
کین غم و گریه تا جنان بدرقهٔ وهاب شد
در گذر ای خدایٔ ما از گنه و خطایٔ ما
چون کرمت برایٔ ما ثبت بهر کتاب شد
خاصه به "محسن" حزین بهر شه شهید بین
ورنه ز دست آن و این مستحق عذاب شد

۱۸- قصیده

[در منقبت سید الشهدا]

ای که دلم محو تماشای تو — تا بقیامت سر من پای تو
زلف تو و آه من تیره روز — دست من و دامن شبهای تو
جام تو و کام تمنّای من — فرق من و نشاء سودای تو
آب تو وه آتش هجران من — خاک من و باد تمنای تو
کویٔ تو و شورش مجنون من — سوزش من سازش لیلای تو
باغ تو و بلبل محزون من — داغ من و لالهٔ حمرای تو
رحمت تو زحمت تقصیر من — رویٔ من و درگه والای تو
علم تو و جهل من علم جو — طفل من و مرشد ایمای تو
کار گدایان خرابات، ساز — ای که شهان مست ز صهبای تو
بر دمد از خار، گل اعتبار — از نظر نرگس شهلای تو

قمریِ جان پر زند از هر طرف
در قدمِ سروِ دل آرای تو

جان بتنِ مرده دلان می رسد
از نفسِ فیضِ مسیحای تو

قلزمِ امکان همه برهم زدم
در طلبِ گوهرِ یکتای تو

گرچه بود در همه جا جلوه ات
در دلِ عشاق بود جای تو

کی غمِ عشق تو رود یا حسین
از دلِ غم دیدهٔ شیدای تو

جوششِ خونابهٔ چشمِ ترم
موجهٔ دردست ز دریای تو

برقِ بلا خیز جگر پاره کن
آه صبوحی زنِ مینای تو

صرّهٔ داغی نه فتد گر بدست
نقد کجا درخورِ کالای تو

خلعتِ عصمت بنخِ عز و جاه
دوخته حق بر قدِ رعنای تو

اسبِ تو شد شاه سوارِ براق
عرشِ برین سدّهٔ علیای تو

نقطهٔ بسم‌الله دیوانِ عشق
خالِ رخِ چهرهٔ زیبای تو

مهرِ رخت ماهِ سرورِ علی
عیدِ نبی غرّهٔ سیمای تو

دُرّ یتیمِ صدفِ فاطمی
روحِ امین خادمِ ماوای تو

در دو جهان مردِ خدا جویِ را
نورِ یقین صدقِ تولّای تو

وای بر آن قوم که از فرطِ بغض
کرده ستم بر تو و ابنای تو

موذیِ حق موذیِ پیغمبر است
آن که کمر بسته بر ایذای تو

آیهٔ لعنت به عمودِ عذاب
هست یقین در حق اعدای تو

منکه شها "محسنِ" دل خسته ام
مدح سرایِ تو و آبای تو

بلبلِ شوریدهٔ باغ تو آم
از دلِ دیوانهٔ صحرای تو

۱۹ـ قصیده

[در منقبت امام مهدی صاحب الامر]

دلی نالان چو دف از دستِ چرخِ چنبری دارم
سری پر شور و غوغا همچو رنگِ حیدری دارم
بیارانِ لباسی الفت. من سخت دشوار است
نه سر پیچِ مرصع نه کمر بندِ زری دارم
اگر کامل عیاری، چهرهٔ زردم تماشا کن
که من از دولتِ عشقش چه زرِّ جعفری دارم
قلندر مشربم هم صلح کل لیکن درین میدان
باین زودشتیانِ چند جنگِ زرگری دارم
کجا گوسالهٔ زر تا کند خلقی سجودِ او
تاسفها بسعیٔ غیر وقتِ سامری دارم
زبانِ ظاهرِ من نقصِ باطن نیست ای خواجه
چه شد گر بی زری دارم طریقِ باذری دارم
چرا نالم ز زرد و سرخِ این گلزار چون بلبل
بدل گنجی نهان مانندِ دینِ جعفری دارم
مرا چون بادشاهِ ملکِ دل کردند بس حیف است
که فکرِ خواجه تاشان و هوایٔ سروری دارم
بنیرویٔ جنون تا کرده ام تسخیرِ ملکِ دل
درو هر لحظه در مدِّ نظر خیلِ پری دارم
الم پیوندِ الفت کرد با شوخی پری زادی
که از بیدادِ او هر لحظه پیراهن دری دارم

سراپا سوختم از بس بیادِ جلوهٔ سروش
بتبتر مانندِ قمری جامهٔ خاکستری دارم
مرا در آتشِ هجران چرا آن شوخ می سوزد
سمندر طینتم طور طریقِ آذری دارم
بر آید کی خدایا تیغِ زلفِ آفتابِ من
که از بهرِ قدومش سر نثارِ سرسری دارم
چه می پرسی تو ای ناصح ز من نام و نشانِ او
قیامت جلوه ای از دودمانِ عسکری دارم
امامِ منتظر مهدئ هادی صاحب الامري
که با حکمش فلک چون بندگان در چاکری دارم
محمّد نام و حیدر گوهري کز ابرِ احسانش
دلی در سینهٔ پر دُر چو دکان جوهری دارم
فلک میدان، ملک لشکر، شهنشاها، قضا قدرا
که از گردِ سمِ اسبِ توچشمِ یاوری دارم
بود تا چند زیرِ ابر پنهان آفتابِ دین
بخدّامِ تو گستاخانه عرضِ داوری دارم
جهان از رنگِ ظلمت تیره تر شد از دلِ مشرک
بتیغِ کفر پردازت سرِ صیقل گری دارم
علم کن ذوالفقار ای حیدرِ خیبر کشایٔ من
که در هر جا نشانِ یک جهودِ خیبری دارم
ز بس پوشیده حق را باطل از مسلم نما کافر
مسلمانی که دارم در لباسِ کافری دارم
هم از شوقِ تو، هم از سیلیٔ گردون درین گلشن
سرشکی ارغوانی چهرهٔ نیلوفری دارم
مپرس ای ساقیٔ دوران چو گل کیفیتِ حالم
سرت گردون، دل پر خون ز دورِ ساغری دارم

براهِ انتظارت گر چه گردیدم غبار امّا
بنقشِ پایِ خدّامِ تو لاف همسری دارم

زنم گر پشت پا بر مسندِ خاقان عجب نبود
بسر از داغِ سودایِ تو چترِ سنجری دارم

بزیرِ سایهٔ مهرِ تو تا آسوده دل گشتم
نه باک از آسمان، نه بیمِ دورِ اختری دارم

دلم تا شد بری از دشمنِ اقبح خصالِ تو
چوخوبان پیشِ اهلِ دل عجائب‌دلبری دارم

ز فیضِ آن شهنشاهِ زمان می دانم ای "محسن"
که با این مفلسی ها باز معنی پروری دارم

۲۰- قصیده

[در مدح نادر شاه، بادشاه ایران]

شکر لله کافتابِ رافتِ خدّامِ شاه
سایه گستر شد بفرقِ ما برنگِ مهر و ماه

آن شهنشاهی که دستِ ملک بخشِ همتش
دستِ اول داد قیصر را بظلِّ خود پناه

تاج بخشِ خسروِ هندوستان، شاهی که زد
سکّهٔ صاحبقرانی بر رُخِ خورشید و ماه

همچو خورشیدِ درخشان از ازل آورده است
عرصهٔ گیتی بزیرِ سایهٔ فرِّ کلاه

از نسیمِ جنبشِ راياتِ نصرت آیتش
خانهٔ روسی خراب و تورهٔ توران تباه
هر کجا شمشیر رخشانش برآید از غلاف
از زمینش در بهاران برق خیزد چون گیاه
بسکه لرزد دیدهٔ دشمن ز تابِ خنجرش
چشمش از مژگان نگه را در بغل دارد نگاه
عرصهٔ عالم ز خاشاکِ ستم گردید پاک
از غبارِ لشکرِ شاهنشهِ انجم سپاه
دست عدلش مو کشان از کشورِ هستی کشید
فتنهٔ بیدادِ افغان و گروه روسیاه
دوست و دشمن را ز مهر و قهرِ او عیش و غم است
آن یکی بر تختِ جاه و این دگر در قعرِ چاه
جنبشِ بالِ پری موری بیادش می دهد
گر سلیمان حشمتی پیچد سر از فرمانِ شاه
قهرمانِ برّ و بحر و حکم رانِ خشک و تر
تاجور، صاحبقران، گیتی ستان، عالم پناه
جم‌خدم، انجم‌حشم، عالم کرم، گردون خیم
تاج بخشِ خسروان، سلطان نادر بادشاه
آن که تا مدحش‌نویسم‌منشی ٔ گردون ز رشک
صفحهٔ خورشید را مسطر کشد از مدِّ آه
ملک بخشا، سرورا، شاهنشهِ بحر و برا
ای که در بحرِ مدیحت عقلِ اول در شناه
از ورودِ نیّرِ اوجِ شرف یعنی رقم
فرق این محنت کشان بگذشت از گردون چو ماه

بسکه روشن شد سوادِ خلق از نورِ خطش
سر نوشتِ یک دگر خواندند از لوحِ جباه

از وفورِ مرحمت‌های که در وی درج بود
دل درون سینه پَر می زد که گیرد شاه راه

ناگهان از هاتفِ غیب این ندا آمد بگوش
کای گروه مردمان سیرو الی ظلّ اله

قلزمِ جود و عطا شد موج زن کو سائلی
داورِ دوران رسید، اینک کجا شد داد خواه

چون دُرِ گوشِ دل و جانِ جهان شد این خبر
از دل هر کس بر آمد نغمهٔ روحی فداه

بر امیدِ بخشش و الطافِ آن دریای فیض
بست هر کس بر میان احرامِ طوف بارگاه

زان‌میان "محسن" که باشد مدح‌سنجِ اهلِ بیت
همچو مور آورده رو سوی سلیمان دست گاه

بر کمر زادِ ره و در دل امید بخششش
بر زبان دارد دعای دولتِ خدّامِ شاه

تا سوارِ یکّهٔ تازِ چرخ مانندِ علی
بشکنند با تیغ قلبِ ظلمتِ شامی سپاه

از فروغ شعشعه تیغ شهِ گیتی ستان
باد روشن عرصهٔ آفاق چون چشم از نگاه

۲۱- قصیده

[در مدح میان نور محمد، خدا یار خان، ثابت جنگ، فرمان روای سنه]

سحر گهی ز جفای سپهرِ مینا رنگ
زدم چو بلبلِ شوریده در چمن آهنگ
چنان سرشک فشاندم ز دیده کز سرِ مهر
ستاره ریخت ز چشمِ فلک بآن دل تنگ
بشورِ تازه نمودم جراحتِ دل را
ز شرحِ تنگ دلی جان غنچه کردم تنگ
که ای رفیقِ طریقِ دیارِ تنگ دلی
چه حالت ست که خاموش ماندهای از ننگ
بگو که عقدهٔ این ماجرا که بکشاید
نسیم یا نفسِ فیضِ آن سخا اورنگ
بلند قدر، فلک مرتبه، زمین تمکین
ببزم جم، بسخا حاتم و برزم پلنگ
نهالِ دوحهٔ هاشم، بهارِ عبّاسی
نصیرِ بخت، خدا یار خان ثابت جنگ
شگفت و خنده زد و گفت ای عیارِ سخن
دمِ مسیح نه سنجد کسی بباد فرنگ
کجا بهارِ مروّت کجا خزانِ خسیس
ز دیو تا به سلیمان بسی بود فرسنگ
ازان نسیم ز آشفتگی چه افزاید
وزین نفس گلِ عیشِ ابد بگیرد رنگ(۱)

(۱) منتخب: و زاین نفس گلِ عیش آید و بگیرد رنگ

اگر نه پای بگل بودمی درین گلشن
چو بوی گل برهش بر گرفتمی آهنگ
ز خود برا و برو سیر کن خدا بادش(۱)
مباش سست که این جا شتاب به ز درنگ
ببین ز مشرقِ هر برج بیتِ دل‌هایش
طلوعِ نورِ محمد بدیده فرهنگ
نه دولتش ز رهِ اسپ و فیل و سیم و زراست
که در ترازوی دانشوری ندارد سنگ
ز گنجِ فقر و ز نقدِ کرامت و ارشاد
گرفته کشورِ دل‌ها چو هند و روم و فرنگ
چون این سخن ز لبِ غنچه گل بدامن کرد
بر آمده گلِ هوشم ز خارِ خارِ درنگ
کمر برشته جان بستم و روان گشتم
متاعِ نظم بدوش، اشتیاق پیش آهنگ
کنون که از کرمِ حق بخاکِ درگاهش
ز لوحِ آئینه بختِ خود زدودم زنگ
سزد بسلک خطابش کشم دُرِ معنی
بمطلعی که مه و مهر ازو پذیرد رنگ
زهی بقدِ شکوهت قبای گردون تنگ
ز بیمِ برقِ حسامِ تو مهر باخته رنگ
عقابِ تیرِ تو تا پر زند باوجِ جدال
ز شاخِ سدره پرد نسرِ چرخ همچو کلنگ
همین نه بازِ خدنگت بمخلبِ پیکان
ربوده صعوه روح عدو ز عرصه جنگ
بچله بند کند پی به پی کمانِ تو نیز
حسودِ سر بهوا داده را بسانِ خدنگ

(۱) خدا آباد نام دارالحکومت میان نور محمد فرمان روای سند

ولی چو شعلهٔ تیغت عیان شود ز میان
نه منّتی ز کمانی کشد نه ناز خدنگ
ز موجِ جوهرِ طوفانِ آبداریٔ خویش
بچار موج زند کشتیٔ سپهر درنگ
وجودِ خصمِ سیه دل دران محیطِ بلا
چو هندویست بگرداب موج خیزیٔ گنگ
ز صدمهاش زمین بسکه منقلب گردد
فتد ببحر پلنگ و فتد بدشت نهنگ
چه سرعت ست بآن برقِ آب گون یا رب
خورد بخونِ عدو و جهد ز تنگ سرنگ
ثمر فشان چو شود نخلِ نیزهات بمصاف
بگسترد ز سر خصم خوان رنگا رنگ
زبان دراز کند چون سنانِ او در طعن
رود ز مهرهٔ پشتِ عدو چو تیرِ تفنگ
چه رطل هایٔ گران می زند ز خونِ عدو
ببزمِ رزم که گرزی در آوری در چنگ
ببادِ حملهٔ روئین تنانِ لشکرِ تو
پرَد ز چهرهٔ دشمن چو هوش باخته رنگ
چرا ز تو نبود دین بلند آوازه
که از طپش دلِ کفّار کردهٔ دل زنگ
بجودِ عامِ تو در پلّهٔ ترازوی عدل
بهار و ابر و مه و مهر کَی شود پاسنگ
اگر ز عدلِ تو نوشیروان خبر می یافت
شدی بکوچهٔ زنجیر مختفی از ننگ
ز کهکشان و ز انجم سپهرِ جلد روت
چو شاطری ست کمر بسته با هزاران رنگ

رسیده تا ز تو ای شمع ِ نور پروانه
دلم ز شوق ِ تو پروانه بود گرم ِ شلنگ
ولی ز راه ِ حوادث که شرح نتوان کرد
مرا ز سنگ ِ جفا بود پای رفتن لنگ
وگر نه میس چه گریزد ز صحبت ِ اکسیر
وگر نه تن چه نماید براه ِ روح درنگ
کنون بگیر مرا دست و دستگیری کن
که هوش ِ خلق بمدحت کنم چو آئینه دنگ
دگر منال چنین "محسنا" ز دست ِ سپهر
بزن ز تار ِ نفس ناخن ِ دعا بر چنگ
همیشه تا که دهد شمع ِ آفتاب فروغ
بکاخ ِ ششدر این نُه سرای سبز الَنگ
ز نور ِ نام ِ تو روشن بود سرای جهان
چو دل زیاد ِ خدا و چو شخص از فرهنگ

۲۲ـ قطعه

[در جواب رباعی سیف‌الله] (۱)

ای نکته پروری که دیار ِ سخنوری
سیف‌الله ِ زبان ِ تو تسخیر کرده است

(۱) سیف‌الله، بخدمت مولوی محمد جعفر رسیده بود، و با محمد محسن اخلاص پیدا کرده۔ از خدا آباد یک رباعی تصنیف ِ خود بطرف مومی لیه فرستاد و داد ِ امتیاز خواسته۔ درین وقت آن رباعی موجود نشد۔ در جوابش محمد محسن این قطعه نگاشت ...... وقتی که این قطعه اش رسیده، در شکریه این رباعی قلمی ساخت منه:
مدحم کرده است "محسن ِ" خلق‌الله آن مظهر و جامع کمالات ِ الله
من لایق هجو باشم او مدح کند لا حول و لا قوة الا بالله
(مقالات‌الشعرا ص ۳۱۳)

نیسانِ فکرتِ تو بـهـر بحرِ شاعری
اصدافِ گوش پرور تقریر کرده است
شاهینِ تیز بالِ خیالِ تو از هوا
مرغانِ معنوی همه در گیر کرده است
از شاعرانِ تهته طلب کرده امتیاز
کلکت که گل بدامنِ تحریر کرده است
دانشورا، مویدِ روح القدس دلا
بنّای عشق بیتِ تو تعمیر کرده است
چون آیه نظمِ پاکِ ترا از رهِ تمیز
هر کس بقدرِ حوصله تقدیر کرده است
لیکن بکُنه معنیٔ آن کَی رسد کسی
گیرم غزالِ قدس بزنجیر کرده است
بیگانه معنیٔ تو که با لفظ آشنا ست
دل را قرینِ شاهدِ تاثیر کرده است
این خوشه چینِ خرمنِ فصلِ سخنوران
"محسن" که ترکِ شیوهٔ تزویر کرده است
هر که دُرِ کلامِ گرامی نموده گوش
گردن فرو چو حلقه ز توقیر کرده است
از بسکه برده لذتِ خاصی ازان کلام
محویّتش خموش چو تصویر کرده است
یا رب غزل سرائیت آفاق گیر باد
تا مطربِ زمانه بم و زیر کرده است

۲۳ — قصیده

[در مدح میان نور محمد، خدا یار خان، ثابت جنگ]

صبح که از گردِ راه خسروِ خاور رسید
نامه بخطِ شعاع زان مه انور رسید

مژدهٔ وصلم صبا داد ازان سرو قد
دعویٔ آزادگی شکر بمحضر رسید

قمریٔ جان پَر زنان در چمنِ بندگی
طوق بگردن ز شوق تا قدمِ سر رسید

مرغِ دلم را که بود ریخته پَر مدّتی
همچو اولی اجنحه زود بشهپر رسید

بالِ ارادت کشاد در روشِ اعتقاد
تا ز رهِ انقیاد بر درِ دلبر رسید

جذبِ محبّت بجا ست ورنه بمقدار جاه
ذرّه چه سازد که تا مهرِ منوّر رسید

عشق رسن در گلوم برد بجائی مرا
کز اثرِ خاکِ او آب بگوهر رسید

خاکِ درِ دین پناه مرشدِ راهِ اله
کز شرفش مهر و ماه حلقهٔ بر در رسید

پرتوِ شمعِ هدا نورِ محمّد کزو
فقر تفاخر کنان تا به پیمبر رسید

فضل و هنر را ازو رنگ برو آمده
عدل و کرم را ازو سکّه‌ای بر زر رسید

چشمِ خرد بارها دید به عین‌الیقین
کز پیٔ کین هر کجا خصم برابر رسید

فتح و ظفر در زمان با مددِ آسمان
همچو فقیرانِ او در صفِ لشکر رسید
قلعهٔ کفری به "کهچ" کرد چو مفتوح باز
هر که نظر کرد گفت فاتح خیبر رسید
رُفت "امرکوت" را از بت و بت خانه‌ها
طرفه شکستی ازو بر بت و پیکر رسید
"قلعهٔ رانا" که بود کوه بروی زمین
از رهِ امرش پران رفت بمنظر رسید
قلعه تو گوئی نه بود تخت ز بلقیس بود
پیشِ سلیمانِ وقت زود چو چاکر رسید
این همه فضلِ خدا ست لازمهٔ اولیا
کز کرمِ مصطفیٰ از کفِ حیدر رسید
فقرِ حقیقی بود سلطنتِ باطنی
کز کفِ آبا بآن معدنِ جوهر رسید
رشته فقرش نشاند نقشِ ولایت درست
راست نماید سطور صفحه چو مسطر رسید
جوهرِ ذاتیٔ او هست غنی از عرض
لیک عرض را ازو جوهرِ دیگر رسید
ای بنفس زنده ساز مرده دلان را ز فیض
چون ز دمِ عیسوی روح بپیکر رسید
بسکه بدورِ تو عام شد متیٔ عشرت تمام
گردشِ گردون گذشت گردشِ ساغر رسید
شد نظراتِ نجوم با نظرت متفق
چون نظرِ لطفِ حق بر تو مکرر رسید
وحدت و کثرت نمود آئینهٔ صورتت
فقر و غنا را بهم جایٔ مقرر رسید

صاعقهٔ صولتت بر سر اعدایٔ دین
همچو دمِ ذوالفقار بر سرِ عنتر رسید
هم ملکاتِ زکی هم حرکاتِ حسن
در تو همه جمع شد شیر بشکّر رسید
حلم و حیا خلقِ نیک، ثانی شانِ تو نیست
شاهدِ جاه ترا، زینت و زیور رسید
ذرّه نوازی کند ورنه کجا مهر را
بر فلکِ چارمین پایهٔ منبر رسید
گلشنِ جاهِ ترا هست هنوز ابتدا
تا چه دگر (۱) گل کند وقت مقدّر رسید
ضابطهٔ لطف و قهر دابِ جمال و جلال
از دلِ و دستت بِبَهرِ خیر و بِبَهرِ شر رسید
لالهٔ عباسیٔ در چمنِ هاشمی
کرد بسی گل و لیک مثل تو کمتر رسید
قبلهٔ اربابِ فقر، مرشدِ صاحب دلان
ای ز توخورشیدِ فضل بر خطِ محور رسید
"محسن" گمنام را نامِ تو نامی بود
زان که سُها را ضیا از مهِ انور رسید
این که باو در ازل از رهِ امداد حق
دل بمحبّت گرو، طبع سخنور رسید
بود ازان رو که داشت دامنِ آلِ عبا
تا که بدادِ دلش ساقیٔ کوثر رسید
مادحِ آلِ رسول خادمِ اهل قبول
پیشِ تو معروض داشت آنچه بدفتر رسید
هست دلِ پاکِ توآئینهٔ حق نمای
عرضِ هنر بی حساب چون بهنرور رسید

(۱) منتخب: تا چه قدر

ختم سخن می کنم فالِ دعا می زنم
دستِ اجابت بلند وقت اثر در رسید

سایه‌ات ای آفتاب از سرِ ما کم مباد
کز تو بذرات خلق فیض مکرّر رسید

۲۴- قصیده

[در مدح میان نور محمد و عرض حال خاندان مصنف]

ای آن که تو سر دفترِ اربابِ سخائی
پیشِ تو گدای ست یکی حاتمِ طائی

تا گشت محیطِ کرم و جودِ تو موّاج
بحر آمده کشتی بکف از بهرِ گدائی

در مجلسِ تو ماه یکی کاسهٔ سیمین
در محفلِ تو مهر یکی جام طلائی

سَر گل شود از فیضِ نگاهت چونهالی
گر بر سر خاری نظرِ لطف نمائی

در هر دو جهان باد ترا یار محمدّ (۱)
هر دم بتو باشد مدد و لطفِ خدائی

---

(۱) اشاره ایست بطرف میان یار محمد اولین فرمان روای خانوادهٔ کلهوره و پدرِ ممدوح میان نور محمد کلهوره

آن کس که برو سایهٔ لطفِ تو فتاده
هرگز نه کشد منّتی از بالِ همائی
تا خاطرت از نورِ محمد (۱) شده روشن
مانندِ دلت صبح نه باشد بصفائی
"محسن" که دعا گوی و ثنا خوانِ تو بوده
زین دارِ فنا رفت بتقدیرِ خدائی
امید که از غایتِ لطف و کرمِ خویش
بر حالِ یتیمان نظرِ رحم نمائی
نه منصب و نه مزرعه دارند و نه باغی
از قیدِ غم و غصه ندارند رهائی
هر لحظه ز آهِ شرر افشانِ دلِ شان
از گنبدِ گردون گذرد تیرِ هوائی
باید که تو از صیقلِ لطف و کرمِ خویش
از آئینهٔ خاطرِ شان زنگ زدائی
هر مشکلِ شان حل کنی از راهِ تفضّل
هر عقدهٔ دشوار که دارند کشائی
تا باز "غلامِ علی" (۲) از شوق چو بلبل
در باغِ دعایٔ تو کند نغمه سرائی

---

(۱) اشاره ایست بطرف اسمِ ممدوح میان نور محمد کلهوره فرمان روای سند
(۲) غلام علی "مدّاح" پسرِ مصنف

مصحف نگار کلک تو گلدسته بند شد
در بای بسم حلقه کند زلف سین ناس
زینت ده کلام الهی و می سزد
گویند اگر ثنای تو حسّان و بو فراس
ترجیع بند ذکر گروه ملایک است
گلبانگ قاریان تو در معبد سپاس
نوشیروان عدل تو از کشور وجود
شخص ستم کشیده بزنجیر احتباس
از نو بهار فیض تو گل میدمد ز خار
وز کیمیای لطف تو زر می شود نحاس
شیّاد پیشه خصم تو گر سامری شود
تا که خورد ز دست تو سرچنگ لامساس
شخص سعادت از پی تعظیم منزلت
بهر تو بسته است ز بال هما قطاس
از صدمه شکوه تو باد غرور و عُجب
بر می جهد ز بینی بد مغز چون عطاس
وا مانده فکر تیز ز ادراک جاه تو
بگذشته فوج قدر تو از سرحد قیاس
تا شهسوار عزم تو آتش عنان شود
تازد ز خود بقلب عدو لشکر هراس
از جود، آستین ترا فیضها قرین
وز رتبه، آستان ترا آسمان مماس
بر خوان عیش تا طلبد خادم ترا
شیلابچی فیوض الهی بالتماس
در صحن لاجوردی گردون بر آورد
از ماه نو پیاله و از آفتاب کاس

بر قامتِ تو دوخته حق جامهٔ شکوه
این نکته راست ست نه حرف ست در لباس

اقبال چاکرا، فلک از راهِ کینه ام
سر گشته بهرِ دانه نموده است همچو آس

از بسکه گشته است مسُجز[۱۳] کتابِ دل
از خاطرم گسیخته شیرازهٔ حواس

کم نیستم ز "طالب" و "عرفی" درین زمان
دارم سخن بسی و ندارم سخن شناس

در ششدرم ز خال ز یاد ستارها
افگنده است چرخ عجب مهرهٔ بطاس

وجهی که بود سدّ رمق در رهِ حیات
در پرده شد چو آبِ بقا زان سیه پلاس

چون درگهِ تو مرجعِ اربابِ حاجت است
دارد بحضرتِ تو مر این بنده التماس

کان وجهِ قوتِ جمعِ پریشان برغمِ چرخ
گردد مضاعف از کرم و لطفِ بی قیاس

تا با حضورِ قلب همیٔ چاکرانِ تو
گیرم رهِ دعا و بجا آورم سپاس

"محسن" منال از ستمِ چرخ بعد ازین
بر گو دعا و حدِّ ادب را بدار پاس

سبز است تا بابِ سحر کشت آسمان
وز ماهِ نو بخوشهٔ پروین رسیده داس

سر سبز باد کشتِ تمنای دوستت
سر گشته باد [دشمنِ] تو چون خرِ خراس

۲۶- قصیده

[در مدح میر لطف الله عرف میر متاره (۱) وزیر میان نور محمد کلهوره]

ای اختر ِ بلند ِ سیادت دلیل ِ راه
از آسمان ِ "لکعلوی" جلوه گر چو ماه
لطف ِ اله بقالب ِ انسان بر آمده
مانند ِ رمز آنا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ ز شاه
از دودمان ِ آل ِ عبا شمع ِ روشنی
وز "شاه صدر" یافته‌ای صدر ِ عزّ و جاه
قدر ِ تو چون بلند نباشد که دست ِ فیض
افراخت بهر ِ حدّ ِ تو این هفت بارگاه
سروت ز گلشن ِ رضَوی تا که قد کشید
بگرفته زیر ِ سایهٔ او عالمی پناه
در کشور ِ وجود، مقیمان ِ "سند" را
ذات ِ خجستهٔ تو بُوَد رحمت ِ الله
حاجت روای خلق ِ خدائی و می سزد
گویند گر جناب ِ ترا خلق قبله گاه
تا حکم ِ حق بمحکمهٔ شرع کرده ای
آورده چرخ پیش تو از مهر و مه گواه
تدبیر ِ صائب ِ تو بتقدیر متّفق
رایِ رزین ِ فکر ِ تو همدوش انتباه

(۱) میر لطف الله عرف میر متاره لکعلوي، (ولد سید عبدالکریم، از نبائر سید شاه صدر لکعلوي) وفات سنه ۱۲۶۱ھ

از خوانِ التفاتِ تو نعمت برد خرد
وز عقلِ دوربینِ تو حیرت برد نگاه

ادبارِ خصمِ شومِ تو هم جامه با زحل
اقبال چترِ کرِ تو بخورشید هم کلاه

فضلت عمارت است بتهر خانهٔ خراب
لطفِ تو ناخداست بتهر کشتیٔ تباه

از حسنِ اهتمام تو چندان گریخت غم
کاسوده طفلِ اشک بگهوارهٔ رفاه

تا دست گیریٔ تو بپا ماندگان رسد
زان رو خدایٔ خلق ترا داده دستگاه

نو بادهٔ ریاضِ حسینی بعید نیست
گر خضرِ ره شود بطریقِ تو هر گیاه

صیقل گرِ محامدِ ذاتت زدوده است
ز آئینهٔ مکارمِ دین زنگِ اشتباه

مردم چو مه ز عهدهٔ شکرت برون شوند
سایند بر درِ تو اگر تا ذقن جباه

حیدر گهر، حسین نژادا، حسن دلا
دلها و مهرِ تست بهر کهربا و کاه

ساحل نه بیند ار بمثل فکرِ تیز بال
در بحرِ بی کنارِ مدیحت کند شناه

مدحِ تو سر بمنقبت و نعت می کشد
کز وی خیال عاجز و فکر است عذر خواه

دشمن گداز بنده نوازا، ز شستِ چرخ
دارم دلی چو جعبه‌ای پُر از خدنگِ آه

از بسکه پیچ و تابِ غم و غصه خورده ام
دل از وطن بر آمده چون ریسمان ز چاه

چون مدح سنجِ آلِ نبی بوده ام ز شوق
سوئ دیارِ لطفِ (۱) تو افتاده دل براه
هستم امیدوار که از عینِ مرحمت
بر حالِ زارِ بندهٔ "محسن" كني نگاه
از "حمله حسینی" (۲) او داستانِ چند
با گوشِ هوش بشنوی از روئ انتباه
کر دست [چون] بمعرکهٔ نصرتِ امام
چون بسته است فوجِ معانی صفِ سپاه
شاید که بشگفد ز لبِ غنچهٔ قبول
از نوبهارِ لطف گلِ آفرین و واه
دیگر چه عرض عرضه دهم بر ضمیرِ تو
آئینهٔ دل است بتهتر صورتم گواه
تا صبح دم ز صاف ضمیریٔ آفتاب
بر ظلمتِ زمانه زند خنده قاه قاه
رویٔ موالیانِ تو چون مه سفید باد
رویٔ مخالفانِ تو مانندِ شب سیاه

---

(۱) اشاره ایست باسم ممدوح
(۲) یکی از مصنفاتِ مهم محسن تتوي که به تتبع "حملهٔ حیدري" تصنیف کرد

۲۷ـ قصیده

[در مدح میان مراد یاب خان، ولی عهد میان نور محمد، خدا یار خان ثابت جنگ]

گلِ مراد اگر یافت "تهته" درکار است
مراد یاب بود هر کرا خدا یار است

بهارِ مقدمِ فیضِ کـه یافت این صوبه
که خاک تا بلبِ بام رشکِ گلزار است

درین دیار کـه آر است محفلِ عشرت
که نغمهٔ طربی بر زبانِ هر تار است

نسیمِ روح فزایٔ کـه یافت این گلشن
که دسته دستهٔ گلها بنوکِ هر خار است

به نورِ شمع کـه این کلبه روشنی افزا ست
بجامِ عیش کـه این بزم جمله سرشار است

اگر غلط نه کند عقلِ معنی آرایم
همان گل است که زیبِ تمام دستار است

گلِ بهار "خدا یار خانِ ثابت جنگ"
"مراد یاب" که خانی بلند مقدار است

نهالِ دوحهٔ عباس، هاشمی نسبی
که نخلِ حاتم طائی بپیشِ او خار است

زهی شگوفهٔ نخلِ کرم که از خلقش
ز رشک، خون بدلِ نافهایٔ تاتار است

فروغِ دولت، و دین از جبینِ او پیدا
نشانِ مردمی از چشمِ او نمودار است

بزیرِ سایهٔ سروِ قدش جهان آسود
کیه گفته است که هرجا ست سرو بی‌بار است
عدو شکار هزبرا، قوی دلا، شیرا
ز بیمِ تست که ماوای اژدها غار است
عقابِ تیرِ تو از بس شکار دوست فتاد
مدام صعوهٔ روحِ عدو بمنقار است
بدوخت پشتِ دلیران بهم چو سیخِ کباب
ببزمِ رزم سنانِ ترا عجب کار است
اگرچه رطلِ گران می زند بخونِ عدو
ولیک گرزِ تو در کار زار هشیار است
شعاعِ تیغِ تو باشد میانِ لشکرِ خصم
چنان که پرتوِ مهتاب در کتان زار است
عدویٔ خانه خرابِ تو رویٔ خانه ندید
مگر که دار که از بهرِ او همین دار است
به "جام" تا که نهیبِ تو گوش زد گشته
برعشه جامِ شعورش بکف نگون سار است
شراب غفلتش از جام سر بریخت چنان
که تا بحشر بجز خوابِ مرگِ بیدار است
توان ز صورتِ اجمال گفت تفصیلی
که فردِ باطنش از نسخه جاتِ اشرار است
بصولتِ تو ز "رانا" چه حرف ها رانم
پیچ و تاب سراپا چو دم زده مار است
گهی بصلح کند میل و گه براهِ فرار
ببیمِ این دو جهازش همیشه پُر بار است

اگر به بندرِ صلحش رسد سفینهٔ هوش
زهی نصیب که باری باو مددگار است
و گر نه بادِ مرادش زند بموجهٔ مرگ
طرازِ عمر که از باد گرم رفتار است
ز صدمه‌های شکوهِ مواکبِ منصور
بهار بی حس و جنبش چو سنگِ کهسار است
دگر چه شرح دهم حالِ نخوت آرایان
که هر که هست بحالِ خودش گرفتار است
ز حالِ "محسنِ" مدّاح سرسری مگذر
که بس نزار و پریشان چو زلفِ دلدار است
ازین سبب درِ نظم ز گوشِ نا فهمان
نهان بگردِ یتیمی چو درِّ شهوار است
بلی بغیر شناسنده‌ای گهر خزف است
چنان که جز بسخن دان گلِ سخن خار است
سخن که زادهٔ وحی ست و آفریدهٔ حق(۱)
یکی ز معجزهایٔ رسول مختار است
اگر ز بی بصری قدرِ او نداند کس
چه غم که اهلِ سخن را بدو سروکار است
ولی کجاست سخن تا کسی ازو گوید
نه این سخن که زبان‌ها ازو بگفتار است
سخن که فصلِ بهارِ کمالِ انسانی است
بدل نشینیٔ جان‌ها چو پیکرِ یار است
بهرزه لب چه کشاییم بمحفلِ عالی
که آن جناب شناسایٔ رمزِ اشعار است

(۱) منتخب: سخن که زادهٔ فهم است و آفریدهٔ حق

کنون کنم بدعا ختم این قصیدهٔ مدح
که از کمالِ اجابت اثر پدیدار است
ز جام عیش درین بزم دور دورِ تو باد
همیشه تا که مه و مهر و چرخ دوّار است

۳۸- قصیده

[در مدح صادق علی خان (۱)]

سحر که دارای هفت کشور بتخت فیروزه گون بر آمد
چو نخلِ موی سیاهِ ظلمت بتاب تیغش ز پا در آمد
بتیره روزانِ مصرِ معنی دمید صبحی صداقت افروز
بکج گرایانِ شامِ نخوت شبِ مکافات از در آمد
بعندلیبانِ باغِ هجران صبا نویدِ وصال داده
بمی گساران جامِ محنت پیامِ ساقیٔ گل بر آمد
بکوچه ساقی از نگاهی ز چشم مستت بدست زاهد
ز چوب مسواک تاک رست و ز سبحه انگورها بر آمد
چنان شکستند باده نوشان دکانِ تزویر زهد کیشان
که از ترحّم بحالِ اوشان سرشک در چشمِ ساغر آمد
دران سحر گه بگوشِ هوشم رسید فرحت فزا نویدی
که رنگ بر رویٔ رفته هوشان چو آب در جویٔ گوهر آمد
نویدِ نوابِ فیض گستر، عدالت آئین و هوشیاری
که از عقابِ سیاستِ او پناهِ شاهین کبوتر آمد

---

(۱) آخرین ناظم تته (۱۱۳۹-۱۱۵۰ ھ) پسر نواب سیف‌الله خان صوبه دار تته

خجسته نوئین ِ نامداری که نام نامیش تا نویسم
سواد حرفم ز نور پاشی چو صبح ِ صادق منوّر آمد
ز شرق اقبال ِ آفتابش کشید تا تیغ ِ برق جولان
وجود ِ اعدایء عقرب آئین بشکل ِ جوزا دو پیکر آمد
سحاب ِ نیسان ِ عزم ِ جزمش هنوز در راه قطره می زد
که آب ِ تیغش نموده طوفان بنایء اعدا ز پا در آمد
سوار ِ میدان ِ همت ِ او کمان ِ اندیشه تا کند زه
وجود ِ خصمش ز هر بن ِ مو بزیر پیکان و خنجر آمد
بکج نوایان ِ ساز ِ طغیان چنان رسانید گوش مالی
که همچو طنبور ِ شان رگ جان گسسته بالایء پیکر آمد
بباد ِ جودش توان گرفتن ثمر ز بید ِ خیال هر دم
که نونهال خجستهء او ، محلّ ِ الطاف ِ حیدر آمد
بباد ِ عدلش چو بید ِ لرزان ز بیم فتنه چو شد گریزان
همین بچشم ِ سیاه خوبان دمی پناهش میسّر آمد
بیمن ِ [فیض ِ] قدوم ِ عالی جهان چو گلشن بتازه حالی
مگر که ظلم از شکسته بالی چو خار خار و خور و خر آمد
بعهد ِ عشرت‌فزایء نظمش دماغ ِ موری نه شد پریشان
مگر که زلف ِ سمن عذاران زشانه پیچان و مضطر آمد
همیشه یا رب بباغ ِ گیتی گل ِ نشاطش شگفته بادا
بحق ِ شاهی که بهر فرقش ز انّما تاج و افسر آمد
توان ز هر مو قلم رساندن دوات ز آب ِ حیات کردن
زحقّ ِ مدحش چگونه "محسن" زصد یکی هم توان بر آمد

—

۲۹ـ قصیده

[در مدح تقی محمد خان]

ز لطفِ بادِ شمال و ز فیضِ ابرِ بهار
زمانه عطر فشان و زمین زمرّد کار

هوا چو نفحهٔ عیسی است زندگانی بخش
زمین چو قطعهٔ فردوس پر ز نقش و نگار

ز پرتورِ گلِ رخسارِ شاهدانِ چمن
ز بذله سنجیٔ بلبل بشاخِ دستِ چنار

زمین چو تختهٔ یاقوت شد برنگِ شفق
هوا چو نغمهٔ داوُد پُر ز صوتِ هزار

شیافِ دیدهٔ بلبل زخاکِ گلشن شد
عجب که به نشود چشمِ نرگسِ بیمار

نمود خردهٔ زر را نثارِ شاهدِ گل
بگل فشانیٔ بلبل ز غنچهٔ منقار

سحاب ساقیٔ بزمِ چمن مگر شده است
که سرو گشته چو مینا و لاله ساغر وار

کشیده فاخته کوکو بپیشِ سرو رخان
رسیده سطربِ بلبل بصوتِ موسیقار

ببزمِ باغ ز مستی گل رخان چنان مستند
که سر ز غایتِ مستی کشند از دیوار

زبانِ سبزه اگر لال شد عجب نه بود
که سوسن آمده با دهٔ زبان بوصفِ بهار

گذشته است تو گوئی نسیمِ خوی کسی
و گر نه این همه خوبي کجاست با گلزار
گل همیشه بهار، تقی محمد خان
که هست رائحهٔ خلقِ او نسیمِ بهار
دُرِ محیطِ کمال و مهِ سپهرِ جلال
نهنگِ بحرِ قتال و پلنگِ عرصهٔ کار
بلند قدر چو همت، گران رکاب چو کوه
سبک عنان چو نسیم، و شگفته دل چو انار
کشاده رو چو مروّت، حیا شکار چو شرم
بدل عزیز چو عشرت، بجان انیس چو یار
ببزم بلبلِ دستان، برزم رستم وقت
بعلم قلزمِ معنی، بحلم کوهِ وقار
بجود حاتمِ دهر و بعقل افلاطون
بطبع آب روان و برخ گلِ بی خار
بدین چو بوذر و عمّار راسخ و محکم
بکین چو مالکِ اشتر، سوارِ نیزه گذار
ز خشم گر بمثل جانبِ عدو نگرد
کند ز هر بنِ مو برتنش خدنگ گزار(۱)
ز رحم گر فکند چشم بر سرِ مفلس
دلش چو کانِ جواهر کند جواهر زار
ایا سپهر مکان! خانِ مرحمت عنوان!!
که هست وصفِ تو بیرون ز حیّزِ گفتار
فلک برشتهٔ کارم ز بس گره زده است
بسانِ عقدِ ثریا ست حالِ بندهٔ زار
بجز کلیدِ سر انگشتِ فیضِ ابرویت
کشادِ عقدهٔ مطلب بسی بود دشوار

(۱) منتخب : خدنگ هزار

بحالِ بندهٔ "محسن" ز مرحمت چشمی
بجانِ سیّدِ مرسل بجانِ هشت و چهار
همیشه تا که زند یکّه تازِ عرصهٔ چرخ
بقلبِ روسیهِ فوجِ شام چون کرّار
سوارِ عزمِ تو منصور باد بر دشمن
عدوی جاهِ تو مصلوب همچو دزد بدار

۳۰ــ قصیده

[در مدح تقی محمد خان]

ز بس جوش زد لشکرِ برشکال
شده رستمِ عرصهٔ چرخِ زال
سیه فیل های قیامت شکوه
کجک خورده از برق و شوریده حال
چو غرّند شیران بهم آمده
نمودند ملکِ هوا پائمال
بجستند از مهد خاک آن چنان
که از چشم طفلِ سرشکِ ملال
چو سلطانِ بارانِ ظفرمند شد
کشاد از کرم دستِ دریا نوال
بهر خشک و تر بسکه گوهر فشاند
صدف را بسی طعن ها زد سفال
چنان از رطوبت هوا نم گرفت
که بر دوشِ زُهّاد شد سبز شال
ز بس تازگی خشک مغزانِ کوه
چو سبزانِ هندو بغنج و دلال
زمین حله پوش چو اهلِ بهمن
زمان روح بخش چو بادِ شمال
زمین این چنین و زمان آن چنان
زبان سبز شد پسته سان زین مقال
بیا ساقی ای رشکِ ماهِ کمال
[که] با نورِ مَی بدرسازی هلال
بیا مطربا گوشِ غم را بمال
که شد خشک در تن نفس همچو نال
بسارنگ دارد بمَی بانگِ نی
بساز آر با سوزِ مردنگ تال

سپندم کجا مجمر عود من که رقصد دلم همچو صوفی ز حال
بزن شعله‌ای یعنی آن پرده‌ای که سوزد همه پرده‌ها چون زکال
بکش از حجاب سحاب آفتاب همان آفتاب سپهر جلال
مه برج فضل و دُر درج جود فلک شان زمین حلم و کان کمال
بهار مروّت، گل باغ فیض نهال سخا از کف بی همال
جهان کرم، جان شخص جهان محمّد تقی خان دریا نوال
نهد بر قوی پنجه گر صولتش گریزنده رستم بآغوش زال
سخن فهم دانا فلاطون فنی که طبع روانش چو آب زلال
قوی گاه عاجز نوازی چو مهر که تابد بذرّات پیش از جبال
بفرق من عاجز ناتوان الهی بوَد سایه‌اش بی زوال

بود تا جهان خرّم از فیض ابر
دلش باد از خرّمی مال مال

۳۱- قصیده

[در مدح تقی محمد خان]

ای نجم دولت تو بر اوج کمال باد
نعل سم سمند تو جرم هلال باد
بهر سواریٔ تو ز مه زین ز چرخ رخش
وز کهکشان و هاله رکاب و دوال باد
نقشت چو فیض اسم امام نهم نشاند
نام تو بر نگین جهان دیر سال باد

کفّ الخصیب دستِ دعا می کند بلند
یا رب همیشه دستِ تو دریا نوال باد
پیش از طلوعِ تیغِ تو از مشرقِ غلاف
مرّیخ با عدویٔ تو گرمِ قتال باد
ناهیدِ نغمه سنج، سراید ببزمِ تو
ای مشتری ز مهرِ تو فرخنده فال باد
در رزم پیشِ حملهٔ روئین تنانِ تو
سهراب و سام و رستم [دستان] چون زال باد
مارِ زبان بغارِ دهان می خزد ز بیم
در وصفِ نیزهٔ تو که نصرت مآل باد
از غنچهٔ سنان همه میدان چمن نمود
این نخلِ باور ز سرِ بد سگال باد
در قلعه هایٔ کفر صدایٔ نقیبِ تو
گلبانگِ حیدری و اذانِ بلال باد
خویِ تو بویٔ مشک بخونِ جگر نشاند
این عطرِ جاودان چون نسیمِ شمال باد
گُرزِ تو رطل های گران زد ببزمِ رزم
یا رب ز خونِ خصم شرابش حلال باد
برقِ خدنگ سوخت عدویت سپند وار
کین شست صاف دور ز عینِ کمال باد
بیجا ز تیر زهرهٔ دشمن نه گشت آب
یعنی نصیب این رگِ ابرِ قتال باد
"محسن" که بلبلِ چمنِ نکته سنجی است
جاوید در مدیحِ تو شیرین مقال باد

ب ـ ترکیب بند

۱ ـ هفت بند

[در منقبت علی مرتضی]

[بند اول]

السلام ای ملجأ خلق الٰه العالمین
رحمت عام الٰهی عروة الوثقای دین

رافع رایات نصرت قامع بنیان کفر
شهریار کشور دل‌ها امیرالمؤمنین

معنی خاص سخاوت صورت معنی علم
جسم آدم، جان خاتم، پیشوای متقین

محرم اسرار نجوی، همدم بزم رسول
فاتح ابواب دولت، ناصر شرع متین

حاکم نص غدیر و نائب روز تبوک
مصحف ناطق، ولی حق، وصی مرسلین

مظهر سر عجائب مصدر آثار صنع
وارث علم نبی استاد جبریل امین

بار تمکین تو اندازد اگر لنگر بعرش
می خورد بر پشت ماهی سینهٔ گاو زمین

بحر احسان ترا چون ابر چندین آب کش
مزرع علم ترا چون خضر چندین خوشه چین

مهر دار روز دیوانت سلیمان زمن
پیشکار بزم قدرت عیسی گردون نشین

از طلوع نیّرِ نورِ نبی تا شامِ حشر
سر نه زد از هیچ مشرق چون تو خورشیدِ مبین
کَی رسد پایان مدیحِ ذاتِ پاکت گر شود
آسمان کاغذ، درختان کلک و عالم کاتبین
در کمالِ ظاهر و باطن برنگِ مهر و ماه
نیست فرقی از تو و تا رحمة للعامین
چون تو هرگز با کسی همدم رسول‌الله بود
تو نگینی بی گمان خاتم رسول‌الله بود

[بند دوم]

ای ندیده دیدهٔ امکان باوصاف تو کس
مردمِ چشمِ بصارت در رُخت حیران و بس
می توان هردم چو صبح از فیضِ مهرت کرد صید
مرغِ زرین بال چون خورشید در دامِ نفس
حرزِ جانِ انبیا از نقشِ نامت مستعار
شمعِ جمعِ اولیا از نورِ مهرت مقتبس
کاروانی را که بارش بستهٔ اخلاصِ تست
شد صریرِ شهپرِ جبریل آوازِ جرس
شهدِ دنیا گر دو روزی شد نصیبِ دشمنت
دستِ حسرت می زند تا حشر بر سر چون مگس
بالِ قدرت (۱) گر کشادی شاهبازِ همت
مانعِ پروازِ او کَی می شدی این نُه قفس
بر دَمِ تیغت که باشد موج طوفانِ اجل
پیکرِ خصمِ خسیست می نماید همچو خس

---

(۱) منتخب: بال همت

هر که یک جو تخم بغضت در (۱) زمین سینه کاشت
حاصلش از خرمن ایمان نه باشد یک عدس
در مصافی کز دو جانب چون صدای نفخ صور
در دماغ چرخ پیچد صدمهٔ بانگ فرس
تیغ مردان از غلاف روزگار آید برون
تا نهد بر نبض جان انگشت نشتر چون مجس
از زبان قادر مطلق رساند جبرئیل
مژدهٔ فتحت ز پیش و نغمهٔ تحسین ز پس
خیزد از هر ذرّه آن دم گر بقدر چرخ زور
پائداری کی کند با زور بازوی تو کس
بر فلک روح القدس (۲) گوید بحکم کردگار
لا فتی الاّ علی لا سیف الاّ ذوالفقار

[بند سوم]

ای ز نامت عرش اعظم زینت و فر یافته
شاهد معنی ز مدحت زیب و زیور یافته
در بحار عالم اخلاق غوّاص عقول
چون تو عالی گوهری بسیار کمتر یافته
در کشاد عقدهٔ دل عقل اوّل از نخست
هر سر انگشتت کلید باب خیبر یافته
آن که داند بندهٔ ترک سفیدت آفتاب
هندوی سبز غلامت چرخ اخضر یافته
آن که باشد رهبر راه دیار لامکان
نقش پایت از عروج وهم برتر یافته

(۱) منتخب: بر (۲) منتخب: روح الامین

طائر قدسی نژادِ مهرت از گلزارِ صدق
بیضهٔ اسلام را در زیرِ شهپر یافته
در محیطِ بی کنارِ دانشت جبریلِ عقل
خویشتن را بارها چون خس شناور یافته
دولتِ مهرِ تو کم از گنجِ باد آورد نیست
هر دلِ مفلس ازو خود را تونگر یافته
حکم یک دارد جنابِ نائب و منئوب عنه
زان ترا هر کس چو ایزد حاجت آور یافته
آسمان مستانه می رقصد مگر صبحِ ازل
از کفِ دستِ عطائت جامِ کوثر یافته
تا نجف دُرخیز گشت از مقدمت معلوم شد
خاکِ درگاهت خمیر از آبِ گوهر یافته
هر پسر کز مادرِ ایّام جز مهرِ تو زاد
پیرِ عقلش بی گمان در حکمِ دختر یافته
گر نه بارد ابرِ احسانِ تو گردد بی سبب
مادرِ سفلی عقیم و والدِ علوی عزب

[بند چهارم]

ای نظامِ ملک و ملت از زمانِ مصطفیٰ
شهریاری چون تو زیبد در جهانِ مصطفیٰ
طوطیٔ نطقِ تو در هر علم شد شکّر شکن
تا که خوردی جای شیر آبِ دهانِ مصطفیٰ
در شبِ هجرت ز بیمِ کافرانِ تیره بخت
جز تو کس خوابیده هرگز بر مکانِ مصطفیٰ

عندلیبِ سدره می داند برنگ و بوی تو
وا نه شد هرگز گلی در بوستانِ مصطفیٰ
جز تو کس نبود یقین پیشِ رصد بندانِ دین
اولین برج از بروجِ آسمانِ مصطفیٰ
چون صفاتِ حق توان دریافت از ذاتِ نبی
می توان دانست از شانِ تو شانِ مصطفیٰ
شهرِ علمِ احمدی را چون درِ دولت توئی
آستان بوسِ تو بوسید آستانِ مصطفیٰ
بی خطِ مهرت اگر روح الامین باشد چه شد
کس نه گردد داخلِ دارالامانِ مصطفیٰ
تا چراغِ مهر روشن گشته هرگز بر نه خاست
چون تو شمعی روشنی در خاندانِ مصطفیٰ
از کلامت تا کلامِ مصطفیٰ فرقی نه بود
می توان گفتن که بودی هم زبانِ مصطفیٰ
همچو لعلِ بی بها زیبِ برِ دوش تو شد
عصمت آرائی که بود از صلبِ کانِ مصطفیٰ
جانِ مجروحم بلب آمد ز طعنِ حاسدان
مرهمِ لطفی کرم فرما، بجانِ مصطفیٰ
پیش ازین خوش دل مگردان حاسدِ بد خوی من
کن سفید از لطف پیشِ آن سیه رو، روی من

[بند پنجم]

ای ندیده جز خدایت یا امیرالمؤمنین
دیده چشمِ مصطفیٰایت یا امیرالمؤمنین

با یدالله سر بر آورده ست از یک آستین
پنجهٔ زور آزمایت یا امیرالمؤمنین

حاصلِ دریا و کان یک مشت سنگی بیش نیست
در کفِ دستِ سخایت یا امیرالمؤمنین

راست کیشان را نشانِ قابَ قوسین می دهد
ابروی معجز نمایت یا امیرالمؤمنین

کی سلیمان چون تو انگشتر بسائل داده است
خلق حیران از عطایت یا امیرالمؤمنین

می توان صد مرده دل را زنده کردن در نفس
از کلامِ جان فزایت یا امیرالمؤمنین

در محیطِ دهر طوفانِ حوادث نشکند
کشتیٔ فقرِ گدایت یا امیرالمؤمنین

بس بود برهانِ روشن آفتابِ انّما
بر کمالِ کبریایت یا امیرالمؤمنین

این رباعی را که نامش کعبةالله کرده اند
هست یک بیتِ ثنایت یا امیرالمؤمنین

شامِ دیجورِ مسائل صبحِ صادق کرده است
پرتوِ خورشیدِ رایت یا امیرالمؤمنین

بر سرِ هر کس که آمد دولتِ جاوید یافت
سایهٔ بالِ همایت یا امیرالمؤمنین

خوش نه کرد ایزد بشهرستانِ کلِّ کائنات
جز دلِ ابرار جایت یا امیرالمؤمنین

با تو کی سنجند یاران باز اغیارِ ترا
گر بمیزانِ خرد گیرند مقدارِ ترا

[بند ششم]

ای که ملکِ معرفت در زیرِ فرمان شما ست
دورِ جامِ افتابِ دین ز دورانِ شما ست

صبح ایمانی که از تاریکیٔ دل می دمد
پرتوی از مشرقِ چاکِ گریبانِ شما ست

سلسبیلی را که جانِ عالمی لب گشته است
رشحهٔ ابرِ مطیرِ دستِ احسانِ شما ست

انچه مذکور است زاعجازِ عصایٔ موسوی
راست اگر پرسند کارِ چوبِ دربانِ شما ست

عقلِ اول گرچه دارد در بغل لوح و قلم
لیک تا اکنون همان طفلِ دبستانِ شما ست

جمع و خرجِ عالمِ بالا بفردِ مهر و ماه
در(۱) کفِ مستوفیٔ سرکارِ دیوانِ شما ست

آیهٔ جنّات تجری تحتها الا نهار را
ذکرِ خویٔ انگبینِ خلد در شانِ شما ست

آنکه او شیلانچی اقسامِ نعمت ها بود
فی الحقیقت ذلّه بندِ ریزهٔ خوانِ شما ست

هر که داخل شد درو از لوثِ عصیان پاک شد
وسعتِ رحمت همین بر قدرِ ایوانِ شما ست

مدّتی شد "محسنِ" مدّاح از پا مانده است
دستِ احسانی که آخر منقبت خوانِ شما ست

نانِ او تا کیّ بآبِ رویٔ او گردد عجین
گر گنه گار است باز از چیرهٔ خوانِ شما ست

(۱) منتخب : بر

بنده را چون ناز با آقاست می گوید مدام
تا قیامت دستِ امیدم بدامانِ شماست
گر تو رانی از که باید چشمِ احسان داشتن
کور بِه چشمی که آن بر دستِ دونان داشتن

[بند هفتم]

ای جنابِ قدسیان را قبلهٔ والا مقام
روشن از نورِ قدومت معنیٔ بیت‌الحرام
عینِ نامت در نظر سرچشمهٔ عین الحیات
لامِ لطفت منتهی تا اوسطِ دارالسلام
یایٔ معکوست مخاطب گشته با یایٔ یقین
تا بر آرد عالمی را از چَهِ کفر و ظلام
اوّل و آخر ز نامت گر نه جستی بال و پر
سعیٔ پروازِ فلک بودی ز عیسیٰ ناتمام
آیة الکرسي که عرشِ اعظمِ سرِّ خداست
مظهرِ چندین عجائب گشته زین فرخنده نام
از یدِ قدرت بکلکِ نور بر بابِ بهشت
نامِ پاکت ثبت شد در پهلویٔ خیرالانام
اسمِ اعظم را که می گویند این اسم است و بس
با سلیمان بود ورنه خاتمِ دیگر کدام
راحتِ روح و غذایٔ تن سرورِ سینه هاست
حرزِ ایمان جوشنِ مرد است این نامِ کرام
مفلسان را گنجِ دولت عاجزان را دست و پا
درد را درمان، خرد را جان، پریشان را نظام

معنیٔ نامِ شریفت را که فهمد جز خدا
ای بلند از فهمِ عالی از اشاراتِ عوام
تاکه باشد نقشِ نامت بر نگینِ مهر و ماه
تا بود مهرِ تو روشن از جبینِ صبح و شام
بر جبینِ دشمنانت جز غبارِ غم مباد
بر نگینِ دوستانت نامِ نامی مستدام
دوستانت را دهد در بزم چو خلد برین
ساقیٔ لطفِ تو خَمْراً لَذة للشاربین

۲- ترجیع بند

[در منقبت علي مرتضي]

[بند اول]

بر شمهٔ سپهر که فردی ست جدولی
کلکِ قضا نگاشته حرفِ خوش جلی
کز بعدِ مصطفی بخدا نیست رهنما
غیر از علی و یازده فرزند از علی
شاهِ نجف، سپهرِ شرف، آفتابِ علم
بحرِ سخا، جهانِ حیا، کانِ پر دلی
بر درد ازطلسم ز گنجِ علوم خویش[؟]
پیشش دو کون شوند دو حرفی به مجملی
وقتِ کرم هزار چو حاتم پیش او
شرمنده گشت و رفت چو قارون باسفلی

از عدلِ او مپرس که از عدلِ تیغِ او
آمد دو پاره تن دو گواهِ معدّلی
مهرش، بر اصلِ پاک چه برهانِ روشن است
بغضش، خطا باصل دلیلِ مدلّلی
شکرِ خدا که سینه‌ای دارم بسانِ دُرج
کز گوهرِ محبّتِ او هست ممتلی
نفسِ رسول خوانی و مفضول دانیش
ای ناصبی برای خدا این چه احولی
بنوشت حکمِ شاهیٔ او مالک ملوک
در مصحفِ مجیدِ خود از انّما ولی
تا التجا بساقیٔ کوثر نمی بری
یک عقده از دلت نه شود حلّ و منجلی
آنم که گاهِ تفرقه و حادثاتِ دهر
وردِ زبان کنم بیقینِ مکمّلی
یا مظهر العجائب عوناً لنا علی
ادعوک کلّ همّ و غمّ سینجلی

[بند دوم]

روزی که حکمِ شاهیٔ حیدر نوشته اند
دارای روم چاکرِ قنبر نوشته اند
با آن همه جلال و بزرگی سکندرش
از کهترین ملازمِ اشتر نوشته اند
رمزِ شجاعتش که برون از عقولِ ما ست
با کلکِ تیغ بر سرِ عنتر نوشته اند

تعریفِ زورِ بازوی آن دستِ ایزدی
بر فرقِ مرحب و درِ خیبر نوشته اند
دانی که کیست آن که فرامینِ شاهیش
روزِ غدیر بر سرِ منبر نوشته اند
شاهیست بی قرین که ملائک بلوحِ دل
ارقام مهرش از قلمِ زر نوشته اند
یک آیه بلّغ است که بهرِ امامتش
از جملهٔ دلائلِ اظهر نوشته اند
چشمِ خرد کشا و ببین لو کشف که گفت
غیر از علی که ساقیٔ کوثر نوشته اند
از سورهٔ برات کیه برد و به مکّه خواند
بر فضلِ شاه، حجّتِ انور نوشته اند
جان را به مصطفی شبِ هجران فدا کیه کرد
کش نامِ جانشینِ پیمبر نوشته اند
فی الجمله در مناقبِ آن شیرِ ایزدی
خورشید را ز نقطهٔ دفتر نوشته اند
بر صفحهٔ دلم که ز مهرش منوّر است
این شاه بیت بین که مکرّر نوشته اند
یا مظهر العجائب عوناً لنا علی
ادعوک کلّ همّ غمّ سینجلی

[بند سوم]

در گلشنی که نخلِ وفا ریشه محکم است
مهرِ علی چو مهر و گناهان چو شبنم است

مهرش که هست مهر خط مهر حور عین
تعویذ جان عیسی و آرام آدم است
تائید و یاریش بهمه انبیا رسید
در ظاهر ارچه ناصر دین پسر عم است
سلمان رهاندن از کف شیر ژیان بدشت
نقلی ست بی خلاف که مشهور عالم است
دروازهٔ مدینهٔ علم نبی علی است
عالم که جز درش طلبد علم، ظالم است
هارون مقام و وارث علم و وصی و یار
اخ رسول و باب حسن زوج فاطم است
یعسوب دین، امام مبین، میر مومنین
یوسف رخ و کلیم سخن، عیسوی دم است
دریای سبز هفت فلک گاه جود او
بالله ز قطره کم ثم بالله ز نم کم است
تشریف هل اتی که خدا مرحمت نمود
بر جود آن جواد چه برهان محکم است
ایمن غلام آن شه ملک سخا که او
بخشنده در رکوع ز انگشت خاتم است
از رشک جود آن کف فیاض فیض بخش
هیچ آگهی که در دل حاتم چه ماتم است
ای باد صبح از من بی کس بآن جناب
برگو که حال بنده بسی درهم و غم است
یا مظهر العجائب عوناً لنا علی
ادعوك کل هم و غم سینجلی

[بند چهارم]

دانی که خور ز بهرِ کیه بر گشته از سما
دانی کیه بت شکن شده بر دوشِ مصطفیٰ
دانی کیه کرد مشکل حل جن و انس را
دانی کیه کرده قرضِ رسولِ خدا ادا
دانی کیه بود در شبِ معراج با نبی
دانی کیه داد حق بکفش تیغِ لافتا
دانی کیه داد جمجمه را زندگی ز نو
دانی کرا نُصیر بگفتا توئی خدا
دانی کیه طیِّ ارض بیک دم نموده است
دانی کیه کنده کفر بزیر و ز بیخ و پا
دانی کیه در حرم ز شرف زاد مادرش
دانی کیه در شکم به نبی کرده اقتدا
دانی کیه نوش کرده لعابِ نبی چو شیر
دانی کیه گاه مهد دریده است اژدها
دانی کیه ورع بعد نبی را ست شد برو
دانی کیه خلق را پس ازو هست پیشوا
شمعِ یقین بدل نیه و چشمِ خرد ببند
تا بر تو منکشف کنم این جمله ماجرا
آن شاهِ جم سپاه علیؑ ولی بود
که نفسِ مصطفیٰ بود و شاهِ اولیا
دانم یقین بعدِ نبی نیست هیچ کس
میر و امامِ راهبری غیر مرتضیٰ
در وقتِ اضطرار و ملالت مرا بس است
این التجا بدرگهِ سلطانِ اوصیا
یا مظهر العجآئب عوناً لنا علی
ادعوک کلّ همّ و غمّ سینجلی

[بند پنجم]

از ماه تا بماهی و از عرش تا زمین
باشد طفیل نبی و میر مومنین
گر زاهدی بغیرِ ولایِ ولیّ حق
صد قرن در سجود بطاعت نهد جبین
در روزِ باز خواست به بازار محشرش
بالله نیرزدش بیکی دانهٔ جوین
بر طاعت زیاده ملاف و ولا بیار
گر شبه می کنی بجمیرا بیا ببین
طاعت خوش است لیک بشرطِ ولایِ او
تا همچو بوذرت ببر آیند حورِ عین
نازل که یا وسین شده بر ختمِ انبیا
مقصودِ آن بغیر امامِ مبیّن مبیّن
تحریم را بشان و نزولش بخوان بگو
کاندر صحابه بود که صالح ز مومنین
حق حکم کرده پیرویٔ صادقانِ خویش
باری بگو که کیست برغمت ز صادقین
چون هادیٔ که منذر حق گفت رد کنی
پس هادیٔ بیار که خود کرده‌ای گزین
ای آن که کور کردهٔ گردِ تعصّبی
تطهیر آیه است بران هادیٔ امین
یا رب گواه باش که اقرار می کنم
هادی مرا علی ست پس از شاهِ مرسلین
در قبر و در قیامت و در موت و در حیات
در تنگی و فراغتِ خود گویم این چنین
یا مظهر العجائب عوناً لنا علی
ادعوک کلّ همٍّ و غمٍّ سینجلی

[بند ششم]

نازم بقصر، عرش شبیهی که گاه بار
موسیش چوبدار و مسیح ست پرده دار
جاروب بند از مژهٔ حور تا کند
رضوان برای زائرِ او پاک ره گذار
هر صبح شام فرش کند نطع قرمزی
خورشید بهرِ خادمش از روی انکسار
روح‌الامینش گرد فشاند بآستین
هر کس که سوی روضهٔ او می کند گذار
بوی بهشت می شنود ساکنِ درش
از مرقدِ شریف قسیمِ نعیم و نار
گر منّه سوی مرقدِ او بی ادب برفت
دو نیم کرده از کمرش شاهِ ذوالفقار
دارم هزار درد و ندارم دوای آن
هیهات از جفای سپهرِ ستم مدار (۱)
دل ریش ریش و سینه ز غم ممتلی و من
بی صبر و بی قرار ز بیدادِ روزگار
کاهید آن چنان ز ضعیفی که گر وزد
بادی، شوم چو گل همه تن پاره پاره وار
مانندِ کاه درِ گل، چسبیده حالتم
شاها بکهربای کرم سوی خود برار
تا روضهٔ مقدسِ پاکِ ترا شوم
از جملهٔ مجاورِ درگاه چون غبار
با آرزوی شوق سرایم ز خوش دلی
هر روز و شب بپیشِ تو با ناله‌های زار
یا مظهر العجائب عَوناً لَنا علي
آدعُوکَ کُلّ هَمّ ٍ غَمّ ٍ سَیَنْجَلی

(۱) منتخب: ستم شمار

[بند هفتم]

دل در کسی ببند که دلداری آورد
نه در کسی که در دوجهان خواري آورد
سر سبزیٔ وجودِ خود از آن شهی طلب
کز فیض خارِ خشک بگلزاری آورد
جانم فدایٔ خاکِ رهِ مؤمنی که او
بویٔ وفایٔ بوذر و عمّاری آورد
در جنگِ کافران بجز از شاه مومنان
در کائنات کیست که کرّاری آورد
هر کس که برده منصبِ او روزِ رستخیز
ایزد ببین چه بر سرِ آن ناری آورد
آن خاطیٔ که کرده خطا اجتهاد و جنگ
مروان بگو بحشر ورا یاری آورد
از جملهٔ عنایتِ ایزد فزون تر است
کز دشمنِ علی دلِ بیزاری آورد
یا رب بحقّ حرمتِ آن صاحبِ فدک
کز ذکرِ نامِ او دلِ من زاری آورد
یا رب بسلکِ یازده گوهر ازان صدف
کز فیضِ نامِ شان دل غمخواری آورد
دو حاجتم برار یکی آن که در حیات
محتاجیٔ مده که ستم گاری آورد
دیگر بروزِ حشر بزیرِ لوایٔ حمد
جایم دهی که فضل تو غفّاری آورد
"محسن" دران زمان بصد الحان چو عندلیب
با این ندا زبان به دُرر باري آورد
یا مظهر العجائب عوناً لنا علی
ادعوک کلّ همّ، غمّ، سینجلی

۳ـ دوازده بند

[مرثیه]

[ـ ۱ ـ]

ای مومنان هلالِ محرّم پدید شد
وقتِ عزای حضرتِ شاهِ شهید شد

از تیغِ این هلال که پیدا نمود چرخ
افسوس قطعِ رشتهٔ حبل الورید شد

دل‌ها چرا بنوحه نه باشد که این هلال
بهرِ کشودنِ درِ غم‌ها کلید شد

کرسی بجنبش آمد و سر گشته ماند چرخ
زین رعشه‌ای که عارضِ عرشِ مجید شد

دل را صنوبری نه توان گفت کز الم
لرزان و بی قرار تر از برگِ بید شد

شد تیره آفتاب در آن روز، کز قضا
شمعِ رسول کشتهٔ تیغِ یزید شد

در ماتمِ حسین علی همچو آفتاب
هر کس که روسیاه شد او رو سفید شد

خورشیدِ دین بمغربِ ظلمت نهان شده
خونِ شفق ز دیدهٔ گردون روان شده

[ـ ۲ ـ]

آه از دمی که کارِ یتیمان بجان رسید
وقتِ وداعِ سرورِ لب تشنگان رسید

فریاد الفراق ز اهلِ حریمِ شاه
برخاست آن چنان که بهفت آسمان رسید
پیچید بانگِ نوحه بماتم سرایْ چرخ
چندان که کارِ ناله به کرّوبیان رسید
زان ماتمی که گشت نصیبِ فرشتگان
یک داغ وار بر دلِ کون و مکان رسید
بالید آن قدر غمِ دل در عزایْ شاه
کز سینه همچو مغز بهر استخوان رسید
از دردِ شاه یافت گریبانِ مومنان
چاکی که تا بدامنِ آخر زمان رسید
ای کاش میل دیدهٔ بدبین شدی سنان
چون چشم زخم بر سرِ او از سنان رسید
آن روز سرکشیْ سنان آشکار شد
کان سر چو آفتاب بفرقش سوار شد

[-۳-]

بر نیزه چون سرِ شهِ عالیجناب رفت
یک نیزه سوجِ خون ز سرِ آفتاب رفت
طوفانِ اشکِ چشم ملک بسکه جوش زد
گفتی بنایْ گنبدِ گردون بآب رفت
گلبانگِ وا حسین چنان خاست ز اهلِ بیت
کز قدسیان قرار بصد اضطراب رفت
شد وحشتی ز ناله و فریاد بیکسان
کز آسمان توان و ز خورشید تاب رفت
شور قیامتی بجهان شد عیان چنان
کز چشمِ خفتگانِ عدم نیز خواب رفت

یوم الحساب چون نه شود روز این عزا
بر آلِ مصطفیٰ ستم بی حساب رفت
ای چرخ سفله واست بگو گاه پیش ازین
ظلمی چنین بهیچ کس از شیخ و شاب رفت
چون باز خواستِ این گنه اندر میان فتد
فردِ شفاعت از کفِ پیغمبران فتد

[-۳-]

چون آفتابِ اوجِ امامت افول کرد
دل هر ستم که بود بعالم قبول کرد
گر تا بحشر گریه کند آسمان رواست
کافر چه گونه ظلم بآلِ رسول کرد
اطفالِ اهلِ بیت چو محمل نشین شدند
شورِ جرس بقافلهٔ جان حلول کرد
فریادِ الامان ز دلِ کائنات خاست
نوعی که قدسیانِ فلک را ملول کرد
گر پشتِ طاقتِ دو جهان خم شود چه دور
زین غم که رو به عترتِ پاکِ بتول کرد
منسوخ کرد آیهٔ رحمت ز کائنات
این آیهٔ غضب که بدنیا نزول کرد
پامال شد برنگِ حنا خونِ عالمی
زین موکبِ بلا که بدنیا وصول کرد
این داغِ دردِ تعزیه مرهم پذیر نیست
این زخمِ جان شگاف دگر بخیه گیر نیست

[-۵-]

بردند چون به شام اسیرانِ اهلِ بیت
شد شهرِ شام، شامِ غریبان اهلِ بیت
از شام نور شعشعه تا نیم روز رفت
از پرتوِ رؤسِ شهیدانِ اهلِ بیت
در پیش پیش بر سرِ یک نیزه آفتاب
در پی ستاره‌های درخشانِ اهلِ بیت
حشری نمود رخ ز تماشائیانِ شهر
بر هیئتِ غریبِ یتیمانِ اهلِ بیت
هر قطره اشکِ شان جگرِ سنگ آب کرد
تاثیرِ برق بود بیارانِ اهلِ بیت
از وا مصیبتاه دو طرف ناله شد بلند
در چار سویِ شام ز افغانِ اهلِ بیت
مشکل شود خلاصیِ امّت ازین گناه
ایزد کند به حشر چو دیوانِ اهلِ بیت
بر قدرِ جرم گر بمکافات می کشد
حالِ تمام خلق بآفات می کشد

[-۶-]

در طشتِ زر چو آن سرِ پر نور جا گرفت
خورشید نور وام ز طشتِ طلا گرفت
آن دم عیارِ خویش طلا کرد آشکار
کز فیضِ نورِ آن سرِ انور جلا گرفت
زان سرخ رو بجمله فلزات شد طلا
کزعکسِ خونِ آن سر گلگون حنا گرفت

چون چشمِ اهلِ بیت بران طشتِ سر فتاد
آهی زدند، کاتشِ غم در بلا گرفت
چندان خروش و ناله بر آمد ز بی کسان
کز وا مصیبتا بگلوها صدا گرفت
بر شد ز بانگِ نالهٔ شان گنبدِ سپهر
نوعی که راهِ ناله کشیدن هوا گرفت
دل‌های قدسیانِ فلک سوخت زین الم
کاتش بخاندانِ نبوّت چرا گرفت
مالک ز غصّه آتشِ دوزخ بتاب کرد
رضوان بهشت را ز الم سدّ باب کرد

[— ٧ —]

هر جا حدیث حادثهٔ کربلا گذشت
آه و فغان ز طارمِ عرشِ خدا گذشت
سوراخ کرد در دلِ هر کس که این حدیث
عمرش بسانِ نَی همه در ناله‌ها گذشت
تنها نه زین مصیبتِ عظمیٰ زمین طپید
بر ساکنانِ عالمِ بالا بلا گذشت
از کینه‌های بدر و اُحد از منافقان
بر عترتِ رسول بسی ماجرا گذشت
محبوس چون شدند اسیران بشهرِ شام
از اوجِ چرخ نعرهٔ یا مصطفیٰ گذشت
اوضاعِ کائنات ز بس گشته منقلب
تحت الثریٰ خاک ز فوق السّما گذشت

گوشی که این حدیثِ ستم استماع کرد
چون گل تمام چاک شد و از صدا گذشت
این دردِ جان گداز ندارد نهایتی
تا حشر مي کند بجگرها سرایتی

[-۸-]

ایزد چو باز پرس بروزِ جزا کند
در زیر پایٔ عرش منادی ندا کند
پیراهنِ حسین بکف حضرتِ بتول
با ناله رو بمحکمهٔ کبریا کند
گیرد بدست قائمهٔ عرشِ ایزدی
وز سوزِ سینه جامهٔ طاقت قبا کند
از پایٔ عرش قوتِ استادگی برد
وز دستِ ناله محشرِ دیگر بپا کند
توقیعِ انتقام رسد از جنابِ قدس
دوزخ چو اژدها دهنِ قهر وا کند
از هولِ حشر دل ببر انبیا طپد
تا شورِ ربِّ نفسی ایشان چها کند
آن دم هر آن که ظلم بآلِ رسول کرد
مالک برو زبانهٔ دوزخ رها کند
چینند از زمینِ قیامت ظلوم را
در حلقِ شان کنند حمیم و زقوم را

[-۹-]

قتلِ حسین ابن علی سهل کار نیست
دوزخ ز سوزِ تعزیه‌اش یک شرار نیست

ظلمی کزان گروه بر آلِ (۱) رسول رفت
در تحتِ قدرتِ ستمِ روزگار نیست
کو سینه‌ای که داغِ مصیبت بدل نه سوخت
کو دیده‌ای که در غمِ او اشک بار نیست
از بسکه اضطراب خلائق ز حد گذشت
سیماب بی قرار تر از کوهسار نیست
از بس غبارِ کلفتِ این غم جهان گرفت
بی گرد چهرهٔ گهرِ آبدار نیست
فردای حشر ماتمِ خود گیرد آن شقی
کامروز در مصیبتِ او سوگوار نیست
چشمی که بخلِ اشک درین تعزیت کند
گر چشمِ آفتاب بود بی غبار نیست
گر اشک این عزا نه نشاندی شرار را
طاقت کـه داشتی غضبِ کردگار را

[-۱۰-]

ای دیده خون ببار که با آبرو شوی
پیشِ خدا و خلقِ خدا سرخ رو شوی
بی ماتمِ امام نمازت درست نیست
باید بخونِ دیده بقصدِ وضو شوی
چاکِ عزای شاه گلِ باغِ جنت است
ای زخمِ دل بیال مبادا رفو شوی

منتخب : بآلِ رسول

ای آتشِ جگر ز چه خاموش مانده‌ای
چندان زبان بکش که بکس گرم خو شوی
ای ناله از تو داد که بس پست فطرتی
باید بچرخ در صددِ گفتگو شوی
خشکست نخلِ ماتمِ سلطانِ دین حسین
ای گریه چند بند بنای گلو شوی
ای آن که ظلم بر علی و آل کرده‌ای
با مصطفی بحشر چسان روبرو شوی
ترسم ز دستِ ظلمِ تو از پا فتد جهان
در چاهِ شامتِ تو بیک جا فتد جهان

[- ۱۱ -]

تا کارِ دل بماهِ محرّم فتاده است
کارِ تمام خلق بماتم فتاده است
آن آتشی که خصم بباغِ بتول زد
برقی شد و بخرمنِ آدم فتاده است
بر زخمِ سینه‌های مسکک می زند نمک
شوری قیامتی که بعالم فتاده است
از چاک‌های کهنهٔ دل بخیه‌ها گسست
زین چنگ داغ‌ها که بهم‌هم فتاده است (۱)
از سینه تا بلب نتواند نفس گذشت
از بسکه گردِ غم بسرِ هم فتاده است
بنیادِ صبر، سیلِ مصیبت خراب کرد
تا کارِ دل بدیدهٔ پر نم فتاده است

(۱) منتخب: از چاکهاي سینهٔ دل بخیه‌ها گسست
زین چنگ داغها که بهرهم فتاده است

تا شد بنای خانهٔ ماتم سرای چرخ
زینسان مصیبتی بجهان کم فتاده است
ای سیل دیده بس بتو آبی دگر نماند
وی داغ سینه با تو حسابی دگر نماند

[-۱۲-]

خاموش "محسنا" که فغان تو هوش سوخت
یک نالهٔ تو مستمعان را دو گوش سوخت
خاموش "محسنا" که بیان تو شعله است
کز سطح خاک تا فلک نیل پوش سوخت
خاموش "محسنا" که دگر تاب ناله نیست
چون شمع هر که سوخت درین غم خموش سوخت
خاموش "محسنا" که ازین حرف شعله خیز
در سینه چون سپند دل پر خروش سوخت
خاموش "محسنا" که ز آه و فغان تو
مرغ هوا و ماهیٔ دریا بجوش سوخت
خاموش "محسنا" که ازین درد جان گداز
از اهل مهر تا جگر کینه کوش سوخت
خاموش "محسنا" که ز بس عرش گرم شد
حمال عرش را ز حرارات دوش سوخت
بر گو هزار لعنت حق بر یزید باد
بر ابن سعد و ابن زیاد پلید باد

۴- ترجیع بند

[توبه نامه]

[۱]

ای توبه پذیر توبه فرما
بر اشکِ ندامتم به بخشا

جز مشقِ گناه یک قلم نیست
بر صفحهٔ روزگارم انشا

شد رویِ دلم ز بسکه تیره
از آتشِ جرم و معصیت‌ها

مستانه برایِ شست و شویش
در عالمِ آب رفتم از جا

هر چند که شستم آن سیاهی
از بادهٔ نابِ هوش فرسا

ظلماتِ بعض‌ها علی بعض
بر چهرهٔ کار شد هویدا

چون حال برین مثال دیدم
شد اشکِ ندامتم چو دریا

خون گشت دل و دوید بر چشم
آخر ز مژه فتاده از پا

اکنون که گذشت از سرم آب
جز کشتیِ فضل نیست پیدا

اقرار کنم به بیت "عرفی"
در پیشِ تو ای غفورِ دانا

کردم ز شرابِ ناب توبه
و ز کردهٔ نا صواب توبه

[۲]

یا رب گنهم به مصطفیٰ بخش
وز بهرِ علیٔ مرتضیٰ بخش

جرمم منگر بحقِ زهرا
عصیانِ مرا به مجتبیٰ بخش

این بلبلِ زارِ خون چکان را
بهرِ گلِ باغِ کربلا بخش

بر راهِ علی چو مستقیمم
هر لغزشِ من جدا جدا بخش

از مهر باقر و صادقینم[؟]
دل را چو سحر دمِ صفا بخش

چون بندهٔ موسی و رضائم
آزادی های دو سرا بخش
از نور محمّد و علیّ ام
در کنج ِ لحد مرا ضیا بخش
از عشق ِ حسَن چو درد مندم
از حضرت ِ صاحبم دوا بخش
از دوستیٔ تمام نیکان
هر بد که مراست جمله وا بخش
دل را که هنوز نالهٔ هست
تاثیر ِ قبول ِ این دعا بخش

کردم ز شراب ِ ناب توبه
وز کردهٔ نا صواب توبه

[۳]

ای بر در ِ متّی فروش رفتم
چون باده تمام جوش رفتم
رندانه زدم چو ساغری چند
از خود شدم و ز هوش رفتم
از متّی کده تا بکویٔ دلبر
مانند ِ سبو بدوش رفتم
از آتش ِ متّی برنگ ِ مینا
با قامت ِ شعله پوش رفتم
چیدم چو گل ِ نظارهٔ دوست
بلبل شده در خروش رفتم
کای آفت ِ صبر ِ جان ِ محزون
کز راز ِ تو لب خموش رفتم
تا چند ز حال ِ من نه پرسی
از یاد ِ تو سخت کوش رفتم
چندان باشاره ام طلب کرد
در پیش ِ لبش چو گوش رفتم
گفتا چه متّی است غیر ِ یادم
قربان ِ تو باده نوش رفتم
گفتم که بلی خطا نمودم
دیوانه شدم ز هوش رفتم

کردم ز شراب ِ ناب توبه
وز کردهٔ نا صواب توبه

[۴]

دل قطرهٔ خون شد از ندامت
از دیده برون شد از ندامت
چون سیل گرفت راه ِ صحرا
در دشت ِ جنون شد از ندامت
گویا خبری نداشت زین پیش
شرمنده کنون شد از ندامت

از نشأه شوق اشک ریزی / چون شیشه نگون شد از ندامت
غلطید بخاک و خون چو بسمل / از بسکه زبون شد از ندامت
مانند سپند سوخت از بس / بی صبر و سکون شد از ندامت
گردید غبار و رفت برباد / بی رنگ و فنون شد از ندامت
در گلشن بارگاه اقدس / گویم چه که چون شد از ندامت
از آتش انفعال این جا / پر سوز درون شد از ندامت
حاصل که ز آتش درونش / این شعله برون شد از ندامت

کردم ز شراب ناب توبه
وز کرده نا صواب توبه

[۵]

با دختر رز چو کام راندم / از یاد حبیب باز ماندم
رو داده غریب صورتی چند / چون معنی شان بدل نشاندم
کورانه بچار سوی شهوت / بس مرکب نفس را دواندم
عمری پی صید جیفه چند / شهباز خیال را پراندم
بر عشوه پیر زال دنیا / سرمایه عمر را فشاندم
ناگه (۱) بفروغ مهر حیدر / یک رخنه بدل بهم رساندم
دیدم همه کاروبار خود را / بی هوش شدم ز کار ماندم
دل را بگداز داده چون اشک / از دیده خویشتن چکاندم
دامن ز غبار خواهش نفس / مردانه بدست خود تکاندم
زین ناله جان خراش و پر خون / خاری بدل اثر خلاندم

کردم ز شراب ناب توبه
وز کرده نا صواب توبه

(۱) منتخب: تاکه

[٦]

گویند که چون بدستِ حیدر *** مفتوح شده حصارِ خیبر
اموالِ یهود جمله شد ضبط *** از نقد و متاع و خانه یکسر
افتاده بدستِ اهلِ اسلام *** خم‌های پر از شرابِ احمر
زو جمله چو اجتناب کردند *** رندی ز صحابهٔ پیمبر
زد ساغرِ چند و بی خودانه *** شد نزدِ شفیعِ روزِ محشر
شاهنشهِ دین بضربِ نعلین *** کردش ادبی بحکمِ داور
فاروق برو چو کرد لعنت *** فرمود باو که ای سخنور
لعنت مکنش که دوستی ام *** در دل بودش چو سکّه بر زر
این نکته شنیده می کنم عرض *** کای خاکِ درِ تو جانم و سر
چون مستِ محبتِ تو هستم *** جائز نه بود هوایِ ساغر

کردم ز شرابِ ناب توبه
وز کردهٔ نا صواب توبه

[٧]

"محسن" مخروش واین چه شور است *** یاس از کرمش رهِ کفور است
مایوس شدن ز رحمتِ حق *** در شرحِ یقین ز راه دور است
در عین گنه نه کرده خوارت *** قهّار مدان که او غفور است
بر خیز بمال چشمِ حیرت *** پندار که وقتِ نفخِ صور است
شوری و قیامتی است برپا *** هر کس بامام در حضور است
دست زده‌ای بدامنِ شاه *** شاهی که صلٰوةِ او ضرور است
شاهی که از نبی به تعظیم *** مدحش بدفاترِ زبور است
جامی بتو داده است ساقی *** غلمان ببغل کنار حور است
نومید شدن ز لطفِ جانان *** در کشورِ حسن ظن فتور است
این زمزمه را که می کنم سن *** از شوخیٔ دلبرِ غمور است

کردم ز شرابِ ناب توبه
وز کردهٔ نا صواب توبه

۵– ترجیع بند

[در هجو حاکم بنگی و تاریخ وفات او – ۱۱۶۱ﻫ]

[۱]

بنگی که سخن سر بکند گوز ِ خرش دان
از دائرهٔ عقل و خرد دور ترش دان
لافد اگر از جوهر ِ ذاتی چو زُمُرّد
خر مهرهٔ محضش شمر و بی هنرش دان
هر چند که بر مسند ِ تمکین بنشیند
چون صورت ِ دیبا همگی نقش ِ زرش دان
در حیله گری روبه، و در کینه وری گرگ
در رحم و مروّت ز خدا بی خبرش دان
تا تیرگیِ آن شب ِ ظلمت بسر آید
این نالهٔ من تیغ زن ِ هر سحرش دان
از سختیِ رو شیشهٔ دل‌ها زده بر سنگ
یا ساقیِ کوثر بشکن مطهرهٔ بنگ

[۲]

در چاه ِ عدم گر نه به هاروت نشیند
یا رب برود پهلوی جالوت نشیند
از زاویهٔ پالکیش نقل ِ مکانی
آن نقل که چون مرده به تابوت نشیند
آزاد شود گلشن ِ اقبال ز ننگش
از پای چو این کرم زده توت نشیند

دانی بچه دستور نشیند بعدالت
چون ترکِ سیه مست که بر لوت نشیند
شش ماهه قوتم بنفس سوخت خدایا
تا کی دلِ محتاج بهی قوت نشیند
از سختیٔ رو شیشهٔ دل‌ها زده بر سنگ
یا ساقیٔ کوثر بشکن مطهرهٔ بنگ

[۳]

جز حیله و تزویر دگر کار ندارد
ترسی مگر از خالقِ جبّار ندارد
شرمی ز نبی گر نکند طرفه نه باشد
بیمی بدل از حیدرِ کرّار ندارد
مدّاحِ دو نوبادهٔ شاهِ رُسُلم من
زین جرم بمن هر چه کند عار ندارد
ای برقِ غضب دود بر انگیز ز جانش
کین نخلِ کهن بار جز آزار ندارد
از سنگ دلی ها ز ستم نیست پشیمان
باکی مگر از آهِ شرر بار ندارد
از سختیٔ رو شیشهٔ دل ها زده بر سنگ
یا ساقیٔ کوثر بشکن مطهرهٔ بنگ

[۴]

کج خلقیٔ او یادِ دُمِ عقربِ کین داد
نیشِ سخنش زهر بهر مارِ زمین داد
گویا قلمِ سُهر کَنانست زبانش
دل را ز خراشیدگی اوضاعِ نگین داد

یا نقدِ ملامت بود و یا گلِ دشنام
چیزی که علی الفور بکس داد همین داد
ای مردمِ بی کس سپرِ صبر بگیرید
خویِ بدِ او تیغ بهر چین جبین داد
این زمزمه را ساز کنید از رهِ زاری
شاید که دهد شاهِ نجف سرورِ دین داد
از سختیِ رو شیشهٔ دل‌ها زده بر سنگ
یا ساقیِ کوثر بشکن مطهرهٔ بنگ

[۵]

این همچو نه باشد سخنِ چند دعائی ست
از آئینهٔ ملکِ جهان زنگ زدائی ست
هر چند کمانِ ستمش شخ بود آخر
آهِ دلِ محنت زدگان تیرِ هوائی ست
"محسن" اثرِ نالهٔ جان سوزِ تو خون کرد
چون غنچه دلی را که پر از کهنه نمائی ست
تاریخِ وفاتش تو بگو "رفت تعب ده"
[۱۱۶۱ھ]
این نیز ترا مژده‌ای از فیضِ خدائی ست
یک چند چو بلبل بسرا پردهٔ حیدر
این بیت که مفتاحِ درِ کار کشائی ست
از سختیِ رو شیشهٔ دل ها زده بر سنگ
یا ساقیِ کوثر بشکن مطهرهٔ بنگ

۶ـ مسدس ترجیع بند

[مرثیه]

ای شیعه بیا تعزیهٔ شاه بپا کن
دستی بسرِ خویش زن و جامه قبا کن
نه نه سرِ خود در سرِ آشوب عزا کن
گشتی چو فدایش ز سرِ صدق ندا کن
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

ای وای چو از حجلهٔ شادی ز رهِ غم
غلطید بمیدانِ بلا حضرتِ قاسم (۱)
می ریخت برخسارهٔ خود اشک دمادم
می زد نفسِ بسمل و می گفت که یا عم
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

ای وای چو عباس علی آن مهِ انور
لب تشنه بیاویخت بآن قومِ ستم گر
تا آن که قلم گشت دو بازوی دلاور
نالید ز اندوه که ای جانِ برادر
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

---

(۱) کذا ـــ قافیه ؟

ای وای که کردند جلو لشکرِ میشوم
بر تازه گلِ شاه علی اکبرِ مظلوم
افتاد چو بر خاک ز طاقت شده محروم
فریاد بر آورد که ای سیّدِ معصوم
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

ای وای که شهزادهٔ اصغر بکفِ شاه
گردید طپان از ستمِ ناوکِ جانکاه
فوّارهٔ خون جوش زد از حلقِ صغیر آه
بی نطق فغان کرد که ای رهبرِ این راه
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

ای وای که نو بادهٔ گلزارِ پیمبر
افتاد بمیدانِ بلا، تشنه و مضطر
تر کرده گلو خشک ز آبِ دمِ خنجر
می دید سوی عرش که ای داورِ اکبر
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

ای وای شد از صرصرِ بیدادی و خصمی
چون غنچه جدا سر ز تنِ قبلهٔ ختمی
بشگفت چو بر شاخِ سنان آن گلِ ختمی
می گفت خدایا بنگر کز تنِ زخمی
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

ای وای چو بر نیزه سرِ سرورِ دین رفت
یک نیزه قیامت ز سر عرشِ برین رفت
در کوفه و در شام چو آن نورِ یقین رفت
با حق سخنش بر لبِ تسلیم چنین رفت
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

ای وای چو بر طشتِ طلا شد سرِ پر نور
در محفلِ مردود چو شمعِ لگنِ طور
چشمی بسوی مردم و چشمی سوی مغرور
می گفت که ای آنکه ز افهامِ خرد دور
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

ای وای که بر درگهِ آن کافرِ بدکار
منصوب نمودند سرِ قبلهٔ ابرار
از غنچهٔ لعلش بشگفت این گلِ اسرار
کای کشتهٔ تیغِ تو بود بر همه سردار
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

ای وای که بردند چو در مجلسِ کینه
راسِ پدرِ تشنه جگر پیشِ سکینه
بوسید و خروشید بیفتاد بسینه
جان برلب و می گفت که ای سرورِ مدینه
سر در سرِ راهِ تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

"محسن" چه‌خوش آن روز که با این همه‌خواری
سر در رهِ آن شاه باخلاص سپاری
آن گاه سر افراز پیِ شکر گذاری
در سجده رویِ بی سر و فریاد بر آری
سر در سرِ راه تو فدا شد چه بجا شد
این بارِ گران بود ادا شد چه بجا شد

---

۷ - مثمّن

[حمد و نعت و منقبت چهارده معصومین]

[۱ - حمد خدا]

ای دل بیا که حمدِ حکیمِ جهان کنیم
صورت دهِ هیولیٔ کون و مکان کنیم
صنّاعِ جوهر و عرضِ انس و جان کنیم
استادِ کارخانهٔ روح و روان کنیم
بنّایٔ هفت بارگه آسمان کنیم
دانایٔ رازهای دلِ ناتوان کنیم
لیکن چو حمدِ او نتوان کانچنان کنیم
آن به که نعتِ اشرفِ پیغمبران کنیم
شانِ محمّدی به خدائی توان شناخت
معلول را به علّتِ غائی توان شناخت

[۲ - نعت محمد]

عرفانِ حق تجلّیٔ طورِ مُحمّدی ست
ایوانِ عرش و فرش عبورِ محمّدی ست

عالم تمام پرتوِ نورِ محمّدی ست
جبریل درس خوانِ زبورِ محمّدی ست
خضرِ طریقِ حق پیِ مورِ محمّدی ست
محکم اساسِ شرع بزورِ محمّدي ست
رازِ نهان عیان بحضورِ محمّدی ست
پیش از وجود خلق ظهورِ محمّدی ست
چون حمد نیست نعتِ نبی را چو انتها
صلّوا علیه ما طلع البدر فی الدّجا

[۳ - منقبت علی مرتضیٰ]

مدحی که بعدِ نعت سزا وارِ عاقلی ست
مدحِ شهِ سریرِ امامت، علی ولی ست
سلطانِ دین، وصیٔ نبی، میرِ منجلی ست
حلاّلِ مشکلات بآیاتِ منزلی ست
خیبر کشا و کفرِ زدا شمرِ هر دلی ست
قتّالِ روزِ معرکهٔ عرصهٔ یلی ست
فیّاضِ فیض بخشِ دلِ ناتوان علی ست
صبّاغِ صبغة الله و طرّاحِ اکملی ست
تا تیغ گیر دستِ ولایت نشان نه شد
سرّ یدِ الٰهی بمردم عیان نه شد

[۴ - منقبت خاتون جنت]

آئینهٔ دلی که صفا از وفا گرفت
از خاکِ آستانهٔ خیرالنّساء گرفت

خاتون جنتی که ز عصمت عبا گرفت
شمعش فروغ از شرفِ مصطفیٰ گرفت
تاجش گهر ز درجِ شهِ اولیا گرفت
نخلش ثمر ز فیضِ بهارِ خدا گرفت
سروِ قدش نمو بریاضِ حیا گرفت
نقدِ شفاعتِ دوجهان خون بها گرفت
امت نواز حشر مدیحِ صریحِ او
هر دم گلِ صلوة نثارِ ضریحِ او

[٥ - امام حسن]

زهرِ غمِ حسن بدلِ هر که کار کرد
چون لاله وقف دل جگرِ داغدار کرد
الماسِ سوده مرهمِ جانِ فگار کرد
آهِ شرر نثارِ چراغِ مزار کرد
از برق غم چو ابر فغان‌های زار کرد
وز گریه آبیاریٔ تخمِ شرار کرد
تا آن که باغِ سینهٔ خود لاله زار کرد
نخلِ مصیبتی که بدینسان بهار کرد
گلدسته بندِ سروِ ریاضِ بقیع شد
مقبولِ بارگاهِ رسولِ شفیع شد

[٦ - امام حسین]

لعلی که زیبِ افسرِ فرقِ عنایت است
از معدنِ نبوت و کانِ ولایت است

گلگون قبا حسین علي عرش رایت است
مهرش بخلق فرض تراز نص" و آیت است
نامش برای دفع الم‌ها کفایت است
طاعت بغیر دوستی او جنایت است
مدحش که همچو نعت نبی بی نهایت است
من کیستم که شرح دهم تا چه غایت است
دریای رحمت اشک الم دیدهٔ غمش
عفو خدا بهار گل نخل ماتمش

[۷ - امام زین‌العابدین]

برهم زدیم کشور کون و فساد را
رُفتیم خاک درگه زین‌العباد را
کردیم صاف آئینهٔ اعتقاد را
بردیم پی صحیفهٔ امداد و داد را
خواندیم سر بسر رقم انقیاد را
با غم گرفته سلسلهٔ اتحاد را
بگذاشتیم رشتهٔ دل‌های شاد را
دریافتیم تا گل باغ مراد را
چون عندلیب بر سر شاخ بهانه ایم
از سوز ناله برق خس آشیانه ایم

[۸ - امام محمد باقر]

صاحب دلان که کاشف راز مظاهرند
خوانندهٔ رقوم نجوم زواهرند

دانندهٔ حقائقِ این نُه دوائرند
همچو نقط بدائرهٔ علمِ باقرند
سبّاحِ موج خیزیٔ آن بحرِ ذاخرند
در مکتبش بتختهٔ تعلیم حاضرند
از فیضِ راویانِ حدیثش چو ذاکرند
دانای حالِ باطن و بینایٔ ظاهرند
رایٔ و قیاس نیست چو مردم اصولِ شان
در دین بس است قولِ خدا و رسولِ شان

[۹- امام جعفر صادق]

چون محو شد ز عرصهٔ عالم نشانِ علم
پیوست تیرِ جهل کجی در کمانِ علم
مسدود کرد کذب رهِ راستانِ علم
ظلمت گرفت جلوه‌گهِ روشنانِ علم
ناگه دمید صبحِ صداقت بیانِ علم
یعنی امام جعفرِ صادق جهانِ علم
خورشیدِ عصر و منطقهٔ آسمانِ علم
قطبِ مدارِ دائرهٔ عز و شانِ علم
از نورِ علم شمع یقین را فروغ داد
وز راستی بآب بنایٔ دروغ داد

[۱۰- موسی کاظم]

بر طور جلوه‌ای که ز نورِ جلال رفت
وز نخلِ وحدتی که اناالله مقال رفت

کز وی کلیم بر اثرِ احتمال رفت
با صد هزار نطق زبان بسته لال رفت
ازطورِ [علمِ] موسیِ کاظم مثال رفت
رمزی ازان حدیقهٔ علم و کمال رفت
دشمن که راهِ کین بخیالِ محال رفت
فرعونِ عصر گشت و به نیلِ ضلال رفت
از تابِ اشعهٔ یدِ بیضاش کور ماند
تا روزِ حشر در دمِ ثعبان گور ماند

[۱۱ - امام علی رضا]

آن نقطهٔ که صادر اول گرفته اند
کز وی نفوس و عقل معلّل گرفته اند
بسم‌اللهِ صحیفهٔ منزل گرفته اند
از بوالبشر به خاتمِ مرسل گرفته اند
وز خاتمش بآل مدلّل گرفته اند
تا رفته رفته از شهِ اکمل گرفته اند
شاهِ رضا که هادیٔ منهل گرفته اند
هر عقدهٔ علوم ازو حل گرفته اند
سروِ مدینه رونقِ گلزارِ طوس گشت
نقدِ حجاز رایجِ بازارِ طوس گشت

[۱۲ - امام محمد تقی]

رازی که بود موجبِ علم و بیان بهم
عشقی که داد الفتِ جسم و روان بهم
دردی که گشت باعثِ آه و فغان بهم
تیری که دوخت نهٔ سپرِ آسمان بهم

برقی که سوخت خرمنِ کون و مکان بهم
از حضرتِ نقی ست نهان و عیان بهم
مهرش گرفته تختِ دل و ملک جان بهم
مدحش که هست ناظمِ حرف و بیان بهم
بیت القصیده متّکیانِ ارائک است
ترجیع بند ذکرِ گروهِ ملائک است

[۱۳- امام علی نقی]

آشفته خاطری که ز ایّام کام یافت
در دهر با حواسِ پریشان نظام یافت
از دولتِ علیؑ نقی انتظام یافت
سرمستِ مهرِ او شد و جم گشت و جام یافت
خورشید در رکاب و فلک در لجام یافت
اقبال چاکرِ خود و دولت غلام یافت
دارائیِ قلمروِ ملکِ دوام یافت
بر مسندِ قبولِ الٰهی مقام یافت
جسمش شده چو نقشِ قدم خاکِ کاظمین
جانش کبوترِ حرمِ پاکِ کاظمین

[۱۴- امام حسن عسکری]

صافی طبیعتی که سخن پروری کند
نظمِ دُرِ معارفِ حق گستری کند
گنجوریِ خزائنِ پیغمبری کند
حلِّ غوامض از مددِ حیدری کند
صرّافیِ نقودِ زرِ جعفری کند
مدّاحیِ امامِ حسن عسکری کند

از خاکِ درگهش که بسر افسری کند
کحل الجواهرِ نظرِ مشتری کند
تا علمِ او مفسّرِ آیاتِ روشن است
از هفت بطن معنیٔ قران مبیّن است

[۱۵- امام مهدی آخر الزمان]

از بسکه دهر چون دهنِ مار تار شد
سمِّ ستم بطبعِ جهان خوشگوار شد
مهر و وفا و رحم و حیا بر کنار شد
بغض و نفاق آئینهٔ اعتبار شد
فسق و فجور زیب دهِ روزگار شد
تقویٰ و زهد در نظرِ خلق خوار شد
دین ریشخند در حقِ پرهیز گار شد
مهدی کجا که وقتِ ظهور آشکار شد
تا ذوالفقارِ عدل چو خورشید بر کشد
یکسر بساطِ ظلم ز آفاق در کشد

[۱۶- خاتمه]

در عالمی که کار بمعنی نه صورت است
"محسن" "مثمّن" تو یه از هشت جنت است
گلدستهٔ حدیقهٔ اسرارِ وحدت است
آئینهٔ جمالِ عروسانِ فطرت است
دُرِ دانهٔ خزائنِ اربابِ عصمت است
شیرازهٔ صحیفهٔ حسن و محبت است

سر رشتهٔ نجات شکنجِ ضلالت است
سرمایهٔ تجارتِ بازار طاعت است
یعنی چو ماهِ چاردهم بدر ساطع است
دردفعِ فوجِ ظلمتِ غم سیفِ قاطع است

ج - مخمّسات

۱- مخمس ترجیع بند

[در منقبت علی مرتضیٰ]

[۱]

بدریای وغا آن کو نهنگِ پر دلی باشد
ز تابِ تیغِ او آئینهٔ دین صیقلی باشد
بنورِ مهرِ او هر عقدهٔ دل منجلی باشد
بشانش هل اتیٰ حرفی ز راهِ مجملی باشد
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۲]

ایا جویای دینِ حق تعصّب دور[از سر] کن (۱)
کشا چشمِ بصیرت را ز من یک نکته باور کن

---

(۱) منتخب: تعصب دور کن از دل؟

نبی شهرِ علوم آمد توجّه جانبِ در کن
کیه در باشد بحکم این جا همان قولِ پیمبر کن
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۳]

کیه بر دوشِ نبی در خانهٔ حق بت شکن گشته
کیه از آبِ دهانِ مصطفیٰ شیرین دهن گشته
گهی در جنگِ خیبر آهنین دروازه کَن گشته
گهی در مهدِ طفلی دستِ او اژدر فگن گشته
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۴]

کیه می دانی بقولِ حق بگو نفسِ پیمبر را
سزاوارِ شرفِ همتائیٔ زهرای اطهر را
سحابِ قطره ریزِ گوهرِ شبّیر و شبّر را
چراغِ نور بخشِ مسجد و محراب و منبر را
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۵]

کیه تیغِ کفر سوزِ خویش مرحب را بتارک زد
میانِ مرّهٔ بی دین بانگشتِ مبارک زد
برانِ عمرو در خندق چنان رخشان پلارک زد
که گوئی ضربتش را حق تعالی و تبارک زد
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

---

[۶]

خور از بهر کیه بر گشت از سما آیا خبر داری
کرا زیبد سریر انما آیا خبر داری
ز شاه تاجدار لا فتی آیا خبر داری
ز احوال وصیٔ مصطفی آیا خبر داری
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۷]

اگر ایمان طمع داری ز بلغ نبی بمطلب بر
کلام حق بحق دان از نفاق منکری بگذر
چرا روز غدیر احمد ز پالان ساخته منبر
برایٔ آن که بعد از وی امام و سید و سرور
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۸]

کیه در کف ذوالفقار شعله سان از آسمان دارد
براق برق جولان دلدلی در زیر ران دارد
برایٔ گردن دشمن کمند کهکشان دارد
بنیروی ید اللهی ظفر بر دشمنان دارد
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۹]

کیه می دانی شب معراج همراز نبی کردند
بعلم و دانش و دریافت انباز نبی کردند

بوقتِ مولدش اول نظر بازِ نبی کردند
برایٔ صیدِ اهلِ کفر شهبازِ نبی کردند
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۱۰]

کیه خود را در شبِ هجران فدایٔ مصطفیٰ کرده
که حق مهر و ولایٔ او ولایٔ مصطفیٰ کرده
کیه در ایّامِ طفلی اقتدایٔ مصطفیٰ کرده
فروغِ چشمِ بینش خاکِ پایٔ مصطفیٰ کرده
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۱۱]

دران ساعت که از تن دور می سازند جانِ من
ندایٔ الرّحیل افتد میانِ کاروانِ من
نہ سودی بخشد آن دم ناله و آه و فغانِ من
همین یا رب روان سازی تو بر قلب و لسانِ من
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

[۱۲]

چو مهرِ اهلِ بیتِ مصطفیٰ را دم بدم دارم
ز روزِ حشر و احوالش بگو "محسن" چه غم دارم
اگرچه از گناهان چشمِ دل را پُر ز نم دارم
ولی زین حرف امیدِ رسا در هر قدم دارم
خفی باشد جلی باشد ولی باشد علی باشد

۲- مخمس

[در منقبت علی مرتضی]

سیّدِ سرور بگو کیست بغیر از علی
جانِ پیمبر بگو کیست بغیر از علی
صاحبِ منبر بگو کیست بغیر از علی
خواجهٔ قنبر بگو کیست بغیر از علی
ساقیٔ کوثر بگو کیست بغیر از علی

شاهِ ولایت کیه بود راهِ هدایت کیه بود
عینِ عنایت کیه بود جایٔ حمایت کیه بود
بابِ رسالت کیه بود نورِ امامت کیه بود
روحِ سخاوت کیه بوداصلِ شجاعت کیه بود
قاتلِ عنتر بگو کیست بغیر از علی

در شبِ هجران کیه خفت بر سرِ جایٔ نبی
جان و سرِ خویش را کرد فدایٔ نبی
در صفِ هیجا بدست داشت لوایٔ نبی
تیغِ دو سر بر کفش داد خدایٔ نبی
حیدرِ صفدر بگو کیست بغیر از علی

لشکرِ کوهِ آحد کیست که تنها شکست
حارث و مرحب کیه کشت وازسرِ خندق کیه جست

آن درِ آهن کـه کـَند و راه بدشمن کـه بـَست
سینهٔ گبر و جهود ناخنِ تیغِ کـه خـَست
فاتحِ خیبر بگو کیست بغیر از علی

کیست که با مصطفی در شبِ معراج بود
کیست که از "هل اتی" بر سرِ او تاج بود
کیست که بعد از نبی هادیٔ منهاج بود
کیست که فریاد رس مردمِ محتاج بود
حامیٔ بوذر بگو کیست بغیر از علی

آیهٔ نجوی بخوان با کـه نبی راز گفت
لحمکَ لحمی کرا از رهِ (۱) اعزاز گفت
نفسِ نبی حق کرا بر همه کس باز گفت
سرِّ حقیقت بخلق از رهِ اعجاز گفت
مهتر و بهتر بگو کیست بغیر از علی

بهرِ کـه او باز گشت خسروِ تختِ فلک
حکمِ کـه جاری بود بر سرِ انس و ملک
تابعِ امری کـه بود جمله سما و سمک
جوهرِ ایمان و کفر حبِّ کـه زد بر محک
حاکمِ داور بگو کیست بغیر از علی

در رهِ حق در رکوع داد کـه انگشتری
از گهرِ "انّما" تاجِ کـه شد گوهری

---

(۱) منتخب : از سرِ اعزاز گفت

نقش ولایت کـه داشت رتبهٔ پیغمبری
حکم روائی کـه کرد بر سرِ دیو و پری
والیٔ کشور بگو کیست بغیر از علی

عالمِ عامل بگو عاشقِ صادق که کیست
واعظِ کامل بگو مصحفِ ناطق که کیست
حاکمِ عادل بگو بر همه فائق که کیست
عارفِ واصل بگو خیرِ خلائق که کیست
حجتِ اظهر بگو کیست بغیر از علی

آیه بفرمانِ حق (۱) کیست کـه در مکـه برد
بر سرِ مردم بخواند نقشِ جهالت سُترد
یا نبی از امرِ حق مرغِ بهشتی که خورد
اولِ اثنا عشر کیست که بتوان شمرد
سرورِ هر سر بگو کیست بغیر از علی

در همه عالم بگو کیست که در کعبه زاد
دیدهٔ حق بین نخست بر رخِ احمد کشاد
فیضِ لعابِ نبی جمله علومش بداد
یافت بطفلی ز حق خلعتِ رشد و رشاد
مرشدِ دیگر بگو کیست بغیر از علی

---

(۱) منتخب: آیهٔ فرمان حق

هم سرِ زَهرا کیه بود والدِ سبطین نیز
اخِ پیمبر کیه بود سیّدِ ثقلین نیز
هم ولیٔ حق کیه بود والیٔ کونین نیز
روشنیٔ دل کیه بود قرّهٔ عینین نیز
منبعِ جوهر بگو کیست بغیر از علی

سورهٔ یٰسین بخوان کیست امامِ مبین
سورهٔ تحریم نیز صالحِ مؤمن ببین
هادیٔ خلقان کرا گفت خداوندِ دین
کیست پس از مصطفیٰ وارثِ تخت و نگین
صاحبِ افسر بگو کیست بغیر از علی

کیست که در ملکِ عشق سکّهٔ تجرید زد
ابلقِ عزّت بسر چون گلِ خورشید زد
خنده بصبح ازل چون سحرِ عید زد
شورشِ کثرت چو دید بر درِ توحید زد
میرِ مطهّر بگو کیست بغیر از علی

اول و آخر بگو ظاهر و باطن کیه بود
طور تجلّی کیه داشت وادیٔ ایمن کیه بود
در غم و اندوهِ دل ملجأِ مومن کیه بود
بعد خدا و نبی صاحبِ "محسن" کیه بود
این همه یکسر بگو کیست بغیر از علی

۳ـ مخمس

[در منقبت علی مرتضیٰ]

چون ابرِ دستِ جود نمایان کند علی
هر خار را نهالِ گل افشان کند علی
هر برگ را چو پنجهٔ مرجان کند علی
هر سبزه را زبانِ ثنا خوان کند علی
هر شبنم آفتابِ درخشان کند علی

نرگس شود تمام بد[و] چشم انتظار
شمشاد خم شود پیٔ تعظیم قوس وار
گل ها کشند خوردهٔ زر از پیٔ نثار
مدحش کنند بلبل و قمری بشاخسار
هر گه که سیرِ صحنِ گلستان کند علی

رضوان شود ز گلشنِ فردوس غنچه چین
وز خاتمِ مراد سلیمان کشد نگین
خورشید را مسیح بر آرد ز آستین
هر گوهرِ نجوم شود دامنِ زمین
تا تکمه زیبِ بندِ گریبان کند علی

سوزن ببخیه بشکنند از درزیٔ قضا
سر رشتهٔ حیات گره گیرد از فنا

مقراض نیستی بدرد جامهٔ بقا
پوشد زمین ز خون شفق لعل گون قبا
در کار زار تیغ چو عریان کند علی

در تاب اشعه ماه منور توان گرفت
در روشنی برابر اختر توان گرفت
هر ذره اش بجلوهٔ گوهر توان گرفت
زیب کلاه و افسر قیصر توان گرفت
گر یک نظر بریگ بیابان کند علی

زهری که خضر راه ممات ست لاجرم
از زندگی برد بسوی ظلمت عدم
سیل بنای قصر حیات ست بیش و کم
بر وی اگر کند نظر مهر از کرم
جان بخش تر ز چشمهٔ حیوان کند علی

۹- مخمس

[در منقبت چهارده معصومین]

[۱]

دی بر براق فکر ز عالم بدر شدم
چون پیک راه بر شرف عرش بر شدم

در محفلی که از خبرش بی خبر شدم
ناظر بروی دوست ز قطرهٔ نظر شدم
ساقی شدم شراب شدم جام زر شدم

[۲]

کردم می سوال بجام نیاز عرض
گفتم که ای وجود ز جودت بطول و عرض
آخر بگو مراد ز خلق سما و ارض
کز حل این سوال که کردم ادا چو فرض
حیرت شدم کره شدم و در بدر شدم

[۳]

نیسان لطف با صدف نطق گشته یار
از لعل یار جوش زد این در شاهوار
کای باده نوش معرفت مست و هوشیار
بهر ظهور چاوده معصوم نامدار
خالق شدم غفور شدم دادگر شدم

[۴]

چون نام اهل بیت بگوش دلم رسید
جانی نوی بقالب آب و گلم رسید
از نخل عمر خویش گل حاصلم رسید
ناخن بداد عقدهٔ هر مشکلم رسید
دانا شدم بصیر شدم با خبر شدم

[۵ - نعت نبی]

از فیضِ نعتِ اولِ ایجادِ ذوالجلال
سر حرفِ صفحهٔ ورقِ صنعتِ کمال
گنجورِ گنج خانهٔ اسرارِ لایزال
ماهِ چهارده گلِ خورشیدِ بی زوال
مومن شدم غلام شدم خاکِ در شدم

[۶ - منقبت علی مرتضی]

بعد از نبی است مدحِ شهِ انّما سریر
کو در غدیرِ خم شده بر مومنان امیر
از حرفِ راستش خورد اعدا بسینه تیر
بر دشمنش که باد سرِ خجلتش بزیر
خنجر شدم تبر شدم و کینه ور شدم

[۷ - فاطمة الزهرا]

پیچم عنان بمدحِ جگر گوشهٔ رسول
ام الائمة النجبا حضرتِ بتول
از یمن کرده خادمیش حوریان قبول
تا رفته از سرای جهان با دلِ ملول
گریه شدم فغان شدم و نوحه گر شدم

[۹ - امام حسن]

در ظلمتِ زمانه مجو روشنی ز خس
جز مهرِ مجتبیٰ ندمد صبحِ عیشِ کس

رنگینیٔ چمن ز گلِ خلقِ اوست و بس

از سروِ سبز پوش حسن تا زدم نفس

گلشن شدم بهار شدم با ثمر شدم

[۹ – امام حسین]

از یادِ شاهِ تشنه لبان سیدِ شباب

رخ زرد و سینه گرم بود دائم آفتاب

بی داغ هیچ نیست دلی همچو ماهتاب

در ماتمِ حسین علی چون رگِ سحاب

نالان شدم بیاد شدم چشم تر شدم

[۱۰ – امام زین العابدین]

نو بادهٔ که اصلِ عبادت شمیمِ اوست

انجیلِ اهلِ بیت، کتابِ کریمِ اوست

راهِ نجاتِ خلق رهِ مستقیمِ اوست

از فیضِ فضل و جود و عطای عمیمِ اوست

گر زر شدم گهر شدم و با هنر شدم

[۱۱ – امام محمد باقر]

صاحب دلان که ذکرِ خدا روز و شب کنند

فیضِ علوم از دلِ باقر طلب کنند

در مکتبش ملائکه کسبِ ادب کنند

از یمنِ هر حدیث گزان ذونسب کنند

حق بین شدم خبیر شدم نکته‌ور شدم

[۱۲ – امام جعفر صادق]

اربابِ دین چو از سخنِ صدق دم زدند

غیر از حدیثِ جعفرِ صادق قلم زدند

جامِ یقین ز مشربِ صافش چو جم زدند
حرفی ز رایِ روشنِ او تا رقم زدند
مشرق شدم فروغ شدم چون سحر شدم

[۱۳- امام موسی کاظم]

از نخلِ طورِ موسیٔ کاظم کلیمِ دین
دامانِ اهلِ هوش پُر از میوهٔ یقین
هر دل ز مهرِ او یدِ بیضا در آستین
از بهرِ آن که دشمن او بگذرد ز کین
اژدر شدم عصا شدم و شیرِ نر شدم

[۱۴- امام علی رضا]

اهلِ وفا که تن بقضایِ خدا دهند
در هر قضا زمام بدستِ رضا دهند
آئینهٔ یقین ز ولایش جلا دهند
از یک طوافِ او که دو عالم بها دهند
حاجی شدم رضی شدم و معتمر شدم

[۱۵- امام محمد تقی]

تقویٰ گرفت تقویت از حضرتِ تقی
سجادهٔ عبادتِ او چرخِ ارزقی
غیر از تتبّعش نه توان گشت متّقی
از مدحتش بدیدهٔ کج بینِ هر شقی
نیزه شدم سنان شدم و نیشتر شدم

[۱۶- امام علی نقی]

خورشید شمعِ نور فزایِ علی نقی
ریگِ ستاره فرشِ سرایِ علی نقی
نُه کرسیِ سما (۱) نهِ پایِ علی نقی
در محفلِ زمانه برایِ علی نقی
مطرب شدم ترانه شدم با اثر شدم

[۱۷- امام حسن عسکری]

از اقتضایِ گردشِ این چرخِ چنبری
تاریک شد زمانه ز بس ظلم گستری
جز مهرِ عسکری که کند ذرّه پروری
شیرین چو گشت کامِ من از قندِ عسکری
لذت شدم عسل شدم و نیشکر شدم

[۱۸- صاحب‌الزمان امام مهدی]

یا صاحب الزّمان ز گروهِ فساد، داد
از دستِ فتنه خاکِ محبّان شده بباد
برخیز کین نه وقتِ درنگ است ای جواد
شد مدّتی که بهرِ قدومت پیِ جهاد
صابر شدم خموش شدم منتظر شدم

[۱۹- خاتمه]

"محسن" غمین مشو گلِ عیشت دمیدنی ست
ساغر ز دستِ ساقیِ دوران کشیدنی ست
رویِ نگار با گل و مل باز دیدنی ست
زین مژده گو بگوشِ دل و جان شنیدنی ست
بهجت شدم سرور شدم شاد تر شدم

---

(۱) منتخب: نه کرسیِ فلک

۵ــ مخمس

[در منقبت چهارده معصومین]

ما مجملِ دفترِ قضائیم فهرستِ کتابِ نُه سمائیم
دُرِ دانهٔ حسن را بهائیم ما گوهرِ مخزنِ خدائیم
غوّاصِ محیطِ کبریائیم

خاکِ درِ ما ست هر دو عالم گردِ سرِ ما ست هر دو عالم
زیرِ پرِ ما ست هر دو عالم فرمان برِ ما ست هر دو عالم
تا پیروِ دینِ مصطفائیم

دادیم بنقد کامِ خورشید بردیم بعرش بام خورشید
کردیم صبوح شامِ خورشید بر چرخ زدیم جامِ خورشید
مستانِ علیِّ مرتضائیم

کامل محکِ زرِ یقینیم روشن گرِ اخترِ یقینیم
سر خطبهٔ منبرِ یقینیم آبِ رخِ گوهرِ یقینیم
خاکِ درِ سیّد النّسائیم

پا وسر و رویِ ما چو قمری ست هر گرد ز کویِ ما چو قمری ست
هر سرو ببویِ ما چو قمری ست طوقی بگلویِ ما چو قمری ست
شیدایِ قدِ حسن بجائیم

یاقوتِ جگر بجایِ ما نیست فیروزه چو کهربایِ ما نیست
نقدِ دو جهان بهایِ ما نیست کمتر ز گهر صفایِ ما نیست
اشکِ غمِ شاهِ کربلائیم

دارویِ صفایِ ما ز صبر است معراجِ وفایِ ما ز صبر است
گیسویِ بلایِ ما ز صبر است زنجیر بپایِ ما ز صبر است
دیوانهٔ زینت العبائیم

سر دفترِ تبلیغ رسومیم (۱) حلّالِ معاقدِ نجومیم
حاصل که خصوص ما عمومیم پیوسته به باقر العلومیم
از دشمنِ او چو دین جدائیم

هر دانه شجر بمهرِ جعفر هر قطره گهر بمهرِ جعفر
هر عیب هنر بمهرِ جعفر مانندِ سحر بمهرِ جعفر
صادق دمِ راسخ الولائیم (۲)

طالع چو شود بدل مهِ حق بر تختِ یقین رسد شه حق
گشتیم غبارِ درگهِ حق بیگانه نه ایم از رهِ حق
با موسیٔ کاظم آشنائیم

گیریم کنون رهِ خراسان بینیم مگر مهِ خراسان
بوسیم چو درگهِ خراسان مائیم و درِ شهِ خراسان
در هر چه رضای او رضائیم

در کوچهٔ عشق راهِ ما بس حیرت برخش نگاه ما بس
آهی دم عذر خواهِ ما بس تقوای تقی پناهِ ما بس
چون درد بپهلوی دوائیم

منظور علی نقی چو خورشید مسرور علی نقی چو خورشید
مزدور علی نقی چو خورشید از نور علی نقی چو خورشید
روشن دل و تیرگی زدائیم

اعزاز بمهتری سپردیم اسباب بچاکری سپردیم
هر جنس بمشتری سپردیم ما کار به عسکری سپردیم
کو بادشه ست و ما گدائیم

دل موسی و طورِ صاحب الامر جان عیسیٔ نورِ صاحب الامر
تن گردِ عبورِ صاحب الامر از بهرِ ظهورِ صاحب الامر
افتاده بره چو نقشِ پائیم

---

(۱) کذا در اصل ــ منتخب: سر دفتر تبلیغ و رسومیم ــ ؟
(۲) منتخب: صادق دم و راسخ الولائیم

حیران و رخِ حقیم و نورش
قربانِ تجلّی ایم طورش
یک حور، چهارده قصورش
یک نور، چهارده ظهورش
در وحدت و کثرتش فنائیم

برتر ز خیال جاهِ ایشان
در خلوتِ قدس راهِ ایشان
شاهیٔ جهان نگاهِ ایشان
بر درگهِ دین پناهِ ایشان
هر چند سگیم با وفائیم

انجم، لمعاتِ اقدسِ شان
گردون، حرکاتِ اقدسِ شان
پاک ست صفاتِ اقدسِ شان
محویم بذاتِ اقدسِ شان
نوعی که بخود نمی نمائیم

برقیم ز جلوه زارِ ایشان
آبیم ز جوی‌بارِ ایشان
بادیم سوی دیارِ ایشان
خاکیم برهگذارِ ایشان
سامانِ ضیافتِ ضیائیم

مدّاحیٔ شان خطِ امان ست
هر موی بمدح شان زبان ست
بنگر چه بزرگی و چه شان ست
روحند بقالبی که شان ست (۱)
نوحند بکشتیٔ که مائیم

داریم بصد زبان چو "محسن"
درمدحتِ شان بیان چو "محسن"
گه مخفی و گه عیان چو "محسن"
در گلشن مدح شان چو "محسن"
رنگین سخنیم و خوش ادائیم

---

(۱) کذا در منتخب نیز

۶ـ مخمس ساقی نامه

بیار ساقیٔ مستان شرابِ گل رونق
روان بساغرِ خورشید کن برنگِ شفق
که نیست جز میٔ گلرنگ کارِ ما بنسق
غذایٔ روح بود بادهٔ رحیق، الحق
که رنگِ او کند از دور رنگِ گل رادق

چه باده، بادهٔ جان بخش‌تر ز آبِ حیات
چه باده، صاف کُنِ زنگ شک ز هر میرآت
بعجز قوّتِ بازو، بگیر پیکِ ممات
عقیق پیکر و یاقوت فام لعل صفات
هُما شود گر ازو قطره‌ای بنوشد بق

چه باده، شعلهٔ حل کرده‌ای بخونِ شهید
چه باده، آئینهٔ عکسِ هر شقی و سعید
چه باده، نیک و بدِ خلق ازاو غنی و رشید
بطعم تلخ چو پندِ پدر و لیک مفید
بنزدِ مبطل باطل، بنزدِ دانا حق

چه باده، پردهٔ پندار را ز هم بدرد
چه باده، اهلِ ریا را بساغری نخرد
چه باده عقلِ تنک ظرف را بعشق برد
شراب را چه گنه زان که ابلهی چو خورد
بسویٔ نیزه برد دست یا بسویٔ بحق

چه باده، باده‌ٔ اظهار صورت احوال

بخوب و زشت نماي

جلال و جمال

حلال بر عقلا و حرام بر جهّال

که مستی محک بود و خیر و شر ازو منشق

ثمر ز مهر یکي پخته ماند دیگر خام

ز تنگ حوصله گان باده شد عبث بدنام

ز اختلافِ طبائع بدان، نه از مستی و جام

مستی از جهالتِ جهّال شد بشرع حرام

چو مه که از سببِ منکرانِ دین شد شق

چو نیست نورِ حقیقت چه شیر و چه صهبا

چو سرمه خاصیتِ خود دهد بنابینا

غرض که باده اگر زشت گو وگر زیبا

حلال گشته بفتوایٔ عقل بر دانا

حرام گشته بفتوایٔ شرع بر احمق

بیای "محسن" و بشنو مباش مستانه

بنوش باده باین شرط ها بمیخانه

نهان و با دو سه اربابِ هوش و جانانه

چو بو علی مستیٔ ناب ار خوری حکیمانه

بحق حق که وجودت شود حقِ مطلق

بنده هوبهو بمثال

تضمین غزل شوکت

در چار موجِ دهر بغیر از رضا مباش
ای غافل از خدا بپتیِ ناخدا مباش
لنگر گسسته، هرزه رو و جا بجا مباش
کشتی شکست خوردهٔ موجِ صبا مباش
همچون حباب خانه بدوشِ هوا مباش

تا چند پای بند شوی اعتبار را
در اختیارِ یار گذار اختیار را
از خود بر آ و سیر کن آن گل عذار را
سنگِ ره است خانهٔ خارا شرار را
چون بگذری ز خویش بفکرِ قبا مباش

گیرم که اطلسِ فلکت زیرِ طاعت است
و ز کهکشان بدستِ تو تسبیح فکرت است
موئی ز عُجب چون بسرت هست آفت است
افتادگی بشرطِ ادب اوجِ عزت است
جائیکه نقش سجده شوی نقشِ پا مباش

ای کور شمع چند فروزی که نور نیست
این نور را بغیر دلت هیچ طور نیست
خلوت گزین که زنگ ز آئینه دور نیست
هم صحبتی بمردمِ عالم ضرور نیست
بیگانگی چو هست بکس آشنا مباش

کمتر ز شاه نیست گدا هم بجای خویش
هر چغد در خرابه بود صد (۱) همای خویش
خواهی اگر ز تیرگیٔ خود صفای خویش
بیرون مرو ز گوشهٔ ظلمت سرای خویش
چون میلِ سرمه در بدرِ دیدها مباش

اهلِ زمان که بستهٔ هر کهنه و نوند
ز اوجِ غرورِ خویش همه در تک کوند
نوشی اگر ز شان طلبی نیش می زنند
ابنایٔ روزگار رهِ عکس می روند
آئینه گر شوی بجهان خود نما مباش

"محسن" شکوهِ شعر تو از شانِ "شوکت" است
در پیرویش پرتوِ تو گنجِ صنعت است
پیوستگی باهلِ نظر عین دولت است
عینک ز دیده دور چو شد بی بصیرت است
"شوکت" دمی ز مردمِ بینا جدا مباش

۸– تضمین غزل نثاري

گرفتم از کفِ دردی کشانِ بی اضافیها (۲)
ز جامِ آئینه گیتی نمایٔ سینه صافیها
خطِ ساغر شد آخر در کفم خطِ معافیها
بمَی کردم بسی غم های دوران را تلافیها
چه جایٔ غم که فارغ گشتم از دنیا و مافیها

---

(۱) منتخب: هم همای خویش
(۲) منتخب: گرفتم از کف دردی کشان از بي اضافیها

توانم گرچه جوهر را برون از تیغ و سنگ آرم
رگِ بویِ گل از باریک بینی‌ها برنگ آرم
ز صنعت موکشان نقشِ چلیپا از فرنگ آرم
نه شد روزی که یک ره شانه شان زلفش بچنگ آرم
بسی شبها درین اندیشه کردم موشگافیها

نه شد هر چند کردم گریه از مردم نهان آخر
چه غمّاز است طفلِ اشک برقِ خانمان آخر
بهر محفل دوید این نقطه و شد داستان آخر
فتاد از پرده بیرون رازِ چشمِ خون فشان آخر
ز مژگان گرچه کردم پیشِ مردم پرده بافیها

بهر بیگانهٔ معنی که گشتم آشنا اوّل
برنگِ لفظ همچون او شدم سر تا بپا اوّل
ز من چون مصرعِ برجسته رم کرد از جفا اوّل
چه بخت است این که هر کس را درآئینِ وفا اوّل
موافق یافتم آخر ازو دیدم منافیها

چو "محسن" هر کرا دل جز مِنّی و معشوق نکشاید
گره از کارِ او از هر زر صندوق نکشاید
بجز مفتاحِ رزاقی درِ مرزوق نکشاید
"نثاری" مشکلاتِ بنده از مخلوق نکشاید
بابنایٔ زمان حاجت مبر والله کافیها

۹- تضمین غزل اسیر

در ازل چون پرده را از روی راز انداختند
روح در جسم و حقیقت در مجاز انداختند
خاطرِ محمود در زلفِ ایاز انداختند
خرامِ خوش نگاهان رنگِ ناز انداختند
وز دلِ تسلیم خو طرحِ نیاز انداختند

نیشکر تا تیرِ مژگان خورده ام لذت نداشت
مرهمی تا زخمِ نازش یافتم راحت نداشت
فتحِ بابی چون فنا گنجینهٔ دولت نداشت
وسعت آبادِ شهادت آن قدر وسعت نداشت
خضر را در کوچهٔ عمرِ دراز انداختند

احولان از بسکه باهم جنگ‌ها برداشتند
ریشهٔ الفت ز عالم چون سخا برداشتند
از جهان یکبار چون مهر و وفا برداشتند
گرده‌ای از سینه صافی های ما برداشتند
طرح یک عالم دلِ آئینه ساز انداختند

"محسن" از مطلب گذشتن میشوی مطلب پذیر
شد توانان را عصای ناتوانی دستگیر
صد چمن گل‌های کام از خارِ ناکامی (۱) بگیر
سعی‌ها خون می خورد از ننگِ اهلِ دل "اسیر"
کارِ خود را تا بلطفِ کار ساز انداختند

---

(۱) اصل: خار لامی

۱۰ـ تضمین غزل حافظ

ای که سر تا بقدم عشوه و ناز آمده‌ای
چه بتاراجِ دلم در تک و تاز آمده‌ای
پرده بردار و ببر دل که بساز آمده‌ای
ای که با سلسلهٔ زلفِ دراز آمده‌ای
فرصتت باد که دیوانه نواز آمده‌ای

ای که داری ز نگه سیرِ شهیدان عادت
سحرِ عهدی و تا چند بقربان عادت
حیف بیداد کند مثلِ تو جانان عادت
ساعتی ناز مفرما و بگردان عادت
چون بپرسیدن اربابِ نیاز آمده‌ای

ای که بر شوخیٔ تو عرصهٔ عالم شده تنگ
چشمِ مستِ تو زده شیشهٔ دل ها بر سنگ
بجفا سخت شتابی بوفا سخت درنگ
پیش بالایٔ تونازم چه بصلح و چه بجنگ (۱)
که بهر حال برازندهٔ ناز آمده‌ای

ای که از شوقِ رخت گل زده در آتش نعل
بگواهیٔ دو زلفت سندِ سنبل جعل
زهره خواهد که ز جادو نگهت گیرد بعل
آب و آتش بهم آمیخته‌ای از لبِ لعل
چشمِ بد دور که خوش شعبده باز آمده‌ای

---

(۱) دیوان حافظ: پیش بالایٔ تو میرم چه بصلح و چه بجنگ

ای که داری ز پیِ کشتنِ عشاق شتاب
خستهٔ خنجرِ مژگانِ تو چه شیخ و چه شاب
باهمه ظلم و جفا و ستم و جور و عذاب
آفرین بر دلِ نرمِ تو که از بهرِ ثواب
کشتهٔ غمزهٔ خود را بنماز آمده‌ای

ای که از زلف زده سلسله بر پایِ دلم
وز نگه برده ز جا پایِ شکیبایِ دلم
رحم کن رحم که این است تمنایِ دلم
زهدِ من با تو چه سنجد که بیغمایِ دلم
مست و آشفته بخلوت گهِ راز آمده‌ای

ای که لطفت بهمه رویِ کرم بنموده
طاعتِ خاص تو از ریب و ریا آسوده
"محسن" از مهر تو با ساغرِ مستی پیموده
گفت "حافظ" دگرت خرقه شراب آلوده (۱)
مگر از مذهبِ این طائفه باز آمده‌ای

۱۱- تضمین غزل حافظ

ای که با تندیِ ابرویِ تو شمشیر نه بود
همچو مژگانِ تو یک ترکشِ پر تیر نه بود
نیست جائی که ترا در خمِ زه گیر نه بود
قتل این خسته بشمشیرِ تو تقدیر نه بود
ورنه هیچ از دل بی رحمِ تو تقصیر نه بود

---

(۱) دیوان حافظ: گفت حافظ دگرت خرقه شراب آلوده است

ای که نخل ِ قد ِ تو جان جهان[بر]دارد
زلف ِ شوخ تو ندانم که چه در سر دارد
گل ِ روی تو هزاران مه ِ انور دارد
یا رب این آئینهٔ حسن چه جوهر دارد(۱)
که درو آه ِ مرا قوّت ِ تاثیر نه بود

شب که دل را ز تو ای شوخ جدا می کردم
یعنی از بهر ِ دل ِ ریش دوا می کردم
بی تو هر جا که شدم سیر ِ بلا می کردم
من ِ دیوانه چو زلف ِ تو رها می کردم
هیچ لائق ترم از حلقهٔ زنجیر نه بود

چون ره ِ عشق تو با پایْ یقین سر کردم
جستجوئی ز پیْ مرشد ِ رهبر کردم
آخر از کار چو معیار بهر رز کردم
سر ز حیرت بدر ِ میکده ها بر کردم
چون شناسایْ تو در صومعه یک پیر نه بود

ای که در هر دو جهان نشاْ ِ مهر تو بستم
در چنین بی کسیْ یاد ِ تو گردیده کسم
از تن ِ خویش بود بلبل جان در قفسم
تا مگر همچو صبا باز بکوی تو رسم(۲)
حاصلم دوش بجز نالهٔ شب گیر نه بود

بسکه از شعلهٔ آهم بجگر تیشهٔ قمع
ریخت لخت ِ دلم از دیده بهمراهیْ دمع

---

(۱) دیوان حافظ: یا رب آئینهٔ حسن ِ تو چه جوهر دارد
(۲) دیوان حافظ: تا مگر همچو صبا باز بزلف ِ تو رسم

شد بی سوختنم تن بپریشانی جمع
آن کشیدم ز تو ای آتشِ هجران که چو شمع
جز فنای خودم از دست تو تدبیر نه بود

ای که از کاهشِ هجر تو تنم گشته چو مو
حرفِ بیدادِ تو شد بند قلم را بگلو
نه که تنها دهد اندوهِ تو "محسن" را رو
آیتی بود عذاب اندهِ "حافظ" بی تو (۱)
که بر هیچ کَسش حاجتِ تفسیر نه بود

———

۱۲- تضمین ابیات "اسلم" (۲)

دمي کز خنجرِ مژگانِ شوخت یاد می کردم
برنگِ غنچه دل را زخمی بیداد می کردم
ادب را سرمهٔ خاموشی فریاد می کردم
" ز شوقت در گلستان ناله گر بنیاد می کردم
" ز تاثیر فغانِ بلبلی ایجاد می کردم " [شعر اسلم]
ندارم بسکه بی سروِ قدت جانان غمِ مردن
ز اشکِ گرم کردم سبز نخلِ ماتمِ مردن

---

(۱) دیوان حافظ: آیتی بُد ز عذاب اندوه حافظ بی تو

(۲) سلیمان بیگ "اسلم" در ایام تسلط نادر به جهت نفاذ امر لازم الانقیاد، سکه و خطبه، نزد میان نور محمد سرائی الملقب به خدا یار خان رسیده، و چندي در خدا آباد مانده - محمد محسن شاعر تتوي بخدمتش رسیده - چون مرد شاعر بود چند بیت تتبع " سلیم " جهت مخمس بستن علی طریق الامتحان به محمد محسن مذکور داده؛ [مقالات الشعرا صـ ۶۳]

مپرس از من دگرای سوزجان بیش و کم مردن
"چو موم شمع از هجر تو شب ها تا دم مردن
"دل پر داغ را در سوختن امداد می کردم" [شعر اسلم]

نمی خواهم که گردم دور از میدانِ تو ورنه
حریفم نیست گردون با چنین جولانِ تو ورنه
کجا می باختم گوی سر از چوگانِ تو ورنه
"بگیر آمد دل از گیرائیٔ مژگانِ تو ورنه"
"من آن صیدم که خون‌ها در دلِ صیاد می کردم" [شعر اسلم]

دلم هرگه که قاتل دور دید از شوق جان دادن
بزیر تیغش از سر می دوید از شوقِ جان دادن
مگو کز وی چه منّت ها کشید از شوقِ جان دادن
"دلم چون مرغ بسمل می طپد از شوق جان دادن
"نظاره چون بدست و خنجرِ جلاّد می کردم" [شعر اسلم]

دران گلشن که طوقِ بندگی بر خویش می چیدم
چو قمری در هوای قامتش بسیار گردیدم
ز "محسن" می شنیدم وصفِ او امّا نه فهمیدم
"اگر همچون 'سلیم' 'اسلم' ز قدش سایه می دیدم"
[مصرع اسلم]
خیابان در خیابان سرو را آزاد می کردم [مصرع سلیم]

د ـ مربع

مسّربع در بیان شهادت علی مرتضی

در بست و یکم تعزیهٔ شاهِ دو عالم
خونابه چکان از جگرِ عالم و آدم
از بسکه فرو ریخت جهان اشک دمادم
ماهِ رمضان گشت مگر ماهِ محرّم

ای دل ز غمِ ساقیٔ کوثر همه خون شو
با اشکِ الم از نظرِ خلق برون شو
ای چرخِ سیه پوش بیک بار نگون شو
از دستِ جفایٔ ستمِ زادهٔ ملجم

مروی ست که آمد چو دمِ تیغهٔ مسموم
بر فرقِ علی شیرِ خدا سیّدِ معصوم
گردید روان خون ز سرِ قبلهٔ مظلوم
افتاده بمحراب طپان عرشِ معظّم

جبریل خروشان ز سما رو بدر آورد
مابینِ زمین و فلک این نوحه بر آورد
کای جن و ملک قتلِ علی عیش سر آورد
باید که زنید از غمِ او حلقهٔ ماتم

بشکسته ازین واقعه ارکانِ هدایت
تاریک شده نجمِ درخشانِ ولایت
شد بر طرف از خلق نشانهای نبوّت
از قتلِ پسر عمِّ نبی سیّدِ اعلم

چون اهلِ حرم نوحهٔ جبریل شنیدند
آشفته و حیران بدرِ خانه دویدند
از سوزِ جگر نعره و فریاد کشیدند
کای وای ز محرومیٔ آن میر مکرّم

با ناله حسین و حسن از جای بجستند
با چاکِ گریبان کمرِ تعزیه بستند
از سوزِ جگر نعره و فریاد کشیدند
در پیشِ پدر گریه کنان با دلِ پر غم

دیدند چو احوالِ پدر غرقه بخون را
دادند برون شعله فشان آهِ درون را
کندند بیک بار ز جا چرخِ نگون را
کای وای چه آمد بسرت سرورِ عالم

ای کاش بما پیش ازین مرگ رسیدی
چشمِ ترِ ما تا که چنین روز نه دیدی
داغِ غمِ هجرانِ تو بر دل نه خریدی
ای وای که شد حالِ یتیمانِ تو درهم

مربع

از فوتِ نبی تا چه بلا بر سرِ ما رفت
از جورِ منافق چه بگوئیم چها رفت
تا آن که ازان غصه ز ما خیرنسا رفت
الحال تو هم می روي اي نورِ مجسّم

چشمی ز کرم باز کن و جانبِ ما بین
در تعزیهٔ خویش اسیرانِ بلا بین
احوالِ یتیمانِ خود از بهرِ خدا بین
کز دردِ تو دارند همه دیدهٔ پر نم

از شیونِ سبطینِ نبی شاهِ ولایت
بکشود ز بس رقّتِ دل چشمِ عنایت
فرمود بآن هر دو شفیعانِ قیامت
جانانِ پدر صبر نمائید درین غم

بردند سویٔ خانه، شهِ بدر و حنین را
داماد و پسر عمِّ رسولِ ثقلین را
سلطانِ جهان، نفسِ نبی، بابِ حسین را
نوعی که برو سوخت دلِ عیسی و مریم

از وا علیا غلغله بر نُه فلک افتاد
فریاد و محن گریه بتخیلِ ملک افتاد
تب لرزه و وحشت ز سما و سمک افتاد
گردید هوا تند جهان تیره و مظلم

چون پردگیانِ حرمِ سرِّ نبوت
دیدند شفق گون رخِ خورشیدِ ولایت
یکباره فشاندند بسر خاکِ مصیبت
شد شش جهت از نوحهٔ شان خانهٔ ماتم

از بس بدلِ زینب بی کس شرر افتاد
بگریست خروشید بپای پدر افتاد
کلثوم ز بی طاقتی از پایه در افتاد
زان سان که فغان خاست ز نامحرم و محرم

از گریهٔ اهلِ حرمِ حیدرِ کرّار
برخاست فغان از جگرِ خلق بیکبار
آشوبِ قیامت بجهان گشت پدیدار
چون روزِ وفاتِ نبیٔ اشرفِ عالم

شد از غمِ سلطانِ نجف کعبه سیه پوش
طوفانِ سرشک از دلِ میزاب زده جوش
از مروه صفا رفت حجر گشت فراموش
فوّارهٔ خون جوش زد از چشمهٔ زمزم

"محسن" چه دهی شرح بکس تاب و توان نیست
زین ماتمِ جان سوز که محتاجِ بیان نیست
جبریل درین واقعه بی آه و فغان نیست
خاموش کزین زخمِ جگر کم شده مرهم

یا رب گنهِ تعزیه دارانِ علی بخش
هر لغزشِ شان را کرم و لطفِ جلی بخش
در روزِ قیامت همه شان را به ولی بخش
زیرا که توئی در دوجهان راحم و ارحم

مثنوي

[در مآلِ حالِ تقلید]

ای صاحب هوش و نکته دانی — جویایِ لطافتِ معانی
آورده برون بقوتِ فکر — از کسوتِ حرف معنیِ بکر
دریافته رمز اهلِ دل را — برداشته دل فگنده گل را
گوشی چو صدف بپیش من آر — تا پُر کنمت ز دُرِّ اسرار
این طرفه حکایتی که دارم — وین نغز روایتی که دارم
دانش منشی خرد پژوهی — با نقلِ صحیح از گروهی
آرد بصراطِ مستقیمش — با شانِ نزول بس عظیمش
کز بعد رسول و آلِ اطهار — از کج رویِ سپهر دوّار
در گلشنِ دینِ احمد و آل — گل کرده خلاف‌ها در اقوال
کِشتند بجای جعفری ها — عبّاسیِ سرخ و زرد و رعنا
از مشتِ منافقانِ جاهل — آمیخته گشت حق بباطل
تا آن که مدار بر گمان شد — تحقیق چو تیر از کمان شد
از یک رهِ راست چار گردید — وز چار دو صد هزار گردید
تحقیق رهِ عدم گرفته — تقلید سرِ قلم گرفته
هر کس بهوا چو دور سر داشت — هر تار جدا سرود برداشت
هر نغمه بسازی آشنا شد — هر خس بهوائی در هوا شد

هر بی بصری جهالت اندیش — گردید ز جهل صاحبِ کیش
بر رای و قیاس کارِ خود بست — بر بُختیِ جهل بارِ خود بست
آثارِ نبی برغمِ آلش — منظور نه داشت در رجالش
هرجا که حدیثِ مصطفیٰ دید — کز حیدر و آل نقل گردید
گوید که حدیث جعفر است این — در مذهبِ ما نه باور است این
هر جا که بنقل عمرو عاص است — گوید که بلی حدیثِ خاص است
او خود ز صحابهٔ رسول است — هر حرف که گفت آن قبول است
یا رب چه خیالِ باطل است این — آئینِ کدام محفل است این
کز صاحبِ خانه دُور بهتر — وز شربتِ صاف دُرد بهتر
بوجهل کجا و مصطفیٰ کُو — بو رمله کجا و مرتضیٰ کو
کو فاطمه و کجا بود هند — کو کعبهٔ جان کجا بود هند
خورشید کجا و ذرّه از کو — حیدر ز کجا و مرّه از کو
از کوثر و منجلاب فرق ست — از شیرِ نر و کلاب فرق است
حاصل، چو زمانه واژگون گشت — گردون بمرادِ اهل دون گشت
جولاهه و کفش دوز و حجّام — شد مجتهد و فقیه و علاّم
زان جمله یکی ست ابنِ جوزی — کو داشت شرف ز کفش دوزی
در علمِ اصول با خبر بود — در فرعِ فقیهِ هر جگر بود
در مجتهدانِ عصر نامی — در پیشِ ملوک بس گرامی
روزی ز غرورِ دانش خویش — ز اندازه گذاشت پای را پیش
بر منبرِ وعظ جا گرفته — بند از سر پوز وا گرفته
از کبر و غرورِ اندرونی — بر زد نفسی دمِ "سلونی"
زین نغمه زبان چو دُرفشان کرد — تقلید امیرِ مومنان کرد
از مجمعِ سامعانِ مسجد — برخاست زنی میانِ مسجد
مستورهٔ حجلهٔ حیا را — محجوبهٔ پردهٔ وفا را
رو کرد باو که این چه دعوی ست — شهباز نمودنت ز صعوه ست
این دعویٔ بس بلند کردی — این رشته بعرش بند کردی

پرسم سخن از رهِ صوابم ارشاد کنی دهی جوابم
گفتا که بپرس هر چه خواهی از مهر گرفته تا بماهی
پرسید پس آن عفیفه از وی زین گونه نوا کشید از وی
کای مجتهدی جهانیان را سلمان بکجا سپرده جان را
دفنش که نمود راست بر گو از هر دو سخن رهِ صفا پو
گفتا به مداین آن نکو نام در سر بکشید نشأ زین جام
حیدر ز مدینه رفت در دم دفنش بنمود و آمد او هم
بارِ دگر آن ضعیفه پرسید از گلشنِ علم تازه گل چید
کان روز که رفت ابنِ عفّان از تیغِ ستم بسوی رضوان
حیدر به مدینه بود یا نه دفن و کفنش نمود یا نه
بروی بگذارده نمازی پوشیده مدار هیچ رازی
گفتا که بلی شهِ خجسته بر دفن و نمازِ او نرفته
آن شیره زن بنکته گیری با خنده و غصّه و دلیری
فریاد بزد که ای خردمند زین حرفِ ضعیف لب فرو بند
زیرا که اگر چنین بود راست نا آمدنِ علی چه می‌خواست
آن جا پئیِ دفنِ میرِ اعلم از شهر بشهر رفت در دم
این جا بدیارِ خویشتن نیز رفتن نه کند بخویش تجویز
پس طعن نعوذ بالله آید بر حیدر و آن برو نشاید
یا آن که بچشمِ شاهِ مردان عثمان نه نمود قابلِ آن
کز بهرِ نمازِ او شتابد وز کارِ نکو ثواب یابد
پس مشعرِ طعن ابن عفّان ست این نیز خلافِ هر مسلمان ست
حاصل که بموجبِ کلامت بر یک ز دو می شود ملامت
جوزی بجوابِ او فرو ماند مبهوت بگشت مو بمو ماند
حیرت زده وار سر نگون کرد در فکرِ جواب مغز خون کرد
فکرش نه رسید هیچ جائی دامش نه کشید صید رائی
آشفته و پیچ خورده بر گفت کای ناقصِ عقل با زیان جفت

گر آمده‌ای برخصمت شوی		بر شوی تو لعنت ای سیه روی
ور آمده‌ای ز خود درین جای		لعنت بتو ای زن تبه رای
مستوره چو دید خشمناکش		با خنده بگفت صاف و پاکش
کای ابله غول این بیابان		خود را مشمر ز نکته یابان
گر راست بود چنین روایت		از عائشه پرس این حکایت
کز رفتن بصره رخصت کیست		وز جنگ جمل مقوله چیست
هر حرف که گوید او همان حرف		در کار من ضعیفه کن صرف
جوزی چو شنید این ترانه		با خویش بگفت عاقلانه
کای بیهوده مرد از زنی کم		ملزم شدی و خجل بعالم
اکنون بجواب او چه چاره		کز فکر دل است پاره پاره
زیرا که بگویمش گر از خود		در بصرة رخصت نبی شد
الزام شود بقول خویشم		هم کفر نمک زند بریشم
وز آن که بگویمش که بانو		بی رخصت شاه شد بآن سو
بر عائشه طعن لازم آید		این نیز [به] عالمان نشاید
زین گونه بخویش گفتگو داشت		در دل طپش و سر فرو داشت
هر چند دو اسبه فکر می تافت		در پاسخ کار او نمی ساخت
بار دگر آن غریق حیرت		شد غرق عرق ز خوی خجلت
از بسکه نشست بر جبین خوی		زد قطره عرق ز هر بن موی
جان گشته گران چو بار او را		منبر شده چوب دار او را
گل خنده نمود بس خلایق		مسجد شده باغ پر شقائق
هر کس که زدی برو نفیری		نی نی نفیر بلک تیری
رسوا شده زیر منبر آمد		روبه شده شیر منبر آمد
مانند شغال راه خانه		سر کرد ز بیم زیر گانه
گلبانگ بپای خویشتن زد		خود را بسرای خویشتن زد
بار دگر از ره حرونی		هرگز نه زدی دم "سلونی"
آری زند آنکه این چنین جوش		بر سر خورد از زنی دو پاپوش

تقلیدِ علی نه کارِ سهل است — سهلش نه شمرد آن که اهل است

وان منبعِ علمِ من لدنّی — که نغمه زن ست از "سلونی"

نفسِ نبی [و] برادرِ او ست — گر شهر نبی است او درِ او ست

زیبا بودش اگر سراید — کین نغمه بغیرِ او نشاید

کج نغمه گیٔ کلاغ پیدا ست — کز طوطیٔ باغ نطق برداشت

غافل که خودش همان کلاغ است — وین نغمهٔ طوطیانِ باغ است

افتاده شغال در کوی نیل — رنگش شده قیره چون کف نیل

طاؤس گمان نمود خود را — زان چاه برون کشود خود را

آمد سوی بیشه‌اش خرامان — گفتا بقبیله کای شغالان

طاؤس شدم ز بختِ والا — از حق شده عزّتم دوبالا

پس عزّتِ من نگاه دارید — از پیش روانِ خود شمارید

این گفت و بکرد پس بصد ناز — طاؤس روش برقص آغاز

جنباند گهی بعشوه دُم را — گه زد بزمین بناز سُم را

بنمود چو این چنین وسیله — شد کام روای در قبیله

القصّه چو چند روز بگذشت — رنگش بپرید و حال بر گشت

هم رنگِ قدیم جلوه در داد — هم بخیه ز رویٔ کار افتاد

هم قوم ملامتش نمودند — بر داغِ دلش نمک فزودند

دم لابه نمود و عذر درخواست — شرمنده ز بخت، کبر برخواست

این ست مآلِ حالِ تقلید — زنهار مکن خیالِ تقلید

ای "محسن" ازین فسانه بگذر — و ای بلبل ازین ترانه بگذر

صیاد بدام در کمین است

خاموش که جای این چنین است

۲۵ـ قصیده

[در مدح میان نور محمد کلهوره و استدعای اضعاف وظیفه خود]

از شوقِ پایِ بوسِ تو ای قبله گاهِ ناس
می ریزد از لبم چو صدف گوهرِ سپاس

نورِ محمدی ز جبینِ تو روشن است
چون نورِ مهر ز آئینهٔ مه بانعکاس

سروِ تو قد ز دوحهٔ هاشم کشیده است
شمعِ تو نور کرده ز عباس اقتباس

نازد شرافت از نسبت چون گل از بهار
زیبد عطا زدستِ تو چون دین ز حق شناس

گر خلعتِ قبول تو پوشد دبیرِ چرخ
بر فردِ آفتاب کشد خطِ التباس

بهرت مهندسانِ قضا از کفِ دعا
افراختند حصنِ حصینِ قوی اساس

طوفانِ آبِ تیغِ جهادت بملکِ "کهچ"
بنیادِ کفر داده بسیلابِ اندراس

بیدار بختیت چو سحر تا علم کشد
بر چشمِ بختِ خصم شبیخون زند نعاس

از بهرِ رفعِ خبثِ عدوی ترا فلک
در چشمه سارِ تیغ دهد غسلِ ارتماس

می زاید از برای تو در هر نفس نوید
زان رو همیشه مادرِ گیتی ست در نفاس

حصهٔ سوم

مثنویات، قطعات تاریخ، رباعیات وغیره

بسم‌الله الرحمن الرحیم

الف ـ مثنویات

مثنوی طراز دانش

[درحمد و نعت و منقبت و مدح محمد تقی خان]

-۱-

[حمد]

طراز سر بیاض دانش و دین — بنام نامداری بندد آذین

که رونق بخش بازار وجود است — متاع نیستی از وی بسود است

ازو شد رتبهٔ هر عقل اعلی — ازو شد قابل صورت هیولی

سه روح و چار عنصر پنج حس ساخت — روان اکسیر و تن را همچومس ساخت

عرض را عارض جوهر نموده — فلک را زیب از انجم فزوده

یکی ثابت یکی سیار کرده — بکاری هر یکی درکار کرده

زحل از تیره روزی تیره بختست — که همچشمی خوبان کار سختست

خزد برجیس زیر طیلسانش — که طاقت نیست رشک دلبرانش

ازان مریخ همچون ترک مست است — که تیغ غمزهٔ خوبان بدست است

تپ گرم است اندر سینهٔ خور — مگر از مهر مهرویان شده پر

دهد ناهید در هر پردهٔ ساز — بیادِ عشق بازان نغمهٔ راز
عطارد می‌نگارد دفترِ حسن — چو خطِّ دلبران بر پیکر حسن
بعشقِ لاله رویان ماه شد داغ — بصحنِ آسمان چون لاله در باغ
بهر کس هر چه می بایست داده — که‌خوانِ نُه فلک‌را بر کشاده
ز شهرِ ناز گر لیلی زند دم — نیاز آباد بر مجنون مسلّم
ز شیرین گر بعالم شور افتاد — سلامت شور بختی‌ها به فرهاد
بگل رنگ و ببلبل ناله ارزان — بدل آه و بلب تبخاله ارزان
بسنبل تابِ زلفِ یار زیبد — بنرگس دیدهٔ بیمار زیبد
اگر از سرکشی سرو است آزاد — بطوق از بندگی قمری دهد یاد
علم شد شمع گر ز آتش زبانی — تهی پروانه هم دارد نهانی
چه شد گر تاک دارد نشاءِ مل — بمستان نشه‌اش دیگر کند گل
همین‌خورشید کتّی گرمِ شتاب‌ست — بمهرش ذرّه هم پا در رکاب‌ست
اگر زاهد بزهدِ خشک نازد — کجا تردامنی زان رنگ بازد
بزهدِ خشک چشمی شهر وحدت — برندان دامنِ تر بحر وحدت
دلِ خواجه بکفرِ کیسهٔ زر — دلِ عاشق بذکرِ یادِ دلبر
بشاهان قوّت کشور ستانی — بعارف ملکِ دل را پاسبانی
بکان لعل و بدریا دُرِّ نایاب — بچشم اشک و بمینا بادهٔ ناب
بخوبان کشتنِ عاشق نشان داد — زمژگان تیر و از ابرو کمان داد
نه نالد تا ز جورِ تند خوئی — نفس در سینه شد در کاسه موئی
ز شوخی‌های تیغِ نازِ قاتل — دل اندر تن چو مرغِ نیم بسمل
تعالی الله زهی فیاضِ با جود — که هر یک‌را برنگی کرد خشنود
یهود از موسی عمران ست خورسند — نصاری با میسحا کرده پیوند
به ترسا دینِ زردشتی گوارا — بمشرک لات و بعل و ودّ و عزّا
ز دینِ احمدی مومن زند لاف — که هم مشرب بود با چشمهٔ صاف
به سُنّی داد چون ابرِ بهاران — مزاجِ معتدل از چار یاران
به شیعه مهرِ حیدر رهنما کرد — ره شان راهِ شاهِ کربلا کرد
یکی را مذهبِ نعمان ست نعمت — یکی را شافعی خواهد شفاعت
یکی را مالکی بهتر ز مسلک است — یکی از حنبلی را کسب بمسلک است
یکی را دینِ جعفر زرِّ جعفر — یکی را در دو عالم زید رهبر

یکی را اسمعیلی می زند جوش		یکی از فطحی ساغر کند نوش
بصوفی غیر حق مذهب نه باشد		باو جز عاشقی مشرب نه باشد
چه مشرب، آبروی حوضِ کوثر		زلالِ چشمهٔ علمِ پیمبر
چه مشرب، صافیِ آئینهٔ دل		نمِ اشکی ز چشمِ نیم بسمل
چه مشرب، نور بخش صبح صادق		به مجنون لیلی و عذرا به وامق
چه مشرب، بادهٔ مستی خانهٔ هوش		دو کون از نشئه اش گردد فراموش
چه باده، سرخیِ چشمِ پیمبر		چه سرخی، رنگِ رویِ آلِ حیدر
چه آل، آئینهٔ اسرارِ وحدت		چه وحدت، رو نما در عینِ کثرت
چه کثرت، شبنم گل های حیرت		چه حیرت، سایهٔ اندوه و حسرت
مقامِ «ما عرفنا»، این مقام است		عروج عارفان تا این مقام است
ادب ای "محسن" از بیهوده گوئی		براهِ معرفت تا چند پوئی
درین جا عقلِ کل انگشت بر لب		بزن ای ناشناسا مشت بر لب
بیا ساقی بیا ای من فدایت		که خالی کرده ام در دیده جایت
بیا خوش خانهٔ چشمم سفید است		صیامم منقضی شد صبحِ عید است
تو تا کی [این] درِ میخانه بسته		تو اندر خواب و یاران دل شکسته
خمارم گشت کو پیمانه‌ات کو		ترحم کن بما خم‌خانه‌ات کو
دو جام از مستی بیا در کامِ من کن		مرا از من ستان و خویشتن کن
که در نعتِ نبی گردم گهر بار		نثارِ شاهِ سازم دُرِّ شهوار

—۲—

[نعت محمد مصطفیٰ]

ندارد صیقلی آئینهٔ دل		بجز نعتِ شهِ افلاک منزل
مُحمّد آن که محمودِ الٰهی است		ز عرشِ اعظمش دیهیم شاهی است
مُحمّد علّتِ غائیِ عالم		مُحمّد باعثِ ایجادِ آدم
محمّد پیشوایِ پیشوایان		محمّد سازو برگِ بی نوایان
محمّد سر گروهِ خیلِ مرسل		محمّد پیش پیش از عقلِ اوّل
محمّد صاحبِ خلقِ عظیم است		محمّد خضرِ راهِ مستقیم است

که از دم مرده دل را زنده کردی
که از احسان هزاران بنده کردی

که از یک سورهٔ قرآنِ منزل
فصیحان را کشیده طوقِ صلصل

گهی از فتحِ رومِ و گاه مکه
شدی اخبار گو آن شاهِ مکه

که از زهر "حسن" کردی حکایت
ز شاهِ کربلا دادی شهادت

ازو بی معجزه آنی نمی رفت
ولی در جسمِ شان جانی نمی رفت

نمی شد چشم دل باز آن سگان را
همی افزود کین آن بد رگان را

بلی آید برون چون خور ز خاور
فزاید کور چشمی چشمِ شپر

چو کارش از مدارا در گذشته
عناد از حد و آب از سر گذشته

بر آورد از نیام این تیغِ دین را
که کرده صاف از عدوان زمین را

چو تیغ آئینه دارِ فتح و نصرت
ز آبش باغِ دین بگرفته خضرت

دمش چون غمزهٔ معشوقِ خون ریز
بجوهر موج آبی آتش انگیز

چنان تیغِ زبان در وصفِ او کُند
که در قطعِ سخن عاجز فرو ماند

شفیعا، سیدا، نبی کس نوازا
بلطف از ذرهٔ کی خورشید سازا

توئی ابالبشر از رویِ معنی
توئی نوح و خلیل الله یعنی

توئی یوسف توئی موسی و هارون
شعیب و یونس و ادریسِ گردون

توئی یوشع توئی صالح توئی هود
توئی یونس توئی الیسع و داود

توئی جرجیل و حرقیل و سلیمان
توئی عیسیٰ توئی احمد به قرآن

توئی جنت توئی رضوان توئی حور
توئی جبریل و اسرافیل با صور

خدا را نائبِ مطلق توئی [شاه]
جهان را باعث رونق توئی [شاه]

تو قوت بخشِ هر بی دست و پائی
بموری پر دهی با خور ضیائی

زمین را گوهرت زیب و شرف شد
تراب از مقدمت درِّ نجف شد

فلک را جنبش از جنبیدنِ تو
ملائک را اشتیاقِ دیدنِ تو

بفیضِ عامِ تو ای فیضِ داور
جنین روزی خورد در رحمِ مادر

نه از تابیدنِ خور لعلِ رمان
ز نورِ مهرِ تو بندد بدخشان

دو عالم ریزه چینِ خوانِ جودت
ملائک فخر دارند از سجودت

قضا یک پیشکارِ امرِ عالی ست
قدر یک بندهٔ فرمان موالی ست

که ازدم مرده دل را زنده کردی   که از احسان هزاران بنده کردی
که از یک سورهٔ قرآنِ منزّل   فصیحان را کشیده طوقِ صلصل
گهی از فتحِ روم و گاه مکه   شدی اخبار گو آن شاهِ مکه
که از زهر "حسن" کردی حکایت   ز شاهِ کربلا دادی شهادت
ازو بی معجزه آنی نمی رفت   ولی در جسمِ شان جانی نمی رفت
نمی شد چشم دل باز آن سگان را   همی افزود کین آن بد رگان را
بلی آید برون چون خور ز خاور   فزاید کور چشمی چشمِ شپّر
چو کارش از مدارا در گذشته   عناد از حد و آب از سر گذشته
بر آورد از نیام این تیغِ دین را   که کرده صاف از عدوان زمین را
چو تیغ آئینه دارِ فتح و نصرت   ز آبش باغِ دین بگرفته خضرت
دمش چون غمزهٔ معشوقِ خون ریز   بجوهر موج آبی آتش انگیز
چنان تیغِ زبان در وصفِ او کند   که در قطعِ سخن عاجز فرو ماند
شفیعا، سیدا، بی کس نوازا   بلطف از ذرّه کی خورشید سازا
توئی اب البشر از رویِ معنی   توئی نوح و خلیل الله یعنی
توئی یوسف توئی موسی و هارون   شعیب و یونس و ادریسِ گردون
توئی یوشع توئی صالح توئی هود   توئی یونس توئی الیسع و داود
توئی جرجیل و حرقیل و سلیمان   توئی عیسیٰ توئی احمد به قرآن
توئی جنّت توئی رضوان توئی حور   توئی جبریل و اسرافیل با صور
خدا را نائبِ مطلق توئی [شاه]   جهان را باعث رونق توئی [شاه]
تو قوت بخشِ هر بی دست و پائی   بموری پر دهی با خور ضیائی
زمین را گوهرت زیب و شرف شد   تراب از مقدمت درّ نجف شد
فلک را جنبش از جنبیدنِ تو   ملائک را اشتیاقِ دیدنِ تو
بفیضِ عامِ تو ای فیضِ داور   جنین روزی خورد در رحمِ مادر
نه از تابیدنِ خور لعلِ رمّان   ز نورِ مهرِ تو بندد بدخشان
دو عالم ریزه چینِ خوانِ جودت   ملائک فخر دارند از سجودت
قضا یک پیشکارِ امرِ عالی ست   قدر یک بندهٔ فرمان موالی ست

ترا قدرت گداگر شاه سازی — کتان ناتوان را ماه سازی
ز تو سائل نه شد در هیچ گه رَد — اگرچه نیکبختا بود و گر بد
گدائی می کنم ای شاه شاهان — که هستی تاج بخشِ کج کلاهان
کریمی، حاجتم را رَد مکن رد — اگرچه از گناهان بد شدم بد
بمن هر کس که اندر کینه توزی‌ست — خرابش ساز اندر کینه تا زیست
پریشان حالم از جمعِ دنی ها — رهائی ده مرا زین جان کنی ها
کنون از سیر کهٔ پیشانی تُند — مرا گردیده دندانِ طمع کُند
عطا از لطف کن گنجِ قناعت — که فقرم فخر باشد، رنج راحت
بدنیا دار، با ایمان و عرفان — بعقبیٰ شو، شفاعت خواهِ عصیان
سراپا صورت عصیانم ای شاه — مهل شرمنده ام اندر تک چاه
ترحّم یا رسول‌الله ترحّم — که در دشتِ گنه گردیده ام گُم
شفیع المذنبینا! رحمتی کن — نه بیمارم علاجِ زحمتی کن
بده ساقی دو جامِ دیگرم باز — که در مدح علی گردم نوا ساز
نه در مدحش اگر در کار گردد — نفس در گردنم زنّار گردد

—۳—

[منقبت علی مرتضیٰ]

علی عالی ست از فکر و تصور — علی و مصطفیٰ چون ماه چون خور
علی دُر دانهٔ درجِ امامت — علی خورشیدِ دین، برجِ امامت
علی نورِ جبینِ شخصِ ایمان — علی کحل البصر در چشمِ ایقان
علی نفسِ نبی جانِ پیمبر — طرازِ دامنِ زهرای اطهر
خدا را مظهرِ سرِّ عجائب — محمّد را باستقبال نائب
سحابِ قطره ریزِ یازده دُر — که از عرفان جهان را ساخته پُر
زهی صدّیقِ اکبر شاهِ عادل — که از تیغش جدا شد حق ز باطل
چو چشمش شرم را آوازه بخشد — حیا را آبروی تازه بخشید
باقلیمِ سخا حاتم گدایش — درین معنی دلیلم انتمایش

بعلمش عقل ها پشتی بدیوار بحلمش کوه ها مشتی ز خروار
بعزمش بادها کوهی گران سنگ بحکمش آسمان یکی ست بی رنگ
برمزش اژدها موشی بدامی بخوانش مهر نانی نیم خامی
ببزمش زهره قوّالی بسازی بجودش نُه فلک بیخ پیازی
بدستش بحرها یک قطرهٔ نم بفیضش هر حبابی ساغرِ جم
بعدلش شیر را بگرفته آهو بلطفش ناتوان را زورِ بازو
بمهرش ذرّه‌ها بدرِ منیر اند بعشقش صیدها صیّاد گیرند
بزورش آهنین دروازه یک کاه بحربش شیرها یک دشت روباه
بخشمش آب، آتش‌های سوزان بضربش کوه، ویکی در بیابان
ببغضش طاعت حق، باد در مشت بکینش حجّ اکبر کعبه را پشت
بفرقش "هل اتی" تاجی کرامت بچنگش لا فتی تیغ ولایت
بقربش "لو کشف" چندین گواه‌است بفضلش معترف خورشید و ماه است
برایش حکمِ حق بادامِ توام بپایش جبهه‌ها با خاک درهم
بعقلش عقلِ اول طفلِ نادان بنقلش شرحِ معنی‌های قرآن
بقولش سرّها چون لفظ و مضمون بفعلش معجزه لیلیّ و مجنون
بدرکش طبعِ افلاطون پریشان بطبعش گرد آلود آبِ حیوان
بنامش اسمِ اعظم آب و گوهر بشانش بندهٔ قنبر سکندر
بباغش بلبلی خوش نغمه، داوُد بسروش قمریِ دستان سرا، هود
بکامش گردش نُه چرخ با کام بگامش هر دو عالم راه یک گام
بجامش قطره گوهر دست کاهی بخلقش هشت جنت یک گیاهی
بابرش گلشنِ دین سبزهٔ راه ببرقش کشت عصیان خرمنِ کاه
بوصفش، عجز راس المالِ دانش بمدحش، ناتوانی بالِ دانش
چو خورشیدش درین عالم عَلَم زد نخستین گام در بیت‌الحرم زد
حرم همچون صدف آغوش وا کرد درو چون دُرِّ شه کونین جا کرد
ز بس بهجت ازان شاهِ جهان یافت تو گوئی کعبه‌جسمی بود، جان یافت
بنورش کرد تا چشمی سیاهی چو ابروی بتان شد قبله گاهی

ز تاب هجر او مانند سوسن / لباس ماتمی افگنده بر تن
چو در آغوش مادر شاه جا کرد / نظر اوّل بروی مصطفی کرد
نه خورده شیر تا آب دهانش / نه‌شد چون‌آب کوثر نوش جانش
چو [اندر] مهد تا سنّ شبابش / نبی را بود دامان جای خوابش
شبی کان شاه زهرا را باو داد / جدا از خویش ماوا را باو داد
چوشد شمس‌الضّحیٰ از جنگ بدری / علی زد تیغ بر کفار غدری
شکسته لشکری رزم احد را / زده در حرب خندق عبد ود را
چو مرحب اژدهای خیبری کشت / در آهن ربود از زور انگشت
بفتح مکّه ز و عالم بزین است / ابو جردل کش روز حنین است
بهر حربی که یاران پشت دادند / علی را نصرتش در مشت دادند
نه تنها در شب هجرت فدا کرد / مکرر جان فدای مصطفی کرد
بغیر از مصطفی چون او بشر نیست / وگر باشد بجز احد عشر نیست
امیر المؤمنینا شاه دینا / ز مهر و کهکشان تیغ و نگینا
توئی شیر خدا شمشیر احمد / تو منصبداری و جاگیر احمد
بدامت قطعهٔ جنّت سپردند / ز تنخواهت دو عالم فیض بردند
ازل یک عامل پارینهٔ تست / ابد گنجور یک گنجینهٔ تست
تو دادی چون دهد کس نیم نان‌را / بدرویشی قطار اشتران را
توسلمان را ز غم بیرون کشاندی / بدشت ارژن از شیرش رهاندی
توئی بدرالدّجی ظلمت نشانان / توئی پیوند ده ترکینده جانان
تو مرهم بخش داغ سینه‌هائی / صفای سینهٔ بی کینه‌هائی
ندارم جز تو کس حاجت روائی / ز تو هر درد را خواهم دوائی
دلم از داغ غم شد لاله زاری / بمرهم کاریٔ دریاب باری
ز دست تنگ دستی‌ها بجانم / توانم ده، توانم ده، توانم
درین کاری که اندر پیش دارم / ز هر اندوه بی تشویش دارم
بطبع و دانشم بخشا ضیائی / بمرآت دلم نور جلائی
بگلزار خیالم آبیاری / بابر خامه ام گوهر نثاری

—۳—

[مدح محمد تقی خان]

دم صبحی چه صبحی مایهٔ نور — سمن زار تجلی شعلهٔ طور
شکرخند ملاحت سیم آغوش — فروغ دل تباشیر بنا گوش
صفای سینهٔ یاران صادق — شگفته جبههٔ شیعان صادق
بیاضش گردن حور بهشتی — سپیده شیر و کافور بهشتي
چنان از جیب مشرق شد نمایان — که آید دست موسیٰ از گریبان
شه انجم بتخت آسمانی — بر آمد با هزاران کامرانی
بشمشیرش سپاه زنگ بگریخت — همه ذرّات در فتراکش آویخت
گل اندر باغ و بلبل را نوا داد — بگل مشت زری باد صبا داد
برندان خمار آلودهٔ دوش — رسید از مَی فروشان مژدهٔ نوش
در خمخانه‌ها را باز کردند — بمشتاقان مَی آواز کردند
که ای خوابیده بختان سر برآرید — بغفلت تا بکی عمري سر آرید
بچشم آبی زنید از بادهٔ ناب — که جائز نیست زین پس دیده درخواب
جلائی جان دهید از جام و باده — که زاهد دام‌ها بر ره نهاده
مبادا ناگهان افتید در دام — کنید امروز عینک از خط جام
به دجّالی مسازید از عنادي — که اینک می رسد مهديِّ هادی
ازین آواز عالم با خبر شد — زچشم وگوش وسرغفلت بدرشد
دل از خواب و سر از بالین گرفتند — در دکانها آذین گرفتند
پیٔ مقصود هر یک کام برداشت — یکی مسواک و دیگرجام برداشت
یکی درفکر روزی در بدر شد — یکی در جستن صاحب نظر شد
یکی را داغ غم بر دل نشسته — یکی را آستین شادي شکسته
یکی در مسجد از شوق مناجات — یکی در دهر بهر عرض حاجات
یکی را ناخنی بر تار گردید — یکی مست و یکی هشیار گردید

یکي شد بهر ِ منصب بر در ِ شاه یکي را از در ِ دل چشم بر راه
یکی از نرد اندر حیله بازي یکی از زرق [در] هنگامه سازي
یکي را راستی خواری نموده یکي را از کجي عزّت فزوده
غرض هر یک ره ِ کاري گرفته بدوش ِ خویشتن باري گرفته
من و دل در کمین ِ صید معنی ز دام ِ فکر اندر قید ِ معنی
ولي هر چند چیدم هر طرف دام غزالی معنئ هرگز نه شد رام
ازان شد طبع چون کاکل پریشان عرق بر رو، ز خجلت کرد طوفان
درین غم چون دم ِ چندین سر آمد بشیر جان بسر وقتم در آمد
صداقت پیشه، یاری دل نوازي چو صبح از صافیٔ دل راست بازي
انیسی، غم گساري، مهرباني بدل چسبی، مُحبّي، راز دانی
سراپا همچو نام ِ خوش "صادق"(۱) کند در هر دو کون یاریش صادق
نفس را از دم عیسیٰ گرفته چنین بند ِ تکلّم وا گرفته
که اي آشوب ِ صد محشر ز اندوه مَنِه بر دل ز غم سنگینیٔ کوه
بنومیدي مده در خاطرت راه ببین لا تقنطوا من رحمة الله
بدامت گر نیاید صید ِ معني هُمایت می رسد در قید ِ معني
قلم بردار و کاغذ، امتحان کن بیا مدح ِ شه صاحب زمان کن
که چون خاتم امام آخرین است ستون آسمان، میخ ِ زمین است
شهی کز مدح او کلک ِ سخنور بریزد همچو نیسان آب ِ گوهر
ولادت نامهٔ آن شاه بر گوی بزن از نکته‌سنجان هفت این کوی
فراغت دادم از گنجینهٔ راز کلید ِ کلک بر گیر و بکن باز
کنون فرصت مکن از نارسائی که چون دروازهٔ آن بر کشائی
درو یابی چو عمّان موج در موج گهرهای معانی فوج در فوج
بکش در سلک نظم این داستان را "طراز ِ دانش" خود ساز آن را
چو داد این مصلحت آن یار ِ "صادق" شبم را صبح شد گفتار "صادق"

(۱) اشاره ایست بطرف "محمد صادق ولد محمد جعفر برادر محمد حسین المعروف به "مولانا" - از شاگردان شیخ عبدالغنی ... استعداد کلی داشته - شعر فهمی برو ختم بوده، چنانچه محمد محسن شاعر اکثر شعر را بدو می نمود - فوت وي ۱۱۶۸ھ" [مقالات الشعرا ص ۳۵۷]

ولی از بسکه بود از چرخِ پر فن
پریشان خاطری آمادهٔ من

نفس در سینه صرفِ آه می شد
ز دل تا لب سخن گمراه می‌شد

نمی شد کین عروس از حجلهٔ دل
کند بر مسندِ قرطاس منزل

درین آشوبِ حیرت روزگاری
بر آمد با دلِ امیدواری

فلک با صاف طینت چون ستیزد
چو زنگی خاک بر آئینه ریزد

نمی داند که آن خاک سیاهش
نه سازد تیره بل سازد چو ماهش

غرض چون فضلِ ایزد رهبري کرد
شهِ صاحب‌زمان هم یاوري کرد

بر آمد بخت من از خوابِ غفلت
کشان آورد بر درگاهِ دولت

چه درگه درگهی با شوکت و شان
"محمد" رونق دینی "تقی‌خان"

خرد پیری، جوان بختی، فلک رخش
که گیرد مشتری از طالعش بخش

بود مرّیخ از تیغش تباهی
که باشد جوهرِ سیفِ الٰهی

دبیرِ چرخ گر شاگرد سازد
دعایش را همیشه ورد سازد

سخن سنجی که از یک جنبش فکر
بضبط آرد جهانِ معنیٔ بکر

نهالِ نو برِ باغِ سخاوت
پلنگِ بیشهٔ دشت شجاعت

دُرِ بحر کرم، کان مروّت
برِ نخلِ همم، جانِ فتوّت

امیری داد رس، بیداد مالی
که بر عدلش دلِ عدل ست دالی

ملاذ و ملجاِ دانش پناهان
پناه و مرجعِ بی دستگاهان

الٰهی تا جهان را آب و رنگ است
فلک را شیوه‌های صلح و جنگ است

گلِ عمرش طراوت بخش بادا
فلک رامش بسانِ رخش بادا

دمد چون آفتابِ صاحب الامر
نصیبش کن رکابِ صاحب‌الامر

چو از الطاف او گشتم سر افراز
گلِ پژمردهٔ من تازه شد باز

ز فیضِ بیحدِ آن زبدهٔ دهر
فکندم کشتیٔ خود اندرین بحر

بتائیدِ خدایٔ جود و المن
بساحل می رسد گر کشتیٔ من

باتمامش قلم با کام سازم
"طراز دانش" آن را نام سازم

بیا ساقی بیا ای اصل و فرعم
ز جام ارشاد فرما دین و شرعم

درین تاریکیٔ جهل از شرابی
بکش از مشرقِ خم آفتابی

بغفلت بگذرد تا چند اوقات — بسوز از آتشِ مَی دلق طامات
بصیقل کاریٔ جامِ درخشان — ز مرآتِ دلم زنگار بستان
بشمشیرِ زبانم آبِ مَی ده — ز موجِ باده جوهرهای وی ده
که قطعِ دعویٔ باطل ستیزان — شود چون تیغِ حیدر بروي آسان

ساقي نامهٔ عید غدیر

بیا ساقی ای عشرت افزایٔ من — بده جام بر یاد مولایٔ من
که امروز عیدِ غدیرِ خم است — زمین پر گل و چرخ پر انجم است
درین روز بی مَی نشستن خطا ست — بیار آنچه داری که روزی عطاست
ببین قدر این روز امداد کن — بجامی دلِ دوستان شاد کن
چه خوش گفت دانشوري تیز هوش — بچنگ و دف ونی چو فرّخ سروش
که امروز حق کرده بر مومنین — هم اتمامِ نعمت، هم اکمال دین
درین روز خوش، خرّمی از دو روست — که عیدِ محبّ و عزایٔ عدوست
بیا ترک این مهر و این ناز کن — درِ عیش بر رویٔ ما باز کن
بده چند جامی بمستانِ خویش — بمستانِ حیدر پرستانِ خویش
خصوصاً بآن بحر دل، ابر دست — پناهِ محبّانِ حیدر پرست
طرازندهٔ مسندِ آبّهت — فرازندهٔ رایتِ معدلات
کشایندهٔ بابِ فتح و ظفر — فروزندهٔ شمعِ اقبال و فر
که گر بحرِ جودش نمی داد آب — شدی گلشنِ طبعِ "محسن" خراب
بتعمیرِ او بیتِ من عالی است — پر از گوهر و از خطا خالی است
بلی جز بتابیدن آفتاب — بدخشان کجا بست لعلِ خوشاب
الٰهی بود تا ببزمِ جهان — بجا جام مهر و خمِ آسمان

گلِ ساغرش پر مَیِ کام باد
ببزمِ طرب باده آشام باد

مثنوي در مدح صادق علی خان (١)

مطلع دیوانِ کتابِ کریم — بسم الله الرّحمٰن الرّحیم
بلبلِ خوش نغمهٔ گلزار صدق — طوطیٔ دستان زنِ اخبارِ صدق
می کند از نقلِ صداقت نشان — غنچهٔ منقار چنین گلفشان
گر چمنِ "تهته" ز بارِ دگر — بهر سزا دادنِ هر خیره سر
همچو هما رایتِ نصرت قرین — بال کشا گشت به صوبِ "بدین"
رایتِ نوّابِ ثرّیا جناب — بر فلکِ جاه و جلال آفتاب
"صادق علی‌خان" جهانِ کرم — پیشِ کفش ابر ز یک قطره کم
چشمِ حیا سرمه کش از گردِ او — جانِ سخا شخصِ جوان مرد او
خلق ز عهدش بمهاد امان — جور ز عدلش چو جرس در فغان
بسکه بدورش متیٔ دین عام شد — کفر صبوحی زنِ اسلام شد
شیرِ فلک پشت خم از گرزِ او — گاوِ زمین در طپش از برز او
گر نگرد سایهٔ تیغش بخواب — زهرهٔ رستم شود از بیم آب
رفت خبر جانبِ هر بومی‌اي — کج منشی،خیره سري، شوبی‌ای
کز پیٔ تنبیه گروه فساد — گشت سوار آن فلکِ دین و داد
خوردچو این زمزمه بر گوشِ شان — شد خرد و صبر فراموشِ شان
لشکرِ اندوه بر ایشان بتافت — غم عام و آه بهر دل فراخت
زلزله افتاد بدلهائ کور — هوش ز سر، توش ز تن گشت دور
فرقِ "بهار" آمده بر سنگ سخت — "چو کهیه" از هم جگرِ لخت لخت
از طپشِ دل ز غمِ فوج فوج — کشتیٔ "رانا" شده در چار موج
جام تهی شد ز شرابِ غرور — خواست شود غرق بدريائ شور

---

(١) صادق علي خان آخرین ناظم (اجاره دار) صوبه تته بود که بعد ازو میان نور محمد خان کلهوره که ناظم و حکمران سندِ شمالی بود، این صوبه را هم از سلطنت مغلیه در سنه ١١٥١ھ به اجاره حاصل کرد

گشت "حمل" عاجز و حیوان‌صفت — طالعش از ثورِ فلک خورده لت
حال دگر خیره سرانِ فضول — بود چنین زار و نزار و ملول
تا که شد از نصرِ خداوندِ دین — مخیم اقبال زمینِ "بدین"
تاجِ غرور از سر "تاجن" فتاد — آتشِ غم در دلِ دشمن فتاد
کافرِ "کهچی" که دلش تیره بود — از مَتیٔ نخوت سرِ او خیره بود
دست‌خوش لشکرِ وسواس شد — صلح گرا آن دبِ نسناس شد
باج گزارانِ زمینِ "بدین" — بر خطِ فرمانش نهاده جبین
هر که خدا می شودش کارساز — بی مدد غیر شود سرفراز
لشکرِ تائیدِ فلک یارِ اوست — حکمِ قضا تابعِ گفتار اوست
دشمنِ او گر بفلک ره کند — می فتد و جا بتهِ چَه کند
فکر چو در عرصهٔ سالش دوید — دل سرِ اعداش نخستین برید
گفت که بر گوی بآن بی همال
"باد سرِ دشمنِ تو پایمال" (۱)

قطعه

گویند دقیقه یابِ گردون — دانشورِ خم نشین فلاطون
روزی ز قضا بدید مردی — در کسوتِ زر بجهل فردی
نه عقل و ادب نه دانش و دین — چون کرمِ قزش قبای زرّین
از نطق چو خر همین صدا داشت — یک حرفِ سخن دو صد خطا داشت
بر گفت باو حکیمِ دانای — کای صورتِ زر چو نقش دیبای
چون جامه بخوبیٔ سخن کوش
یا جامه‌ای درخورِ سخن پوش

---

(۱) اعداد تاریخ بتخرجه — "باد سرِ دشمن تو پایمال" — ۱۱۵۱
"سرِ اعدا = الف = ۱ - [۱۱۵۱ - ۱ = ۱۱۵۰ھ]

مثنوی

[در مدح میان نور محمد و ذکر فتح عمر کوت]

الا ای که از حق مسوّید توئی — منوّر به "نورِ محمد" توئی
ز دینِ محمّد نصیری بنصر — کمین چاکرت باد خورشیدِ عصر
ز یارِ محمد ترا یاوری ست(۱) — فلک را بخصمِ تو جنگ آوری ست
شهابِ فلک تاز مردی توئی — ز اشراقِ دل، سهروردی توئی
ولیٔ حقی و ولی زاده‌ای — بآئینهٔ جان جلا داده‌ای
اگر فقر، پیرِ فقیران توئی — وگر جاه، راسِ امیران توئی
بفقر و غنا برزخِ جامعی — بر اوجِ هدیٰ نیّرِ لامعی
چه اس فیض بر رویٔ کار آمده — که کلکِ تو مصحف نگار آمده
سه مصحف بپایٔ رقم کرده‌ای — سه گنجینه زیر قلم کرده‌ای
چهارم کزو خامه‌ات رهگرا ست — بتیغِ قلم ربع مسکون کشاست
زدی بر کمرِ قومِ طاغوت را — ز بت پاک کردی "امرکوت" را
ز پایت سرِ بت تهِ خاک شد — ز دستت دلِ کفر صد چاک شد
بنایٔ صنم خانه‌هایٔ کهن — بیفگندی از تیشهٔ بت شکن
ز تیغت بت و بت گر و بت پرست — چو نقش قدمِ گشته در خاک پست
بجائی کزین پیشتر سال‌ها — ز ناقوسِ کفر آمدی نالها
چنان عام گلبانگِ اسلام شد — که کافر درو لفظِ دشنام شد
کنون دم بدم این ندا می رسد — ز مهدیٔ هادی صدا می رسد
که برخیز قصدِ "جسلمیر" کن — زمین پاک از لوثِ آن دیر کن
بر آور ز کفارِ "کهچّی" دمار — که با تشت تائیدِ پروردگار
بحق رهنما، صاحبا، مرشدا ! — نگهدار ذاتِ شریفت خدا
منم "محسن" از دل دعا گویٔ تو — ثنا گسترِ نامِ نیکویٔ تو

---

(۱) اشارهای لطیف باسماي بزرگان والیٔ سند — میان نور محمد بن میان یار محمد بن میان نصیر محمد — و میان دین محمد عمِّ میان نور محمد و برادر بزرگ میان یار محمد که جانشین اول پدرشان میان نصیرمحمد بوده، بعده میان یار محمد وارث تخت و تاج خانوادهٔ کلهوره شد [م - ح - رشدي]

نبودم ضعیف و حقیر آن قدر
که آیم بپای تو پا کرده سر
ولی چون بیادت فرا آمدم
یقین زیر ظل هما آمدم
بدل تاب و در تن توانم رسد
سر فخر بر آسمانم رسد
اگر نقش صورت مرا خوب نیست
چو معنی بود نقش مطلوب نیست
به‌لقمان کسی گفت کای حق پرست
چه بسیار لبهای تو گنده است
بپاسخ بدو گفت حکمت شناس
که ای سست معنی و صورت اساس
ازین گنده لب حرف باریک بین
خط نور در عین تاریک بین
سپاس خداوند بالا و پست
که معنی شناسی نه صورت پرست
اگر زشت گوید حسد پیشه ام
تو نیکی بدان نیک اندیشه‌ام
ازان تاکنون گرچه خون خوردمی
بکنج سلامت بسر بردمی
چو یادم نمودی ز یادم مده
ز خاکم گرفتی بیادم مده
که اعزاز این فرقه پر قبول
تلامیذ رحمان بقول رسول
نموده است آن شاه والا جناب
که بی‌خط روان خواند چندین کتاب
بسا بود کز فکر در امر صعب
بگفتی به حسان و سحبان و کعب
که در نظم طبع آزمائی کنید
ز مرآت دل غم زدائی کنید
مکرر نمودی به حسان خطاب
که هستی ز روح القدس بهره یاب
به کعب سخن سنج بانت سعاد
روان جبه اقدس خویش داد
دگر هم ملوک و سلاطین عصر
درین طرفه سنت نه کردند قصر
و لیکن کجا من کجا آن گروه
کجا ذره و مهر گردون شکوه
کجا جمله مدح و کجا جمله لوم
مگر هست باقی تشبه بقوم
چه باشد تشبه بایشان مرا
بود از تو امید احسان مرا
که باشی خبر گیر احوال من
دهی از کرم جمله آمال من
ندارم سواری نه زاد سفر
نه جائی نشستن، سخن مختصر
الٰهی بود تا ببزم جهان
بجا جام مهر و خم آسمان
گل ساغرت پر مئی کام باد
ببزم طرب باده آشام باد

مثنوی

[در منقبت علی مرتضیٰ]

الهٰی خاطرِ ما شاد گردان
دلِ ما را فرح آباد گردان

بغربت مونسِ ما بیکسان باش
غم از دل دور کن شادی رسان باش

اجابت با دعا همراهِ ما کن
اثر صیدِ کمندِ آهِ ما کن

که چون بلبل نوا سنج و طرب ساز
بسوی آشیان گیریم پرواز

باعزازِ شهِ والا مناقب
مطالب بخش اسدالله غالب

که چون دستِ یدالله بر کشاید
در از خیبر سر از عنتر رباید

فرو ناید بنّه گردون سر او
سرِ خورشید کلمیخ درِ او

درِ علمِ نبی الله گزیدم
که آنجا نُه فلک را خاک دیدم

ز در باید درونِ خانه جا کرد
بصاحب خانه خود را آشنا کرد

ازین در هر که در نفرت گزین ست
اگر صد باب خواند دزدِ دین ست

کند گر خاک گردون پیکرِ ما
چو نقشِ پا درِ او شد سرِ ما

ب —قطعات تاریخ

۱— قطعه تاریخ تعمیر حصن عباس نگر

[میان نور محمد کلهوره والی سنده]

بنای قضا روزی کین حصن حصین افراخت
یعنی ز نکو فالی زد خشت درین موطن
گردون ز کواکب خواست سرمایهٔ بهروزی
تا از همه چیزی گردد بجهان کائن
اقسام سعادت را شد مشتری آرنده
انواع جلادت را مریخ شده ضامن
زد زهره بصد نیرنگ بر ساز طرب دستی
بسپرد عطارد هم انشا بکف "محسن"
"عباس نگر" ایمن از جمله حوادث شد
چون "نورمحمد" (۱) یافت هم بانی و هم ساکن
آن بت شکن غازی کامداد علی دارد
هم اول و هم آخر، هم ظاهر و هم باطن
این مژده بتاریخش از هاتف غیب آمد
کز "نورمحمد شد عباس نگر ایمن" (۲)

قطعه تاریخ اتمام تحریر قران مجید

[میان نور محمد خان والی سنده]

"نور محمد را چون حق توفیق خاص خویش داد
مصحف نگار کلک او گلریز ارقام آمده

---

(۱) میان نور محمد خان کلهوره والی سنده

(۲) اعداد تاریخ — "نور محمد شد عباس نگر ایمن" — ۱۱۵۶ھ

حسن (۱) نظام دولتش من احسن القران فزود
آری نکوئی پیشه را نیکی سر انجام آمده
از بای بسم‌الله بین تا سین و النّاس از خرد
کز نخل کلکش تا چه گل در گلشن کام آمده
سطر رنگ آمیز آن باشد خیابان جنان
هر حرف حرفش حورئی کو بر لب بام آمده
چون شد شب دوشنبه و هم نیمهٔ شعبان تمام
"ختم کلام ایزدی" تاریخ اتمام آمده (۲)

قطعه تاريخ عروسی

[شهزاده میان احمد یار خان پسر میان نور محمد خان والیٔ سنده]

ز جانان بزم عشرت گاه زیبد — که دائم مشتری از ماه زیبد
ز همدم می توان عیش ابد کرد — به خضر این سنت دلخواه زیبد
بلی بهر بقایٔ نوع و آثار — طریق شرع خضر راه زیبد
ز قرآن در ثبوت مدعایم — دلیل "انکحو" چون ماه زیبد
عروس این سخن چون جلوه گر شد — تناکح ار کشد او شاه زیبد
خصوص از نونهال گلشن فیض — که بر وی نو بهار جاه زیبد
دُر دُرج کرامت کز رہ قدر — بفرقش ظل شاهنشاه زیبد
گل عباسیٔ بستان هاشم — که سروش شمع تتّه خرگاه زیبد

---

(۱) منتخب: خط نظام —
(۲) اعداد تاریخ — "ختم کلام ایزدی" [=۱۱٦۳ھ]- شب دوشنبه ۱۵ شعبان سنه ۱۱٦۳ھ میان نور محمد والی‌سنده کتابت قران مجید را (اغلباً بار چهارم) باتمام رسانید که محسن تاریخ آن گفت و بعد از دو ماه بتاریخ ۲۰ شوال سنه ۱۱٦۳ھ (مطابق ۱۱ ستمبر ۱۷۵۰ع) این شاعر عظیم تته وفات یافت [م-ح - رشدی]

ظهورِ نورو "احمدیار خانی" (۱) که از مدحش دلِ آگاه زیبد
ز فیضِ نسبتش بیجا نه باشد که فخر "سودهه" بر اشباه زیبد
الٰهی تا بجا رسمِ عروسی ست عروسِ دولتش همراه زیبد
بسالِ شادیش "محسن" خرد گفت
"وصالِ مشتری از ماه زیبد" (۲)

قطعه تاریخ تصنیف کتاب

[نواب محمد تقی خان]

چون بامدادِ قادرِ مختار هم بتائیدِ اهلِ بیتِ کرام
از برایٔ مطالعِ مهِ دین ملجاءِ مومنان سپهر غلام
ذرّه پرور "تقی محمد خان" که بود دولتش چو مهر مدام
این چنین نسخهٔ که هر ورقش بویٔ دین می دهد چو گل بمشام
گر کشد سرمه از خطش گردد چشمِ کفّارِ عینکِ اسلام
هم پیٔ سیرِ دوستانِ علی کوچهٔ سطرِ او بهشت مقام (۳)
هم بزنجیرِ گردنِ اعدا رشتهٔ مسطرش چو رشتهٔ دام
سرخیٔ فصلِ نوبهارش کرد خارجی را چو غنچه خون در کام
گلِ مهر از بیاضِ صفحهٔ او ریزد از گلشنِ سپهر بشام
از دو بازوی جلد بکشاید درِ جنّت بدوستان تمام
یافته ختم چون گلِ ختمی از نیٔ نوکِ کلکِ عنبر فام
گفت هاتف بسال تاریخش
"چمن دین هشت و چار امام" (۴)

---

(۱) احمد یار خان پسر میان نور محمد خان
(۲) اعداد تاریخ — "وصال مشتري از ماه زیبد" — ۱۱۵۳ھ
(۳) منتخب: بهشت تمام
(۴) اعداد تاریخ — "چمنِ دینِ هشت و چار امام" — ۱۱۵۴ھ

قطعه تاریخ فتح صادق علی خان

[بر کهچیان "بدین"]

چوازتیغ نواب "صادق علی خان"(۱) گل ِ فتح از باغ نصرت شگفت
ز ابر ِ کمان و ز برق ِ خدنگ بهم آتش و آب را کرده جفت
وجود ِ خسان را ز راه ِ "بدین" زجاروب ِ ترکش چوخاشاک رُفت
همه تیره دل "کهچیان" را چو مهر بیک جلوهٔ تیغ در خون نهفت
ز هاتف شنیدم بتاریخ سال
که "انافتحنالی الفتح" گفت (۲)

قطعه تاریخ

[ختنهٔ فرزندان ِ نواب صادق علی خان]

چو نواب "صادق علی خان" بهادر(۳) که رونق دهِ دولت و ملت است
پیٔ ختنهٔ نور ِ چشمان ِ خویش بر آراست جشني که جم حیرت است

(۱) وزن مصرعهٔ اول : ــفعولن فعولن فعولن فعولن
وزن دیگر مصاریع ــ فعولن فعولن فعولن فعول
(۲) اعداد تاریخ ــ "انا فتحنا لی الفتح" ــ ۱۱۵۰ھ
(۳) وزن مصرعهٔ اول ــ فعولن فعولن فعولن فعولن
وزن دیگر مصاریع ــ فعولن فعولن فعولن فعول

عجب جشن بر عشرتی با صفا — که تن را توان، روح را راحت است
چنان بزمِ عیشی که خورشید ازو — بکف کاسه دریوزه‌ٔ نعمت است
فلک با دو صد چشمِ اختر نه دید — یکی شادیٔ کو باین شوکت است
پیٔ سالِ تاریخ این جشن خاص — که حیرت فزا دیده‌ٔ فطت است
بهر سو ز هاتف همین حرف بود
"بدین محمدﷺ زهی (۱) سنت است" (۲)

قطعات تاریخ وفات مخدوم محمد معین

[قطعه اول]

عارف حق معین دین مخدوم(۳) — آنکه در عشق جمله تن دل شد
نورِ ذهنش بمشکلاتِ علوم — در شبِ جهل بدرِ کامل شد
با کمالات ظاهری از فقر (۴) — باطنش مظهرِ فضائل شد
بنگاهی که کرد شاهدِ غیب — عین او گشت و سویٔ منزل شد
لاجرم سالِ فوت او گفتند
"قطره‌ٔ دُر ببحر واصل شد" (۵)

---

(۱) منتخب: "بدین محمد همین سنت است" — بجاي کلمه "زهی" (۲۲) کلمه "همین" (۱۰۵) اعداد تاریخ را ۱۲۳۴ می رساند که ظاهرا غلط است- [م-ح-ر]
(۲) "بدین محمد زهی سنت است" — ۱۱۵۱ھ
(۳) مقالات الشعرا ص ۱۲۴ — عارف دین معین حق مخدوم
(۴) مقالات الشعرا ص ۱۲۴ — با کمالات ظاهري از فکر
(۵) اعداد تاریخ — "قطره‌ٔ دُر ببحر واصل شد" — ۱۱۶۱ھ

[قطعهٔ ثانی] (۱)

معین اهل حق مخدوم دوران / دلیل قاطع هر علم چون سیف
که چون خورشید طبعش گرم گشتی / شتای سامعان دم میزد از صیف
ازین محنت سرا مردانه در دم / بمهمان خانهٔ حق رفت چون ضیف
بدل گفتم اگر عرفان شناسی / بگو زین درد تاریخی بهر کیف
دو مدِّ آه دل پیهم زد و گفت
"معین دین احمد رفت صد حیف" (۲)

قطعه تاریخ باز یافتن نور بصارت مرزا جعفر

چو نور بصارت عطا کرد باز / به مرزای جعفر، علیٔ ولی
از این مرحمت دیدهٔ دوستان / چو چشم مه از مهر شد منجلی
پیٔ سال تاریخ هاتف ز غیب
بگفتا بود عین فضل علی (۳)

قطعه تاریخ خلعت یابی میان نور محمد خان

چون ترا در کشور دنیا و دین / هست تائید رسول ایزدی
آیدت هر دم ز دارالملک دل / خلعت فیض شمول ایزدی

---

(۱) اصل مخطوطهٔ دیوان محسن این قطعه ندارد، از مقالات الشعرا ص ۱۲۳ نقل شد.

(۲) اعداد تاریخ — "معین دین احمد رفت صد حیف" —
۱۱۵۹ + ۲ (دو مد آه) = ۱۱۶۱ھ

(۳) اعداد تاریخ: "عین فضل علي" = ۱۱۵۰
— "بود عین فضل علی" = ۱۱۶۲ھ

خاصه این خلعت که باشد ابره اش اطلس عزّ وصول ایزدی
آستر دارائی اقلیم سند تکمه اش کام حصول ایزدی
سال تاریخ از سر اخلاص دل
گفت "تشریف قبول ایزدی" (۱)

قطعه تاریخ عطای فیل به میان نور محمد خان

رافت شاهی ترا تا مرحمت فرمود فیل
فیل بند آسمان بشکستی از فرزین حزم
از شکوه کمترین بیدقت رخ تافته
اسب بازیهای دشمن بر بساط کین و رزم
شاه مات طرفه‌ای رخ داد خصم شوم را
از چنین فیلی که دارد یاد هندستان عزم
کهکشان خرطوم و گردون پیکر و ارکان قدم
محمل آشوب رزم و محفل رنگین بزم
سال تاریخ ورودش را چو جستم از خرد
هاتفی از غیب گفتا "فیل فرخ فال جزم" (۲)

قطعه تاریخ صدارت میر لطف الله

ز خلعت خانه لطف الٰهی مخلّع گشت چون میر نکو نام
تمامی لطف "لطف‌الله" کز وی امور بی کسان یابد سر انجام

---

(۱) اعداد تاریخ — "تشریف قبول ایزدی" — ۱۱۶۰ + ۱ = ۱۱۶۱ھ
(۲) اعداد تاریخ — "فیل فرخ فال جزم" — ۱۱۶۱ھ

ز شاه صدر صدر ِ مسند ِ فیض — مفوّض شد باو چون دل بآرام
دو تاریخ از بهار ِ طبع بشگفت — که هر یک شد گل ِ دستار ِ ایام
" گل ِ باغ ِ حق " اوّل سر زد از غیب (۱)
دگر را گفت هاتف " خلعت ِ کام " (۲)

قطعه تاریخ فتح قلعه رانا

چو تائید ِ خداوند ِ ظفر بخش — باهل‌الله در هر جا قرین است
نکاود با چنین مردان ِ حق جو — مگر آن کس که‌قهرش در کمین‌است
دل ِ فقر آشنا باشد خدا داد (۳) — چه‌درمسجدچه درمحراب‌زین‌است
بآهی قلعهٔ گردون کشاید — دلیری کین کمندش حلقه چین‌است
کمند ِ وحدتی تا حلقه سازد — حصار ِ عافیت زیر ِ نگین است
بود مصداق ِ این تقریر فتحی — که مفتاح ِ در ِ حصن حصین است
حصار ِ قلب ِ رانا کز گچ و سنگ — بسختی چون‌دل ِ پر بغض‌و کین‌است
چنان شد فتح ز اقبال ِ خداداد — که گوئی نوگل ِ این گل‌زمین‌است
بلی باشد چو امداد ِ خدا یار (۴) — عدو گر کوه و گر کشتی نشین‌است

---

(۱) اعداد تاریخ — "گل باغ ِ حق" — ۱۱۶۱ھ
" " "خلعت کام" — ۱۱۶۱ھ

(۳) اشاره ایست بطرف میان خداداد خان خلف میان نورمحمد خان والي سنده که پدرش برای فتح لمعه رانا دها راجا فرستاده بود و رانا تاب مقاومت نداشته به کشتی نشسته فرار کرد

(۴) اشاره ایست بخطاب میان نور محمد خان که خطاب " خدا یار خان " از شاه دهلي یافته بود

بضربی چون شرار از سنگ ریزد بیادی چون حباب آفت گزین است
چو این فتحِ مبین اصلِ فتوحات بچشمِ عارفانِ دور بین است
دلم از بهرِ سالش فکر مي کرد
خرد گفتا "بحق فتح مبین است" (۱)

قطعه تاریخ آغاز تحریر کردن قران

[میان نور محمد]

بنان تو تا گشت مصحف نگار بنوک قلم گوهرِ راز سفت
ز هاتف شنیدم بسال شروع که "انافتحنالک الفتح" گفت (۲)

قطعه تاریخ اتمام تحریر قران

[میان نور محمد]

چو از نخلِ کلکِ گهرسنجِ تو کلامِ الٰهي گرفت اختتام
پی سالِ تاریخِ اتمامِ آن ملک برفلک گفت "ختم الکلام" (۳)

---

(۱) اعداد تاریخ — "بحق فتحِ مبین است" — ۱۱۶۱ھ
(۲) اعداد تاریخ — "انا فتحنا لک الفتح" — ۱۱۶۰
(۳) اعداد تاریخ — "ختم الکلام" — ۱۱۶۲ھ

قطعه تاریخ عروسی

چو آفتاب ببرجِ اسد قرار گرفت
قرار یافته دلها خدا گواهِ دل ست
برای سالِ قرانِ دو سعدِ اکبر، دل
بمژده گفت "قرانِ دو مهرو ماه دل ست" (۱)

قطعه تاریخ ختم کتابت

کاتبِ این روضهٔ جنّت نشان — ختم چو کرد از مددِ ایزدی
این گلِ تاریخ ز کلکش شگفت — "باغچهٔ دینِ ابو احمدی" (۲)

قطعه تاریخ بندش کج منشی

آن کج منش که نامِ شرارت نظامِ او
سر تا بپا ز مفسده ابلیس وار زشت
حیف آید از شراکتِ نامش چو دیو را
آرد بفرقِ احمقیٔ او هزار خشت
قافِ قلاوه همچو سگش در گلو چو کرد
شد سال "حالِ او سگِ ابلیس بد سرشت" (۳)

---

(۱) اعداد تاریخ — "قران دو مهر و ماه دل ست" — ۱۱۶۲ھ
(۲) اعداد تاریخ — "باغچهٔ دینِ ابو احمدي" — ۱۱۳۷ھ
باغچه‌اي دين ابو احمدی" — ۱۱۵۸ھ
(۳) اعداد تاریخ — "حال او سگِ ابلیسِ بد سرشت" — ۱۱۵۷ھ

قطعه تاریخ ولادت فرزند غضنفر علی خان

داد حیدر چو نورِ چشم خلف / به غضنفر علی ز لطفِ جلی
چهرهٔ دوستان چو گل بشگفت / روسیه شد عدو ز تیره دلی
آن گهر چون پدر کشید ببر / شد هم آغوش مصحفِ بغلی
گفت هاتف بسال میلادش / "در مخزون جیب لطف علی" (۱)
یا رب این دوحهٔ سیادت را / بار ور کن حقِ نبی و ولی

قطعه تاریخ مرمت ناله تهته

ای بصدقِ دل محمد را غلام (۲) / با تو بادا لطفِ آن عالی جناب
از تو خضرِ نالهٔ بهرِ تشنگان / خیرِ جاری گشت تا روزِ حساب
گر "علی جان" کَند این ناله نخست / گشت اکنون نامِ او نقشی بر آب
تا رسیدی تو بدادِ ناله، گشت / تر زبان در شکرِ تو هر موجِ آب
بوستانِ تهته را باز از کرم / آبروی تازه دادی چون سحاب
هر زبانِ سبزهٔ این بوستان / بهرِ تو دارد دعای مستجاب
گفت سالش بلبلِ این بوستان / "آبروی تهته بفزودی به آب" (۳)

---

(۱) اعداد تاریخ — "در مخزون جیب لطف علی" — ۱۱۵۱ھ
"در مخزون حبیب لطف علی" — ۱۱۵۸ھ

(۲) اشاره ایست بنام "غلام محمد" (برادر شیخ شکرالله) که از طرف میان نور محمد لائب تته بود. در سنه ۱۱۶۳ غلام محمد و در سنه ۱۱۶۴ شیخ شکرالله کشته شدند.

(۳) اعداد تاریخ — "آبروی تهته بفزودی به آب" — ۱۱۴۸ھ —؟
"آبروی تهته به افزودی به آب" — ۱۱۵۴ھ — قرین صحت است.

قطعه تاریخ ولادت فرزند مصنف، غلام علی "مداح"

چو در عرصهٔ سال ِ میلاد او | کُمیت ِ تفکر بدل تاختم
یکایک ز امداد ِ روح القدس | "غلام ِ علی" بی "بدل" یافتم(۱)

قطعه تاریخ ورود ِ محمد تقی خان به هالا کندی

نه دانم گل "هاله کندی" چه کرد | که گل کرده ریگش چو زرّین گیاه
مکر گرد نعل ِ کمیت ِ کسی | چو سُرمه بچشمش رسیده ز راه
کمیت ِ سبک سیر ذي شوکتي | که "هاله" ازو گشت مه دست گاه
جوان بخت طالع خرد پیر عقل | فلک شان، گران قدر، لشکر پناه
گل دین بهار ظفر ابر کف | نهال ِ برومند ِ بستان ِ جاه
"محمّد تقی خان ِ" بر ِ نخل ِ جود | سُویّد بتائید ِ شیر ِ اله

پی سال این گل ز هاتف شگفت
"بگلگشت ِ هاله رسید او چو ماه"(۲)

---

(۱) اعداد تاریخ ــ "غلام علی" = ۱۱۸۱ ــ "بدل" = ۳۶ [۱۱۸۱ ــ ۳۶ = ۱۱۴۵ھ]
(۲) اعداد تاریخ ــ "بگلگشت هاله رسید او چو ماه" = ۱۱۴۹ھ
ــ "به گلگشت هالا رسید او چو ماه" = ۱۱۵۰ھ

قطعه تاریخ ورود به هالا

[محمد تقی خان]

از فیضِ قدومِ عیش لزوم — شد "هاله" دگر بماه توام
بالید بشوق بسکه دوش — در مرکزِ خود گرفت عالم
بهجت شده جایِ گیرِ دلها — از کشورِ جان نموده غم رم
"هاله" همه تن چو چشم من بود — بر راهِ تو فرش بر سر هم
اکنون که سُمِ سمندِ دولت — می ساخت ز "هاله" خاتمِ جم
از مردمِ دیده می شنیدم — "ای صاحبِ ما بخیر مقدم" (۱)
این طرفه که چون شمار کردم — تاریخ نه بیش بود و نه کم

قطعه تاریخ بنا کردن تعمیري محمد تقی خان

چو از امرِ خدّامِ گردون مقام — بهارِ کرم ابرِ صحرا و کشت
دُرِ بحرِ جود و برِ نخلِ شان — "محمد تقی خانِ" نیکو سرشت
چو تعمیرِ دلها بنای چنین — شده رشک فرمای قصرِ بهشت
بتاریخِ سالش گهر سنجِ کلک — "عجب جای عشرت فزای" نوشت (۲)

---

(۱) اعداد تاریخ — "اي صاحب ما بخیر مقدم" — ۱۱۳۹ھ

(۲) اعداد تاریخ — "عجب جای عشرت فزاي" — ۱۱۵۷ھ
— "عجب جاي عشرت فزائی" — ۱۱۵۸ھ

قطعه تاریخ عروسی

از چنین آمیزش شیر و شکر
آشتی ماه با خورشید جاه
دیده خواهان دولت نور یافت
کور شد بد بین عدوی کج نگاه
از خرد جستم دو تاریخ گزین
حسب حال بد سگال و نیک خواه
گفت این مصرع بخوان، ابروی دوست
"چهره‌های دوستان شد همچو ماه" (۱)
لیک هاتف سال بد خواه عدو
"کور شو بد خواه" گفت از غیب گاه (۲)

قطعه تاریخ تحریر کردن تقی محمد خان "خزانه صائب"

چون بامر سر سخن فهمان ــــ آن باورنگ صائبی نائب
خان ذی شان "تقی محمد خان" ــــ که ازو نیست معنی غائب
یافت این نسخه زینت تحریر ــــ همچو از توبه چهره تائب
گفت هاتف بسال اتمامش ــــ "در معنی خزانه صائب" (۳)

---

(۱) اعداد تاریخ ــ "چهره‌اي دوستان شد همچو ماه" ــ ۱۱۵۰هـ
(۲) " ــ "کور شو بد خواه" ــ ۱۱۵۰هـ
(۳) " ــ "در معنی خزانه صایب" ــ ۱۱۵۱هـ

قطعه تاریخ شکست افغان شوره پشت

افغانِ شور پشتی از سر زمینِ قندهار
ناگه ز دیو طبعی شورش فزا چو خر شد

خارج نوائیٔ او زد بر مقامِ کابل
مضرابِ کج نهادی در نغمهٔ دگر شد

سودایٔ تاجِ شاهی پیچید در دماغش
تا تخت گاه "لاهور" آن خرس خیره سر شد

آن کشورِ محبت خالِ رخِ اقالیم
از آتشِ نهیبش چون سینه پر شرر شد

چون این چنین قلمرو در تحتِ حکمش آمد
بادِ غرور و عُجبش از بیش بیش تر شد

بگذاشت پای جرأت در راه تا به "سر هند"
آن جا هم از خرابی سیلاب خشک و تر شد

ناگاه فوجِ شاهی زد فتره بر سرِ او
همچون تگرگ باران تیر و تفنگ سر شد

از برقِ تیغ شیران، شد تیره چشم دشمن
وز رعدِ توپِ غرّان گوشِ زمانه کر شد

از هولِ حشر آن روز خنجر کداز گردون
چون برگِ بید لرزان از بیم دیده تر شد

از بسکه گشت ازخون رویٔ فلک شفق گون
گلگونهٔ شهادت زیبِ رخِ قمر شد

بالجمله دادِ مردی دادند اهل جرأت
تا آن که عمرِ افغان[یک]قصّهٔ مختصر شد

"محسن" ز حق مسوّده چون فالِ سال بر زد
تاریخ او "سگ دد فی النّار والسقر شد"(۱)

---

(۱) اعداد تاریخ — "سگِ دد فی النار والسقر شد" — ۱۱۶۱ھ

قطعه تاریخ تعمیر

چو از فیضِ کریم الدّهر و العصر — نگارین خانه‌ای گردید قائم
چه خانه خانهٔ چون بیتِ معمور — ز چار ارکان گردونش قوائم
چه خانه خوانِ احسانِ کریمان — که از سیرش کند افطار صائم
بنایش چون بنایٔ دین مشیّد — جدارش چون جدارِ کعبه دائم
بهر بیتش ثنایٔ اهلِ بیت است — بهر مصرع درِ این باب قائم
صفایٔ بام و دیوار و درِ او — چو دل‌های صفا کیشان ملائم
لبِ بامش بسقفِ چرخ در حرف — که بس فرق ست ز آدم تا بهائم
سرِ دیوارش از عمّامهٔ مهر — مزّین تر ز اربابِ عمائم
درین بستان سرا کز بس لطافت — گلِ تصویر می بخشد شمائم
چو زلفِ دلبران تصویرِ سنبل — بخود پیچد ز تحریکِ نسائم
اگر مانی بدیدی این پری خان — ز حیرت دم بدم خواندی عزائم
خردها بیخود اندر سیر اویند — چو زیرِ کاخِ گردون هوش نائم
پیٔ تاریخ و بهر تهنیت، دل — بعشرت گفت "دولت خانه دائم"(۱)
چنین عشرت سرا با ساکنانش — الٰهی باد تا دوران قائم

---

(۱) اعداد تاریخ — "دولت خانه دایم" — ۱۱۵۱ھ

هجو اسپ که شیخي به مصنف عطا کرده بود

شیخ اسپی بمن کرم فرمود — تیز رفتار چون کمیتِ خیال
پای فکرم نه تا رکاب هنوز — دستِ وهمم نه تا مسلسل یال
که چو عنقا کشود بالِ عدم — زین جهان شد بعالمِ تمثال
الحق آن برق سم، تصوّرِ محض — گر بود زیرِ ران بفرضِ محال
نه زده گامی از طویله برون — راهِ ماضی رود باستقبال
این چنین ادهمی سریع السّیر — که خویدش بود بدشت مثال
یا بود از نتائجِ اوهام — یا کراماتِ شیخ در همه حال

قطعه هجویه

گفتم کریم باشد و دادِ دلم دهد — هر چند گفته اند که لاخیر فی عبید
لیکن چو روز گار بپشتش نهاد بار — بی اختیار شرط زد حاصلش برید

مبارک باد شب برات به میان نور محمد خان

شبِ برات که حق لیلة المبارک فرمود
چو صبحِ عید ترا باد چند بار مبارک
یکی بختم کلامِ مجیدِ ایزدِ منان
بحرف حرف ترا می رسد هزار مبارک
دوم بریختنِ رنگِ این بنای خجسته
زهی خجسته بنائی باین قرار مبارک
سیوم بمیمنتِ این شبِ سعیدِ همایون
بروزگارِ نکو فال بی شمار مبارک

چهارم آن که براتت بعمر و جاه نوشتند
رسد ز دفترِ حسنات سال وار مبارک
همیشه تا بود اعزازِ لیلة البرکت
ترا بعزت و دولت بود نثار مبارک

مبارک باد عید اضحی

تا روزه دارِ مروهٔ شرقِ صفایٔ مهر
چون حاجیان دویده به عرفاتِ آسمان
و اندر منای غرب ز قربانیان کند
دشتِ حجاز شام بخونِ شفق نهان
درگاهِ دولتِ تو باهلِ صفا بود
چون کعبه سجدهٔ سر و [چون] آرزویٔ جان
دشمن که بر دل ست بود زیر خنجرت
قربان چون گوسفند بخون غرقه و طپان
هر دم ترا چو عاشقِ صادق بوصلِ یار
عیدی دگر، نشاطِ دگر باد جاودان

قطعه در تقابل علی و بو بکر

ساده مردی سوال کرد از من
که علی بهتر است یا بو بکر
گفتم این امتیاز بی ادبی
من نه گویم که آفتاب و که ابر
نورِ یک دان و از دوئی بگذر
ذوالفقار دو سر یکی ست بامر

قطعه در هجو اسم عمّار

فلاطون دانشی با ابلهی گفت
بگو اسم شریفت، گفت عمّار
بگفتا این چه بدنامی ست ظالم
که از فقدان عینی من شوی مار
وگر میم از میان مفقود گردد
نماند بر وجودِ تو بجز عار
معاذالله الف گر گوشه گیرد
شوی پر ناکس و مردود و بدکار
الٰهی تا نشان و نام باشد
نشانی از چنین بدنام مگذار

قطعه در مطائبه

ای شنیدی که مرد کی زن خواست
تا ازو بهره‌ای ز عیش برد
بعد سه ماه زاد فرزندی
نام جبریل کردش او بخرد
گفت با او کسی که ای احمق
آدمی زاده کس مَلَک شمرد
گفت آدم چگونه، ای ابله
راهِ ده ماهه در سه ماه برد
پس ازین شیخِ شهرِ ما چه عجب
که بیک شب بنُه سپهر برد

قطعه گذارش به تقی محمد خان

[استدعاي همسفري و طلب اسپ سواري]

تمام عمر نه دانم که نیله گاوِ سپهر
بوفقِ خواهشِ من ساعتي کند دوران

جز این که رهبریم کرد سوی درگاهی
که خاک اوست بهر دردِ مفلسی درمان
چه آستان و کدام آستانهٔ ذی شان
که از سحابِ کفش تازه گلشنِ احسان
پلنگ چنگ و فلک مرتبه، زمین تمکین
عروجِ جود، کمالِ حیا، بلند مکان
محیطِ علم، جهانِ سخن، بهارِ حیا
مُسَوِّیَد از شهِ مردان "تقی محمد خان"
ایا پناهِ سخن پرورانِ نکته طراز
نشاطِ خاطرِ محنت کشانِ بی سامان
دل و خیال و زبان، کاغذ و مداد و قلم
ز فیضِ مدحِ تو بر یک دگر گهر افشان
زحال خویش و ز جورِ فلک چه عرضه دهم
ابوذری چه کند شرحِ شوخیٔ مروان
اگر نه مهرِ علی حرزِ بازوِ دل بود
جهان ز شام سیه تر شدی به قنبر جان
امیدوار ز الطافِ تو چنانم من
که نخلِ خشکِ چمن از طراوشِ باران
درین سفر که ظفر آیدت باستقبال
شوم ملازمِ بدرِ رکاب هاله نشان
ولی نه اسب و نه زین دارم ای تمام کرم
بجز کمیتِ قلم نیست دیگرم سامان
همیشه تا که بود گلشن جهان بادا
دلت بهارِ سرور و طرب، کفت نیسان

رباعیات

-۱-

[التجا به علی مرتضیٰ]

یا شاهِ نجف علیٔ عمرانیٔ ما
بردار ز ما محنت و حیرانیٔ ما
چون زلف مشوّشیم ماموی بموی
از لطف جمع بکن پریشانیٔ ما

-۲-

[در شکوهٔ قوم]

کارم بگروهِ خود سری افتاد ست
جانم بکفِ ستم گری افتاد ست
از رنج و تعب تنم میانِ این قوم
گوئی که به‌شام بوذری افتاد ست

-۳-

[شکوهٔ خواریِ خود]

ای صاحبِ ذوالفقار شستِ تو کجا ست
آن سرِ ید اللّٰهی دستِ تو کجا ست
در مردمِ زر پرست پر خوار شدم
اعزازِ محبِ حق پرستِ تو کجا ست

-۴-

[در منقبت علی مرتضیٰ]

نه تابِ سفر نه طاقتِ ماندن ماند
نه زاد [سفر] نه‌حرفِ غم راندن ماند
نه خویش شفیقم و نه بیگانه رفیق
صد شکر که علی مدد خواندن ماند

—۵—

[در شکوهٔ اهل وطن]

زین قوم بهر که چشم ِ دل وا کردم
بد کیش و جفا کار تماشا کردم
جز لربه و لعنتی و بدٔهی دهاری
حرفی نه دُر ِ گوش ِ تمنا کردم

—۶—

[در تهنیت، به نواب صادق علی خان]

ای نام ِ نامدار ِ تو چون صبح ِ صادق ست
زان هر سیه گلیم گریزد ز صولتت
بهر ِ بحالیت خرد این تهنیت بگفت
اقبال باد زیب گل ِ صبح ِ دولتت

—۷—

[در تاریخ خطاب "شاه قلي خان" به میان نور محمد وائي سنده]

ای آن که توئی بملک دولت قائم
از خوان ِ تو افطار کند هر صائم
تا مملکت ِ "سند" شهنشاهت (۱) داد
تاریخ ِ تو شد "شاه قلی خان دائم" (۲)

—۸—

[در تعلی]

ای گل چه بما جامه قبا می مانی
وی بحر باشک ِ ما کجا می مانی
در نعره زدن اشک فشاندن رفتن
اي ابر تو پاره‌ای بما می مانی

(۱) مراد از نادر شاه افشار است که به میان نور محمد خان مخاطب به "شاه قلی خان" کرده بود [م- ح- ر] .

(۲) اعداد تاریخ ــــ شاه قلی خان دایم ــــ ۱۱۵۲ھ

— ۹ —

[در طعن ریا کارئ زاهد]

زاهد ز فریب، شمله را دُم نه کنی
سر رشتهٔ سبحه دامِ مردُم نه کنی
تا چند زنی طعنه به بی قیدیٔ ما
هشدار سرِ کلافه را گُم نه کنی

— ۱۰ —

[در ماتم شاه کربلا]

واعظ غمِ شاهِ کربلا هر غم نیست
صبر از غمِ شاه ممکنِ آدم نیست
این حال که جامهٔ صبوری چاک است
این جاست که کارِ خلق جز ماتم نیست

— ۱۱ —

[در ماتم]

زین دردِ جگر گداز گردون بگریست
زین واقعهٔ بلا مَلَک خون بگریست
گر گریه کند کسی درین ماتمِ عام
ای واعظِ بی درد مگو چون بگریست

— ۱۲ —

[در ماتم]

در ماتمِ شاه موبمو غم‌ناکم
چون گل همه خونم و گریبان چاکم
کو طاقتِ ضبطِ ناله و آه مرا
معذورم اگر چو اشک بر سر خاکم

—۱۳—

[دلیل جواز تبرّا]

بی نفی باثبات نمي آید عقل
شد وصل تبرّا بتولّا در اصل
از جهل بود دوستیٔ دشمنِ دوست
جمعیّتِ ضدّین نمی گیرد شکل

—۱۴—

[در فضیلت علي مرتضیا]

در صدق گر انصاف بود بیش علی ست
در عدل ز اصحابِ نبی بیش علی ست
در شرم و سخایٔ او چه حرف ست یقین
بخشندهٔ سر بدشمنِ خویش علی ست

—۱۵—

[در فضیلت علی مرتضیا]

بر دوشِ نبی درین جهان پای علی
در حشر، آبِ حوضِ نبی جای علی (۱)
دیگر بکسی نماند صاحب "محسن"
امروز علی بس است فردای علی

(۱) کذا در اصل و منتخب دیوان محسن

—۱٦—

[در تعلي]

این نشاۀ حرف من ز جام دگر است
وین طور کلام از کلام دگر است
تا ساقی کوثرم بجامی بنواخت
در ساغر لفظ من مدام دگر است

—۱۷—

[تشبیه نیچهٔ تنباکو]

ای کرده ز رنگ نیچهٔ تنباکو
بر دل سیهی دلیل از من بشنو
او صیقل آئینهٔ دل ها باشد
گر مصقله تیره شد چه نقص است باو

—۱۸—

[گله نا قدري]

هر چند شعار شعر پوشیده بسی
کی می‌رسد از دلق، فقیری بکسي
لیکن ز کجا بهم رسانم زین قوم
صاحب سخنی، داد دهی، نکته رسی

—۱۹—

[در معارضه]

حاسد مگریز تا کنیم عرض سخن
بر نکته رسی، داد دهی، صاحب فن
تا بر کشد این هر دو بمیزان خرد
من من ز تو بر دارد و یا از من من

—۲۰—

[در وقتیکه نواب صادق علي‌خان بجنگ تاجن مندره مي رفت محسن همراه بود ـ بر منزل اول این رباعی گفت]

ای منزلِ اوّلِ تو مانندِ هلال
از بدر نشان دهد بارباب کمال
یعنی که بهر مرحله انوارِ فتوح
بر چهرهٔ دولتت فزاید اقبال

—۲۱—

[ایضاً — رباعی دوم]

ای در سفرت ظفر باقبال قرین
با تست رفیق مالکِ یوم الدین
این منزلِ اوّلت مبارک بادا
بالحق نبی و آله المعصومین

—۲۲—

[در مدح گوئی]

تا هست بلب لفظ و بدل معنیٔ بکر
تا هست زبان را بدهان قوّتِ ذکر
هر وقت و بهر مقام و هر حال که هست
"محسن" ز مدیحِ تو نه بندد لبِ فکر

—۲۳—

[در تاریخ نیابت لهته به غلام محمد]

ای از تو غلامیٔ محمّد اظهر
تائید خدا یارت و یاور حیدر
تاریخ نیابتت چو جستم از خلق
گفتند که "نائبِ رعیت پرور" (۱)

---

(۱) اعداد تاریخ — "نائب رعیت پرور" — ۱۱۵۱ھ

—۲۴—

[وعده خشک]

چون موج . تمام اضطرابم چه کنم
گرداب صفت بپیچ و تابم چه کنم
از وعدهٔ خشک آن فریبندهٔ دل
مستغرقِ قلزمِ سرابم چه کنم

—۲۵—

[مبارک باد عید غدیر]

ای جاه ز جاهِ تو بود خرّم و شاد
وز شانِ تو شانِ دیگر از پای فتاد
هر میمنتی که هست در عیدِ غدیر
بر ذاتِ شریفِ تو مبارک ها باد

—۲۶—

[خم غدیر]

چون ساقیٔ دورِ بزم حیدر کردند
هر خم ز غدیر رشکِ کوثر کردند
از بهرِ سبو کشانِ مهرِ مولا
خورشید چکانده مَی بساغر کردند

—۲۷—

[غدیر]

چون خسروِ سیاره بر آمد بحمل
بر تخت نشست قاتلِ اهل جمل
حکمی که ز "بلغ" است گردید روان
رمزی که ز "انما" ست آمد بعمل

—۲۸—

[مبارک باد نوروز]

نوروز رسید منّی دل افروز کنید
هر نقد و نشاط صرفِ این روز کنید
امروز زدند سکّه بر نامِ علی
صد سجدهٔ شکرِ بختِ فیروز کنید

—۲۹—

[مدح تقي محمد خان]

تا پرتوِ مهرِ عالم افروز بود
آغازِ بهارِ عیدِ نوروز بود
گلزارِ نشاط از "تقی محمد خان"
سر سبز تر از طالعِ فیروز بود

—۳۰—

[دعا برای شفا از تپ]

اي از تو نجات یافت موسي از نيل
وی از تو امانِ کعبه از اصحاب الفیل
این تپ زده را بده شفایٔ کامل
ای لطفِ تو سرد کرد آتش به خلیل

—۳۱—

[دعائیه]

ای حلقهٔ موت آب حیوان در مشت
وی قطرهٔ خوت آتشِ دوزخ کُشت
یک رشحهٔ آبِ فیض بر آتشِ دل
ای داده برون دو جوز بهرِ انگُشت

—۳۲—

[دعائیه]

ای ساقیٔ سلسبیل کوثر به بهشت
وی بخت ِ خضر ترا نیک و سبزه و کیشت
بر سوخته جانان، نمی ز ابر کف ِ فیض
ای قاسم ِ خلد و نار یزدانت نوشت

—۳۳—

[دعائیه]

ای عصمت ِ مریم از تو سر کرده بجیب
وی شرم ِ تو آب ساخته بنت ِ شعیب
بر آتش ِ غم دمی ز آب ِ کرمی
ای گوهر ِ دریایٔ نبوّت را زیب

—۳۴—

[دعائیه]

ای یازده دُر ز یک صدف کرده ظهور
وی فیض ِ شما نموده عالم معمور
بر "محسن" پر گناه چشمی کرمی
ای عفو ِ شما نمونهٔ عفو ِ غفور

—۳۵—

[در مطائبه]

دوران ِ بهار، عید ِ قربان آمد
رنگی دگری بروی مستان آمد
بر حالت ِ بی صفای سعیٔ زاهد
گل خنده زنان پیاله گریان آمد

—۳۶—

[در مدح]

تا کعبهٔ حق قبلهٔ عالم باشد
وز سجدهٔ او جبههٔ مکرم باشد
بر درگهِ اقبالِ پناهِ تو مدام
پشتِ فلک و گردنِ مه خم باشد

—۳۷—

[در مدح صادق علی خان]

ای جوهرِ آبروی سیف اللٰهی (۱)
وی زیب دهِ مسندِ والا جاهی
رخسارهٔ شومِ خصمِ جاهت بادا
از جذبهٔ کهربای تیغت کاهی

—۳۸—

[در مطائبه]

در عرصهٔ تنگ این جهان درکار است
تعظیم بسفله‌ای که دنیا دار است
گر حجتِ این حدیث خواهی بنگر
در کوچه تواضعِ خران درکار است

---

(۱) اشاره ایست باسم پدر صادق علي خان که سیف الله خان بود و از سنه ۱۱۳۵ تا سنه ۱۱۴۳ ه صوبه دار تته بوده .

— ۳۹ —

[در مطائبه]

بر خلق دو قوم حکم مي راند و بس
گر مرد عدالتی ببیداد برس
ملاّ مفتی پیاده و کسباتی
کین پشت کتب دارد و این پشت عسس

— ۴۰ —

[در مطائبه]

هر کس بحکیم روی سودا دارد
بر درد ز درد مرهمی بگذارد
هر چیز که او خرید آخر پس داد
سودای حکیم جوشِ صفرا دارد

— ۴۱ —

[دعائیه]

یا شاهِ نجف چنین زبونم مپسند
بیرون و درون چو گل بخونم مپسند
از قلّتِ رزق کثرتِ بیماري
داني تو بعلمِ خود که چونم، مپسند

— ۴۲ —

[در مطائبه]

لعنت بکسی که رفت در کوی فلان
راهی نه کشاد زیرِ زانوی فلان
بنشست به پشتِ او چو مردانِ دلیر
یک قطره نه ریخت آب در جوي فلان

— ۴۳ —

[عذر لنگ]

از لنگیٔ پا مرا درنگ است

پایم چه که دست زیر سنگ است

پیش تو اگر برای مجرا نه شدم

مجراست مرا که عذر لنگ است (۱)

— ۴۴ —

[رباعي مستزاد — در مذمت منکر علی مرتضیٰ]

منکر که از راه میر کوثر شد گم — مانند حمار (۲)

از آتش بغض خود به آذر شد گم — چون چوب چنار

از قطرهٔ آبدار لولوئ علي — امروز شریف

فرعون نمط به نیل خنجر شد گم — یعنی فی النّار

— ۴۵ —

[رباعی مستزاد — در مبارکباد]

تا دورهٔ این روز بود در عالم — پیوسته بجا

چون گردش جام عیش در صحبت جم — عشرت افزا

هر روز تو روز عید و هر شب شب قدر — ز امداد علی

هر لحظه ترا فتح دگر زیر علم — آغوش کشا

---

(۱) کذا در اصل و منتخب — بجز مصرع سوم هر سه مصاریع این رباعی خارج از اوزان رباعی اند [م- ح- ر]

(۲) در منتخب دیوان محسن ردیف مصاریع سالم " گم شد " است

— ۳۶ —

[رباعی مستزاد — عشقیه]

بیمی ز نگاهِ چشم جادو نه کنم — ای آفت جان
من قطعِ نظر ز تیغ ابرو نه کنم — در هیچ زمان
تا چند کمانِ ناز زه می سازی — بر کشتنِ من
هرگز تهی از تیر تو پهلو نه کنم — مانند نشان

تمت

دیوان محسن تتوی

غلط نامہ

مقدمہ

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۰	بیتا	بیٹا
۱۱	۱۷	دبن	دین
۱۱	۲۳	۱۱۱۲ ء	۱۱۱۲ ھ
۱۲	۲۳	منصدار	منصبدار
۱۵	۲۰	۱۱۲۵! ء	۱۱۲۵ ھ
۱۶	۷	نظم من	نظم میں
۱۷	۲۰	ن	نو
۲۱	۱۰	لطف علی	لطف علی خان
۲۳	۲۲	بادشاہ ہاں	بادشاہ کے ہاں
۳۴	۱	کرلبا	کرلیا
۳۴	۱	اونگ زیب	اورنگ زیب
۳۴	۱۳	ملک	مالک
۳۴	۲۱	که بیٹتا	کہہ بیٹھتا
۴۳	۶	او اس کے	اور اس کے
۵۰	۱۴	بعد رہ	بعد وہ
۵۱	۱۷	قئم	قائم
۵۲	۲	کچ	کچھ
۵۲	۹	رندگی	زندگی
۵۳	۱	طفر	ظفر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۳	۷	سے ۱۱۴۹ نکلتا ھے	سے سنہ ۱۱۴۹ھ نکلتا ھے
۵۴	۱	ناظسوں	ناظموں
۵۵	۱۵	فتخ	فتح
۵۵	۲۰	اىک هزار	ایک هزار
۵۸	۱۳	شاہ جہاں	شاہ جہاں
۵۹	۱۸	شاء	شاعر
۶۱	۲۲	داق	دلق
۶۲	۷	سے	بسے
۶۸	۲	ہوئی	ہوتی
۸۰	۱۴	تواہن	توازن
۸۱	۱۸	غرل	غزل
۸۶	۱	ہرٹی	ہرتی
۹۶	۱۳	ق	ترق
۹۹	۱۹	او	اور
۱۰۱	۵	عبات	عبارت
۱۱۰	۸	عام طو	عام طور
۱۱۱	۱۲	پ	پر
۱۱۶	۴	بن گیا تھا	بن گیا
۱۲۶	۵	او	اور
۱۳۰	۱۰	بان	بانو
۱۳۰	۱۸	مکا	مکان
۱۳۱	۲	کہ دیا	کہہ دیا
۱۳۹	۳	شید	شہید

دیوان محسن

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۱	بستانم	وبستانم
۵	۱۱	فهیده ای	فهمیده ای
۷	۱۵	ین	این
۱۵	۲۱	کونی	گونی
۳۶	۱۳	رسید	رسیده
۳۶	۱۹	نقش ونگا	نقش ونگار
۳۸	۷	آب وتش	آب وآتش
۴۱	۹	بیاد	بیاد
۴۲	۴	شنائی	آشنائی
۴۲	۱۸	خسیان	خسیسان
۴۳	۱۹	خارتر	خوارتر
۴۶	۱۶	سیمبن ر	سیمین بر
۴۹	۹	گذشت	بگذشت
۵۳	۲۱	تیغ	تیغ
۵۴	۶	مار ارجز	مار را جز
۶۱	۱۰	ست	بست
۶۱	حاشیه۱	در	دل
۶۱	حاشیه۱	گذاشت	گذشت
۷۱	۱	رنگ عرف	رنگ عرق
۷۵	۲۲	تیغ	تیغ
۷۷	۱۹	گریه ب	گریه آب

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۷۸	۸	؛	به
۸۹	۲۰	بردشت	برداشت
۹۵	۷	زا	زار
۹۷	۵	ما	مه
۱۰۴	۱۰	گرفم	گرفتم
۱۰۵	۱۱	نگاهی	نگاه
۱۰۶	۱۱	یا.	یار
۱۱۱	۵	ز	از
۱۲۵	۱۹	ا.	از
۱۲۷	۵	فلک اے جگر	جگر اے فلک
۱۴۵	۸	کنیه*	کینه*
۱۵۵	۱۱	بگزار	بگلزار
۱۶۰	۱	تواضع	متواضع
۱۶۰	۱۲	باد	بباد
۱۶۱	۱	د.	در
۱۶۴	۲۰	داد ند	داده اند
۱۶۶	۸	سمین	سیمین
۱۷۰	۲۲	بهت	بهتر
۱۷۱	۸	بود	بهتر
۱۷۹	۲	ترکتار	ترکتاز
۱۸۳	۵	کر	گر
۱۹۵	۷	:	ز
۲۰۱	۱۳	محس	محسن

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۰۲	۱	ب	بر
۲۰۶	۶	خا	خار
۲۰۶	۱۰	ت	تو
۲۰۷	۴	یا	یار
۲۰۹	۹	شاخشانه	شاخسانه
۲۰۹	۱۵	گشتیم	گشتیم
۲۱۱	۱۹	ا	از
۲۱۳	۱۴	نمی هم	نمی دهم
۲۱۳	۱۹	کسی	کس
۲۱۶	۳	تتا	تتار
۲۳۱	۷	مکب	مرکب
۲۳۸	۳	دست پائی	دست و پائی
۲۴۱	۷	تو	نو
۲۴۴	۱۶	زمی	زمین
۲۴۶	۵	سهادت	شهادت
۲۵۵	۱۷	بشو	بشنو
۲۶۰	۱۴	غارت آمده	غارت گرآمده
۲۶۰	۱۷	ای	از
۲۶۶	آخری	اه	ام
۲۷۰	۱۶	کدام	کدام
۲۷۰	۱۶	غنحه	غنچه
۲۷۰	۱۸	بر	بار
۲۹۳	۱۶	کش خیبر	کش وخیبر

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۹۵	آخری	بروز ید الحق	براو زیبد الحق
۲۹۶	۲	بازوچه‌ٔ	با زوجه‌ٔ
۲۹۶	۲۳	نبودت	نبودست
۲۹۷	۱	کلب معلم	سگ معلم ؟
۲۹۷	۱۲	علی	علم
۳۰۱	۰	مناقبت	مناقب
۳۰۲	۰	مناقبت	مناقب
۳۰۲	٦	نامدا	نامدار
۳۰۲	۲۲	پیر	پر
۳۰۳	۰	مناقبت	مناقب
۳۰۸	۱۵	وانه	روانه
۳۱۰	۰	مناقبت	مناقب
۳۱۰	۲	مرد	زمرد
۳۱۱	۱۱	خببرم	خیبرم
۳۱۲	۱۲	د مدح	در مدح
۳۲۵	۱۲	بدن	بدن
۳۲۸	۱۵	ابن رياد	ابن زیاد
۳۳۱	۷	قصاید	قصیده
۳۳۹	۱	ز	از
۳۵۲	۱۱	نوباده	نوباوه
۳۵۸	۱۱	نظم	نظمم
۳٦۵	۱۲	باور	بار و
۳٦۵	۲۳	محسن	محسن

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۶۶	۲۰	خوشه جبین	خوشه چین
۳۶۷	۶	رحمة للعامین	رحمة للعالمین
۳۷۱	۱۶	ثنابت	ثنایت
۳۸۹	۴	ید	باید
۳۸۹	آخری	دغها	داغها
۳۹۴	۶	اکر	اگر
۳۹۶	۱۲	نوباده	نوباوه
۴۱۱	۸	اگو	اگر
۴۱۴	۱۹	رکوء	رکوع
۴۲۱	۱۱	نوباده	نوباوه
۴۲۲	۱۸	ارزفی	ازرقی
۴۵۰	۲۷	مکی	یکی
۴۵۲	۲۲	سرافرا	سرافراز
۴۶۰	۴	قطه	قطع
۴۶۰	۱۳	رروی	بر روی
۴۶۰	۲۰	بدحشان	بدخشان
۴۶۶	۲۰	چون	چو
۴۷۰	۴	فطات	فطرت
۴۷۳	۴ حاشیه	لمعه	قلعه
۴۷۸	۴	دوش	دورش
۴۷۹	۱۲	خرانه	خزانه
۴۸۰	۹	آتش	از آتش
۴۸۰	۱۸	کداز	گداز

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۴۸۱	۵	جداش	جدا رش
۴۸۴	۳	من	می
۴۸۵	۲۲	نست	نیست
۴۸۷	۱۴	وائی	والی